جلد نمبر ١٤

14

سورۃ الصّف

★ یہ سورہ مبارکہ مدنیہ ہے اور اس کی آیات بسم اللہ سمیت پندرہ (۱۵) ہیں۔
اس سورہ کا نام سورہ حواریین اور سورۂ عیسیٰ بھی ہے۔ یہ سورہ تغابن کے بعد نازل ہوا۔

★ حضورؐ نے فرمایا جو شخص سورہ عیسیٰ کی تلاوت کرے جب تک زندہ رہے گا حضرت عیسیٰؑ اس کے لیے استغفار کریں گے اور قیامت کے روز بھی وہ حضرت عیسیٰؑ کا رفیق جنّت میں قرار دیا جائے گا (مجمع)

★ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورۂ صف کو فرائض و نوافل میں ہمیشہ پڑھتا رہے تو خدا اس کو بروز محشر ملائکہ و انبیاء کی صفوں میں جگہ دے گا۔

★ مروی ہے کہ جو شخص سفر میں اس کی تلاوت جاری رکھے وہ سفر میں محفوظ رہے گا اور ہر آنے والی مصیبت سے مامون ہو گا۔

نذرانۂ عقیدت برائے علاّمہ حسین بخش جاڑا۔ اعلی اللہ مقامہٗ ● نتیجۂ فکر مولانا محمد بخش جھمکانہ آف حاجی مورا۔ ڈی۔ آئی۔ خان

عالم باعمل تھے علاّمہ حسین بخش
فاضل بے بدل تھے علاّمہ حسین بخش

تدریس میں، تحریر میں، تقریر میں ضرور
کہنے دو بے مثل تھے علاّمہ حسین بخش

مرحوم مولانا کی تھیں ان گنت خوبیاں
ایسے صاحبِ فضل تھے علاّمہ حسین بخش

علمائے صالحین کے زمرہ میں بالخصوص
بیشک نمبر اوّل تھے علاّمہ حسین بخش

پیشِ نظر تھے جتنے مسائلِ مشکلہ
انہی کا ایک حل تھے علاّمہ حسین بخش

یادِ خدا، نبیؐ و علیؑ اہلبیتؑ سے
غافل نہ ایک پل تھے علاّمہ حسین بخش

اللہ کے کارخانے کی قدرت میں بے گماں
بالکل نئی شکل تھے علاّمہ حسین بخش

بابُ النجف ہے جاڑا ہمیشہ کی یادگار
اعلیٰ پرنسپل تھے علاّمہ حسین بخش

سائل بجانبِ حق ہے کہنے میں بالیقین
بس فاضلِ اجل تھے علاّمہ حسین بخش

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَھُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ﴿۲﴾

تسبیح گذار ہے اللہ کے لئے جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے

یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۳﴾ کَبُرَ مَقۡتًا

اے ایمان والو! تم کیوں کہتے ہو ایسی بات جو خود کرتے نہیں ہو اللہ کے نزدیک

عِنۡدَ اللّٰہِ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا مَا لَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۴﴾ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیۡنَ

سخت ناراضگی کا باعث ہے یہ کہ کہو ایسی بات جو کرکے نہ دکھاؤ تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے ان کو

یُقَاتِلُوۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِہٖ صَفًّا کَاَنَّھُمۡ بُنۡیَانٌ مَّرۡصُوۡصٌ ﴿۵﴾

جو اللہ کی راہ میں جم کر لڑتے ہیں جس طرح سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہوتی ہے

رکوع ۹

لِمَ تَقُوۡلُوۡنَ - یہ آیت مجیدہ تمام ان لوگوں کے لئے تا قیامت سرزنش ہے جن کا عمل ان کے قول کے موافق نہ ہو لیکن نزول کے لحاظ سے بعض کہتے ہیں یہ اس قوم کی سرزنش کے لئے ہے جنہوں نے جنگ سے پہلے بڑے بڑے دعوے کئے تھے لیکن عین جنگ کے دوران میں فرار کر گئے تھے چنانچہ اُحد کے دن رسولؐ اللہ کو چھوڑ کر بھاگ گئے حتّٰی کہ حضورؐ کا چہرۂ اقدس بھی زخمی ہُوا اور دندان مبارک بھی شہید ہوگئے اور مروی ہے کہ شہداء بدر کے فضائل جب لوگوں نے سُنے تو انہوں نے خواہش کی کہ آئندہ جنگ میں ہم ضرور شریک ہوکر درجۂ شہادت پر فائز ہوں گے لیکن جنگِ احد میں وہ بھی فرار کر گئے اور ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے ایک دفعہ حضورؐ سے خواہش کی کہ ہمیں تمام اعمال میں سے بہترین عمل کی نشاندہی کی جائے تو آپ نے ایمان خالص اور جہاد کا ذکر فرمایا۔ پس جہاد کا نام سُن کر اُن کے حوصلے پست ہوگئے۔ نیز ایک روایت میں ہے کہ جنگِ بدر میں ایک کافر مسلمان کے لئے نہایت مصیبت کا باعث بنا ہوا تھا تو موقعہ پاکر اس کو صہیب نے قتل کردیا لیکن ایک دوسرے صاحب نے جو جنگ میں صرف تماشائی رہا کرتا تھا۔ نہ کسی کو مارتا تھا اور نہ کسی سے مار کھاتا تھا۔ فوراً خدمتِ نبوی میں حاضر ہُوا اور عرض کی کہ اُس کافر کو میں نے مارا ہے چنانچہ حضورؐ خوش ہوئے کسی نے صہیب سے ذکر کیا کہ جس کو تونے مارا ہے فلاں شخص نے حضورؐ کے سامنے دعوٰی کیا ہے

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ لِمَ تُؤْذُوْنَنِیْ وَ قَدْ تَّعْلَمُوْنَ

اور جب کہا موسٰی نے اپنی قوم سے اے میری قوم مجھے کیوں ستاتے ہو حالانکہ تم جانتے ہو کہ میں تمہاری طرف

اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ ؕ فَلَمَّا زَاغُوْۤا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ ؕ وَ اللّٰهُ

اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں پس جب وہ ٹیڑھے ہوئے تو اللہ نے اُن کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا اور خدا

لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ ۞ ۶ وَ اِذْ قَالَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ

نہیں ہدایت کرتا فاسق لوگوں کو اور جب کہا حضرت عیسٰی بن مریمؑ نے

یٰبَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ

اے اولادِ یعقوب میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہو کر آیا ہوں تصدیق کرنے والا ہوں اس کی جو مجھ سے پہلے تھی

کہ میں نے اس کو مارا ہے تم فوراً جاؤ اور اس حقیقت سے نقاب کشائی کرو صہیب نے کہا میں نے خوشنودیٔ خدا کے لئے دُشمن دین کو قتل کیا ہے نہ کہ خود نمائی کے لئے پس کسی دوسرے آدمی نے پیغمبر سے ذکر کر دیا کہ حضورؐ: فلاں کافر کو تو صہیب نے قتل کیا تھا یعنی جس حضرت نے اپنی ناموری کی خاطر اس کا قتل اپنی طرف منسوب کیا ہے اُس نے غلط کہا ہے پس حضورؐ اصہیب کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے کیا یہ بات درست ہے تو صہیب نے عرض کی۔ جی ہاں ایسا ہی ہے۔ بہر کیف کرسیٔ نبوت کے اردگرد وقت گذارنے والوں میں زبان کے بہادروں کی بہتات تھی جو بات کرنے میں سب سے پیش پیش نظر آتے تھے لیکن میدان میں ان کا شمار آخری صف میں ہوا کرتا تھا تاکہ پسپائی کی صورت میں وہ سب سے اوّل نظر آئیں چنانچہ متذکرہ آیتیں ایسے بہادروں کو سرزنش کر رہی ہیں کہ جو کام کر نہیں سکتے ہو اس کا زبان سے دعویٰ نہ کیا کرو۔ اور آخر میں خداوند کریم نے ان بہادروں کی تعریف فرمائی جو میدان میں کوہ گراں کی طرح جم کر لڑتے ہیں اور بڑے سے بڑے طاقتور دشمنوں کو تہہ تیغ کر کے اسلامی وقار کی سربلندی کا باعث بنتے ہیں چنانچہ انہی کو خدا نے اپنا محبوب ٹھہرایا اور ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ حضرت حمزہؓ اور عبیدہ بن حارث کے حق میں اُتری ہے۔ اور بعض روایات میں ان کے علاوہ سہل بن حنیف اور حارث بن ابی دجانہ انصاری کا نام مذکور ہے۔

وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰی۔ حضرت پیغمبر کو تسلی دی گئی ہے کہ گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آپ سے پہلے انبیاء کو بھی اپنی اُمتوں کی جانب سے اذیتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے چنانچہ حضرت موسٰی علیہ السّلام پر بھرے مجمع میں زنا کی تہمت لگائی گئی لیکن خداوند کریم نے حضرت موسٰیؑ کی عزت و ناموس کی خود محافظت فرمائی۔ اسی طرح حضرت موسٰیؑ پر حضرت ہارونؑ کے

مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا

یعنی تورات کی اور خوشخبری دینے والا ہوں ایسے رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام نامی احمد ہوگا پس جب

جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ

وہ واضح دلیلیں لے کر آئے گا تو (بنی اسرائیل) تو کہنے لگے کہ یہ تو صاف جادو ہے اور کون زیادہ ظالم ہے اس

افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعٰٓى اِلَى الْاِسْلَامِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

سے جو جھوٹا افترا باندھے اللہ پر حالانکہ اس کو اسلام دعوت دی جاتی ہے اور اللہ نہیں ہدایت کی

الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

توفیق دیتا ظالم لوگوں کو

ناحق قتل کا الزام لگایا گیا جس سے خدا نے ان کو بری قرار دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اُن سے یہی فرماتے رہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں مجھے ستانا چھوڑ دو لیکن وہ اپنی غلط روش سے باز نہ آئے آخر کار خدا نے اپنے الطاف خاصہ سے ان کو محروم کردیا اور مستحق عذاب ہوئے

حضرت عیسیٰؑ کی پیشین گوئی

اِسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ۔ اس کے معنی میں دو وجہیں بیان کی گئی ہیں (۱) اسم فاعل حامدؐ سے مبالغہ ہے اَحْمَد یعنی زیادہ حمد کرنے والا (۲) اسم مفعول محمود سے مبالغہ ہے احمد یعنی وہ جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے اور حضور نے خود فرمایا کہ میرے کئی نام ہیں میں احمد ہوں میں محمد ہوں الخ اور تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ ایک یہودی نے آپ پر سوال کیا کہ آپ کے اسماء محمد احمد بشیر اور نذیر میں آپ کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ میرا نام محمدؐ اس لئے ہے کہ میں زمین محمد ہوں اور میرا نام احمد اس لئے ہے کہ میں آسمان میں احمد ہوں اور میرا نام بشیر اس لئے ہے کہ میں خدا کے فرماں برداروں کو جنّت کی خوشخبری دینے والا ہوں اور میرا نام نذیر اس لئے ہے کہ میں خدا کے نافرمانوں کو جہنم سے ڈرانے والا ہوں اور حدیث مذکور کی توجیہہ بعض علماء یہ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ عالم انوار میں حضرت محمد مصطفےٰؐ سب سے زیادہ اللہ کی حمد وثنا بیان فرماتے تھے حتیٰ کہ اسی نور طاہر سے تمام فرشتوں نے تسبیح و تقدیس وتحمید وتحلیل پروردگار کا درس سیکھا اس لئے آسمانوں میں ان کو احمد کہا گیا اور جب زمین پر تشریف لائے تو خدا نے اپنی برگزیدہ مخلوق میں سے جس قدر محمد مصطفےٰؐ کی تعریف وتوصیف بیان کی اتنی کسی اور کے لئے ثابت نہیں ہے تو یہ زمین میں محمد ٹھہرے گویا عالم انوار میں وہ احمد ہیں اور عالم اجسام میں وہ محمدؐ ہیں

يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے مونہوں سے بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو پورا کرے گا اگرچہ کافر ناپسند

الْكَافِرُونَ ﴿٩﴾ هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ

کرتے رہیں وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ

لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ﴿١٠﴾ ع

اس کو تمام دینوں پر غلبہ دے اگرچہ مشرک لوگ ناپسند کرتے رہیں

خداوندکریم نے حضرت عیسیٰ کی بشارت کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے حضور کی آمد کی خوشخبری اپنی قوم کو سنائی لیکن حضور کی تشریف آوری کے بعد عیسائیوں نے اس کو جادوگر کہہ کر ٹال دیا اور ایمان کی دولت سے بہرہ ور نہ ہو سکے اور تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو حضرت محمد مصطفےٰ کی آمد کی پیشین گوئی کی تھی چنانچہ قرآن مجید میں اس کا صاف اعلان دوسری جگہ موجود ہے کہ یہود و نصاریٰ دونو کو سرزنش کرتے ہوئے فرماتا ہے يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ یعنی اہل کتاب لوگ حضرت محمد مصطفےٰ کے نام اور ان کے اوصاف کو تورات و انجیل میں لکھا ہوا دیکھتے ہیں اور پھر ازراہ عناد اس کی مخالفت کرتے ہیں اور ان کے معجزات کو جادو کہہ کر ٹال دیتے ہیں چنانچہ ان کے انصاف کش رویے کی مذمت فرماتے ہوئے اگلی آیت میں فرمارہا ہے کہ ان سے زیادہ ظالم اور کون ہو سکتا ہے کہ ان کو اسلام اور دین حق کے قبول کرنے کی دعوت دی جارہی ہے جس کی پیشین گوئی اپنے انبیاء سے سن چکے ہیں پھر وہ اللہ پر جھوٹا افترا باندھتے ہوئے اس کو ٹھکراتے ہیں اور ان کے معجزات کو جادو سے تعبیر کرکے عوام الناس کے لئے دین حق سے دوری کے موجب بنتے ہیں۔

حضرت قائم آل محمدؐ کی آمد

وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ - خداوندکریم اس نور نبوت اور ہدایت کو پورا کرے گا۔ اور دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غلبہ عطا فرمائے گا اور اس پیشین گوئی سے مراد قائم آل محمدؐ علیہ السلام کی آمد کا زمانہ ہے۔ تفسیر برہان میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے ایک وقت آئے گا کہ زمین پر آباد ہونے والی ہر چھوٹی سے چھوٹی بستی میں بھی صبح و شام توحید و رسالت کی شہادت کی آوازیں بلند ہوں گی۔ ایک دوسری روایت میں ابن عباس سے منقول ہے کہ دنیا میں کوئی یہودی و نصرانی بلکہ کوئی صاحب مذہب ایسا نہ رہے گا جو اسلام کے دامن سے وابستہ نہ ہوگا اور امن اس قدر عام ہوگا کہ بکری بھیڑیا گائے، شیر اور انسان و سانپ ایک دوسرے سے مانوس ہو جائیں گے حتیٰ کہ چوہا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ تِجَارَةٍ تُنجِيكُم مِّنْ عَذَابٍ

اے ایمان والو کیا میں تم کو ایسی تجارت کی نشاندہی کروں جو تم کو دردناک عذاب سے

أَلِيمٍ ﴿١١﴾ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَتُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ

بچالے (وہ یہ کہ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور

بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنفُسِكُمْ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿١٢﴾

جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو

يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَيُدْخِلْكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَ

تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں جاری ہیں

بھی کسی چیز کو کاٹ کر نقصان نہ پہنچائے گا۔ کسی پر کوئی ٹیکس نہ ہوگا۔ صلیبیں توڑ دی جائیں گی اور خنزیر کو قتل کیا جائیگا اور یہ سب کچھ اس وقت ہوگا جب حضرت قائم آلِ محمد تشریف لائیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ کوئی بھی غیر اللہ کے پوجنے والا نہ ہوگا اور زمین عدل و انصاف سے اس طرح پُر ہوگی جس طرح کہ ظلم و جور سے پُر ہو چکی ہوگی اور اللہ کے نور کے پُورا ہونے سے مراد حضرت قائم آلِ محمدؐ کا ظہور ہے۔ اَللّٰهُمَّ عَجِّلْ فَرَجَهٗ

تفسیر برہان میں آیت مذکورہ کے ذیل میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت رسالتمآبؐ منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا کہ خدا نے زمین پر نظر انتخاب ڈالی تو میرے بھائی وزیر وارث، وصی اور خلیفہ ہونے کے لئے علیؑ کو چُنا تو وہ میرے بعد ہر مومن کا دوست ہے پس جو اس کا دوست ہوگا اللہ کا دوست ہوگا اور جو اس کا دشمن ہوگا اللہ کا دشمن ہوگا جو ان سے محبّت رکھے گا اللہ اس سے محبت رکھے گا۔ اور جو اُن سے بغض کرے گا اللہ اس کو مبغوض قرار دے گا اور جو علیؑ سے محبت نہ کرے گا مگر مومن اور بغض نہ کرے گا مگر کافر یہ میرے بعد زمین کا نور اور ستون ہوگا اور وہ کلمۃ التقویٰ اور العروۃ الوثقیٰ ہوگا پھر آپ نے یہی آیت وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ تک پڑھی اور فرمایا کہ جو حاضرین ہیں وہ غائبین تک میری بات پہنچا دیں کہ خدا نے پھر زمین پر نظر انتخاب ڈالی اور علیؑ کی اولاد میں سے گیارہ اماموں کو چُن لیا جو یکے بعد دیگرے ہادی و مہدی ہونگے ان کو چھوڑنے والا انکو نقصان نہ پہنچا سکے گا یہ زمین پر خدا کی حجّت ہوں گے اسکی مخلوق پر گواہ ہوں گے ان کا مطیع اللہ کا مطیع اور ان کا نافرمان اللہ کا نافرمان ہوگا وہ قرآن کے ساتھ اور قرآن اُن کے ساتھ ہوگا قرآن ان سے جُدا نہ ہوگا اور وہ قرآن سے جُدا نہ ہونگے یہانتک کہ کوثر پر میرے پاس پہنچیں گے

رکوع ۱۰ | وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً ۔ حضرت نبی کریمؐ سے مروی ہے کہ جنت میں ایک محل ہوگا جسمیں ستر گھر یاقوت

وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۲﴾

اور ایسی پاکیزہ رہائش گاہوں میں جو جنّتِ عدن میں ہوں گی تمہیں داخل کرے گا یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَاُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَبَشِّرِ

اور دوسری (تجارت) جو تم پسند کرتے ہو وہ اللہ کی مدد اور قریبی فتح (تم کو نصیب ہوگی) اور خوشخبری دو

الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ كَمَا قَالَ

مومنوں کو اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ جس طرح کہ عیسیٰؑ بن مریمؑ

عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ لِلْحَوَارِيّٖنَ مَنْ اَنْصَارِيْۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ قَالَ

نے حواریوں سے کہا تھا کہ میرا کون مددگار ہوگا اللہ کی طرف؟ تو حواریوں نے

الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ فَاٰمَنَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ بَنِيْۤ

کہا کہ ہم اللہ (کے دین) کے مددگار ہیں پس ایمان لایا ایک گروہ بنی اسرائیل میں

اِسْرَآءِيْلَ وَكَفَرَتْ طَّآئِفَةٌ ۚ فَاَيَّدْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلٰى

سے اور کفر کیا ایک گروہ نے پس ہم نے مدد کی مومنوں کی

عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِيْنَ ﴿۱۴﴾ ع

ان کے دشمن کے خلاف پس وہ غالب ہوئے

سُرخ کے ہوں گے ہر گھر میں ستّر کمرے زمرد سبز کے ہوں گے ہر کمرے میں ستر تخت اور ہر تخت پر ستر ستر بستر ہوگا۔ اور ہر بستر پر ایک حور ہوگی اسی طرح ہر کمرہ میں ستر ستر دسترخوان ہوں گے اور ہر دسترخوان پر ستر ستر قسم کے لذیذ کھانے موجود ہوں گے اور ہر کمرے میں ستر ستر ملازم اور کنیزیں خدمت گاری کے لئے حاضر ہوں گے اور مومن کو خدا اس قدر طاقت دے گا کہ ہر قسم کی لذّت سے وہ بہرہ اندوز ہو سکے گا۔

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ یعنی ایمان لانے والوں اور جہاد کرنے والوں کے لئے اُخروی کامیابی کے علاوہ دنیاوی کامیابی بھی نصیب ہوگی اور وہ یہ کہ جہاد میں اللہ ان کا ناصر ہوگا۔ اور ان کو فتح نصیب ہوگی اور یہ تمام فتوحات اسلامیہ کی

پیشین گوئی ہے۔

لِلْحَوَارِيِّيْنَ ۔ ان کی وجہ تسمیہ کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ وہ مخلص تھے اور ہر عیب سے منزہ تھے۔ لہٰذا ان کو اس نام سے یاد کیا گیا یا یہ کہ وہ صفائی پسند تھے اور سفید دُھلا ہُوا لباس پہنا کرتے تھے اس لئے اُن کا یہ نام رکھا گیا ہے اور حضرت عیسیٰؑ کے بعد نصاریٰ کے تین گروہ ہوگئے ایک گروہ نے کہا کہ وہ خدا تھا اور اُوپر چلا گیا دوسرے گروہ نے کہا کہ خدا کا بیٹا تھا اور بُلا لیا گیا اور تیسرے گروہ نے کہا کہ نہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا تھا بلکہ اللہ کا بندہ اور اس کا برحق رسول تھا پس پہلے دونو گروہ کافر ہوگئے اور تیسرا گروہ مسلمان اور مومن رہا اور کافر گروہوں نے مومن گروہ کو مغلوب کر لیا لیکن جب اسلام کا چرچا ہُوا تو مومن گروہ کافروں پہ غالب آگیا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ عیسیٰؑ کے حواری عیسیٰؑ کے شیعہ تھے اور ہمارے حواری ہمارے شیعہ ہیں اور عیسیٰؑ کے حواریوں نے یہود کے شر سے بچانے کے لئے عیسیٰؑ کی کوئی مدد نہ کی لیکن ہمارے شیعوں کو جلایا جائے۔ عذاب دیا جائے جلا وطن کیا جائے اور ہر ممکن طریقہ سے ان کو ستایا جائے تاہم وہ ہماری نصرت سے کنارہ کشی نہ کریں گے۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا اگر ہمارے شیعوں کو تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے تب بھی ہماری محبت سے کنارہ کشی نہ کریں گے۔

شیعانِ علیؑ

اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں کہ شیعانِ علیؑ نے ہر نازک دور میں اپنے اُوپر ہر قسم کے مظالم سہے لیکن کبھی سخت سے سخت تر حالات میں بھی حضرت علی علیہ السلام کی ولا کے پرچم سرنگوں نہیں ہونے دیا چنانچہ امیر شام معاویہ بن ابی سفیان کے سرکاری آرڈی ننس کے ماتحت جب حضرت علیؑ کو سب کرنا ایک سنّت جاریہ بن گیا تھا تو شیعانِ علیؑ پہ کیا گذرتی ہوگی اس کا ادنیٰ سا نمونہ علامہ مودودی کی زبان سنیئے جب حجر بن عدی و دیگر شیعانِ علیؑ کو گورنر کوفہ زیاد نے گرفتار کرکے معاویہ کے پاس بھیجا تو اس نے ان کے قتل کا حکم دیدیا۔

"قتل سے پہلے جلّادوں نے ان کے سامنے جو بات پیش کی وہ یہ تھی کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ اگر تم حضرت علیؑ سے برأت کا اظہار کرو اور ان پر لعنت بھیجو تو تمہیں چھوڑ دیا جائے ورنہ قتل کر دیا جائے ان لوگوں نے اس بات کے ماننے سے انکار کر دیا اور حجر نے کہا "میں زبان سے وہ بات نہیں نکال سکتا جو رب کو ناراض کرے" آخر کار وہ اور ان کے سات ساتھی قتل کر دیئے گئے (خلافت و ملوکیت صفحہ ۱۶۵)

بہرکیف کتب سیر کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جور و استبداد کی جس چکی میں شیعانِ علیؑ کو پیسا جاتا رہا اور ظلم کے جس شکنجے میں جگر کا خون چوسا جاتا رہا مسلمانوں کی تاریخ کے صفحات پر انسانیت سوزی کا یہ سیاہ کارنامہ تاقیامت ثبت رہے گا تاہم وحشت خیز و دہشت انگیز مظالم کی وادی سے گزرا ہی جنت ہو نیز اسے شیعانِ علیؑ نے آنے والی نسلوں کے لئے اپنے قابلِ فخر کردار کو اساسی دستور بنا دیا جو تاقیامت شیعانِ علیؑ کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

سُورۃُ الجُمُعَۃ

★ یہ سورہ مدینہ ہے سورۃ الصف کے بعد نازل ہوا۔

★ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت بارہ ہے۔

★ خواص القرآن سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ جُمعہ کی روز مرّہ تلاوت کرتا رہے تو وہ ہر خوفناک و خطرناک چیز سے امن میں رہے گا اور ہر قسم کی مصیبت اُس سے دُور رہے گی (نبوی)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو شخص دن کو بوقت صبح اور رات کو سرِ شام یہ سُورہ تلاوت کرتا رہے وہ وسوسۂ شیطانی سے محفوظ رہے گا اور اس دن و رات میں ہونے والی اس کی لغزشیں معاف کی جائیں گی (برہان)

★★★★★

فضائلِ جُمعہ

حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا۔ اللہ نے ایام میں سے جُمعہ کو، مہینوں میں سے ماہ رمضان کو راتوں میں سے شبِ قدر کو انبیاء میں سے محمدؐ کو اور اوصیاء میں سے حضرت علیؑ کو چُن لیا ہے اور اس کو تمام اوصیاء پر فضیلت بخشی ہے الحدیث

معصوم سے مروی ہے کہ بعض اوقات انسان دعا مانگتا ہے تو اس کی قبولیت جُمعہ تک کے لئے مُلتوی کر دی جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے۔ یہ دن عید الفطر و عید قربان سے افضل ہے اسی دن میں حضرت آدمؑ پیدا ہوئے اور اسی دن میں اُنہوں نے وفات پائی اس دن میں ایک ایسی ساعت ہے کہ اس میں ہر دعا مستجاب ہوتی ہے بشرطیکہ ناجائز نہ ہو اور ملک مقرب سے لے کر شجر و حجر تک ہر شئی اس دن خوفزدہ ہوتی ہے کہ کہیں قیامت قائم نہ ہو جائے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کے دن و رات میں اللہ کے نیک بندے تہلیل تسبیح ثنائے پروردگار اور درود شریف کو وردِ زبان قرار دیا کرتے ہیں

آپ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن حور العین دریچۂ جنّت سے جھانک کر پوچھتی ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں جو اللہ سے ہماری خواہش رکھتے ہیں

جناب بتول معظمہؑ سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا غروبِ شمس کی گھڑی میں مومن کی دُعا مستجاب ہوتی ہے۔

تفسیر درِ منثور میں استجابت دعا کا وقت ذکر کیا گیا ہے اور ایک روایت میں یوم عرفہ کے برابر کہا گیا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ الۡمَلِکِ الۡقُدُّوۡسِ الۡعَزِیۡزِ

تسبیح کرتا ہے اللہ کی جو بھی آسمانوں اور زمین میں ہے (وہ اللہ) ملک قدوس عزیز حکیم

الۡحَکِیۡمِ ﴿۲﴾ ہُوَ الَّذِیۡ بَعَثَ فِی الۡاُمِّیّٖنَ رَسُوۡلًا مِّنۡہُمۡ یَتۡلُوۡا عَلَیۡہِمۡ

ہے۔ وہ وہ ہے جس نے مکہ والوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو اُن پر اس کی

اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیۡہِمۡ وَ یُعَلِّمُہُمُ الۡکِتٰبَ وَ الۡحِکۡمَۃَ ٭ وَ اِنۡ کَانُوۡا مِنۡ

آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کو اچھے اخلاق سکھاتا ہے اور ان کو کتاب و شریعت کی تعلیم دیتا ہے اور تحقیق وہ

قَبۡلُ لَفِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۳﴾ وَّ اٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ

لوگ اس سے پہلے کھلی ہوئی گمراہی میں تھے اور دوسرے انہی میں سے ہیں جو ابھی اُن سے نہیں ملے

رکوع ۱۱

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ۔ مقصد یہ ہے کہ زمین و آسمان کی تمام مخلوق ذی روح یا غیر روح تکوینی طور پر اپنے خالق کی تسبیح کرتی ہے اور اللہ کی حکمت شاملہ اور صنعت کاملہ پر کائنات کا ہر ذرہ بے چون وچرا اپنے زبانِ حال سے تنزیہ پروردگار میں رطب اللسان ہے اور بعض سورتوں میں سَبَّحَ اور بعض میں یُسَبِّحُ اس معنی کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ اللہ ماضی و مستقبل کے تمام زمانوں میں حمد و ستائش کا سزاوار ہے۔

اَلۡاُمِّیّٖنَ - یہ اُمّیؔ کی جمع ہے اور چونکہ مکہ کو اُمُّ الۡقُرٰی کہا جاتا ہے لہذا مکہ میں بسنے والوں کو اُمّی کہا گیا ہے اور حضرت رسالتمآبؐ کو نبی اُمّی بھی اسی وجہ سے کہا جاتا ہے اور بعض لوگ اُمّی کا معنی ان پڑھ بھی لیتے ہیں یعنی یہ لفظ اُم کی طرف منسوب ہے پس جس طرح ماں کے شکم سے باہر آنے کے وقت بچہ کچھ نہیں جانتا ہوتا اسی طرح وہ لوگ گویا مادر زاد حالت پر علم سے بالکل کورے تھے جن کی طرف رسول کو بھیجا گیا اور رسولؐ اللہ بھی انہی میں سے ایک تھے یعنی ظاہری طور پر کسی سکول یا کالج میں انہوں نے داخلہ نہیں لیا تھا اور نہ کسی ماہر اُستاد کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا تھا۔ لیکن باوجود اس کے اُن کی زبان وحی ترجمان سے علوم اوّلین و آخرین کے سمندر اُمنڈ پڑتے تھے اور زبان کو جنبش دیتے تو حکمت کے دریا بہا دیتے تھے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ آپ خدا کی جانب سے رسول بن کر آئے تھے اور اسی کی جانب سے کتاب و حکمت کے مبلغ بن کر آئے تھے چنانچہ ایک دفعہ ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے

وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۴﴾ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ

اور وہ غالب حکمت والا ہے یہ اللہ کا فضل ہے وہ دیتا ہے جسے چاہتا ہے اور اللہ بڑے فضل

عرض کی کہ اے فرزند رسول یہ لوگ رسول اللہ کو اُمّی کیوں کہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ وہ اس سے کیا مراد لیتے ہیں؟ تو اُس نے عرض کی ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ آپ نے فرمایا خدا اُن پر لعنت کرے وہ جھوٹ بکتے ہیں اللہ تو اپنی کتاب میں فرماتا ہے کہ میں نے اُمّی لوگوں میں اپنا رسول بھیجا جو ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگر وہ خود تعلیم یافتہ نہیں تھے تو لوگوں کو کیسے تعلیم دیتے تھے؟ اور خدا کی قسم حضرت نبی کریمؐ بہتر یا تہتر زبانوں میں لکھ پڑھ سکتے تھے (گویا اس زمانہ میں مروّج زبانیں اسی قدر ہی تھیں) اور آپ کا لقب اُمّی اس لئے ہے کہ آپ اہل مکہ میں تھے اور مکہ کو اُمّ القریٰ کہا جاتا ہے۔

لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ۔ یعنی قیامت تک آنے والے مسلمان خواہ عرب ہوں یا عجم سب کے سب انہی میں سے ہیں جن کی تعلیم کے لئے حضرت رسالتمآب تشریف لائے کیونکہ حضور تا قیامت ہر انسان کے لئے کتاب و حکمت کے مبلغ تھے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ رسول اللہ نے یہ آیت پڑھی تو کسی نے پوچھ لیا کہ اس سے کون لوگ مراد ہیں۔ تو آپ نے سلمان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ فِي الثُّرَيَّا لَنَالَتْهُ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ یعنی اگر ایمان ثریا کی بلندیوں تک پہنچ جائے تو ایرانی لوگ وہاں تک پہنچ کر بھی ایمان کو حاصل کرلیں گے اور اس حدیث شریف میں اطراف عالم تک اسلام کے پھیلنے کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ۔ تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ ایک دفعہ غرباء طبقہ نے خدمت نبوی عرض کی۔ کہ دولت مند لوگ صدقہ و خیرات کرتے ہیں اور ہم اس ثواب سے محروم ہیں۔ وہ حج کرتے ہیں اور ہم نہیں کر سکتے وہ غلام آزاد کرا سکتے ہیں اور ہم اس ثواب سے بھی قاصر ہیں۔ آپ نے فرمایا جو شخص ایک سو مرتبہ اللہ اکبر کہے اس کا ثواب غلام آزاد کرنے سے زیادہ ہے اور جو شخص ایک سو دفعہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ پڑھے تو اس کا ثواب لوگوں کے تمام دوسرے اعمال سے زیادہ ہے چنانچہ غرباء نے یہ عمل شروع کیا تو امراء نے بھی ان تسبیحات کا ورد شروع کر دیا اس کے بعد غرباء طبقہ نے عرض کی کہ حضور! اس میں تو امراء بھی ہمارے ساتھ شریک ہیں تو آپ نے قرآن مجید کی یہی آیت تلاوت فرمائی کہ یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہے دیدے۔ تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آسمان کے فرشتے جب زمین پر چند آدمیوں کو محمدؐ و آل محمدؐ کا ذکر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں تو دوسرے فرشتوں سے کہتے ہیں کہ زمین کی طرف نگاہ کرو کہ تھوڑے سے آدمی ہیں اور محمدؐ و آل محمدؐ کے ذکر میں مشغول ہیں تو دوسرے فرشتے یہی آیت پڑھتے ہیں کہ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہے دیدے۔ اور حضرت اُمّ سلمہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریمؐ سے سُنا آپ نے فرمایا کہ جب کوئی قوم زمین پر محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل میں مشغول ہو تو آسمان سے فرشتے اُترتے ہیں اور ان میں شمولیت کرتے

الْعَظِيمِ ۝ مَثَلُ الَّذِينَ حُمِّلُوا التَّوْرَاةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوهَا

والا ہے — مثال ان لوگوں کی — جن کو — تورات دی گئی — پھر انہوں نے اس پر — عمل نہ کیا

كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ أَسْفَارًا ۚ بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا

مثل اُس گدھے کے ہے جو کتابیں اٹھائے ہوئے ہو بُری مثال ہے اس قوم کی جنہوں نے اللہ کی نشانیوں

ہیں جب اختتام مجلس کے بعد وہ واپس جاتے ہیں تو آسمانی فرشتے ان سے دریافت کرتے ہیں کہ یہ خوشبو کیسی ہے جو ہم تمہارے وجود سے محسوس کر رہے ہیں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ ہم محمدؐ و آل محمدؐ کے فضائل کی کسی مجلس میں زمین پر شریک ہوئے تھے اور یہ ان لوگوں کی خوشبو کا اثر ہے جو شریک مجلس ہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی اس مکان پر لے چلو تو ان کو جواب دیا جاتا ہے کہ اب تو مجلس متفرق ہو گئی۔ (برہان)

عالم بے عمل

مَثَلُ الَّذِينَ ۔ یعنی جن لوگوں کو تورات دی گئی لیکن انہوں نے اس پر عمل نہ کیا تو ان کی مثال اس گدھے جیسی ہے جس پر کتابیں لادی جائیں اور یہ صرف بنی اسرائیل کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ علمائے اسلام کے لئے بھی درس عبرت ہے کہ جو عالم بھی اپنے علم پر عمل نہ کرے وہ کتابوں سے لدے ہوئے گدھے کی طرح ہوتا ہے چنانچہ بعض روایات میں عالم بے عمل کو بے پھل درخت سے بھی مثال دی گئی ہے اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے جب سوال کیا گیا کہ انبیاء و اوصیاء کے بعد جنت کے اعلیٰ درجات میں کون ہوگا تو آپ نے فرمایا ہماری امت کے علماء جن کا عمل و قول ایک دوسرے کے مطابق ہوں اور پھر سوال کیا گیا کہ نمرود و شداد و فرعون وغیرہ کے بعد جہنم کے پست ترین طبقات میں کون ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ بھی ہماری امت کے علماء ہوں گے جن کا عمل و قول ایک دوسرے کے مطابق نہ ہوں گے اور اس حدیث کو مقدمہ تفسیر انوار النجف میں نقل کیا گیا ہے اور بعض مقامات پر سخاوت نہ کرنے والے دولتمند کو قارون سے انصاف نہ کرنے والے سلطان کو فرعون سے اور علم پر عمل نہ کرنے والے عالم کو ابلیس سے مشابہت دی گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ جس طرح عالم باعمل ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کے لئے گمراہی سے نجات کا باعث ہوا کرتا ہے اسی طرح اس کے برعکس عالم بے عمل ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کے لئے گمراہی کا موجب ہو سکتا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ عالم بے عمل جس قدر عوام الناس کی داد و تحسین اور واہ واہ کا مستحق ہو کر دنیا کی ہر ریل پیل میں حصہ لیتا ہے اس کے برعکس عالم باعمل لوگوں کی بے توجہی اور ان کے طعن و تشنیع کا نشانہ بن کر بے کسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ خداوند کریم علماء حقہ کا سایہ قوم پر قائم رکھے اور صبر آزما حالات میں ان کو ثبات قدم کی توفیق مرحمت فرمائے اور جس دور سے ہم گذر رہے ہیں علماء سوء کے انتہائی عروج کا زمانہ ہے کیونکہ عوام الناس علم و دیانت سے روز بروز جس قدر دور ہوتے چلے جا رہے ہیں اور لادینی کا سیلاب جس طرح ہمہ گیر ہو کر ہر خشک و تر کو اپنے دھارے میں بہائے لے جا رہا ہے اسی قدر

بِاٰیٰتِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝۶ قُلْ یٰۤاَیُّهَا

کو جھٹلایا اور اللہ ہدایت کی توفیق نہیں دیتا ظالم لوگوں کو کہہ دیجیے اے

الَّذِیْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِیَآءُ لِلّٰهِ مِنْ

یہودیو! اگر تمہارا گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو نہ کہ دوسرے لوگ

دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝۷

تو تم موت کی خواہش کرو (اور جنت میں چلے جاؤ) اگر سچے ہو

وَلَا یَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ

اور وہ یہ خواہش نہ کریں گے بالکل بوجہ اس کے جو کرتوت کر چکے ہیں اور خدا ظالم لوگوں

بِالظّٰلِمِیْنَ ۝۸ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ

کو خوب جانتا ہے کہہ دیجیے تحقیق وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ یقیناً تم

مُلٰقِیْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ فَیُنَبِّئُكُمْ

سے ملاقات کرے گی پھر پلٹائے جاؤ گے اس ذات کی طرف جو غیب و شہادت کے جاننے والا ہے پس تم

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۹ ع ۱

کو خبر دے گا (سزا دیگا) اس کی جو تم عمل کرتے ہو

علماء سوء کا وقار بڑھتا رہا ہے۔ جو عوام کی ہر غلط سلط رسم کو دین ثابت کرتے ہیں اور اس کے برعکس علمائے خیر کا وجود عوام الناس کیلئے ناقابل برداشت ہے جو ان کو ہر غلطی پر ٹوکتے ہیں اور ان کو جائز و ناجائز میں فرق کرنے کی دعوت دیتے ہیں اور اس کی پاداش میں علمائے اعلام کی کھلے جلسوں میں توہین کی جاتی ہے اور ان کو ہر اوچھے حربے سے زیر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور ان پر ہر گندہ کیچڑ اچھالنے سے ذرہ بھر دریغ نہیں کیا جاتا اور یہ وہی زمانہ ہے جس کے متعلق معصوم کی پیشین گوئی موجود ہے کہ ایک وقت آئیگا جب علماء کی زبانوں پر قفل ہوگا اور جہلاء کی زبان دراز ہوگی۔ اے اللہ ہمیں راہ راست پر ثابت قدم رہنے کی توفیق مرحمت فرما

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ هَادُوْا ۔ چونکہ یہودیوں کا دعویٰ تھا کہ ہم حق پر ہیں اور یقیناً جنت میں جائیں گے۔ تو

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ

اے ایمان والو جب جمعہ کے دن نماز کی اذان ہو جائے تو اللہ کے ذکر (نماز جمعہ) کی طرف دوڑ کر آؤ اور

اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ۚ ذَٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ⑩

خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم دانا ہو

ان کو چیلنج کیا گیا ہے کہ اگر تمہارا یہ دعویٰ صحیح ہے تو جنت آرام و آسائش کا گھر ہے تمہیں اس دُکھ اور تکلیف کے گھر (دُنیا) سے نکل کر اُسی گھر کی طرف جانا چاہیئے جس میں آرام ہے پس موت کی خواہش کرو اور جنت میں جاؤ لیکن وہ ایسا ہرگز نہ کریں گے۔

رکوع ۱۲ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ ۔ لفظ جمعہ میں تین طرح کا تلفظ وارد ہے ۔جُمُعَہ ۔ جُمْعَہ ۔ جُمَعَہ یعنی میم پر ضمہ جزم اور فتحہ تینوں حرکات پڑھی گئی ہیں اور اس کی جمع جُمَعْ اور جمعات آتی ہے ۔ اور کہتے ہیں کہ پہلے جمعہ کا نام عروبہ تھا اور کعب بن لوی پہلا شخص ہے جس نے اس کا نام جمعہ رکھا اور خُطبہ میں اَمَّا بَعد کی اصطلاح کا موجد بھی کعب بن لوی تھا ۔ اور ایک روایت میں ہے کہ انصار نے ایک میٹنگ میں ہجرت پیغمبر سے پہلے یہ نام تجویز کیا تھا اور وہ اس طرح کہ اسلام کی دولت سے مشرف ہونے والے انصار نے اپنے ہاں ایک خاص مجلس مشاورت کا انعقاد کیا اور یہ مسئلہ زیر بحث آیا کہ یہودیوں نے اپنے اجتماع کا ہفتہ وار ایک دن مقرر کیا ہوا ہے اسی طرح نصاریٰ نے بھی اپنے لئے ہفتہ میں ایک دن مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ ایک جگہ جمع ہو کر اجتماعی امور پر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں ۔ لہذا ہمارے لئے بھی ایک دن ضرور ہونا چاہیئے جس میں ہم سب سر جوڑ کر اکٹھے مل بیٹھیں تاکہ ہمارا قومی و ملی وقار قائم ہو ۔ چنانچہ انہوں نے عروبہ کا دن تجویز کیا اور ان کا پہلا اجتماع اسعد بن زرارہ کے ہاں ہوا اور اس مجلس میں عروبہ کے بجائے اس کا نام جمعہ تجویز کیا گیا اور اسعد بن زرارہ نے ان کی ضیافت میں ایک بکری ذبح کی جو صبح و شام ان کے لئے کافی ہوئی کیونکہ اس وقت ان کی تعداد کم تھی اور اسلام کی تاریخ میں یہ پہلا جمعہ تھا اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے جو پہلا جمعہ پڑھا وہ مسجد بنی سالم میں ادا کیا گیا ۔ کیونکہ آپ مکہ سے ہجرت کر کے ۱۲ ربیع الاوّل بروز سوموار چاشت کے وقت مقام قبا پر پہنچے جہاں عمرو بن عوف کی اولاد کا ڈیرہ تھا پس وہاں ان کے لئے مسجد کی بنیاد بھی رکھی جسے مسجد قبا کہا جاتا ہے اور جمعہ تک وہاں قیام فرمایا اور جمعہ کے روز وہاں سے کوچ فرمایا اور نماز جمعہ کے وقت بنی سالم کے ڈیرہ پر پہنچے جو ایک وادی میں تھا پس وہاں آپ نے نماز جمعہ ادا فرمائی اور یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو حضورؐ نے اپنے صحابہ کو پڑھائی اس کے بعد انہوں نے اسی جگہ کو مسجد کے لئے وقف کر دیا اور مسجد بنا لی گئی اور نماز جمعہ سے پہلے آپ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا جسمیں خوف خدا اور دعوت تقویٰ اور دیگر اسلامی بنیادی

مسائل کو ایک جامع انداز سے واضح فرمایا پس جمعہ نماز سے پہلے خطبے ضروری قرار دیئے گئے حضورؐ کا جمعہ کا خطبہ تفسیر مجمع البیان میں مکمل موجود ہے جس کے نقل کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

خطبۂ جمعہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَحْمَدُهٗ وَاَسْتَعِيْنُهٗ وَاَسْتَغْفِرُهٗ وَاَسْتَهْدِيْهِ وَاُؤْمِنُ
بِهٖ وَلَا اَكْفُرُهٗ وَاُعَادِيْ مَنْ يَكْفُرُهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَالنُّوْرِ
وَالْمَوْعِظَةِ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ وَقِلَّةٍ مِّنَ الْعِلْمِ وَضَلَالَةٍ مِّنَ النَّاسِ وَانْقِطَاعٍ
مِّنَ الزَّمَانِ وَدُنُوٍّ مِّنَ السَّاعَةِ وَقُرْبٍ مِّنَ الْاَجَلِ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ
رَشَدَ وَمَنْ يَّعْصِهِمَا فَقَدْ غَوٰى وَفَرَّطَ وَضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا اُوْصِيْكُمْ بِتَقْوَى اللّٰهِ
فَاِنَّهٗ خَيْرُ مَا اَوْصٰى بِهِ الْمُسْلِمُ الْمُسْلِمَ اَنْ يَّحُضَّهٗ عَلَى الْاٰخِرَةِ وَاَنْ يَّاْمُرَهٗ
بِتَقْوَى اللّٰهِ فَاحْذَرُوْا مَا حَذَّرَكُمُ اللّٰهُ مِنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ لِمَنْ عَمِلَ بِهٖ عَلٰى
وَجَلٍ وَّمَخَافَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ عَوْنُ صِدْقٍ عَلٰى مَا تَبْغُوْنَ مِنْ اَمْرِ الْاٰخِرَةِ وَمَنْ يُّصْلِحِ
الَّذِيْ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ مِنْ اَمْرِهٖ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ لَا يَنْوِيْ بِذَالِكَ اِلَّا وَجْهَ اللّٰهِ
يَكُنْ لَّهٗ ذِكْرًا فِيْ عَاجِلِ اَمْرِهٖ وَذُخْرًا فِيْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ حِيْنَ يَفْتَقِرُ الْمَرْءُ اِلٰى مَا قَدَّمَ
وَمَا كَانَ مِنْ سِوٰى ذَالِكَ يَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهٗ وَبَيْنَهٗ اَمَدًا بَعِيْدًا وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ
وَاللّٰهُ رَؤُوْفٌ بِالْعِبَادِ وَالَّذِيْ صَدَّقَ قَوْلَهٗ وَنَجَزَ وَعْدَهٗ لَا خُلْفَ لِذَالِكَ فَاِنَّهٗ يَقُوْلُ
مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَا اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ فَاتَّقُوا اللّٰهَ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِكُمْ وَاٰجِلِهٖ
فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ فَاِنَّهٗ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّئَاتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗ اَجْرًا وَ
مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وَاِنَّ تَقْوَى اللّٰهِ تُوَقِّيْ مَقْتَهٗ وَتُوَقِّيْ عُقُوْبَتَهٗ وَتُوَقِّيْ
سُخْطَهٗ وَاَنَّ تَقْوَى اللّٰهِ تُبَيِّضُ الْوُجُوْهَ وَتُرْضِي الرَّبَّ وَتَرْفَعُ الدَّرَجَةَ خُذُوْا بِحَظِّكُمْ
وَلَا تُفَرِّطُوْا فِيْ جَنْبِ اللّٰهِ فَقَدْ عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ كِتَابَهٗ وَنَهَجَ لَكُمْ سَبِيْلَهٗ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ
صَدَقُوْا وَيَعْلَمَ الْكَاذِبِيْنَ فَاَحْسِنُوْا كَمَا اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ وَعَادُوْا اَعْدَاءَهٗ وَجَاهِدُوْا
فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبَاكُمْ وَسَمَّاكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ
بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ وَاعْمَلُوْا
لِمَا بَعْدَ الْيَوْمِ فَاِنَّهٗ مَنْ يُّصْلِحْ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ اللّٰهِ يَكْفِهِ اللّٰهُ مَا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ النَّاسِ
ذَالِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يَقْضِيْ عَلَى النَّاسِ وَلَا يَقْضُوْنَ عَلَيْهِ وَيَمْلِكُ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

مِنْہُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ

شانِ نزول

تفسیر مجمع البیان میں جابر بن عبداللہ انصاری سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ہم جناب رسولؐ اللہ کی اقتداء میں نمازِ جُمعہ پڑھ رہے تھے کہ ایک قافلۂ تجارت آن پہنچا پس اعلان ہوتے ہی مسجد میں کھڑے ہوئے نمازی سب دوڑ گئے اور رسولؐ اللہ کے پیچھے صرف بارہ آدمی بچ گئے جن میں سے ایک میں بھی تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ مدینہ میں ایک مرتبہ قحط پڑگیا تو دحیہ بن خلیفہ کلبی شام سے مال تجارت لایا اور جنّت البقیع میں اُس نے دکان لگالی اُس وقت حضورؐ خُطبہ پڑھ رہے تھے پس چند آدمیوں کے علاوہ سب دوڑ گئے کیونکہ ان کو یہ ڈر تھا کہ اگر دیر سے گئے تو ضروریاتِ زندگی کی خرید سے محروم ہوجائیں گے تو حضورؐ نے باقیماندہ صحابہ سے فرمایا اگر تم بھی دوڑ جاتے اور میرے ساتھ کوئی باقی نہ رہتا تو اس وادی پر اللہ کا عذاب نازل ہوتا اور آگ بھڑک اٹھتی۔ دحیہ بن خلیفہ کلبی شام سے تمام ضروریاتِ زندگی کا سامان لایا کرتا تھا مثلاً آٹا، گندم وغیرہ اور بازار مدینہ میں اس کی دوکان کے لئے ایک جگہ مخصوص تھی پس آتے ہی وہ طبل بجایا کرتا تھا۔ اور لوگ دھڑا دھڑ اس کے پاس پہنچ جایا کرتے تھے چنانچہ اس کے اسلام لانے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ وہ مدینہ میں آیا اور حسبِ دستور طبل بجا کر اعلان کیا وہ اتفاق سے جمعہ کا دن تھا اور حضور خُطبہ جمعہ ارشاد فرمارہے تھے پس آواز سُنتے ہی سب لوگ خُطبہ چھوڑ کر دوڑ گئے۔ صرف بارہ مرد اور ایک عورت بچ گئے آپ نے فرمایا اگر یہ بھی چلے جاتے تو ان لوگوں پر بحکم خُدا آسمان سے پتھر برستے اور ایک روایت میں ہے کہ تین دفعہ ایسا اتفاق ہُوا کہ شام سے مال تجارت آیا اور لوگ جمعہ چھوڑ کر بھاگ گئے۔

فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ۔ یعنی جمعہ کی نماز ہوجانے کے بعد اللہ کے ذکر یعنی نماز جمعہ کی طرف دوڑ کر آؤ اور مقصد یہ ہے کہ باقی تمام دنیاوی کام چھوڑ کر عبادت کی طرف رغبت کرو۔ اسی لئے جمعہ کے دن اذان کے بعد سفر کرنا حرام قرار دیا گیا ہے اور ذَرُوا الْبَیْعَ کے حکم سے صاف واضح ہے کہ خرید و فروخت بھی اذان جمعہ کے بعد تا اختتام نمازِ جُمعہ ممنوع اور حرام ہے۔ تفسیر برہان میں تفسیر قمی سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ اللہ کے ذکر کی طرف سعی کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اس کی تیاری کرو یعنی مونچھیں کٹواؤ بغلوں کے بال صاف کرو ناخن اترواؤ اور غسل کرکے عُمدہ لباس زیب تن کرو اور خوشبو لگاکر نماز کے لئے چلو۔

جُمعہ کی وجہ تسمیہ

تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جمعہ کو جمعہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اس روز اللہ نے میثاق کے وقت حضرت محمد مصطفٰے اور حضرت علی علیہ السّلام کی ولایت کے لئے تمام ارواح کو جمع کیا تھا اور دوسری روایت میں ہے کہ محمدؐ و آل محمدؐ کی ولایت کے اقرار کے لئے اللہ نے تمام مخلوق کو اس دن اکٹھا کیا تھا اور مجمع البیان کی سابق روایت میں جہاں یہ کہا گیا ہے کہ جمعہ کا نام عروبہ تھا اور کعب بن لوی نے اس کا نام جُمعہ رکھا تھا یا یہ کہ ہجرت پیغمبر سے پہلے انصار نے ایک خصوصی

اجتماع میں اس کا نام عروبہ سے جمعہ بدل دیا تھا۔ اس روایت کے ساتھ اس کی منافات نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جب روز ازل میثاق لیا گیا۔ اگرچہ ضبط اوقات سے پہلے کی بات ہے لیکن کہا جا سکتا ہے کہ اگر ضبط اوقات ہوتا تو وہ میثاق جمعہ کے دن پڑتا اور اسی اجتماع کی وجہ سے ہی اس کو جُمعہ کا نام دیا گیا ہے اگرچہ ظاہری دنیا میں اس کا تسمیہ کعب بن لوی یا انصار کی طرف منسوب ہے۔

فضائل جُمعہ

وسائل الشیعہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس شخص کو جُمعہ کا دن نصیب ہو اُسے اس دن عبادت کے علاوہ اور کوئی کام نہ کرنا چاہیئے کیونکہ یہ بندوں کی بخشش اور نزول رحمت کا دن ہے۔

حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے ایک دن جُمعہ کے خُطبہ میں فرمایا کہ جمعہ کے دن میں ایک ساعت ایسی ہے کہ اس میں ہر جائز دعا مقبول ہوتی ہے۔

آپ نے ایک حدیث میں فرمایا جو جمعہ کی رات کو مرے وہ فشار قبر سے محفوظ ہوتا ہے اور جمعہ کے دن میں مرے تو عذاب جہنم سے آزاد ہوتا ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی شخص کسی نیک کام کا ارادہ رکھتا ہو مثلاً صدقہ وخیرات وغیرہ تو وہ جُمعہ کے دن کرے کیونکہ اس دن اس کا عمل دوگنا شمار ہوگا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جمعہ کے روز نیکی اور برائی دوگنی شمار ہوتی ہے۔

رسالتمآب سے مروی ہے کہ قیامت کا قیام جمعہ کے دن ظہر وعصر کے درمیانی وقفہ میں ہوگا۔

حضورؐ نے فرمایا جمعہ کے دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے ہر گھنٹہ میں چھ لاکھ گنہگاروں کو جہنم سے آزادی کا پروانہ ملتا ہے۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہفتہ کا دن ہمارا اتوار ہمارے شیعوں کا سوموار ہمارے دشمنوں کا منگل بنوامیّہ کے لئے بدھ دوا پینے کے لئے خمیس قضاء حوائج کے لئے اور جُمعہ کا دن خوشبو وپاکیزگی کے لئے ہے اور یہ مسلمانوں کی عید ہے اور عید الفطر وعید قربان سے افضل ہے اور یوم عید غدیر خم تمام عیدوں سے افضل ہے جو ۱۸ ذی الحجہ کا روز ہے اور قائم آل محمدؐ کا خروج جمعہ کے دن ہوگا اور قیامت بھی اسی دن قائم ہوگی اور اس دن میں درود سے افضل اور کوئی عمل نہیں ہے۔

تفسیر درمنثور میں ہے کہ جمعہ کے دن آسمان وزمین کی خلقت ہوئی اسی دن جنت ونار کو خلق کیا گیا۔ اسی روز حضرت آدم پیدا ہوئے اسی دن جنت میں گئے اور اس سے باہر آئے اور اسی دن قیامت قائم ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ شب جمعہ میں لاتعداد فرشتے زمین پر اُترتے ہیں جن کے ہاتھوں میں سونے کا قلم اور چاندی کے ورق ہوتے ہیں اور وہ ہفتہ کی رات تک محمدؐ وآل محمدؐ پر درود بھیجنے والوں کا درود وسلام ہی لکھتے ہیں پس آپ نے راوی حدیث سے فرمایا کہ جمعہ کے شب وروز میں درود وسلام زیادہ پڑھا کرو

Imp

اور سنّت یہ ہے کہ ہر روز ایک سو مرتبہ اور جُمعہ کے دن ایکہزار مرتبہ درود شریف پڑھا جائے اور آپ نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھے تو خدا اس کی ایک سو حاجات پُوری کرے گا۔ جن میں سے تیس[۳۰] دنیاوی ہوں گی (باقی اخروی)

اور ایک روایت میں امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ شب جُمعہ خدا کی جانب سے ندا ہوتی ہے کیا کوئی تائب ہے جس کی توبہ قبول کی جائے۔ کیا کوئی استغفار کرنے والا ہے۔ تاکہ اس کے گناہ بخشے جائیں۔ کیا کوئی سائل ہے؟ جس کو دیا جائے (فرشتے یہ دعا کرتے ہیں) اے اللہ دینے والوں کو عطا کر۔ اور بخل کرنے والوں کے مال تلف کر۔

آدابِ جُمعہ

حجامت بنوانا، غسل کرنا، عمدہ لباس پہننا اور خوشبو لگانا جمعہ کے مستحبات میں سے ہیں اور غسل جمعہ کے متعلق بعض احادیث میں لفظ وجوب بھی وارد ہے جس کو علماء استحباب موکد پر محمول فرماتے ہیں اگر جُمعہ کے دن پانی نہ ملنے یا غسل سے معذوری کا خطرہ ہو تو بروز خمیس بھی غسل جُمعہ کیا جا سکتا ہے اور اگر کسی وجہ سے غسل جمعہ ترک ہو جائے تو اس کی قضا ہفتہ کے دن تک ہو سکتی ہے۔ غسل جُمعہ کا وقت طلوعِ آفتاب کے بعد ہے اور جس قدر زوال کے قریب ہو افضل ہے۔

مسئلہ:۔ جُمعہ کے دن بیس رکعت نافلہ مستحب ہے چنانچہ اس کی ترکیب حضرت امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا چھ رکعت طلوع آفتاب کے بعد پھر چھ رکعت جب سُورج بلند ہو جائے پھر اس کے بعد چھ رکعت زوال سے پہلے اور پھر دو رکعت زوال کے بعد یہ کُل بیس رکعت ہونگی۔ الحدیث (وسائل)

مسئلہ:۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ امام جمعہ کو چاہیئے کہ سردی اور گرمی میں خطبہ جمعہ کے لئے عمامہ پہن کر آئے اور کندھوں پر چادر یمنی ڈال لے اور دوسری روایت میں ہے کہ بوقت خُطبہ عصا پر سہارا رکھے۔

مسئلہ:۔ وسائل میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قلیب نامی ایک بدوی شخص حضرت رسالتمآب کی خدمت میں حاضر ہُوا اور اُس نے عرض کی یا رسول اللہ: میں کئی دفعہ حج کے لئے تیار ہُوا ہوں لیکن اتفاق سے جا نہیں سکا۔ آپ نے فرمایا:۔ اے قلیب: جُمعہ کی نماز میں لازمی طور پر حاضر ہُوا کرو۔ کیونکہ مساکین کی یہی حج ہے

مسئلہ:۔ وسائل میں حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ عمامہ کے ساتھ دو رکعت بغیر عمامہ کے چار رکعت سے افضل ہے اور شہید اوّلؒ سے ذکری میں مروی ہے کہ شلوار پہنے ہوئے نماز کی ایک رکعت بغیر شلوار کی چار رکعتوں سے افضل ہے اور اسی قسم کی روایت عمامہ کے متعلق بھی وارد ہے (اقول) جب عام نماز میں عمامہ و شلوار کو اہمیت دی گئی ہے تو نماز جُمعہ کے لئے ان کی اہمیت اور زیادہ ہو گی لہذا غفلت نہ کرنی چاہیئے)

مسئلہ:۔ وسائل الشیعہ میں مقنعہ مفید سے منقول ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جُمعہ کے دن اور رات میں صدقہ ایکہزار کے برابر ہوتا ہے اسی طرح جمعہ کے دن یا رات میں درود شریف ایکہزار نیکی کے برابر ہے اور

درود پڑھنے والے کے اکیہزار گناہ معاف ہوں گے اور اکیہزار درجات بلند ہوں گے اور اس کا نور تا قیامت اہل سماوات کے لئے چمکتا رہے گا اور ملائکہ آسمانی اس کے لئے مغفرت کی دعا کرتے رہیں گے اور وہ فرشتہ جو قبر پیغمبر پر موکل ہے وہ بھی اس کے لئے قیامت تک دعائے بخشش کرتا رہے گا۔

مسئلہ :۔ جُمعہ کے دن بیارات کو مرد کا اپنی منکوحہ کے ساتھ ہمبستر ہونا بھی مستحب ہے۔

مسئلہ :۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جمعہ کے دن طلوع آفتاب سے پہلے قبرستان میں جانا مستحب ہے آپ نے فرمایا اہل قبور میں سے جو سختی میں ہوگا اس کو آسائش مل جائے گی اور جو آدمی ان کی زیارت کے لئے جاتا ہے ان کو پتہ ہوتا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جب آدمی قبرستان سے واپس آتا ہے تو وہ غمزدہ بھی ہوتے ہیں اور طلوع آفتاب کے بعد روحیں منتشر ہو جاتی ہیں۔

مسئلہ :۔ جمعہ کے دن طلوع فجر کے بعد تا اختتام نماز جمعہ سفر مکروہ ہے۔

مسئلہ :۔ جمعہ کے روز شعر خوانی مکروہ ہے اور وسائل میں کافی احادیث اس بارے میں منقول ہیں۔

مسئلہ :۔ جمعہ کے دن اہل خانہ کو گوشت یا میوہ جات (یعنی عمدہ غذا) مہیا کرنا مستحب ہے۔ تاکہ ان کے دلوں میں خوشی پیدا ہو۔

مسئلہ :۔ جمعہ کے دن جس طرح ہر قسم کی نیکی کی جزا دوگنی ہوا کرتی ہے اسی طرح اس روز میں ہر برائی کی سزا بھی دوگنی ہو جاتی ہے جس طرح کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے (وسائل)

مسئلہ :۔ حضرت رسالتمآب سے مروی ہے کہ پانچ چیزیں برص کی موجب ہیں (۱) جُمعہ اور بُدھ کے دن نورہ لگانا۔ (۲) وضو یا غسل سورج سے گرم شدہ پانی سے کرنا۔ (۳) جنابت کی حالت میں کھانا۔ (۴) ایام حیض میں عورت سے مجامعت کرنا۔ (۵) شکم پُری کے باوجود کھانا۔

مسئلہ :۔ جمعہ کے روز ناخن کترانا، اور مونچھوں کے بال کٹوانا مستحب ہے اور حجامت کے وقت یہ دُعا پڑھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى سُنَّةِ مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ

نمازِ جُمعہ

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جُمعہ سے جُمعہ تک کل ۳۵ نمازیں فرض ہیں۔ اور کسی نماز میں جماعت فرض نہیں سوائے ایک نماز جمعہ کے اور نو آدمیوں سے اس کا وجوب ساقط ہے۔ (۱) بچہ (۲) بوڑھا (۳) پاگل (۴) مسافر (۵) بیمار (۶) نابینا (۷) عورت (۸) غلام (۹) جس کا گھر دو فرسخ سے دُور ہو۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو قدم نماز جُمعہ کی طرف چل کر جائے گا اس پر آتش جہنم حرام ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جو شخص بغیر علّت کے متواتر تین جمعے چھوڑ دے اس کے دل پر مہر لگ جاتی ہے

اور دوسری روایت میں اس کو منافق سے تعبیر کیا گیا ہے۔

حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا جو شخص نماز جمعہ کو میری موجودگی میں یا میری وفات کے بعد ترک کرے اس کو معمولی سمجھ کر یا اس کا انکار کرتے ہوئے تو خدا ایسے لوگوں کو اتفاق کی دولت سے محروم کرے گا اور ان سے برکت کو چھین لے گا ایسے لوگوں کی نہ نماز ہے نہ روزہ اور نہ حج ہے نہ زکوٰۃ حتیٰ کہ اس کی کوئی نیکی مقبول نہیں جبتک تائب نہ ہو۔

حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا جب پانچ آدمی اکٹھے ہو جائیں اور ان میں ایک (پیشنماز) ہو تو نماز جمعہ پڑھیں۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جب سات آدمی ہو جائیں تو جمعہ واجب ہے اور پانچ سے کم کے لئے جمعہ جائز نہیں ہے پس جب سات ہو جائیں اور ان کو خطرہ کوئی نہ ہو تو نماز جمعہ پڑھیں۔

ایک روایت میں ہے ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا بستی والوں پر بھی جمعہ واجب ہوتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ہاں البتہ اگر پیشنماز میسر نہ ہو تو چار رکعت پڑھ لیا کریں۔

آپ نے فرمایا جب جمعہ قائم ہو تو دو فرسخ تک رہنے والوں پر اس میں حاضر ہونا واجب ہے۔

حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا جو شخص نماز جمعہ کو جاتے ہوئے مر جائے اس کی جنت کا میں ضامن ہوں

کیا وجوب نماز جمعہ میں سلطانِ عادل کا وجود ضروری ہے

زرارہ سے مروی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نماز جمعہ کے لئے ہمیں اس قدر تاکید کی کہ میں نے سمجھا شاید خود ہی پڑھائیں گے۔ لہٰذا عرض گذار ہوا کہ ہم نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوں گے تو آپ نے فرمایا میرا یہ مطلب نہیں کہ میں پڑھاؤں گا بلکہ میں تم کو تاکید کر رہا ہوں کہ اپنے ہاں اس کو قائم کیا کرو۔

ایک روایت میں ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے راوی حدیث سے فرمایا کہ تم اللہ کی جانب سے واجب کئے جانے والے ایک فریضہ کو ترک کرنے کی سزا میں ہلاک ہو جاؤ گے تو راوی نے عرض کی پھر ہم کیا کریں؟ آپ نے فرمایا نماز جمعہ پڑھا کرو۔ وجوب نماز جمعہ کی احادیث نقل کرنے کے بعد شیخ محمد بن حسن المعروف شیخ حر عاملی اعلی اللہ مقامہ تحریر فرماتے ہیں کہ نماز جمعہ کے وجوب پر ان احادیث کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث متواترہ کی دلالت قائم ہے۔ جن کا عموم و اطلاق وجود سلطان عادل کی شرط کی نفی کرتا ہے۔ البتہ جن احادیث میں لفظ امام وارد ہے اس سے مراد امام جماعت ہے۔ (کیونکہ نماز جمعہ بغیر امام جماعت کے ہو نہیں سکتی) امام جماعت کے لئے بھی شرط ہے کہ دو خطبے پڑھنے میں آزاد ہو اور اُسے کسی کا خوف نہ ہو لہٰذا اس جگہ امام سے مراد عام ہے معصوم ہو یا امام جماعت ہو۔ اور علمائے لغت بھی یہی کہتے ہیں۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں امام کا اطلاق ایسا ہی ہے جس طرح نماز جنازہ استسقاٗ

اور نماز آیات وغیرہ میں جہاں جہاں نماز میں اقتدار کا بیان ہوتا ہے۔ بہرکیف ان احادیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نماز جمعہ میں جماعت شرط ہے اور وہ امام کے بغیر نہیں ہو سکتی یعنی پیشنماز کے بغیر نہیں ہو سکتی۔
بہرکیف زمان غیبت میں نماز جمعہ باقی شرائط کی موجودگی میں بنیت وجوب پڑھی جائے گی اور شہید ثانی اعلی اللہ مقامہٗ کی تحقیق کے مطابق اگر اس کے وجوب عینی کی نفی پہ علمائے امامیہ کا اجماع قائم نہ ہوتا تو وجوب عینی کا قول زیادہ قوی تھا لیکن اب کم از کم اس کو واجب تخییری کہنا چاہیئے یعنی نماز ظہر اور نماز جمعہ میں اختیار ہے اگرچہ نماز ظہر کے بجائے نماز جمعہ کا پڑھنا افضل ہے اور نماز جمعہ باشرائط ادا ہو جائے تو احتیاطاً نماز ظہر پڑھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

نماز جمعہ کا طریقہ

مسئلہ:۔ نماز جمعہ کا وقت وہی ہے جو عموماً نماز ظہر کا وقت فضیلت ہوا کرتا ہے۔ اس وقت کے گذر جانے کے بعد نماز جمعہ نہیں پڑھی جائے گی بلکہ نماز ظہر ادا ہو گی۔

مسئلہ:۔ نماز جمعہ کم از کم پانچ آدمیوں کی موجودگی میں ادا ہو گی جبکہ پانچواں پیشنماز ہو اور اس کو خطبہ پڑھنے میں کوئی خوف نہ ہو۔ پہلے امام جماعت دو خطبے پڑھے گا۔ جن میں حمد و ثنائے پروردگار وعظ و نصیحت آئمہ پہ درود اور دعا اور آخر میں قرآن مجید کی مختصر جامع آیت ہو گی۔ پہلا خطبہ ہم نقل کر چکے ہیں اور دوسرا خطبہ ہماری کتاب نماز امامیہ میں درج کیا جا چکا ہے۔

مسئلہ:۔ دونو خطبوں کے درمیان امام جماعت بیٹھ جائے اور اس اثنا میں حاضرین درود شریف پڑھ لیں

مسئلہ نماز جمعہ دو رکعت ہوتی ہے کیونکہ دو خطبے باقی رکعتوں کے قائمقام سمجھے جاتے ہیں۔

مسئلہ:۔ حاضرین جماعت پہ واجب ہے کہ دونوں خطبے کان لگا کر سنیں۔ اور اس دوران آپس میں کلام نہ کریں۔

مسئلہ:۔ بہتر ہے کہ امام جماعت پہلی رکعت میں حمد کے بعد سورۂ جمعہ اور دوسری میں سورۂ منافقین پڑھے اگر یاد نہ ہوں تو جو بھی سورہ پڑھے جائز ہے۔

مسئلہ:۔ نماز جمعہ میں جہر واجب ہے اور اگر ظہر پڑھی جائے تو پہلی دو رکعتوں کی قرأت میں جہر مستحب ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ

پس جب نماز ہو چکے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق

فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ⑪

تلاش کرو اور اللہ کا ذکر زیادہ کیا کرو تاکہ تم فلاح پاؤ

وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوَا انْفَضُّوْا اِلَيْهَا وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ط

اور جب (یہ لوگ) تجارت کو دیکھتے ہیں یا لہو (طبل کی آواز سنتے ہیں) اس کی طرف دوڑ پڑتے

قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ ط وَاللّٰهُ

ہیں اور تجھے بحالتِ قیام چھوڑ جاتے ہیں کہہ دیجئے جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ⑫ ع ۱۲

بہترین رزق دینے والا ہے

فَاِذَا قُضِيَتْ - تفسیر مجمع البیان میں ہے حضورؐ نے فرمایا جمعہ کے بعد منتشر ہونے کا حکم طلب دنیا کے لئے نہیں بلکہ عیادت مریض نماز جنازہ اور مومن بھائی کی ملاقات کے لئے ہے۔ اور بعضوں نے طلب فضل سے مراد طلب علم لیا ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جن ضروریات زندگی کے پورا کرنے کا اللہ نے وعدہ کیا ہے میں ان کی تلاش کے لئے بھی سفر کرتا ہوں تاکہ اللہ کے نزدیک حلال کی تلاش کرنیوالوں میں میرا شمار ہو اس کے بعد آپ نے یہی آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا اگر کوئی شخص گھر کی چار دیواری کے اندر دروازہ بند کرکے بیٹھ جائے اور کہے کہ میرا رزق خود بخود یہاں اترے گا تو اس کا شمار ان تین لوگوں میں سے ہے جن کی دعا مستجاب نہیں ہوتی عمرو بن زید راوی حدیث نے دریافت کیا کہ وہ تین لوگ کون کون سے ہیں؟ آپ نے فرمایا وہ یہ ہیں (۱) جس شخص کی عورت نافرمان ہو اور اس پر بد دعا کرے تو یہ قبول نہ ہوگی کیونکہ اس کو اللہ نے اختیار دے رکھا ہے کہ اگر نافرمان ہو تو طلاق دے کر اس سے گلو خلاصی حاصل کرے (۲) اگر کسی شخص کا کسی دوسرے پر کوئی حق ہو اور وہ اس کا انکار کر دے تو اس پر اس کی بد دعا کا کوئی اثر نہ ہوگا کیونکہ اللہ نے اس کے لکھوا لینے کا حکم دیا ہے اور اس نے عمداً اس سے پہلوتہی کی ہے (۳) کسی شخص کے پاس کھانے کے لئے کچھ ہو اور گھر کی چار دیواری میں بند ہو کر بیٹھ جائے اس بھروسے سے کہ یہ ختم ہوگا تو اللہ اور بھیج دے گا۔ ایسے شخص کی طلب رزق کے لئے

دُعا مستجاب نہ ہوگی۔

وَاذْكُرُوا اللهَ ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں ذکر سے مراد فکر ہے جس طرح حدیث میں ہے کہ ایک گھنٹہ کا فکر ایک سال کی عبادت سے افضل ہے اور بعض نے کہا ہے مقصد یہ ہے کہ بازار میں پہنچ کر کاروباری حالت میں بھی اللہ کو نہ بھلایا کرو بلکہ اس کا ذکر ورد زبان رکھا کرو اور حضورؐ نے فرمایا کہ جو شخص بازار میں لوگوں کی کاروباری مشغولیت اور غفلت کے وقت اللہ کا ذکر کرے گا اس کے نامۂ اعمال میں ایکہزار نیکی درج ہوگی اور اس کی اس طرح بخشش ہوگی جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ ہوگی۔

وَتَرَكُوكَ قَائِمًا ۔ عبداللہ بن مسعودؓ سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضورؐ کھڑے ہوکر جُمعہ کا خطبہ پڑھا کرتے تھے؟ تو اس نے یہی آیت پڑھی اور کہا تَرَكُوكَ قَائِمًا سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو وہ لوگ خُطبہ پڑھتے چھوڑ کر چلے جاتے تھے چنانچہ اسی بنار پر فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللهِ میں ذکر سے مراد بھی خطبۂ جمعہ لیا گیا ہے کیونکہ وہ حمد و ثنائے پروردگار پر مشتمل ہوا کرتا ہے۔ اور جابر بن سمرہ سے منقول ہے کہ میں نے حضورؐ کو کھڑے ہوکر خُطبہ پڑھتے ہوئے دیکھا ہے اگر کوئی شخص یہ کہے کہ آپ بیٹھ کر خطبۂ جمعہ پڑھتے تھے تو جھوٹ کہتا ہے۔

مَا عِندَ اللهِ ۔ یعنی خُطبہ کے سُننے اور وعظ و نصیحت حاصل کرنے اور جم کر نماز جُمعہ ادا کرنے کا جو ثواب اللہ کے پاس محفوظ ہے وہ اس دنیاوی منفعت سے بدرجہا بہتر ہے اور اس کا انجام نہایت خوشگوار ہے۔

وَاللهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ۔ یعنی اگر تم لوگ خُطبہ اور نماز جُمعہ کو ترک نہ کرو تب بھی خدا تمہارے رزق کا بندوبست کردے گا۔ حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا اگر کوئی شخص جُمعہ کے دن غُسل کرکے اور عمدہ لباس پہن کر تیل خوشبو لگاکر آئے تو اس کے ایک جمعہ سے دوسرے جُمعہ تک کے بلکہ مزید تین دنوں کے بھی گناہ بخشے جاتے ہیں بشرطیکہ اس کے گناہوں میں دو آدمیوں کے درمیان پھوٹ ڈلنے کا گناہ شامل نہ ہو۔ ایک روایت میں حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر جُمعہ کے دن چھ لاکھ آدمیوں کو آتش جہنم سے آزاد کرتا ہے جن پر جہنم واجب ہوچکی ہوتی ہے (تفسیر مجمع البیان)

تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب دحیہ کلبی شام سے مال تجارت لایا اور اس نے طبل بجا بجا کر لوگوں کو اپنے آنے کی اطلاع دی تو حضورؐ کو بحالت خطبہ چھوڑ کر لوگ دوڑ گئے اور صرف آٹھ آدمی باقی رہ گئے۔ حضرت علیؑ امام حسنؑ امام حسینؑ جناب فاطمہ الزہراؑ سلیمان ابوذر مقداد اور یہ دیکھ کر حضورؐ نے فرمایا اگر یہ آٹھ آدمی بھی نہ ہوتے تو پورے مدینہ پر آگ برستی اور قوم لوط کے عذاب کی طرح ان لوگوں پر آسمان سے پتھر برسائے جاتے پس ان لوگوں کے متعلق یہ آیت اُتری۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ الخ

سورہ المُنافقون

★ یہ سورہ مدنیہ ہے سورہ حج کے بعد نازل ہوا اور اس کی آیات بسم اللہ سمیت بارہ ۱۲ ہیں۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے ہمارے شیعوں پر ضروری ہے کہ شب جمعہ کی نمازوں میں سورہ جمعہ اور سورہ اعلیٰ پڑھیں اور جمعہ کی نماز ظہر میں سورہ جمعہ اور سورہ منافقین پڑھیں پس جو ایسا کرے گا اُس نے گویا رسولؐ اللہ کا عمل کیا اور اس کا ثواب اور جزا جنّت ہوگی۔

★ رسالتمآبؐ سے منقول ہے جو شخص اس سورہ مبارکہ کی تلاوت کرے گا وہ شرک و نفاق سے بری ہوگا اگر یہ سورہ پھوڑے پر پڑھی جائے تو وہ ختم ہوگا اور اگر کسی باطنی درد پر پڑھی جائے تو درد ساکن ہوگا انشاء اللہ ایک روایت میں ہے کہ کسی مریض و دردمند پر پڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفا دے گا۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر آشوب چشم پر پڑھی جائے تو خدا اس کی تکلیف میں تخفیف کریگا۔

★ اور فوائد القرآن میں ہے کہ آیت ۵ وَاِذَا رَاَیْتَھُمْ تا آخر کو ایسی مٹی پر پڑھے جس پر سُورج نہ پڑا ہو اور اس مٹی کو دشمن کے مُنہ پر چھڑک دے جبکہ وہ غافل ہو تو وہ اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ باذن اللہ

★★★

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

(اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ

جب تیرے پاس منافق آئیں تو کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ

يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ

جانتا ہے کہ بے شک تو اس کا رسول ہے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ منافق

لَكٰذِبُوْنَ ۚ ② اِتَّخَذُوْۤا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ

جھوٹے ہیں انہوں نے اپنی قسموں کو (اپنی حفاظت کے لئے) ڈھال بنا لیا ہے پس انہوں نے اللہ کے دین

رکوع ع ۱۳

محل نزول مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیات عبداللہ بن اُبی منافق اور اس کے ساتھیوں کے حق میں اتری۔ واقعہ یہ ہے کہ ہجرت کے پانچویں برس حضور کو اطلاع ملی کہ بنی المصطلق اہل اسلام سے لڑنے کی تیاریاں کر رہے ہیں جن کی فوجی قیادت حارث بن ابی ضرار کر رہا ہے اور یہ زوجہ پیغمبر جویریہ کا باپ تھا۔ حضورؐ نے اپنے ہمراہ لڑاکا فوجی جوان لے کر بنفس نفیس ان کی طرف کوچ فرمایا چنانچہ مقام مریسیع پر جو ساحل سمندر کے قریب تھا دونوں فوجوں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی اور بالآخر بنو المصطلق کو شکست فاش ہوئی اور مسلمان کافی مال غنیمت لے کر واپس پلٹے اسی دوران میں فوج اسلام کا ایک کنوئیں پر نزول اجلال ہوا تو ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آگیا اور وہ یہ کہ عمر بن خطابؓ کے غلام جہجاہ بن سعید غفاری اور انس بن سیار انصاری یا بروایتے سنان جہنی خزرجی کے درمیان پانی لینے میں جھگڑا ہوگیا تو جہجاہ نے انصاری کے منہ پر ایسے زور سے تھپیڑ مارا کہ اس کے منہ سے خون جاری ہوگیا۔ پس اُس نے انصار کو مدد کے لئے بلایا اور جہجاہ نے مہاجرین سے امداد طلب کی چنانچہ طرفین نے تلواریں علم کرلیں اور قریب تھا کہ باہمی فساد کی آگ بھڑک اٹھے جعال نامی ایک فقیر شخص بھی جہجاہ کی مدد کر رہا تھا عبداللہ بن اُبی نے جعال کو ٹوکا تو اس نے نہایت سختی سے اس کی بات کو ٹھکرا دیا۔ جس سے عبداللہ بن اُبی کو زیادہ غصہ آیا اور انصار سے کہنے لگا کہ یہ تم (انصار) لوگوں کو اپنی کرنی کی سزا ہے تم نے ان (مہاجرین) لوگوں کو اپنے گھروں میں ٹھکانا دیا ان سے اظہار ہمدردی کیا ان کی جانوں کی حفاظت کے لئے اپنی جان و مال کی قربانیاں دیں کہ تمہاری عورتیں بیوہ ہوئیں اور تمہارے بچے یتیم ہوئے اگر ان لوگوں کو تم نکال دیتے تو ان کا

کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا پھر کہنے لگا اب جو ہم واپس مدینہ کی طرف پلٹیں گے تو ہم میں سے جو عزیز ہو گا وہ ذلیل کو نکال دے گا (اس سے اس کا اشارہ اس طرف تھا کہ ہم رسولؐ اللہ کو مدینہ سے نکال دیں گے) اس وقت عبداللہ بن ابی کے اردگرد چند انصاری جمع تھے اور ان میں زید بن ارقم بھی موجود تھا جو ابھی بالکل نوعمر تھا اس کو غصہ آیا اور عبداللہ بن اُبی سے کہنے لگا کہ خدا کی قسم تو ہی ذلیل ہے اور محمدؐ خدا کی دی ہوئی عزت کی بدولت مومنوں کی محبت کا مرکز ہے تیری اس بکواس کے بعد میں تیرے ساتھ کبھی رابطۂ محبت قائم نہ کروں گا عبداللہ بن اُبی نے کہا تم خاموش رہو میں نے شغلاً بات کہہ دی ہے۔

یہ دوپہر کا وقت تھا اور حضورؐ اس وقت مہاجرین و انصار کی ایک جماعت کے ہمراہ ایک درخت کے نیچے تشریف فرما تھے زید بن ارقم نے آکر ساری کہانی سُنا دی۔ آپ نے فرمایا شاید تجھے غلط فہمی ہوئی ہو اُس نے عرض کی نہیں حضورؐ: آپ نے فرمایا شاید تو اپنا غصہ نکال رہا ہے۔ کہنے لگا نہیں حضورؐ ایسا ہرگز نہیں۔ آپ نے فرمایا شاید اُس نے تجھے گالیاں دی ہوں گی زید نے عرض کی خدا کی قسم یہ بات بھی نہیں ہے۔ پس آپؐ نے اپنے غلام شقران کو سواری لانے کا حکم دیا اور فوراً سوار ہو کر روانہ ہو گئے پس لوگ جونہی سُنتے گئے اپنی اپنی سواریوں پر یا پیدل روانہ ہو گئے لیکن ہر ایک کے دل میں یہ بات کھٹکتی رہی کہ دوپہر کی سخت گرمی میں حضورؐ کے کوچ فرمانے کی کیا وجہ ہوگی چنانچہ سعد بن عبادہ نے بڑھ کر سوال کر ہی لیا تو حضورؐ نے فرمایا کہ تم نے عبداللہ بن اُبیؔ کی بات سُنی کہ ہم میں سے جو عزیز ہے وہ ذلیل کو نکال دے گا۔ سعد بن عبادہ نے عرض کی حضور والا! آپ اور آپ کے ساتھی ہی عزیز ہیں اور وہ اور اس کے ساتھی ذلیل ہیں اس کے بعد سارا دن سفر جاری رہا لیکن صحابہ میں سے کسی کو بھی حضورؐ کے ساتھ بات کرنے کی جرأت نہ ہوئی قبیلہ خزرج کے لوگوں نے عبداللہ بن اُبی کو نہایت بُرا بھلا کہا کہ تُو نے ایسی ذلیل حرکت کیوں کی ہے؟ تو اس نے اپنی بات سے انکار کر دیا انہوں نے کہا چلو رسولؐ اللہ کے سامنے اپنی صفائی پیش کرو تو اُس نے گردن دوسری طرف پھیر دی اس کے بعد ساری رات سفر جاری رہا دوسرے دن صُبح کے وقت آپ سواری سے اُترے اور تمام لوگوں نے شب بیداری کے بعد زمین پر آرام کیا۔

عبداللہ بن اُبی حضورؐ کے سامنے پیش ہُوا تو اُس نے قسمیں کھا کر اپنی صفائی پیش کی اور کہا کہ زید نے بالکل جھوٹ کہا ہے اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پس حضورؐ نے اس کا عُذر قبول کر لیا اور قبیلہ خزرج کے لوگوں نے زید بن ارقم کو بھلا کہنا شروع کر دیا کہ تم نے ایک جھوٹی بات کہہ کر خواہ مخواہ حضورؐ کو پریشان کیا ہے

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ دوران سفر میں اسید بن خضیر نے آپ سے جلدی سفر اختیار کرنے کی وجہ پوچھی تو آپ نے عبداللہ بن اُبی کی بات دُہرائی۔ اُسید نے کہا آپ ہی عزیز ہیں اور وہ ذلیل ہے اگر آپ چاہیں تو اس کو نکال سکتے ہیں پھر کہنے لگا کہ وہ بے چارہ قابل رحم ہے کیونکہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے اس کی پوری قوم نے موتیوں

اللّٰهِ ۭ اِنَّهُمْ سَآءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ② ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ

سے روکا وہ بُرا کردار ہی ادا کرتے ہیں کیونکہ وہ پہلے ایمان لائے پھر

كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ③ وَاِذَا رَاَيْتَهُمْ

انہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگ گئی پس وہ نہیں سمجھتے اور جب آپ ان کو

تُعْجِبُكَ اَجْسَامُهُمْ ۭ وَاِنْ يَّقُوْلُوْا تَسْمَعْ لِقَوْلِهِمْ ۭ كَاَنَّهُمْ

دیکھتے ہیں تو ان کے اجسام آپ کو بھلے معلوم ہوتے ہیں اگر وہ بات کریں تو آپ کان دھر کر سنتے ہیں ان کی مثال

خُشُبٌ مُّسَنَّدَةٌ ۭ يَحْسَبُوْنَ كُلَّ صَيْحَةٍ عَلَيْهِمْ ۭ هُمُ الْعَدُوُّ

سہارے پہ کھڑی ہوئی لکڑی جیسی ہے وہ ہر آواز کو اپنے خلاف سمجھتے ہیں وہی تمہارے دشمن ہیں

کا جڑاؤ دار تاج تیار کر رکھا تھا تاکہ اس کو اپنی قوم کا بادشاہ نامزد کریں اور اسکی تاجپوشی کی رسم قریب تھی کہ حضور تشریف لائے پس اسکی اُمنگیں خاک میں مل گئیں پس وہ اپنی تاج سے محرومی کا ذمہ دار آپکو ہی ٹھیراتا ہے لہذا آپ اسکی باتوں سے تاثر نہ لیں وہ آپ کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔

جب عبداللہ بن اُبی کے بیٹے جس کا نام عبداللہ تھا کو خبر پہنچی تو بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی کہ میں نے سُنا ہے آپ میرے والد کو قتل کروانا چاہتے ہیں اگر یہ بات دُرست ہے تو مجھے حکم دیجئے کہ اس کا سر قلم کر کے آپ کے قدموں میں ڈال دوں اور تمام قبیلہ خزرج جانتا ہے کہ میں والدین کا بہت زیادہ خدمت گذار ہوں اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کسی اور کو میرے باپ کے قتل کا حکم دیدیں اور میرے دل میں باپ کے قاتل کے حق میں غصہ پیدا ہو اور ہوسکتا ہے کہ باپ کے قتل کے انتقام میں اس کو قتل کر بیٹھوں اور اس مومن کو قتل کر کے جہنم کا ایندھن بنوں لہذا بہتر یہ ہے کہ آپ مجھے ہی حکم دیں تاکہ آپ کی اطاعت کا فریضہ میں خود بجالاؤں آپ نے فرمایا تم جاؤ اور باپ سے اچھا سلوک جاری رکھو اور جبتک وہ ظاہرا ہمارے ساتھ ہے خدمت میں کوتاہی نہ کرو۔

بہرکیف حضور نے دوسرے دن آرام فرمایا اور اس قدر لمبا سفر کرنے کی وجہ یہ تھی کہ لوگ سفر کے خیال میں پڑ جائیں اور عبداللہ بن اُبی کی بات کو اہمیت دے کر فساد میں نہ پڑیں اس کے بعد پھر کوچ فرمایا اور مدینہ کے قریب ایک جگہ ڈیرہ لگایا جسے بقعار کہا جاتا ہے پس وہاں تیز آندھی چلی جس میں حضور کی ناقہ گم ہوگئی اور آپ نے خبر دی کہ مدینہ میں ایک بہت بڑا منافق آج فوت ہوگیا ہے لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ رفاعہ مرگیا ہے یہ سن کر ایک منافق کہنے لگا یہ عجیب بات ہے اُدھر غیب کے علم کا دعویٰ کرتا ہے ادھر اونٹنی کے گم ہونے کا شکوہ ہے جو جبریل اس کو غیب کی خبریں سُناتا ہے وہ اس کو اونٹنی کا پتہ نہیں بتا سکتا جب حضور کو اطلاع ہوئی تو آپ نے فرمایا میں نے کبھی عالم الغیب ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ البتہ اللہ نے مجھے اس منافق کی بات کی خبر بھی دیدی ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ میری اونٹنی وادی کی فلاں گھاٹی میں موجود ہے چنانچہ وہ وہاں موجود تھی اور یہ دیکھ کر وہ منافق سچے دل سے ایمان لانے پر موفق ہوا۔

فَاحْذَرْهُمْ ؕ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ ۫ اَنّٰى یُؤْفَكُوْنَ ۝ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ

ان سے بچو ان پر خدا کی لعنت ہو کیسے روگردانی کرتے ہیں اور جب اُن سے کہا جائے

تَعَالَوْا یَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ وَ رَاَیْتَهُمْ

کہ آؤ تاکہ تمہارے لئے اللہ کا رسول بخشش طلب کرے تو اپنے سروں کو چکر دیتے ہیں

وَاِذَا رَاَیْتَهُمْ ۔ یعنی منافق لوگوں کی شکلیں اچھی ہیں اور جب بات کرتے ہیں تو وہ نہایت پیارے انداز اور میٹھے لب ولہجہ سے گویا ہوتے ہیں یہ خیال ہی نہیں پڑتا کہ ان کی زبان پر کچھ اور ہے اور دل میں کچھ اور ہے۔

كَاَنَّهُمْ خُشُبٌ ۔ یعنی جس طرح کھوکھلی لکڑی کا ظاہر بھلا معلوم ہوتا ہے اور اس کے اندر کچھ نہیں ہوتا منافقوں کی بعینہٖ وہی مثال ہے یا یہ کہ جس طرح لکڑی کا جسم روح سے خالی ہوتا ہے اسی طرح یہ بھی رُوح کے بغیر اجسام ہیں یعنی ان کی شکلیں انسانوں جیسی ہیں لیکن عقل و خرد کی اور سوجھ بوجھ کی نعمت سے محروم ہونے کی وجہ سے ان کی مثال لکڑیوں جیسی ہے۔

یَحْسَبُوْنَ ۔ یعنی اس قدر بزدل ہیں کہ جہاں کوئی دھماکہ ہو تو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم پر ہی پڑنے والا ہے۔ عَلَیْهِمْ میں علی ضرر کے لئے ہے اور وہ ہر آواز کو اپنے خلاف خیال کرتے ہیں اور جب وحی اترنے والی ہو تو ان کو یہی خیال ہوتا ہے کہ ہمارے خلاف کوئی حکم ہوگا

هُمُ الْعَدُوُّ ۔ یعنی یہ لوگ درحقیقت تمہارے دشمن ہیں اور ان سے ہر ممکن طریقہ سے بچنے کی کوشش کرو

الْقِصَّه ۔ جب آپ وارد مدینہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ بنی قینقاع میں سے ایک گبر یہودی رفاعہ بن زید کو تابوت میں رکھا جا چکا ہے۔

بروایت مجمع البیان زید بن ارقم کہتا ہے میں شرمساری سے گھر میں بیٹھ گیا اور فرطِ غم کی وجہ سے باہر نکلنا میرے لئے مشکل ہوگیا اور دوسری روایت میں ہے کہ اس نے اللہ سے دُعا کی اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے عبداللہ بن اُبی پر جھوٹا الزام نہیں لگایا تھا لہذا تو میری مشکل آسان فرما چنانچہ آپ پر وحی اُتری اور سورہ منافقین کی آیتیں نازل ہوئیں۔ زید کہتا ہے کہ حضورؐ نے میرے کان سے پکڑا اور اُٹھایا پھر فرمانے لگے اے لڑکے تو نے سچ کہا تھا اللہ نے قرآن بھیج کر تیری صفائی پیش کر دی ہے۔

عبداللہ بن اُبی سارے قافلے کے آخر میں تھا جب اس کے بیٹے کو معلوم ہوا کہ قرآن مجید نے عبداللہ بن اُبی کو منافق قرار دیا ہے اور زید کو بری کر دیا ہے تو شہر سے باہر نکل کر اُس نے اپنے باپ کا راستہ روک دیا کہ تم اس شہر میں ہرگز داخل نہیں ہو سکو گے جب تک رسول اللہ اجازت نہ دیں اور آج پتہ چلے گا کہ عزیز کون ہے اور ذلیل

يَصُدُّونَ وَهُمْ مُّسْتَكْبِرُونَ ﴿٦﴾ سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ أَسْتَغْفَرْتَ

اور ازراہ تکبر روگردانی کرتے ہیں برابر ہے ان کے لئے بخشش کی دعا کرو

لَهُمْ أَمْ لَمْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ۚ لَن يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۚ إِنَّ

یا نہ کرو اللہ اُن کو ہرگز نہ بخشے گا بے شک

اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ﴿٧﴾ هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ

اللہ فاسق لوگوں کو (جبری طور پر) ہدایت کی طرف نہیں لاتا یہ وہی ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ

لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ وَلِلَّهِ خَزَائِنُ

کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو تاکہ (بھوک سے تنگ آکر) بھاگ جائیں حالانکہ آسمانوں

السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَفْقَهُونَ ﴿٨﴾ يَقُولُونَ

اور زمینوں کے خزانے اللہ کے پاس ہیں لیکن منافق لوگ نہیں سمجھتے کہتے ہیں

لَئِن رَّجَعْنَا إِلَى الْمَدِينَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْأَعَزُّ مِنْهَا الْأَذَلَّ ۚ وَلِلَّهِ

اگر ہم واپس مدینہ میں گئے تو جو ہم میں سے عزیز ہوگا ذلیل کو نکال دے گا حالانکہ عزت

کون ہے؟ چنانچہ باپ کو روک کر واپس بارگاہ نبوی میں آیا اور ماجرا بیان کیا آپ نے فرمایا اس کو آنے دو تو عبداللہ بن اُبی کے بیٹے عبداللہ نے کہا کہ چونکہ رسول اللہ کا حکم ہے لہذا سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ چنانچہ اُس نے اپنے باپ کو مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی اس کے بعد وہ تھوڑے دن زندہ رہا اور مرگیا۔

تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ۔ مروی ہے کہ جب سورہ منافقین کی متذکرہ بالا آیتیں اتریں تو لوگوں نے عبداللہ بن اُبی سے کہا کہ تیرے بارے میں قرآن مجید کی سخت آیتیں نازل ہوئی ہیں تمہارا فرض ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی غلطی کی معافی طلب کرو تاکہ رسول اللہ تمہارے لئے خدا سے تمہارے گناہ کی بخشش طلب کریں تو اُس نے سر کو مروڑا اور کہنے لگا تم نے مجھے ایمان لانے کو کہا تو میں نے ایمان کو قبول کیا تم نے مجھے زکوٰۃ دینے کو کہا تو میں نے زکوٰۃ بھی دیدی اب اگر تم کہو کہ میں محمد کا سجدہ کروں یہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔

هُمُ الَّذِينَ۔ عبداللہ بن اُبی نے انصار سے کہا تھا کہ اگر تم لوگ ان مہاجرین کو خرچ دینا بند کردو تو یہ خود بخود

الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَٰكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ⑨ ع

اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق اس حقیقت کو نہیں جانتے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ

اے ایمان والو! تمہیں اپنے اموال و اولاد ذکر خدا سے غافل نہ کر دیں

عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور جو ایسا کرے گا تو وہ لوگ ہی خسارہ پانے

الْخَاسِرُونَ ⑩ وَأَنْفِقُوا مِنْ مَا رَزَقْنَاكُمْ مِنْ قَبْلِ

والے ہوں گے اور میرے عطا کردہ رزق سے خرچ کیا کرو قبل اس

أَنْ يَأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُولَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِي

کے کہ تم پر موت آجائے پھر کہے اے رب کاش تو مجھے

إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ فَأَصَّدَّقَ وَأَكُنْ مِنَ الصَّالِحِينَ ⑪

تھوڑی سی مدت کی مزید ڈھیل دے دیتا تاکہ میں صدقہ کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا

مدینہ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے پس یہ آیت اسی کی طرف اشارہ ہے اور اس کا جواب بھی ہے کہ رزق کے خزانوں کے مالک یہ لوگ نہیں بلکہ اللہ خود مالک ہے۔

حضرت علیؑ کا دشمن منافق ہے

باطن آیات تفسیر برہان میں ہے کہ منافقوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے وصی رسول ہونے کا انکار کرتے ہیں اور آپ کی ولایت سے روگردانی کرتے ہیں اور اس کی تائید ان متواتر احادیث سے ہوتی ہے جن میں صراحت سے مروی کہ حضرت علیؑ سے بغض رکھنے والے منافق ہوا کرتے ہیں چنانچہ صواعق محرقہ ابن حجر مکی میں صہ۱۲۰ پر بروایت صحیح مسلم حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور روح کو پیدا کیا حضرت رسالتمآب کا مجھ سے عہد ہے کہ میرے ساتھ نہیں محبت کرے گا مگر مومن اور نہیں دشمنی رکھے گا مگر منافق اور بروایت ترمذی ابو سعید خدری سے نقل کیا ہے کُنَّا نَعْرِفُ

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ⑪ ع

اور ہرگز نہ ڈھیل دے گا اللہ کسی نفس کو جب اس کی موت آجائے اور اللہ آگاہ ہے اس سے جو تم عمل کرتے ہو

اَلْمُنَافِقِيْنَ بِبُغْضِهِمْ عَلِيًّا یعنی ہم حضرت علی علیہ السلام کے بغض کی نشانی سے منافقوں کو پہچان لیا کرتے تھے۔ اس قسم کی احادیث معنوی طور پر تواتر سے منقول ہیں پس اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے ہمارے دلوں میں حضرت علیؑ اور اُن کی اولاد طاہرین کی محبت وولایت کا چراغ روشن فرما کر دولتِ ایمان سے سرفراز فرمایا۔

رکوع ۱۴

فَيَقُوْلُ رَبِّ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جس انسان پر زکوٰۃ واجب ہو اور ادا نہ کرے یا جس پر حج واجب ہو اور نہ ادا کرے وہ مرنے کے وقت یہ تمنا کریں گے اور آیت میں صلاح سے مراد حج لی گئی ہے اور حضرت صادق علیہ السلام سے بھی اسی قسم کی روایت نقل کی گئی ہے۔

نصیحت وعبرت

آیت مجیدہ میں ہر ذی شعور کو اپنے انجام پر نظر رکھنے کی دعوت دی گئی ہے گویا زندگی کی حاصل شدہ آسائشوں میں پڑ کر موت کے بعد کی تلخیوں کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے بلکہ زندگی میں بھی وقتی عیش درآسائش میں کھو کر انقلاباتِ زمانہ کے ماتحت مستقبل کی تلخیوں کا پہلے سے علاج سوچ لینا چاہیئے پس جوان کے لئے ضروری ہے کہ جوانی کے مابعد پر نظر رکھے اور حکمران کو چاہیئے کہ کرسی اقتدار کی منتقلی کے بعد اپنے انجام کی تاریکی کو نظر انداز نہ کرے گویا ماضی کے بعد تلخ تجربہ کو ردّی کی ٹوکری میں ڈالنے کے بجائے اُسے مستقبل کا پاسبان بنانا ہوشمندی کا تقاضا ہے پس اسی دستور کے ماتحت اپنی زندگی میں ہی موت سے لئے تیار رہنے کی قرآن مجید نے دعوت دی ہے تاکہ اس وقت کفِ افسوس ملنے کے بجائے پورے اطمینان کے ساتھ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقلی کا شرف نصیب ہو اور انسانوں کی عمومی غافلانہ زندگی کی طرف مولائے کائنات وحلال مشکلات حضرت شاہِ ولایت امیر المومنین علی علیہ السلام نے اپنے ایک فرمان میں اشارہ فرمایا ہے اَلنَّاسُ نِيَامٌ اِذَا مَاتُوْا انْتَبَهُوْا یعنی ظاہراً جیسے جاگتے لوگ درحقیقت خوابِ غفلت میں ہیں جب ان پر موت آئے گی تو جاگیں گے اور قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت میں اسی خوابِ غفلت سے جاگنے کی دعوت عامہ ہے اور راہِ خدا میں اپنی مطلق فالتو آمدنی کو صرف کرنے کی پیشکش ہے کیونکہ ہر رقم بچا کر موت سے ہم آغوش ہونے والا دمِ مرگ یہی افسوس کرے گا کہ کاش مجھے تھوڑی سی مزید زندگی حاصل ہو جاتی تاکہ اپنی بچت کو راہِ خدا میں خرچ کر کے زمرۂ صالحین میں میرا شمار ہو جاتا اور حدیث میں ہے کہ اپنے ہاتھ سے اپنی زندگی میں خرچ کیا ہوا ایک درہم اُن ہزار درہموں سے زیادہ نفع بخش ہے جو اس کی موت کے بعد اس کے لئے خرچ کئے جائیں۔

سورہ تغابن

★ یہ سورہ مدینہ ہے اور اس کی آیات بسم اللہ کو ملا کر اٹھارہ بنتی ہیں۔

★ جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ تغابن کی تلاوت کریگا ناگہانی موت سے محفوظ رہے گا

★ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو فریضہ میں پڑھے گا اس کے لئے یہ سورہ مجیدہ قیامت کے روز شفیع ہو گی اور اس سے جدا نہ ہو گی یہانتک کہ جنّت میں داخل ہو گا۔

★ تفسیر برہان میں خواص القرآن سے منقول ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والا ناگہانی موت سے محفوظ ہو گا اور اگر سلطان جابر کے سامنے پیش ہو جس کی گرفت کا خطرہ لاحق ہو تو اس کے شر سے بھی محفوظ رہے گا۔ دوسری روایت میں ہے جس کسی سے کچھ خوف ہو اگر یہ سورہ پڑھ لے تو اس کے شر سے محفوظ رہے گا۔ باذن خدا ہو گی)

★ اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص مسبّحات (وہ سورتیں جن کی ابتدا تسبیح سے ہے) کو سونے سے پہلے پڑھے تو مرنے سے قبل قائم آل محمدؐ کی زیارت کرے گا اور مرنے کے بعد رسولؐ اللہ کے سایہ میں رہے گا۔ (فوائد القرآن)

★★★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ لَہُ الۡمُلۡکُ وَ لَہُ

اللہ کی تسبیح کرتا ہے ہر وہ جو آسمانوں میں اور زمین میں ہے ملک صرف اُسی کا ہے اور

الۡحَمۡدُ ۫ وَ ہُوَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ ﴿۲﴾ ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ

حمد صرف اسی کے لئے ہے اور وہ ہر شئے پر قدرت رکھنے والا ہے وہ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا پس

فَمِنۡکُمۡ کَافِرٌ وَّ مِنۡکُمۡ مُّؤۡمِنٌ ؕ وَ اللّٰہُ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ ﴿۳﴾

بعض تم میں سے انکاری ہیں اور بعض ماننے والے ہیں اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ دیکھنے والا ہے

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ وَ صَوَّرَکُمۡ فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ ۚ

اُس نے آسمانوں اور زمین کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور تم کو شکل دی اور نہایت اچھی شکل میں بنایا

وَ اِلَیۡہِ الۡمَصِیۡرُ ﴿۴﴾ یَعۡلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ یَعۡلَمُ مَا

اور اسی کی طرف بازگشت ہے وہ جانتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جانتا ہے جو کچھ

رکوع ۱۵

لَہُ الۡمُلۡکُ وَ لَہُ الۡحَمۡدُ - ملک اور حمد پر الف لام استغراق کے لئے ہیں یعنی تمام ملک اُسی ایک خدا کا ہے جس میں اس کا کوئی شریک وحصّہ دار نہیں ہے - لہٰذا تمام مخلوق کی حمد و ثنا کا مستحق بھی وہی ایک خدا ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

ہُوَ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ - یعنی اللہ نے تم سب کو پیدا کیا اور صحیح فطرت پر آزادیٔ طبع کے ساتھ پیدا کیا اُس کے بعد کوئی کافر ہوا تو اپنی مرضی سے اور کوئی مسلمان ہوا تو اپنے اختیار سے پس بعضوں نے اپنی صحیح فطرت پر قائم رہ کر ایمان کو قبول کر لیا اور مان لیا کہ میرا خالق خدا ہے اور بعضوں نے اپنی صحیح فطرت کے تقاضوں سے ہٹ کر وجود خالق کا انکار کر دیا - چنانچہ حدیث میں وارد ہے کہ ہر بچّہ فطرت صحیحہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن بعد کی تربیت اسے یہودی یا نصرانی بنا دیا کرتی ہے۔

فَاَحۡسَنَ صُوَرَکُمۡ - یعنی اللہ نے انسانوں کو تمام موجودات میں سے حسین ترین صورت و شکل پر پیدا کیا ہے

تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ ۵

تم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہو اور اللہ دل کی باتوں کو جاننے والا ہے

اَلَمْ یَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؗ فَذَاقُوْا وَبَالَ اَمْرِ

کیا تمہارے پاس اُن لوگوں کی خبر نہیں پہنچی جو پہلے کفر کر گزرے تو اُنہوں نے اپنے کئے کا

هِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۞ ۶ ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِیْهِمْ

مزہ چکھ لیا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے یہ اس لئے کہ ان کے پاس آتے تھے

رُسُلُهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ یَّهْدُوْنَنَا ؗ فَكَفَرُوْا وَتَوَلَّوْا

رسول واضح دلیلوں کے ساتھ تو کہتے تھے کہ کیا یہ انسان ہمیں ہدایت کرتے ہیں پس انکار کرتے اور منہ پھیر لیتے

وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ غَنِیٌّ حَمِیْدٌ ۞ ۷ زَعَمَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنْ

تھے اور اللہ بے نیاز ہے اور اللہ غنی اور لائق تعریف ہے کافروں کا خیال ہے کہ انہیں اُٹھایا

لَّنْ یُّبْعَثُوْا ؕ قُلْ بَلٰى وَرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ؕ

نہیں جائے گا کہہ دیجئے ہاں خدا کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے ساتھ اپنے عمل کے

اور پوری کائنات میں اس سے زیادہ حسین کوئی مخلوق نہیں ہے اور ظاہری حسن وصورت کے علاوہ انسان کو جو زیورِ عقل سے آراستہ کیا ہے اس کا کوئی جواب نہیں پس عقل کے مقتضا کے ماتحت اگر انسان پست کردار کو چھوڑ کر اعلیٰ کردار کو اپنالے تو اس کی حسنِ صورت پر حسنِ سیرت کا سنگار اس کو ملائکہ کے لئے باعثِ رشک بنا دیتا ہے۔

فَقَالُوْۤا اَبَشَرٌ - یعنی گذشتہ اُمتوں نے رسولوں کی بات کو صرف اس لئے ٹھکرا دیا کہ ان کے نزدیک بشریت اور رسالت میں منافات تھی وہ سمجھتے تھے کہ جو رسول ہوتا ہے وہ بشر نہیں ہوتا پس وہ کہتے تھے۔ کہ تم بشر ہو کر ہمارے ہادی کس طرح بن سکتے ہو۔ بلکہ ہادی وہ ہونا چاہیئے جو بشر نہ ہو آج کل بھی بشریت اور نبوت میں منافات کے قائل ان سابق کافروں کا اُگلا ہُوا لقمہ چبا رہے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے خداوند کریم ان کو حق سمجھنے اور قبول کرنے کی توفیق بخشے۔

وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيرٌ ﴿٨﴾ فَاٰمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ وَالنُّورِ الَّذِیٓ اَنْزَلْنَا ؕ

اور یہ بات اللہ پر آسان ہے پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولؐ پر اور اُس نُور پر جو ہم نے اُتارا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ﴿٩﴾ يَوْمَ يَجْمَعُكُمْ لِيَوْمِ الْجَمْعِ ذٰلِكَ يَوْمُ

اور اللہ تمہارے عمل سے خبردار ہے جس دن تم کو جمع کرے گا جمع کے دن کے لئے وہ تغابن

التَّغَابُنِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ وَيَعْمَلْ صَالِحًا يُّكَفِّرْ عَنْهُ سَيِّاٰتِهٖ

کا دن ہوگا اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھے اور نیک عمل بجا لائے اس سے اس کی لغزشیں دُور کرے گا

وَيُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَآ اَبَدًا ؕ

اور اس کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہتی ہونگی وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہونگے

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَآ

یہ بڑی کامیابی ہے اور جو لوگ کافر ہیں اور جھٹلایا انہوں نے ہماری آیات کو

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِينَ فِيهَا ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿١١﴾ ع ۱۵

ایسے لوگ دوزخ کے مستحق ہیں کہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور وہ بُرا ٹھکانا ہے

آئمہ نُور ہیں

وَالنُّوْرِ الَّذِیٓ اَنْزَلْنَا ۔ تفسیر برہان میں ابو خالد کابلی سے مروی ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اس جگہ نور سے مراد آئمہ آل محمدؐ ہیں یہی وہ اللہ کا نور ہیں جن کو اللہ نے نازل کیا اور یہی آسمانوں اور زمین کا نور ہیں ۔ اے ابو خالد نور امام مومنوں کے دلوں میں سورج سے زیادہ روشنی دیتا ہے ۔ ان کے ذریعے سے مومنوں کے دل منور ہوتے ہیں اور جن دلوں میں اللہ کا نور نہیں ۔ وہ تاریک ہوتے ہیں اے ابو خالد ہم سے وہی محبت کریگا جس کا دل طاہر ہوگا اور دل اسی کا طاہر ہو سکتا ہے جو ہمارے احکام کو تسلیم کرلے اور ہمارے سامنے جُھکنے والا ہو پس ایسے شخص کو خُدا قیامت کے دن گھبراہٹ سے محفوظ رکھے گا ۔

بروایت محمد بن فضیل امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ میں نور سے

مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ

جو بھی تکلیف پہنچے وہ اللہ کے علم میں ہے اور جو شخص اللہ پر ایمان رکھے۔ اللہ اُس

قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا

کے دل کو سکون بخشتا ہے اور اللہ ہر شئی کا جاننے والا ہے اور اطاعت کرو اللہ اور اُس کے

الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۱۲﴾

رسول کی پس اگر روگردانی کرو گے تو نہیں ہے ہمارے رسولؐ پر مگر واضح طور پر پہنچا دینا

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۳﴾

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ پر ہی مومنوں کو توکّل کرنا چاہیئے

مراد حضرت امیر علیہ السّلام کی ولایت ہے اور وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ میں بھی نور سے مراد امامت ہے اور اس جگہ نور سے مُراد امام ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں نور سے مراد قرآن مجید لیا گیا ہے اور امام و قرآن چونکہ ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہوتے لہذا دونوں توجیہیں دُرست ہیں۔

اَلتَّغَابُنُ۔ غبن سے ہے جس کا معنی ہے نفع۔ اگر تجارت میں کسی کو نفع پہنچے تو اس کو غابن کہتے ہیں۔ اور اگر نقصان پہنچے تو اس کو مغبون کہتے ہیں پس قیامت کے روز مومن اپنی دنیاوی قربانیوں کی وجہ سے نعماتِ جنّت حاصل کرے گا تو وہ غابن ٹھہرے گا اور اس کے برعکس جو شخص اپنی دنیاوی لذّتوں میں کھو کر جنّت سے دست کشی کرنے پر مجبور ہو گا اور جہنّم کا مستحق ہو گا تو وہ مغبون ہو گا۔ اسی مناسبت سے قیامت کو یوم التغابن کہا گیا ہے کہ وہ دن غابن اور مغبون کے نتیجے کا دن ہے اور منقول ہے کہ ہر شخص کے لئے جنّت اور جہنّم میں ٹھکانے موجود ہیں پس جنّتی کو اس کا جہنّمی ٹھکانا بھی دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تیرا ایمان و عمل نہ ہوتا تو تجھے وہ ٹھکانا نصیب ہوتا پس اس کی خوشی میں اضافہ ہو گا۔ اور اللہ کا شکر کرے گا اور کافر کو جنّت کا ٹھکانا دکھایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اگر تُو نے نیک اعمال کئے ہوتے تو تجھے یہ ٹھکانا ملتا پس اس کی حسرتوں میں اضافہ ہو گا۔

رُکوع ۱۶

بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ چونکہ اللہ نے کسی کو مجبور نہیں کیا اس لئے جو تکلیفیں بندوں کو بندوں کی جانب سے ظلم کے طور پر پہنچتی ہیں وہ اس لئے ہیں کہ اللہ کی طرف سے انسان نیکی اور بدی میں مختار ہے مجبور نہیں پس یہاں اذن کا معنی رضا نہیں بلکہ اس کو اختیار دینا مراد ہے اور بعضوں نے اذن

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ

اے وہ لوگ جو ایمان لائے ہو تحقیق تمہاری بیویوں اور اولادوں میں سے بعض تمہارے دشمن ہیں

فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

ان سے بچو اور اگر تم معاف کردو اور در گذر کرو اور بخش دو تو تحقیق اللہ بخشنے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اِنَّمَاۤ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ ؕ وَ اللّٰهُ

والا مہربان ہے سوائے اس کے نہیں تمہارے مال اور اولادیں آزمائش ہیں اور اللہ

عِنْدَهٗۤ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۶﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَ اسْمَعُوْا

کے نزدیک بڑا اجر ہے پس اللہ سے ڈرو جس قدر تمہاری طاقت ہو اور سنو

وَ اَطِيْعُوْا وَ اَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ ؕ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ

اور اطاعت کرو اور خرچ کرو (اور قصد کرو) نیکی کا اپنے لئے اور جو نفس کے بخل سے بچایا جائے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۷﴾ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا

پس ایسے لوگ ہی چھٹکارا پانے والے ہیں اگر تم اللہ کو قرض حسن دو تو اس کو تمہارے لئے

کا معنی علم کیا ہے یعنی خداوند کریم سے کسی کی تکلیف پوشیدہ نہیں پس وہ ظالم کو سزا دے گا اور مظلوم کو جزا دے گا البتہ وہ مصائب اور تکالیف جو اللہ کی طرف پہنچتی ہیں مثلاً بیماری دنیاوی نقصان، بچوں کی موت اور عزیزوں کے دکھ درد وغیرہ تو ایسے مقامات میں اذن سے مراد اس کی مشیت ہوگی۔

اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ - یہاں مِنْ تبعیضیہ ہے یعنی عورتوں میں سے اور اولاد میں سے بعض ایسے ہوتے ہیں جو دینی لحاظ سے انسان کے دشمن ہوتے ہیں اور بعض دنیاوی لحاظ سے بھی دشمن ہوتے ہیں بعض عورتیں شوہروں کی موت کی خواہشمند ہوا کرتی ہیں تاکہ اس سے گلو خلاصی کے بعد دوسری شادی کریں اسی طرح بعض اولاد بھی باپ کی موت چاہتی ہے تاکہ اس کی حکومت کا جوا گردن سے نکلے اور اس کے وارث ہو کر ہم مطلق العنان بن جائیں اسی طرح بعض اولاد باپ کو اپنے مفاد کے لئے حرام خوری اور غلط کاری پر آمادہ کرتی ہے اور بعض بیویاں بھی اسی قسم کی ہوا کرتی ہیں۔ پس اس قسم کی اولاد اور بیویوں کی دشمنی سے خدا نے متنبہ فرمایا ہے

يُّضٰعِفۡهُ لَكُمۡ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ شَكُوۡرٌ حَلِيۡمٌ ۙ﴿۱۸﴾ عٰلِمُ

دوگنا کر دے گا اور تمہیں بخش دے گا اور اللہ شکر کی جزا دینے والا حلیم ہے غیب اور

الۡغَيۡبِ وَالشَّهَادَةِ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۹﴾ ع ۱۶

شہادت کے جاننے والا غالب دانا ہے۔

کہ ایسی اولاد اور بیویوں کی ہر معاملہ میں اطاعت نہ کیا کرو بلکہ مفاد دینی و دنیاوی کو ملحوظ خاطر رکھ کر قدم اٹھایا کرو اور پھر یہ بھی ارشاد فرمادیا کہ اگر اُن سے تمہارے حق میں کوئی لغزش ہو جائے تو ان سے انتقام لینے کے بجائے درگذر کرنا معاف کرنا اور بخش دینا تمہارے لئے زیادہ موزوں ہے تاکہ گھریلو زندگی ناخوشگوار اور تلخ نہ ہو جائے۔ چنانچہ مکّہ سے جب مسلمانوں کو ہجرت کا حکم ہوا تھا تو بعض لوگوں نے ہجرت کا ارادہ کیا لیکن اُس کی بیوی اور بچے اس کو چمٹ گئے اور اس کے سامنے رونے لگ گئے کہ ہائے تیرے بعد ہم کہاں جائیں گے ؟ پس اُن کی محبّت میں گرفتار ہو کر سعادت ہجرت سے وہ لوگ محروم ہو گئے پس ایسے لوگوں کو خدا نے تنبیہہ فرمائی اور بعض اپنے ارادوں میں پختہ تھے کہ جب بیوی اور بچّوں نے شور مچایا تو ان کو صاف کہہ دیا کہ اگر تم میری جدائی کو برداشت نہیں کر سکتے تو میرے ساتھ ہجرت کرو۔ پس وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔

اِنَّمَآ اَمۡوَالُكُمۡ - اس میں شک نہیں کہ مال اور اولاد انسان کے لئے بہت بڑی آزمائش کا مقام ہیں کیونکہ ان کی بدولت انسان دنیاوی امور میں مبتلا ہو کر آخرت سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اور بعض اوقات ان کی وجہ سے ناقابلِ عفو گناہوں میں پھنس جاتا ہے پس دُعا ہے کہ خداوند کریم ہمیں مال و اولاد کے ساتھ دینی استقامت بخشے اور خدا مال ایسا دے جو راہِ خدا میں خرچ ہو اور اولاد ایسی دے جو اطاعتِ پروردگار میں ممد و معاون ثابت ہوں۔ کیونکہ جس طرح بد اولاد والدین کے لئے بعض اوقات جنت سے رکاوٹ کا باعث بنتی ہے اسی طرح نیک اولاد اپنے ماں باپ کے لئے دوزخ سے بچانے کا ذریعہ بن جایا کرتی ہے۔

سُنن ابوداؤد سُنن نسائی اور مسند احمد بن حنبل سے مروی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالتمآبؐ مسجد نبوی میں وعظ فرما رہے تھے دیکھا کہ حسنؑ و حسینؑ سُرخ قمیضیں پہنے ہوئے آرہے ہیں جو بعض اوقات صغر سنی کی وجہ سے چلتے ہوئے گر پڑتے تھے۔ پس حضورؐ نے اپنے بیان کو چھوڑ کر منبر سے اُتر کر ان کو اُٹھا لیا اور اپنی گود میں بٹھا کر پھر وعظ کو جاری کیا اور قرآن مجید کی یہی آیت تلاوت فرمائی اور اس آیت کے استشہاد سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ حسنین شریفین رسولؐ اللہ کی حقیقی اولاد تھے چنانچہ ایک روایت میں صاف ہے کہ ہر نبی کی اولاد اس کی اپنی صلب سے ہوا کرتی ہے اور میری اولاد علیؑ کی صلب سے ہے۔ علیٰ ما رُوِیَ

فَاتَّقُوا اللّٰہَ - یعنی جس قدر تمہاری ہمت ہو خوف خدا کرو اور اس کی دوسری جگہ وضاحت اس طرح ہے۔ فَاتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ - یعنی تقوٰی اس طرح اختیار کرو جس طرح تقوٰی کا حق ہے اور راہ خدا میں خرچ کرنا بھی اگرچہ اطاعت کا فرد تھا لیکن اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ ذکر فرمایا کیونکہ نماز پڑھنے میں کچھ خرچ نہیں لیکن زکوٰۃ دینے میں کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ فَاتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقَاتِہٖ پر اہل بیت کے سوا کسی نے عمل نہیں کیا ہم نے اس کا اس طرح ذکر کیا کہ اس کو کبھی بھلایا نہیں اور ہم نے اس کا اس طرح شکر کیا کہ کبھی کفر کا ارتکاب نہیں کیا اور ہم نے اس کی اس طرح اطاعت کی کہ کبھی ہم سے اس کی نافرمانی سرزد نہیں جب یہ آیت مجیدہ اُتری تو صحابہ نے معذرت پیش کی پس اس کے بعد یہ دوسری آیت اُتری کہ اتنا تقوٰی کرو جس قدر تمہاری طاقت ہو۔

بخل اور شح کا بیان

وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ - یعنی جو بخل کی بیماری سے بچ جائے وہ کامیاب ہوا فضیل بن ابُو مرہ کہتا ہے کہ رات بھر میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کو دُعا مانگتے دیکھا آپ یہی دُعا مانگ رہے تھے اے اللہ مجھے نفس کے بخل سے محفوظ رکھ تو میں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا اس بیماری سے بدترین بیماری اور کونسی ہوسکتی ہے کہ خدا فرماتا ہے جو اس بیماری سے بچ گیا وہ کامیاب ہوا حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا بخیل آدمی ظالم سے بدتر ہے کیونکہ ظالم کے متعلق توقع ہوسکتی ہے کہ اپنے ظلم سے توبہ کرلے اور لوگوں کے حقوق غصب کردہ واپس دیدے لیکن بخیل آدمی سے یہ اُمید نہیں ہوسکتی کیونکہ بخیل آدمی زکوٰۃ صدقہ صلہ رحمی مہمان نوازی خیرات اور جملہ نیک مصارف سے محروم ہوگا اور جنت بخیل طبقہ پر حرام ہے ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی آدمی پر ناراض ہوتا ہے تو اس کو بخل کی مرض میں مبتلا کر دیتا ہے۔

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ بخیل وہ ہے جو واجبات کی ادائیگی سے پہلوتہی کرے۔

امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص زکوٰۃ مفروضہ ادا کرے اور قومی سطح پر خرچ کرے وہ بخیل نہیں ہے بخیل وہ ہے جو زکوٰۃ واجبہ بھی ادا نہ کرے اور قوم کی ضروریات پر بھی خرچ نہ کرے لیکن اس کے علاوہ فضول کاموں پر خرچ کرے

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شحیح بخیل سے بھی بدتر ہے کیونکہ بخیل وُہ ہے جو اپنے پیسے میں بخل کرے اور شحیح وہ ہے جو لوگوں کے جیب میں پیسہ نہ دیکھ سکے بلکہ حلال یا حرام طریقہ سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا شحیح وہ ہے جو پیسہ کو شرف سمجھے اور خرچ کرنے کو تاوان سمجھے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا شحیح وہ ہے جو جائز خرچ سے گریز کرے اور ناجائز خرچ میں دریادلی

کا مظاہرہ کرے۔

جناب رسالتمآب سے منقول ہے بخیل (1) وہ ہے جو میرا نام سُن کر درود شریف نہ پڑھے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ اور بعضوں نے کہا ہے کہ بخیل وہ ہے جو خود کھائے اور دوسروں پر بخل کرے اور شحیح (2) وہ ہے جو دوسرے خرچ کرنیوالوں کے خرچ کرنے کو بھی ناپسند کرے اور ان دونوں سے بدتر لئیم (3) ہے جو کمایا ہوا مال نہ خود کھائے اور نہ دوسروں کو کھانے دے

صدقات جاریہ اور مدارس دینیہ

بخیل اور شحیح کے مقابلہ میں سخی اور کریم ہوا کرتے ہیں چنانچہ سخی وہ ہوتا ہے جو اپنے کمائے ہوئے حلال رزق سے خود بھی کھائے اور دوسروں کو بھی کھلائے اور کریم وہ ہوتا ہے جس کا مال صرف اپنی ضروریات کے مطابق ہی ہو لیکن وہ اپنے مصارف میں کمی کر کے دوسروں کی حاجات کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کرے یعنی خود نہ کھائے اور دوسروں کو کھلائے اور ان دونوں میں سے بہترین انسان وہ ہے جو اپنے واجب و مستحب صدقات سے فارغ البال ہونے کے بعد خوشنودی خدا کے لئے اپنے تمام بچت مال سے محتاجوں اور بے کسوں و بے نواؤں کی خبر گیری کرے اور زائد از ضرورت اشیاء و رقوم کو ذخیرہ و خزانہ کرنے سے گریز کرے اور سب سے زیادہ نیک بخت وہ انسان ہوتا ہے جو اپنے زائد از ضرورت اموال کو صدقہ جاریہ قرار دے مثلاً کوئی مسجد یا امام باڑہ یا مدرسہ دینیہ تعمیر کرائے یا کوئی دوسرا ایسا کام کرے جس سے بنی نوع انسان کافی دیر تک استفادہ کرتے رہیں اور دور حاضر میں جبکہ اسلام مغربیت کی گرفت میں آکر زندگی کی آخری سسکیاں لے رہا ہے اور اس کی مظلومیت اور کس مپرسی کا یہ عالم ہے کہ مسلمان کہلانے والے بھی اسلام کا تمسخر اڑانے میں اپنی روشن خیالی محسوس کرتے ہیں حتاکہ خود مسلمان اپنے علماء کا مذاق اڑاتے ہیں اور انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں پس اپنے اموال سے زیادہ سے زیادہ رقوم مدارس دینیہ پر لگانا سب سے زیادہ موجب ثواب ہے جہاں قوم کے نونہال دینی و اسلامی علوم حاصل کر کے کفر و زندقہ کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو روکنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں لہذا صدقہ جاریہ کے طور پر مدارس دینیہ پر زمینیں یا جائدادیں وقف کرنا بہت بڑی نیک بختی ہے میں نے اپنی ذاتی کاوش و محنت سے اپنے پس ماندہ علاقہ جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک دینی درسگاہ قائم کی ہے جس سے کافی افاضل استفادہ کر کے قوم کے لئے فریضہ ہدایت اور سلسلہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہیں۔ مدرسہ کا نام باب النجف جاڑا ہے اور یہ زیر نظر تفسیر انوار النجف اسی دینی ادارہ کی علمی خدمات کے سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے پس تمام قارئین سے ادارۂ مذکورہ کی اعانت کی اپیل ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ۔

میرے والد ماجد جو اس دینی درس گاہ کے حقیقی بانی تھے اسی سال ۱۴ ماہ مبارک رمضان ۱۳۹۷ھ کو وفات پا گئے ہیں۔ قارئین کرام سے اُن کے لیے سورۂ فاتحہ کی استدعا ہے

سورہ الطّلاق

★ یہ سورہ مدینہ ہے اور بسم اللہ سمیت اس کی کل آیات تیرہ ہیں۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ طلاق اور تحریم کو نماز فریضہ میں پڑھے۔ خداوند کریم اس کو قیامت کے خوف سے محفوظ رکھے گا اور ان کی تلاوت و مداومت کی وجہ سے خُدا اس کو جنّت میں داخل فرمائے گا کیونکہ ان دونو سورتوں میں جناب رسالتمآبؐ کو خطاب کیا گیا ہے

★ ایک حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا اس کو توبہ نصوح کی توفیق مرحمت ہوگی

★★★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقۡتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ وَ اَحۡصُوا

اے نبیؐ تم عورتوں کو طلاق دو تو عدت کے لئے طلاق دیا کرو اور شمار کرو

الۡعِدَّۃَ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمۡ ۚ لَا تُخۡرِجُوۡہُنَّ مِنۡ بُیُوۡتِہِنَّ وَ لَا یَخۡرُجۡنَ

عدت کو اور اپنے رب سے ڈرو ان کو اپنے گھروں سے باہر نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں

رکوع ۱

یٰۤاَیُّہَا النَّبِیُّ ۔ یہ خطاب نبی کریمؐ کو ہے اور مراد ساری امت ہے اور بعض مفسّرین نے یہاں محذوف کا قول کیا ہے یعنی قُلۡ لِاُمَّتِكَ (اپنی امت سے کہہ دیجئے) پس اس لحاظ سے حضورؐ خود اس حکم سے مستثناء قرار دیئے جائیں گے اور پہلے معنی کے لحاظ سے حکم میں شامل رہیں گے۔

طلاق عدت

فَطَلِّقُوۡہُنَّ لِعِدَّتِہِنَّ ۔ یعنی ان کو ایسے وقت میں طلاق دو جو ان کی عدت میں شمار ہو سکے چنانچہ ابن عباس اور ابن مسعود وغیرہ سے منقول ہے کہ اس طہر میں طلاق دے جس میں عورت سے مجامعت نہ کی ہو تاکہ بقیہ طہر اس کی عدت میں شمار ہو سکے پس طلاق ہوتے ہی عورت کی عدت شروع ہو جائے گی اور معنی آیت کا یہ ہوگا کہ عورت کو طلاق ایسے طہر میں دو جس کو وہ عدت میں شمار کر سکیں اور ایام حیض میں طلاق نہ دو کہ ان ایام کو وہ عدت میں شمار نہیں کر سکتیں اور یہ معنی مذہب شیعہ کے مسلک کے موافق ہے کہ عورت کی طلاق کی عدت تین طہر ہوتی ہے نہ کہ تین حیض اور آئمہ اربعہ میں سے امام شافعی کا مسلک بھی یہی ہے۔

علماء امامیہ کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طہر میں عورت سے مجامعت کی گئی ہو اس میں اس کی طلاق واقع نہیں ہو سکتی پس اگر اس طہر میں کوئی شخص اپنی عورت کو طلاق دے گا تو وہ غلط اور باطل متصوّر ہوگی کیونکہ حکم خداوندی یہ ہے کہ طلاق اس وقت دی جائے جو عدت میں شمار ہو اور وہ طہر جس میں مجامعت ہو چکی ہے وہ عدت میں شمار ہو نہیں سکتا لہذا طلاق باطل ہوگی اور اس کی علت یہ ہے کہ شریعت نے مطلّقہ کے لئے عدت اس لئے ضروری قرار دی ہے تاکہ یقین ہو جائے کہ وہ حاملہ نہیں ہے اور بعد میں حیض کا آجانا اُس کے حمل نہ ہونے کی دلیل ہوتا ہے لیکن جس طہر میں مجامعت کی جائے اس کے بعد والا حیض حمل نہ ہونے کی دلیل نہیں بن سکتا بلکہ مجامعت کے بعد والے حیض کے لئے عورت کے رحم میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور رحم کے اطراف سے جب مادہ خاصہ ٹپکتا ہے تو مرد کی منی سے اگر اس کا اتصال ہو

جائے تو نطفہ منعقد ہو جاتا ہے ورنہ نہیں جیسا کہ دورِ حاضر کے حکیموں کا نظریہ ہے۔ واللہ اعلم
پس مجامعت والے طہر کے بعد والا حیض چونکہ عدم حمل کی علامت نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس طہر کو عدت میں شمار نہیں کیا جا سکتا بلکہ عدت میں شمار وہی طہر ہوگا جس میں مجامعت واقع نہ ہوئی ہو بناء بریں علماء شیعہ کے نزدیک طلاق کے لئے شرط ہے کہ ایسے طہر میں واقع ہو جس میں مجامعت نہ کی گئی ہو۔
ابوحنیفہ کے نزدیک لِعِدَّتِهِنَّ میں لام قبل کے معنی میں ہے جس طرح تَوَضَّأْتُ لِلصَّلٰوةِ میں نے نماز کے لئے وضو کیا یعنی نماز سے پہلے وضو کیا اور اس جگہ معنی یہ ہوگا کہ عورتوں کو طلاق دو ان کی عدت کے لئے یعنی عدت سے پہلے لہٰذا اس کے نزدیک عدت حیض سے شروع ہوگی اور طلاق حیض سے پہلے والے طہر میں واقع ہوگی۔
مسئلہ:۔ چونکہ قرآن مجید میں طلاق عدت کا صریحی فرمان ہے لہٰذا بیان سابق کے ماتحت حیض کے ایام میں اور طہرِ مجامعت میں طلاق باطل ہوگی اور یہی علماء شیعہ کا مسلک ہے غیر شیعہ فرقوں میں ایسی طلاق بدعت ہے لیکن باطل نہیں ہے
مسئلہ:۔ اگر یک وقت تین طلاق کہہ دے تو چونکہ ظاہر قرآن کے خلاف ہے لہٰذا ابوحنیفہ کے نزدیک بھی بدعت تو ہوگی لیکن واقع ہو جائے گی لیکن علماء شیعہ کے نزدیک وہ صرف ایک طلاق قرار دی جائے گی۔
طلاق کے متعلق ضروری مسائل اس کی شرائط اس کی اہمیت وافادیت اور دیگر امور تفسیر کی تیسری جلد میں ملاحظہ ہوں۔ صا ۶۱، صا ۸۳۔

روایات از طریق اہلسنت

بروایت بخاری و مسلم نافع سے منقول ہے کہ ابن عمر نے اپنی عورت کو زمانِ حیض میں طلاق دی تو رسول اللہ نے اس کو واپس لانے اور گھر میں رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا انتظار کرو کہ یہ طہر گذر جائے پھر اس کو حیض آئے پس جب حیض سے پاک وصاف ہو جائے تو مجامعت کئے بغیر اس کو طلاق دیدو تاکہ وہ طہر اس کی عدت میں شمار ہو اور یہ وہی عدت ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے
دوسری روایت میں ہے کہ ابن عمر نے عورت کو ایام حیض میں طلاق دی تو حضرت عمر نے رسول اللہ کے سامنے ذکر کیا پس حضور نے فرمایا اس سے کہو عورت کو گھر میں لے آئے اور جب وہ حیض سے پاک ہو جائے تب طلاق جاری کرے
یہ روایات صاف بتلاتی ہیں کہ صحابہ کے زمانہ میں بھی طلاق کا یہی دستور تھا کہ جس طہر میں عورت سے مجامعت کر چکا ہو اس میں طلاق نہیں ہو سکتی اور ایام حیض میں بھی طلاق واقع نہیں ہوتی۔
وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ ۔ عدت کے شمار کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ طلاق کے بعد عدت کے زمانہ میں عورت اور مرد پر جو چند فرائض عائد کئے گئے ہیں ان سے عہدہ برآ ہونے کا یقین ہو جائے مثلاً مرد پر واجب ہے کہ عدت کے زمانہ میں عورت کو گھر سے نہ نکالے بلکہ زمانِ عدت تک اس کا نان و نفقہ اور مکان اس پر واجب و لازم ہے اور مرد کو زمانِ عدت میں رجوع کرنے کا حق بھی حاصل ہے پس اگر عدت کو شمار نہ کریں گے تو حقوق کے ضائع ہونے کا خطرہ ہے

اِلَّآ اَنۡ یَّاۡتِیۡنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ؕ وَ تِلۡکَ حُدُوۡدُ اللّٰہِ ؕ وَ مَنۡ یَّتَعَدَّ
مگر جب کھلی ہوئی بے حیائی کا مظاہرہ کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو شخص
حُدُوۡدَ اللّٰہِ فَقَدۡ ظَلَمَ نَفۡسَہٗ ؕ لَا تَدۡرِیۡ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحۡدِثُ
اللہ کی حدود سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا تم نہیں جانتے شاید اللہ اس کے

اور عورت پر واجب ہے کہ زمانِ عدت میں اپنے شوہر کے گھر سے باہر نہ جائے تاکہ مرد کے لئے عورت کی طرف رجوع کرنے کے مواقع موجود ہوں تاکہ جب چاہے رجوع کر سکے اور عورت کے باہر جانے کی صورت میں مرد کا یہ حق ضائع ہو جائے گا۔

مسئلہ: تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ مطلقہ عورت ہار سنگار خوشبو تیل سرمہ و کاجل لگا سکتی ہے تاکہ ایامِ عدت میں مرد کی دل کشی کا باعث ہو اور اس کے لئے رجوع کی محرک ہو۔

مسئلہ: امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ تیسری طلاق کے بعد چونکہ مرد کے لئے رجوع ناجائز ہے۔ لہٰذا عورت نہ تو مکان میں رہنے کی پابند ہے اور نہ مرد کی جانب سے نان و نفقہ کی حقدار ہے۔

مسئلہ: آزاد عورت کی عدّت تین طہر اور کنیزوں کی عدّت دو طہر ہوا کرتی ہے اور حیض نہ آنے کی صورت میں آزاد عورت کی عدت تین ماہ اور کنیزوں کی عدّت ڈیڑھ ماہ ہوا کرتی ہے۔

بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ - یعنی اگر عورت سے غلطی صادر ہو تو اس کو گھر سے نکالا جا سکتا ہے اور اس غلطی کے متعلق چند اقوال ہیں۔ (۱) زنا (۲) مرد کے گھر والوں کے ساتھ لڑنا جھگڑنا۔ (۳) مرد کا نافرمان ہونا

لَا تَدۡرِیۡ - یعنی خداوند کریم نے عدّت مقرر کر کے اور عورت کو تا ایام عدت مرد کے گھر میں پابند رہنے کا حکم دے کر ایک بہت بڑی مصلحت کو ملحوظ رکھا ہے اور وہ یہ کہ ہو سکتا ہے ان ایام میں عورت اور مرد ٹھنڈے دل سے اپنی اپنی غلطیوں کی ٹوہ لگائیں پس اگر عورت میں غلطی ہے تو وہ اپنے ناخوشگوار انجام سے گھبرا کر اپنی اغلاطِ سابقہ سے دست کشی پر آمادہ ہو جائے اور اپنے مرد کو ایام عدت میں اپنی طرف سے اطمینان اور تسلّی دلا دے پس مرد رجوع کر کے اپنی ازدواجی زندگی کو آئندہ کی تلخیوں سے بچا لے اور نئے تجربہ کی طرف اقدام نہ کرے اور اگر مرد نے غلط قدم اٹھایا ہے تو ایام عدت تک اس کو سوچنے کا موقعہ دیا گیا ہے تاکہ عورت کی وفا شعاری اور خدمت گذاری سے متاثر ہو کر اس کو اپنے غلط اقدام پر ندامت کا موقعہ ملے اور عورت کو اس کے انجام بد سے بچاتے ہوئے رجوع کر کے پرسکون زندگی کو اپنا لیں۔ اس لئے فرماتا ہے کہ میری ان حدود کی تعیین کی مصالح کا تمہیں کیا پتہ؟ ہو سکتا ہے کہ اس دوران میں ان کے لئے کوئی اچھی صورت پیدا ہو جائے اور بیک وقت تین طلاقوں میں چونکہ یہ مصلحت پوری نہیں

بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۞ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ
بعد کوئی نئی صورت پیدا کردے پس جب اپنی عدت کے قریب پہنچیں تو ان کو نیکی سے اپنے پاس رکھ لو
اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ
یا اچھے طریقے سے ان کو رخصت کر دو اور دو عادل گواہ قائم کرو جو تم میں سے ہوں
وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
اور گواہی اللہ کے لئے دیا کرو اس سے نصیحت کی جاتی ہے اس کو جو اللہ اور روز آخر پر

ہوتی لہٰذا اس آیت مجیدہ کی رُو سے عورت کو بیک وقت تین طلاق کہنے سے تین طلاقیں نہیں ہوں گی بلکہ صرف ایک طلاق واقع ہوگی نیز اگر تین طلاقیں ایک وقت میں واقع ہوں تو عدت کے شمار کرنے کا حکم عبث لازم آئے گا اسی طرح ان کو گھروں سے نہ نکالنے کا حکم بھی عبث ہوگا۔

فَاِذَا بَلَغْنَ - اس کا یہ معنی نہیں کہ جب عدت کو پُورا کرلیں کیونکہ عدت کے پُورا ہو جانے کے بعد مرد کو رُجوع کا حق نہیں رہتا۔ بلکہ معنی یہ ہے کہ جب عدت کے اختتام کے قریب پہنچیں تو مرد کو چاہیئے کہ سوچ سمجھ کر فیصلہ یا تو اچھے طریقے سے رُجوع کرکے اس کو اپنی بیوی بنائے یا عدت گذرنے دے اور نیکی کے طریقے سے اس کو باعزت روانہ کر دے

وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ - اس میں دو احتمال ہوسکتے ہیں ایک یہ کہ طلاق واقع کرتے وقت دو عادل گواہ موجود ہونے چاہئیں اور یہی شیعہ مسلک ہے پس اگر طلاق کے وقت دو عادل گواہ موجود نہ ہوں گے تو طلاق باطل ہوگی۔

مسئلہ: دو عورتیں اور ایک مرد کافی نہیں بلکہ دو عادل مردوں کا گواہ ہونا ضروری ہے۔

طلاق سُنّت اور طلاق عدّت میں فرق

طلاق سُنّت بھی درحقیقت طلاق عدت ہوا کرتی ہے البتہ چونکہ اس کے وقوع کے طریقوں میں فرق ہے اس لئے فقہاء نے اصطلاحاً ایک کا نام طلاق سنّت اور دوسرے کا نام طلاق عدّت رکھ دیا ہے چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ طلاق کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ مرد ایسے طہر میں عورت کو طلاق دے جس میں مجامعت نہ کرچکا ہو اور طلاق کے وقت دو عادل گواہوں کو حاضر کرے پھر تین طہر تک اس کی عدت ہے اس دوران میں اگر چاہے تو عورت کی طرف رُجوع کرسکتا ہے اور یہ وہ طلاق ہے جس کا اللہ نے قرآن مجید میں حکم دیا ہے۔

زرارہ سے مروی ہے امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو طلاق سنّت کے طریقے سے یا عدّت کے

طریقے سے نہ ہو وہ باطل ہے زرارہ نے عرض کی کہ حضور والا! آپ طلاق عدّت اور طلاق سُنّت کی وضاحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ طلاق سنّت یہ ہے کہ مرد جب عورت کو طلاق کرنا چاہیے تو انتظار کرے کہ اس کے ایام حیض گذر جائیں پس جب پاک و صاف ہو جائے تو مجامعت کئے بغیر دو عادل گواہوں کے سامنے اس کو طلاق دیدے۔ پھر اس کی طرف رجوع نہ کرے یہاں تک کہ وہ عدّت گذار لے اور اس دوران میں اس کا نان ونفقہ اور مکان مرد کے ذمہ ہو گا پھر یہ شخص دوسروں کی طرح اس عورت کے نکاح میں اُمیدوار کی حیثیت سے ہوگا اگر وہ عورت اس کو قبول کر لے تو نئے نکاح سے پھر وہ عورت اس پر حلال ہو گی اور عدّت کے اندر اگر ان دونوں میں سے کسی کا انتقال ہو گا تو وہ ایک دوسرے کے وارث ہو سکیں گے۔

اور طلاق عدت کا طریقہ یہ ہے کہ عورت جب حیض سے پاک ہو لے تو مرد اس کو دو عادل گواہوں کے روبرو طلاق کہے بشرطیکہ اس طہر میں طلاق سے پہلے اس سے مجامعت نہ کر چکا ہو اور طلاق دینے کے بعد رجوع کرلے خواہ اسی دن کرے یا چند دن گزار کے کرے بہر صورت اس طہر میں دوسرے حیض سے پہلے رجوع کرلے اور دو عادل گواہوں کو اپنے رجوع کی اطلاع دیدے پھر اس سے مجامعت کرے پھر جب عورت کو حیض آئے۔ تو حیض گذرنے کے بعد مجامعت سے پہلے پہلے دو عادل گواہوں کے سامنے اس کو دوبارہ طلاق دیدے پھر رجوع کر کے اس کے ساتھ مجامعت کرے اور پھر اس تیسرے حیض کے گذرنے کے بعد مجامعت کے بغیر دو عادل گواہوں کے رُوبرو صیغہ طلاق جاری کرے اب اس دفعہ اس کی طلاق بائن ہو جائے گی اور اس کو عورت کی طرف رجوع کرنے کا کوئی حق نہ ہو گا جبتک کہ کوئی دوسرا شوہر اس کے ساتھ شادی کر کے اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے دے یا مر نہ جائے۔

پس طلاق عدّت میں پہلی دونو طلاقوں کے بعد رجوع اور مجامعت کی قید ہے اور طلاق سنّت یہ ہے کہ طلاق دے اور عدّت کے گذرنے تک اس کی طرف رُجوع نہ کرے جب عدّت گزرے گی تو عورت اس سے بائن ہو جائے گی البتہ اس کو نئے سرے سے نکاح کرنے کی اجازت ہو گی پس اگر نیا نکاح کرے اور حسب شرائط اس کو پھر طلاق سنّت کر دے تو عدّت گزرنے کے بعد چونکہ اس کی دو طلاقیں ہو چکی ہیں۔ لہذا اس کو تیسری مرتبہ پھر نکاح جدید کی اجازت ہو گی پس اگر دوسری طلاق کی عدّت کے بعد نئے سرے سے نکاح کر لیا تو وہ عورت اس پر حسب سابق حلال ہو گی پھر حسب شرائط اگر اس کو طلاق سنّت دے گا تو عدّت گذرنے کے بعد اس کو جدید نکاح کرنے کا حق نہ ہو گا اور یہ طلاق بائن ہو گی جبتک کہ کوئی دوسرا آدمی اس سے نکاح کر کے طلاق نہ کر دے پس طلاق سنّت بھی درحقیقت طلاق عدّت ہے البتہ ان کو واقع کرنے کے طریقوں میں فرق ہے لہذا یہ اعتراض کرنا فضول ہے کہ قرآن مجید نے طلاق عدّت کا حکم دیا ہے لیکن شیعہ کے نزدیک طلاق سنّت کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ ہم نے ثابت کیا ہے کہ طلاق سنّت بھی درحقیقت طلاق عدّت ہے باقی احکام طلاق اور طریقہ طلاق تفسیر کی جلد ثالث میں ملاحظہ ہو۔

طلاق کی مبغوضیّت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے نبی کریمؐ سے روایت کی ہے آپ نے فرمایا شادی کرو

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝۲ وَّيَرْزُقْهُ

یقین رکھتا ہو اور جو اللہ سے ڈرے خدا اس کی مشکلیں آسان کرتا ہے اور اس کو

مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ۚ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۚ

ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے جس کا اس کو گمان بھی نہیں ہوتا اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اسے کافی ہوتا ہے

اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ۚ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ۝۳

تحقیق اللہ اپنے معاملات پر قادر ہے اُس نے ہر شئے کے لئے مقدار مقرر فرمائی ہے۔

اور طلاق نہ دو کیونکہ طلاق سے عرش بھی کانپ جاتا ہے ایک روایت میں آپ نے فرمایا اگر کوئی عورت بلا وجہ مرد سے طلاق کی خواہش کرے تو اس پر جنّت کی بُو بھی حرام ہے۔

حضورؐ نے فرمایا بدکرداری کی شکایت کے بغیر عورت کو ہرگز طلاق نہ دیا کرو نیز فرمایا طلاق کی قسم لینا یا قسم کھانا۔ منافقوں کی نشانی ہے۔

وسعتِ رزق اور ترقی درجات کیلئے

وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ سے لیکر قَدْرًا تک روزانہ پڑھنے سے رزق میں وسعت اور درجات میں بلندی عطا ہوتی ہے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ نئے چاند کے جمعرات یا جمعہ یا دو شنبہ سے اس کا عمل شروع کرے صبح کی نماز کے بعد مقام خلوت میں چالیس روز لگاتار پڑھتا رہے اور ہر روز ایک سو اُنسٹھ بار پڑھے۔ عمل شروع کرنے سے پہلے غسل کرے اور دو رکعت نماز حاجت بجالائے اور ایک سو مرتبہ درود شریف پڑھ کر عمل شروع کرے۔ دوران عمل کسی سے گفتگو نہ کرے نہ کسی طرف دیکھے اور نہایت دلجمعی اور اطمینان قلب سے عمل کو شروع کرے انشاء اللہ پہلے عشرہ میں اس کے اثرات ظاہر ہونے لگیں گے اور رزق کے دروازے اس پر کھل جائیں گے۔ اگر تا اختتام عمل دُعا مستجاب نہ ہو تو دوسرا چلّہ شروع کردے اور اللہ کی رحمت سے ہرگز مایوس نہ ہو۔

مؤلف کتاب فوائد القرآن مولانا سید محمد مرتضیٰ جونپوری نے اس آیت مجیدہ کے عمل کے فوائد کی تشریح میں کتاب الفرج سے ایک حکایت بھی درج کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک دفعہ ایک گروہ تاجروں کا کشتی میں سوار ہُوا تو اچانک ہاتف غیبی کی صدا آئی کوئی ہے جو دس ہزار دینار دے تاکہ میں اس کو ایسے کلمات سکھاؤں جو غم میں پڑھے تو خوشی دیکھے اور کسی مصیبت میں پڑھے تو نجات پائے اُن میں سے ایک تاجر نے دس ہزار دینار اس ہاتف کے کہنے پر دریا میں پھینک دیئے تو ہاتف نے ورد مذکور کی اس کو تعلیم دی چنانچہ کشتی میں سوار لوگوں نے اس کو ملامت

کی لیکن اُس نے ان کی پرواہ نہ کی اور آیت مجیدہ کی تلاوت شروع کر دی۔ تقدیر کی کرنی اس طرح ہوئی کہ کشتی ایک طوفان مخالف کی زد میں آکر ٹوٹ گئی اور اسی ایک تاجر کے سوا کوئی جانبر نہ ہو سکا پس ایک تختے پر سوار ایک جزیرہ میں جا پہنچا وہاں ہر طرح کے سرسبز باغات اور چشمے دیکھے درمیان میں عالیشان محل دیکھا جس میں ایک پری پیکر حسینہ دیکھی اس کے علاوہ اور کوئی بنی آدم وہاں نہ تھا اس حسینہ خوش جمال وخوش خصال سے دریافت احوال کیا تو اُس نے ایک پُر درد کہانی سُنائی کہ میں اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی بصرہ کے رہنے والی ہوں میرا باپ تاجر تھا اور فرطِ محبت کی وجہ سے مجھے دُور دراز کے اسفار میں اپنے ہمراہ رکھتا تھا ایک دفعہ ہماری کشتی ٹوٹ گئی تو سوائے میرے اور کوئی نہ بچا تختے پر سوار تقدیر کے فیصلے کے ماتحت میں اس جزیرہ میں پہنچی ہوں یہاں ایک دیو پیکر انسان نما دریا سے نکل کر ہفتہ میں ایک بار میرے پاس آتا ہے اور بوس وکنار کر کے چلا جاتا ہے مجامعت نہیں کرتا ابھی اس کے آنے کا وقت ہے تم چلے جاؤ ایسا نہ ہو کہ وہ پہنچ جائے اور تجھے مار ڈالے ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ وہ آن پہنچا اور غُصیلے تیور سے اُس کے اُوپر اُس نے نگاہ ڈالی تو اُس نے یہی وردِ کرم پڑھا ابھی تک آیت کو پُورا نہیں کیا تھا کہ وہ دھڑم سے نیچے گرا اور وادیٔ عدم میں جا پہنچا اُس نے خوشی سے سر کو سجدہ پروردگار میں جُھکا دیا اور عورت نے بھی سجدۂ شکر کیا پس اُس عورت کو اور اس کے پاس جس قدر مال وزر تھا سب کو اُٹھا کر سمندر کے کنارے پر لایا اور ایک گذرنے والی کشتی کو اشارہ کیا چنانچہ انہوں نے ان دونوں کو سوار کر لیا پس بفضلِ خُدا وہ بصرہ میں پہنچے اُس لڑکی کے بتائے ہوئے پتہ پر اُس نے اُس کے رشتہ داروں کو اطلاع دی اور اُنہوں نے اس لڑکی کی اس کے ساتھ شادی کر دی خداوند کریم نے اس عورت کے شکم سے اس کو اولاد بخشی اور تمام اہل بصرہ میں سے وہ شخص دولتمند ہو گیا۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت ابوذرؓ غفاری سے منقول ہے کہ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ قرآن مجید میں ایک ایسی آیت موجود ہے اگر تمام لوگ اس پر کاربند ہو جائیں تو وہ سب کے لئے کافی ووافی ہے اس کے بعد آپ نے یہی آیت پڑھی وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ الآیہ پس آپ بار بار پڑھتے رہے اور یہی کلمہ دہراتے رہے۔

وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ حدیث میں ہے جو شخص تمام لوگوں سے زیادہ قوی بننا چاہے وہ اللہ پر توکل کرے۔

صـ۵۳ پر ۱۔ وَاللّٰٓئِیْ یَئِسْنَ۔ یہ حکم ان عورتوں کے لئے ہے جن کا خون حیض بند ہو لیکن ابھی سن یاس تک نہ پہنچی ہوں اور شک ہو کہ ان کا حیض ختم ہو چکا ہے یا یہ بندش کسی بیماری کی وجہ سے ہے پس اگر آزاد ہوں تو طلاق کے بعد ان کی عدت تین ماہ اور اگر کنیزیں ہوں تو ایسی صورت میں اُن کی عدت ڈیڑھ ماہ ہو گی جس طرح کہ گذر چکا ہے

صـ۵۳ پر ۱۔ وَاللّٰٓئِیْ لَمْ یَحِضْنَ۔ اس کا عطف پچھلے حکم پر ہے یعنی کبرسنی کی وجہ سے اگر خون رُک جائے یا ابتداءِ جوانی میں کسی عورت کو خون نہ آئے حالانکہ اُسے خون آنا چاہیے تو مدخولہ ہو جانے کے بعد ایسی عورت کو اگر طلاق ہو جائے تو آزاد ہونے کی صورت میں اس کی عدت تین ماہ اور کنیز ہونے کی صورت میں اس کی عدت ڈیڑھ ماہ ہو گی۔

وَالّٰٓئِ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ

اور جو حیض سے مایوس ہوجائیں تمہاری عورتوں میں سے اگر ان کے حیض کا شک ہو

فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَاُولَاتُ

تو اُن کی عدّت تین ماہ ہے اور جن عورتوں کو حیض نہیں آتا (ان کی عدّت بھی تین ماہ ہے)

الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ

اور حمل والی عورتیں اُن کی عدّت یہ ہے کہ وضع حمل ہوجائے اور جو اللہ سے ڈرے

اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا ۝۵ ذٰلِكَ اَمْرُ اللّٰهِ

اللہ اُس کے معاملات کو آسان فرماتا ہے یہ اللہ کا حکم ہے

اَنْزَلَهٗٓ اِلَيْكُمْ ؕ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يُكَفِّرْ عَنْهُ

جو تم پر اُس نے نازل کیا اور جو اللہ سے ڈرے اللہ اُس کے گناہوں کو

سَيِّاٰتِهٖ وَيُعْظِمْ لَهٗٓ اَجْرًا ۝۶ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ

مٹا دیتا ہے اور اس کا اجر بڑھا دیتا ہے ان (عورتوں کو) ٹھہراؤ جہاں

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ ۔ یہ حکم الگ ہے یعنی جس عورت کو طلاق دی گئی ہو اور وہ حاملہ ہو تو اس کی عدّت وضع حمل ہوگی پس وضع حمل تک اس کا نان و نفقہ اور مکان مرد پر واجب ہوگا اور وضع حمل کے بعد عورت کے اخراجات کا بوجھ مرد سے ہٹ جائے گا اور عورت اگر اس کے بچّے کو پالے گی اور دُودھ پلائے گی تو مرد سے اس کی اُجرت کا حق بھی طلب کرسکتی ہے۔

مسئلہ ۔ اگر مطلقہ عورت بچّے کو دودھ پلائے تو مرد کو حق نہیں پہنچتا کہ اس سے زبردستی بچّہ چھین لے ہاں اگر بچّے کے لئے کوئی دوسری دایہ کم اُجرت پر میسّر آسکتی ہے یا مفت پلانے والی مل سکتی ہے تو مرد اپنا بچّہ ماں سے لے کر دوسری دایہ کو دے سکتا ہے لیکن اگر ماں بھی اسی اُجرت پر راضی ہوجائے یا مُفت پلانے پر آمادہ ہو تو وہ بچّے کی تربیّت کی زیادہ حقدار ہے پھر مرد کو اس سے بچّہ چھین لینے کا کوئی حق نہیں ہے۔

مسئلہ :۔ اگر ایک عورت کے پیٹ میں دو بچّے ہوں تو پہلے بچّے کی ولادت کے بعد اس کی عدّت ختم

سَكَنتُم مِّن وُجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ لِتُضَيِّقُوا عَلَيْهِنَّ ۚ

تم خود ٹھہرے ہو اپنی حیثیت سے اور ان کو نہ ستاؤ کہ ان کے لئے وہاں رہنا دشوار ہو جائے

وَإِن كُنَّ أُولَاتِ حَمْلٍ فَأَنفِقُوا عَلَيْهِنَّ حَتَّىٰ يَضَعْنَ

اور اگر حمل والی ہیں تو ان پر خرچ جاری رکھو یہاں تک کہ وضع حمل کر لیں

حَمْلَهُنَّ ۚ فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ ۖ وَأْتَمِرُوا

پس اگر وہ خود دودھ پلائیں تمہارے لئے تو ان کو مزدوری دو اور قبول کر لو

بَيْنَكُم بِمَعْرُوفٍ ۖ وَإِن تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهُ أُخْرَىٰ ⑦

(شرعی فیصلہ) اپنے درمیان نیکی سے اور اگر اتفاق رائے نہ ہو سکے تو کوئی دوسری عورت اس کو دودھ پلائے گی

لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ ۖ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ

اور چاہیئے کہ صاحب وسعت اپنی وسعت سے خرچ کرے اور جس پر رزق کی تنگی ہے

ہو جائے گی لیکن دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی۔ جب تک کہ دوسرا بچہ پیدا نہ ہو جائے کیونکہ وضع حمل مکمل طور پر اسی وقت ہو گا جب آخری بچہ پیدا ہو جائے۔

مسئلہ:۔ جس عورت کا شوہر فوت ہو جائے اس کی عدت ابعد الاجلین ہو گی اگر چار ماہ دس دن کے اندر وضع حمل نہ ہو تو اس کی عدت وضع حمل ہو گی اور اگر وضع حمل پہلے ہو جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہو گی

سَكَنتُم ۔ یعنی مرد پر واجب ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق ایام عدت میں عورت کو مکان مہیا کرے جس میں اس کا گذارہ ہو سکے۔

وَلَا تُضَآرُّوهُنَّ ۔ یعنی مرد کیلئے ناجائز ہے کہ عورت کو ایسا تنگ کرے کہ اس کے لئے وہاں رہ کر عدت گذارنا مشکل ہو جائے

فَإِنْ أَرْضَعْنَ ۔ یعنی اگر مطلقہ خود اپنے بچے کو دودھ پلانے کی خواہش کرے تو اسی کو اجرت دیکر بچے کو دودھ پلوایا جائے

وَأْتَمِرُوا ۔ عورت اور مرد دونو کو خطاب ہے کہ اللہ کے تشکیل کردہ احکام کی پیروی کرنے میں تم دونو باہمی اتفاق کر لو ورنہ اگر تم میں اتفاق رائے نہ ہو سکا مثلاً عورت اجرت کا زیادہ مطالبہ کرے تو پھر مرد کو حق پہنچتا ہے کہ کسی دوسری عورت کی خدمت حاصل کرلے۔ **لِيُنفِقْ** ۔ یعنی ہر مرد پر اپنی حیثیت کے مطابق اپنی عورت کا نان و نفقہ واجب ہوا کرتا ہے۔

مسئلہ:۔ طلاق بائن کے بعد مرد پر عورت مطلقہ کا نان و نفقہ ساقط ہے لیکن حاملہ مطلقہ کے متعلق قرآن کا صریحی

فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰىهُ اللّٰهُ ۗ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰىهَا ۗ سَيَجْعَلُ

وہ اتنا ہی خرچ کرے جو اللہ نے اس کو دیا ہے کسی کو اللہ اپنی حیثیت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا شاید اللہ تنگی

اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝۸ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ

کے بعد اس کو وسعت دیدے اور کس قدر بستیاں ہیں جنہوں نے اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی

رَبِّهَا وَرُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّعَذَّبْنٰهَا عَذَابًا

اور اس کے رسولوں (کے حکم سے) تو ہم نے ان کا سخت محاسبہ کیا اور ان کو بدترین عذاب میں گرفتار

نُّكْرًا ۝۹ فَذَاقَتْ وَبَالَ اَمْرِهَا وَكَانَ عَاقِبَةُ اَمْرِهَا خُسْرًا ۝۱۰

کرلیا پس انہوں نے اپنے کئے کا وبال چکھ لیا اور ان کا انجام کار خسارہ رہا

اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰٓاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ

اُن کے لئے تیار کیا اللہ نے عذاب سخت پس اللہ سے ڈرو عقل والو! وہ جو ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا ۝۱۱ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا

لائے ہو تحقیق اللہ نے تم پر اتارا ذکر ایسا رسول جو تم پہ

امر ہے کہ جبتک وضع حمل نہ ہو اس کا نان و نفقہ مرد پر واجب ہے اور مرد پر ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کے مطابق خرچہ دے وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ۔ امام جعفر صادقؑ علیہ السلام نے فرمایا اگر مرد عورت کو قوت لا یموت کے برابر بھی خرچہ نہ دے سکتا ہو تو اس کو طلاق دے دینی چاہیئے

مسئلہ:۔ حاملہ عورت مطلقہ ہو تو اس کی عدّت وضع حمل ہے اگر طلاق کے فوراً بعد وضع حمل ہو جائے تو فوراً نکاح کر سکتی ہے اور اگر نو ماہ تک نہ ہو تو اس ساری مدت تک نکاح ثانی نہیں کر سکتی۔

رکوع ۱۸

كَاَيِّنْ۔ اصل میں اَيٌّ تھا اس پر کاف جارہ داخل ہوا جس طرح ذا اور ذالِكَ پر داخل ہوا کرتا ہے اور اس کاف کا کوئی محل اعراب نہیں ہے پس كَاَيِّنْ مبتدا ہو کر واقع ہے جس طرح كَذَالِكَ ہوا کرتا ہے۔ یا جس طرح بِحَسْبِكَ ہوتا ہے۔

رَسُوْلًا۔ یہ یا تو ذکر سے البدل الکل ہے اور رسول سے مراد جبرائیل یا حضورؐ رسالتمآب ہیں اور یہ بھی

عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

اللہ کی واضح آیات پڑھتا ہے تاکہ نکالے اُن کو جو ایمان لائے اور نیک اعمال

الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ

بجا لائے (کفر کی) تاریکیوں سے طرف نور (ایمان) کے اور جو اللہ پہ ایمان لائے اور

يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ

نیک عمل کرے اس کو داخل کرے گا ایسے باغات میں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی ان میں

فِيْهَآ اَبَدًا ۭ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا ○ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ

ہمیشہ رہیں گے اس کا رزق اللہ نے بہت اچھا بنایا ہے اللہ وہ ہے جس نے سات

سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ

آسمان بنائے اور اسی طرح زمینیں اترتا ہے (اللہ سے) امر ان کے درمیان (صاحب امر پہ)

ہو سکتا ہے کہ فعل محذوف کا مفعول ہو یعنی اَرْسَلَ رَسُوْلًا اور اس صورت میں رسول سے مراد حضرت محمدؐ مصطفٰے ہوں گے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ رسول سے مراد حضرت رسالتمآبؐ ہیں۔

مِنَ الظُّلُمَاتِ ۔ ظلمت سے مراد کفر اور نور سے مراد ایمان یا ظلمت سے مراد جہالت اور نور سے مراد علم لیا گیا ہے اور اس میں شک نہیں کہ ہر صفت خیر نور ہے اور ہر صفت شر ظلمت ہے پس خُدا نے انسانوں کو حضرت رسالتمآبؐ کی ذاتِ والاصفات کی بدولت ہر صفت بد کو چھوڑنے اور ہر صفتِ خیر کو اپنانے کی دعوتِ عامہ دی ہے تو جو خدائی نمائندہ لوگوں کو ظلمت سے نور کی طرف بُلاتا ہے ضروری ہے کہ وہ ہر قسم کی ظلمانی صفات سے مبرا ہو اور نورانی صفات کا حامل ہو پس اس کو بذاتِ خود نور کُل ہونا چاہیئے جس کا دوسرا معنی معصوم ہے۔

وَمِنَ الْاَرْضِ ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ قرآن مجید میں آسمانوں کے سات ہونے کا ذکر کافی جگہوں پر ہے لیکن زمینوں کا سات ہونا صرف اسی آیت میں ہے لیکن اس میں محققین کو اختلاف ہے کہ وہ سات زمینیں پہلو بہ پہلو ہیں اور درمیان میں سات سمندر وغیرہ حائل ہیں یا یہ کہ وہ تہہ بہ تہہ ہیں جس طرح کہ آسمانوں کے متعلق نظریہ چلا آرہا ہے لیکن اگر پیاز کے چھلکوں کی طرح تہہ بہ تہہ ہوں تو وہ ایک زمین ہو گی سات نہ رہیں گی اور ابن عباس سے منقول ہے کہ وہ سات تہہ بہ تہہ نہیں بلکہ پہلو بہ پہلو ہیں اور درمیان میں سمندر حدِ فاصل ہیں گویا سات زمینوں سے مراد

لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ

تاکہ تم جان لو کہ تحقیق اللہ ہر شی پر قادر ہے اور تحقیق اللہ ہر شی

بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ⑫ ع ۱۸

کے علم کا احاطہ رکھتا ہے

سات برّاعظم ہیں لیکن بروایت عیاشی امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے منقول ہے کہ وہ تہہ بہ تہہ ہیں لیکن اس طرح کی پہلی زمین کے اُوپر گنبد کی طرح پہلا آسمان پھر دوسری زمین کے اُوپر دوسرا آسمان اور اسی ترتیب سے ساتویں آسمان کے اُوپر عرش اعظم گویا ان کی ترتیب پیاز کے پردوں کی طرح ہے لیکن ہر دو زمینوں کے درمیان آسمان اور آخری آسمان کے اُوپر زمین نہیں بلکہ عرش ہے۔

آجکل کے جغرافیائی معلومات کے پیش نظر ابن عباس کا قول عقول متوسطہ کے لئے قابل قبول ہے۔ لیکن عقول عالیہ کے نزدیک روایت مذکرہ بھی قابل تسلیم ہے چنانچہ جدید تحقیق اور سائنسی انکشافات کے ماتحت جبکہ آسمان کو ایک حدِ نگاہ کی حیثیت حاصل ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ سات زمینیں الگ فضا میں موجود ہوں اور ہر زمین کے کے گرد اس کا اپنا آسمان محو گردش ہو چنانچہ سیارات سبعہ میں سے ہر ایک کو زمین کہا گیا ہے اور ہر ایک کے اردگرد ایک فضائے آسمانی کو محیط قرار دیا گیا ہے اور بعض کو بنجر اور بعض کو آباد و معمور کہنے کے اقوال بھی ہیں اور بعض احادیث میں اس قسم کے اشارات موجود ہیں

يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ۔ یعنی آسمانوں اور زمینوں کے درمیان جہت اعلیٰ کی طرف سے خدا کا امر صاحب الامر پر نازل ہوتا ہے جو کہ رسول یا اُس کا جانشین ہوتا ہے یا یہ کہ خدا کا تکوینی فیصلہ جہت اعلیٰ سے زمین پر نافذ رہتا ہے۔

سُورہ التحریم

★ یہ سورہ مجیدہ مدنیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت تیرہ ہے۔

★ جناب رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ التحریم کی تلاوت کرے گا تو وہ توبہ نصوح پر موفق ہوگا۔ اور اگر کسی نیش زدہ پر پڑھی جائے تو اس کو شفا ہوگی اور اس میں زہر کا اثر نہ ہوگا اور اگر مرگی والے انسان پہ اس کی تحریر کو دھو کر چھڑکا جائے تو اس کا شیطان جل جائے گا (شفا پائے گا)

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس کے کئی فوائد منقول ہیں۔

① اگر مریض پر دم کی جائے تو اس کو تسکین پہنچے گی۔

② اگر خوفزدہ پہ پڑھی جائے تو اس کو تسکین پہنچے گی۔

③ اگر مرگی والے انسان پر پڑھی جائے تو اس کو بھی فائدہ ہوگا

④ جس کو نیند نہ آتی ہو اس پر پڑھی جائے تو وہ سو جائے گا۔

⑤ اگر زیادہ مقدار میں پڑھی جائے تو پڑھنے والا ہر قرضہ کے بوجھ سے سبکدوش ہوگا (برہان)

★★★

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبۡتَغِیۡ مَرۡضَاتَ اَزۡوَاجِكَ

اے نبیؐ ! تو کیوں اپنے اوپر اس چیز کو حرام کرتا ہے جو اللہ نے حلال کی ہے کیا تو اپنی عورتوں کی خوشنودی چاہتا ہے

رکوع ۱۹

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ۔ اس کے سبب نزول کے متعلق متعدد روایات منقول ہیں۔

(۱) حضور رسالتمآبؐ کا دستور تھا کہ صبح کی نماز کے بعد ہر بیوی کے پاس تشریف لے جایا کرتے تھے اور حفصہ بنت عمر کو کہیں سے شہد بطور ہدیہ کے ملا تھا تو جب حضورؐ اس کے حجرے میں جاتے تھے وہ شہد پیش کرتی تھیں اور حضورؐ کو کچھ دیر ہو جایا کرتی تھی عائشہ کو یہ بات پسند نہ آئی چنانچہ اُس نے جویریہ حبشیہ سے کہا کہ جب حضورؐ حفصہ کے حجرے میں داخل ہوں تو وہاں جا کر حضورؐ کے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ معلوم کر کے ہمیں اطلاع دے چنانچہ اس نے حقیقت حال سے عائشہ کو خبر دیدی تو عائشہ نے باقی تمام ازواج پیغمبر کو اپنے ساتھ متفق کر کے یہ سازش بنائی کہ تم میں سے جس کے پاس بھی حضورؐ تشریف لائیں اپنی ناک پر ہاتھ رکھ کر کہنا کہ حضورؐ کے منہ سے (معاذ اللہ) مغافیر کی بو آتی ہے۔ (مغافیر ایک بدبودار سی چیز کا نام ہے اور حضور بنفس نفیس خود ناپسند فرماتے تھے کہ ان کے دہان اقدس سے غیر پاکیزہ بو برآمد ہو۔ چنانچہ سب سے پہلے جب آپ سودہ کے حجرے میں داخل ہوئے تو سودہ کہتی ہے میرا دل تو نہیں چاہتا تھا کہ حضورؐ کی طرف بدبُو سے نسبت دوں لیکن عائشہ سے ڈر کر میں نے کہہ دیا کہ اے آقا آپ کے دہان مبارک سے بدبُو کیسی ہے؟ کیا آپ نے مغافیر کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ میں نے تو حفصہ کے حجرہ سے شہد کا استعمال کیا ہے۔ اس کے بعد جس جس عورت کے حجرے میں آپ تشریف لے جاتے تھے ہر بیوی وہی فقرے دھراتی تھی جب آپ عائشہ کے پاس گئے تو اُس نے بھی اپنی ناک پر ہاتھ رکھتے ہوئے فوراً کہا کہ مجھے مغافیر کی بدبُو آتی ہے کیا آپ نے کھایا ہے؟ آپ نے فرمایا مجھے تو حفصہ نے شہد کھلایا تھا عائشہ کہنے لگی شاید اس کی مکھی مغافیر کے پودے پر بیٹھی ہو گی آپ نے اسی وقت قسم کھا کر کہہ دیا کہ میں آئندہ اس کو ہرگز نہ کھاؤں گا۔ دوسری روایت میں ہے کہ شہد پیش کرنے والی حضرت اُمّ سلمہؓ تھیں۔

(۲) حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ حضورؐ زینب بنت جحش کے گھر زیادہ ٹھہرتے تھے کیونکہ وہ آپ کی خدمت میں شہد پیش کرتی تھی اور آپ تناول فرماتے تھے ایک دفعہ میں نے اور حفصہ نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضورؐ تشریف لائیں گے ہم ناک پر ہاتھ رکھ کر کہیں گے کہ آپ سے مغافیر کی بدبو آتی ہے شاید آپ

وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۱﴾ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ لَکُمْ تَحِلَّۃَ اَیْمَانِکُمْ

اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے تحقیق اللہ نے تم پر اپنی قسموں کا کفارہ فرض کیا ہے

نے مغافیر کا استعمال کیا ہے چنانچہ انہوں نے کہا تو آپ نے فرمایا میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے لیکن اگر ایسی بات ہے تو میں آئندہ کبھی اس کو استعمال نہ کروں گا۔

(۳) منقول ہے کہ حضورؐ نے عورتوں کے پاس جانے کی باریاں مقرر کی ہوئی تھیں ایک دن حفصہ کی باری تھی کہ اُس نے اپنے باپ کے پاس جانے کی آپ سے اجازت طلب کر لی تو آپ نے اس کو اجازت دیدی تو وہ چلی گئی آپ نے اسی حجرہ میں ماریہ قبطیہ کو بلا لیا جو آپ کو ہدیہ کے طور پر ملی تھی اور حفصہ کے ہی حجرہ میں اس سے مباشرت کر لی اسی دوران میں حفصہ واپس آئی اور دروازہ کو اندر سے بند پایا تو باہر بیٹھ گئی جب آپ باہر تشریف لائے تو چہرہ انور سے عرق کے قطرے ٹپک رہے تھے حفصہ نے شور مچانا شروع کر دیا کہ کیا آپ نے مجھے اسی لئے رخصت دی تھی کہ ایک اپنی کنیز کو میرے گھر میں بلا کر میرے ہی بستر پر اور میری باری کے دن میں اُس سے مباشرت بھی کریں کیا میرا کوئی حق نہیں تھا؟ آپ نے نہایت متانت سے فرمایا کہ وہ بھی میری کنیز ہے اور میرے لئے حلال ہے شور نہ کرو اور خاموش ہو جاؤ پس تیری خوشنودی کی خاطر میں آئندہ کے لئے اس کو اپنے اوپر حرام قرار دیتا ہوں لیکن اس بات کو بطور امانت اپنے اندر محفوظ رکھنا کسی دوسری کو خبر نہ دینا چنانچہ اس وقت تو وہ چُپ ہو گئی لیکن جب حضورؐ باہر تشریف لے گئے تو فوراً عائشہ کے دروازہ کی کنڈی کو کھٹکھٹایا اور کہا تجھے مبارک ہو کہ رسولؐ اللہ نے اپنے اوپر ماریہ کو حرام قرار دیا ہے اب اُس سے ہماری جان چھُوٹ گئی اور عائشہ کو سارا مفصل واقعہ اُس نے سنا دیا کیونکہ یہ دونو آپس میں سہیلیاں تھیں اور باہمی اتفاق کی وجہ سے باقی تمام ازواج پر غالب تھیں چنانچہ یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو آپ نے حفصہ کو طلاق کہہ دی اور باقی عورتوں سے ایک ماہ تک کے لئے قطع تعلقی کر کے ماریہ کے پاس قیام کر لیا یہانتک کہ آیت تخییر نازل ہوئی جس کا بیان تفسیر کی جلد ۱۱ صفحہ ۲۰۶ پر گذر چکا ہے۔ اور اسی واقعہ کے متعلق بعض آیات کا ذکر تفسیر کی جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۴ پر بھی ہو چکا ہے۔

(۴) ایک روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ ایک دفعہ عائشہ کی باری کا دن تھا کہ حضورؐ نے ماریہ سے مباشرت کر لی اور حفصہ کو اس کی خبر ہو گئی پس آپ نے حفصہ سے کہا کہ میرے اس واقعہ کی اطلاع عائشہ کو نہ دینا اور میں تم کو دو باتیں بتاتا ہوں ایک یہ کہ ماریہ کو اپنے اُوپر ہمیشہ کے لئے حرام کرتا ہوں اور دوسرے یہ کہ میرے بعد ابوبکر کے پاس حکومت آئے گی اور اس کے بعد عمر حکمران ہو گا۔ پس اس نے اس راز کا افشاء کر دیا اور ایک روایت میں ہے کہ دونوں نے اپنے باپ کو ملنے والی حکومت کی بشارت بھی سُنا دی اس کے بعد آیات متذکرہ نازل ہوئیں۔

اَقُوْلُ: اس آخری روایت پر وضع کے آثار بالکل ظاہر ہیں عائشہ کی باری میں ماریہ سے مقاربت کرنا اور عائشہ

وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ۝۲ وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ

اور اللہ تمہارا مولا ہے وہ جاننے والا حکیم ہے اور جب نبی اپنی بیویوں میں سے

کو خبر نہ ہو سکنا وغیرہ بعید از عقل ہیں غالباً یہ ساری روایت شیخین کی خلافت کی درستی کی خاطر ہی وضع کی گئی ہے لیکن اس روایت سے یہ بات ثابت نہیں ہو سکتی کیونکہ رسولؐ خدا کا اپنے علم نبوت کے ماتحت آنے والے واقعات کی پیش گوئی کرنا اس کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتی مثلاً حضورؐ نے خبر دی کہ میرے بعد فتنے ہوں گے یا یہ کہ آخری زمانہ میں لوگ دین سے منحرف ہو جائیں گے اور گمراہی عام ہو جائے گی تو ایسی خبریں حضورؐ کے علم کی وسعت اور آپ کی صداقت کی دلیلیں ہیں اور واقعات کا اُسی طرح رونما ہونا جس طرح آپ نے خبر دی تھی آپ کی نبوت کی دلیل ہے لیکن اس قسم کی پیشین گوئیوں کو ہونے والے واقعات کے جواز کی دلیل ہرگز قرار نہیں جا سکتا پس اسی طرح اگر روایت متذکرہ سند کے لحاظ سے صحیح مانی جائے تو ابوبکر و عمر کی ہونے والی حکومتوں کی پیشین گوئی ہے نہ کہ ان کی خلافت کی صحت و جواز کی سند۔ ورنہ اگر ان کی خلافت کے جواز کے متعلق بات کرنی ہوتی تو حضور کو چاہیئے تھا کہ خود حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے کہہ دیتے اور لوگوں کے بھرے مجمع میں اس کا اعلان فرما دیتے کہ میرے بعد فلاں و فلاں علی الترتیب خلیفہ ہوں گے اور تاریخ طبری وغیرہ کی نقل کے مطابق حضرت ابوبکر مرتے وقت یہ ارمان ظاہر نہ کرتے کہ کاش میں نے رسولؐ اللہ سے دریافت کر لیا ہوتا کہ آپ کے بعد خلافت کا حقدار کون ہے؟ ہاں البتہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق بھرے مجمع میں بھی اور انفرادی طور پر بھی ایک نہیں بلکہ بیسیوں حدیثیں موجود ہیں۔ جن میں آپ نے صراحت سے فرمایا کہ میرے بعد علیؑ ہی میرا وصی ہوگا۔ سب سے پہلے دعوت عشیرہ کے موقعہ پر اور سب سے آخر خم غدیر کے خطبہ میں صاف ارشاد فرمایا کہ علی میرا جانشین ہے اور جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے اور ہم نے اس مسئلہ کی وضاحت اپنی کتاب امامت و ملوکیت اور اسلامی سیاست میں نہایت قابل قبول انداز سے کی ہے۔ حقیقت کے متلاشیوں کو کتب متذکرہ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔

لِمَ تُحَرِّمُ۔ مغافیر والی روایت میں شہد کے ترک کرنے کی قسم ہو یا دوسری روایت کے ماتحت ماریہ سے قطع تعلقی کی قسم ہو دونوں صورتیں گناہ کی موجب نہیں جو دامن نبوت کے لئے داغ کا باعث بنیں اور لِمَ تُحَرِّمُ کا خطاب بھی سرزنش کے طور پر نہیں کیونکہ جب مطلوب تک پہنچنے کے دو راستے ہوں ایک بامشقت اور دوسرا بےمشقت پس کوئی انسان بامشقت راستے کو اختیار کرے تو کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ آپ نے یہ راستہ کیوں اختیار کیا ہے اور وہ راستہ کیوں ترک کیا ہے تو اس قسم کے خطاب کو سرزنش نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ اسے اظہار محبت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اَزْوَاجِهٖ حَدِیْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَیْهِ عَرَّفَ
کسی سے راز کی بات ہے پس وہ (افشاء راز کر کے) کسی کو بتا دے اور اللہ اس کو ظاہر کر دے تو وہ کچھ حصّہ
بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ
جتلا دے اور کچھ حصّے سے درگذر کرے پس جب اس کو بتائے تو وہ پوچھتی ہے کہ تجھے کس نے خبر

عَرَّفَ بَعْضَهٗ - یہاں بیان کیا جاتا ہے کہ حضور نے حفصہ کو دو باتیں بتائی تھیں ایک یہ کہ ماریہ کے پاس نہ جاؤں گا اور دوسرا یہ کہ میرے بعد ابوبکر و عمر یکے بعد دیگرے حکمران ہوں گے تو جب حفصہ نے افشاء راز کرتے ہوئے عائشہ تک بات پہنچا دی اور وحی نازل ہوئی تو حضورؐ نے حفصہ کو بعض حصّہ جتلایا یعنی یہ کہ تو نے ماریہ کی تحریم کے متعلق میرا راز افشاء کیوں کیا ہے اور دوسری بات سے اعراض کر لیا۔ یعنی ابوبکر و عمر کی حکومت کے راز کے افشاء کا ذکر نہ کیا۔ اس روایت کے متعلق پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ وضع اور تصنّع کے آثار اس پر واضح ہیں۔ تفسیر برہان میں بروایت علی بن ابراہیم منقول ہے کہ جب حضور نے حفصہ سے کہا کہ تم شور نہ مچاؤ میں آئندہ ماریہ سے مقاربت نہیں کروں گا اور افشاء راز بھی نہ کرنا لیکن اس نے عائشہ کو بتا دیا تو پھر اُس نے اپنے باپ سے ذکر کیا اور حفصہ نے بھی اپنے باپ کو خبر دیدی تو ان چاروں باپ بیٹیوں نے حضورؐ کو زہر دینے کی تجویز کر لی پس یہ آیات مجیدہ نازل ہوئیں تو حضورؐ نے حفصہ سے افشاءِ راز والی بات تو کہہ دی لیکن دوسری بات کے اظہار سے کریمانہ طور پر چشم پوشی کر لی اُس نے پوچھا کہ آپ کو کس نے خبر دی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اللہ نے خبر دی ہے جو علیم و خبیر ہے اس روایت کی صداقت کے شواہد بھی موجود ہیں اور قرینِ عقل بھی ہے بخلاف پہلی روایت کے کیونکہ ماریہ کی تحریم کے ساتھ ابوبکر و عمر کی حکومت کا کوئی جوڑ نہیں اور کسی فصیح و بلیغ کی شان سے بعید ہے کہ بے تکی باتیں کہے اور علماء معانی کے نزدیک معطوف و معطوف علیہ میں مناسبت کا ہونا ضروری ہے چنانچہ یہ دُرست ہے کہ کہا جائے میں نے چاند اور سُورج کو دیکھا لیکن یہ عطف غلط اور ناجائز ہے اگر کہا جائے میں نے چاند اور مٹکا اور مدینہ دیکھا اس لئے کہ معطوف و معطوف علیہ میں کوئی مناسبت نہیں ہے پس یہ تو قرینِ عقل ہے کہ آپ نے افشاء راز کی ممانعت کی ہو لیکن انہوں نے افشاء کر کے زنانہ غیرت و حسد میں اگر حضورؐ کی ایذاء رسانی کا قصد کیا ہو لیکن یہ بات قطعاً بے جوڑ ہے کہ حضور نے فرمایا ہو کہ میں ماریہ سے مقاربت نہ کروں گا۔ اور میرے بعد ابوبکر و عمر کی حکومت ہو گی بھلا ماریہ کی مقاربت سے شیخین کی حکومت کا کونسا جوڑ ہے؟ تاکہ عطف کو صحیح قرار دیا جا سکے۔

کفارہ قسم

تَحِلَّةَ اَیْمَانِکُمْ - یعنی خدا نے تم پر ایسی چیز فرض کر دی ہے جس کے بعد تم پر قسمیں حلال ہو جاتی ہیں یعنی قسم کی مخالفت کرنے کا گناہ معاف ہو جاتا ہے اور وہ ہے کفارہ۔ اور مجمع البیان میں ہے

هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِیَ الْعَلِیْمُ الْخَبِیْرُ ﴿۳﴾ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰهِ فَقَدْ

دی ہے ؟ تو نبی نے جوابدیا کہ مجھے علیم و خبیر ذات نے خبر دی ہے اگر اللہ کی طرف تم دونو توبہ کرلو (تو ٹھیک) کیونکہ

صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ

تمہارے دل سخت ہو چکے ہیں اور اگر اُس کے خلاف ایک دوسری کی پشت پناہی کرو گی تو بے شک اللہ اس کا مولا ہے

کہ آپ نے کفارہ کے طور پہ ایک غلام آزاد کر دیا اور ماریہ قبطیہ مادر ابراہیم کی طرف رجوع کر لیا اور حضور کی ام ولد کنیز تھی اور تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ حضورؐ نے دس مسکینوں کو ایک ایک مد طعام دیا تو راوی حدیث نے پوچھا اگر کوئی شخص کپڑا دے تو کسقدر دے آپ نے فرمایا کم از کم اس قدر ہو کہ مسکین اپنی شرمگاہ کو ڈھانپ سکے۔

مسئلہ:۔ ترک مجامعت کی قسم کھانے کا کفّارہ ایک غلام آزاد کرنا یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا دس مسکینوں کو کپڑا پہنانا ہے۔

مسئلہ:۔ اس امر میں فقہاء اسلام کے درمیان اختلاف ہے کہ جب کوئی شخص اپنی عورت سے کہہ دے کہ تو مجھ پر حرام ہے تو کیا اس قسم کی عبارت سے عورت حرام ہو جائیگی یا نہ اور اس کو طلاق کہیں گے یا نہ؟ امام مالک کا قول ہے کہ یہ فقرہ تین طلاقوں کے قائمقام ہے لہذا عورت کو طلاق بائن ہو جائیگی ابوحنیفہ کا قول یہ ہے کہ اگر اس فقرہ سے اس کی مراد ظہار ہے تو ظہار کے احکام اس پر نافذ ہونگے اور اگر اس کی مراد ایلاء ہے تو ایلاء کا حکم نافذ ہوگا اور اگر اس نے طلاق مراد لی ہے تو طلاق بائن ہوگی اور اگر کوئی نیّت نہیں کی تو عام قسم کی شمار ہوگی اور علماء امامیہ کے نزدیک اس سے نہ طلاق لازم آتی ہے نہ ایلاء نہ ظہار بلکہ یہ فقرہ لغو ہے ہاں البتہ قسم کھائے تو اس کا کفارہ اس پر لازم آئیگا۔

مسئلہ:۔ واجب یا مستحب کے ترک پر اور حرام یا مکروہ کے فعل پر اگر قسم کھائی جائے تو وہ قسم باطل ہے اور اس کے خلاف کرنے پر کوئی کفارہ نہیں ہے ہاں البتہ ترک مباح پر قسم ہو سکتی اور قسم وہی صحیح ہوتی ہے جو اللہ کے نام سے ہے۔

اِنْ تَتُوْبَا ۔ رسولؐ اللہ کی جن دو بیویوں کے دل ٹیڑھے ہونے کی قرآن نے اطلاع دی ہے ان کے متعلق تفسیر مجمع البیان میں صحیح بخاری سے نقل کیا گیا ہے کہ ابن عباس نے حضرت عمر سے دریافت کیا کہ وہ دو عورتیں کون تھیں جنہوں نے رسول اللہ کے خلاف ایک دوسری سے تعاون کیا تھا (جن کو توبہ کا حکم دیا گیا ہے) تو حضرت عمر نے جواب دیا وہ عائشہ اور حفصہ تھیں اور یہ بات ذہن نشین کرنے کے قابل ہے کہ اللہ نے اُن کے دلوں کی کجی کی خبر دی ہے۔

وَجِبْرِيلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ وَالْمَلَائِكَةُ بَعْدَ ذَٰلِكَ ظَهِيرٌ ⑤

اور جبریل اور مومنین میں سے صالح اور فرشتے اس کے بعد مددگار ہیں۔

عَسَىٰ رَبُّهُ إِن طَلَّقَكُنَّ أَن يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِّنكُنَّ

اگر وہ تم کو طلاق دے دے تو اللہ اس کو تم سے اچھی بیویاں بدلہ میں دے گا جو

مُسْلِمَاتٍ مُّؤْمِنَاتٍ قَانِتَاتٍ تَائِبَاتٍ عَابِدَاتٍ سَائِحَاتٍ ثَيِّبَاتٍ وَأَبْكَارًا ⑥

مسلمان مومن قنوت کرنے والی توبہ کرنے والی عبادت گذار روزہ دار بعض بیوہ اور بعض کنواری ہوں گی

اور ان کو توبہ کرنے کی بھی دعوت دی ہے لیکن اس امر کا کہیں تذکرہ نہیں کہ انہوں نے اللہ کی اس پیش کش کے بعد توبہ کرلی ہو یا ان کے دلوں کی کجی دُور ہوگئی ہو۔ اس آیت میں ان کو چیلنج بھی کیا گیا ہے کہ اگر تم رسولؐ اللہ کے خلاف محاذ آرائی کرکے ایک دوسری کی معاونت کروگی تو اللہ اور صالح المومنین اور جبریل اور تمام فرشتے اس کے معاون و مددگار ہوں گے یعنی تمہاری رسول اللہ سے جنگ اللہ اور اس کے فرشتوں اور صالح المومنین کے ساتھ جنگ ہوگی۔

صالح المومنین سے مراد حضرت علیؑ ہے

وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ سنی و شیعہ روایات میں وارد ہے کہ صالح المومنین سے مراد امیرالمومنین علی علیہ السلام ہیں۔ چنانچہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا حضرت نبی کریمؐ نے دو مرتبہ تمام صحابہ کے ساتھ حضرت علیؑ کا تعارف کرایا۔ ایک دفعہ (غدیر خم پر) فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ اور دوسری دفعہ جب یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی تو رسولؐ اللہ نے حضرت علی علیہ السلام کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا أَيُّهَا النَّاسُ هَٰذَا صَالِحُ الْمُؤْمِنِينَ (اے لوگو! صالح المومنین یہ ہے) اور تفسیر درمنثور میں اسماء بنت عمیس سے منقول ہے میں نے اپنے کانوں حضورؐ کی زبانی سنا کہ صالح المومنین سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں اور اسی قسم کی روایت تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر علیہ السلام سے بھی منقول ہے کہ دو دفعہ رسولؐ اللہ نے علی کا تعارف کرایا پہلی دفعہ حضورؐ نے صحابہ سے پوچھا تم جانتے ہو کہ میرے بعد تمہارا ولی کون ہے ؟ تو انہوں نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں پس یہی آیت مجیدہ پڑھی اور فرمایا کہ میرے بعد علیؑ تمہارا ولی ہے اور دوسری دفعہ غدیر خم کے میدان میں فرمایا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ

بروایت ابن بابویہ ابن عباس سے منقول ہے کہ حضورؐ نبی کریم نے فرمایا۔ اے لوگو! خدا نے مجھے حکم دیا کہ

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ
اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور گھر والوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن لوگ
وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَآ
اور پتھر ہوں گے جن پر موکل فرشتے سخت اور مضبوط ہوں گے جو اللہ کے

میں علی کو امام و خلیفہ و وصی مقرر کروں اور یہ کہ اس کو اپنا بھائی و وزیر نامزد کروں۔ اے لوگو! علی میرے بعد ہدایت کا دروازہ اللہ کا نمائندہ اور صالح المومنین ہے اور اللہ کی طرف دعوت دینے والے کی بات سے کس کی بات اچھی ہو سکتی ہے۔ اے لوگو! علیؑ مجھ سے ہے اور اس کی اولاد میری اولاد ہے وہ میری بیٹی کا شوہر ہے اس کا امر و نہی میرا امر و نہی ہے اس کی اطاعت تم پر واجب اور نافرمانی حرام ہے کیونکہ اس کی اطاعت میری اطاعت اور اس کی نافرمانی میری نافرمانی ہے لوگو! علیؑ اس امت کا صدیق، فاروق، ہارون، یوشع آصف و شمعون ہے یہ گناہوں کی معافی کا دروازہ ہے اور کشتیٔ نجات ہے یہ اس امت کا طالوت اور ذوالقرنین ہے لوگو! بتحقیق وہ لوگوں کے لئے مقام امتحان ہے وہ اللہ کی جانب سے حجت عظمیٰ آیت کبریٰ امام ہدیٰ اور العروۃ الوثقیٰ ہے۔ اے لوگو! علی دوزخ کا قسیم ہے اس کا دوست اس میں داخل نہ ہوگا اور اس کا دشمن اس سے بچ نہ سکے گا اور وہ جنت کا قسیم ہے کہ اس کا دشمن اس میں داخل نہ ہوگا اور اس کا دوست اس سے محروم نہ ہوگا۔ لوگو! میں نے تمہاری خیر خواہی کا حق ادا کر دیا ہے اور اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا دیا ہے لیکن تم لوگ خیر خواہوں کی باتوں کو پسند نہیں کرتے بس اتنی بات کہہ کر میں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک روایت میں منقول ہے جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جو شخص ظاہرًا دعوائے ایمان کرے تو وہ اس خطاب میں شامل ہے خواہ اندر سے منافق ہی کیوں نہ ہو جس طرح کہ ابلیس فرشتوں میں آدم کے سجدہ کے وقت خطاب میں شامل تھا۔

قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ خود بھی اللہ کی نافرمانی سے بچو اور اپنے زیر اثر خاندان کے افراد کو بھی خدا کی نافرمانی سے بچنے کا حکم دو اور اپنی اولاد کی تربیت اس طرح کرو کہ وہ خدا و رسول کے فرمانبردار بنیں چنانچہ روایت میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت رسالتمآب کی خدمت میں رو کر عرض کی کہ حضور! میں تو اپنے نفس کی اصلاح سے عاجز ہوں اپنے گھر والوں کی ذمہ داری کا بوجھ کس طرح اٹھا سکتا ہوں؟ آپ نے فرمایا تیرا فرض اتنا ہے کہ تو ان کو ان چیزوں کا حکم دے جن کا اپنے نفس کو پابند کرتا ہے اور ان افعال سے ان کو منع کر جن سے تو خود رکتا ہے۔

أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ كَفَرُوا لَا

حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم دیئے جاتے ہیں بجالاتے ہیں اے کفر کرنے والو! آج (بروز قیامت) عذر

تَعْتَذِرُوا الْيَوْمَ ۖ إِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يَا أَيُّهَا

پیش نہ کرو سوائے اس کے نہیں تمہیں اپنے کئے کی جزا دی جا رہی ہے اے ایمان

الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَنْ

والو! اللہ کی طرف توبہ کرو پختہ اور خالص توبہ اُمید ہے تمہارا پروردگار تمہارے

يُكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

گناہ معاف کردے گا اور تم کو ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان کو اللہ کے اوامر و نواہی کی تبلیغ کرو اگر وہ مان گئے تو گویا تم نے ان کو دوزخ سے بچا لیا اور اگر وہ نہ مانیں تو تم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔

وَالْحِجَارَةُ ۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ رسولِ خدا نے ایک حدیث میں فرمایا اس سے مراد گندھک کے پہاڑ ہیں۔

شِدَادٌ ۔ وہ ملائکہ جو دوزخیوں کے عذاب پر موکل ہیں وہ سخت مزاج اور طاقتور ہیں وہ دوزخیوں پر رحم کرنا جانتے ہی نہیں ان میں سے جو سرگروہ ہیں وہ انیس ہیں جن کو زبانیہ کہا جاتا ہے اور باقی ان کے ماتحت ہیں۔

رکوع ۲۰

تَوْبَةً نَصُوحًا ۔ اس جگہ نصوح کا معنی خالص کیا گیا ہے یعنی ایسی توبہ جو خالصۃً اللہ کے لئے کی گئی ہو اور حضورؐ نے فرمایا اس توبہ سے مراد وہ توبہ ہے کہ توبہ کرنے والا گناہ کی طرف بالکل رجوع نہ کرے جس طرح دودھ پستان سے نکلنے کے بعد واپس پستان میں نہیں جاتا پس توبۂ نصوح ایسی توبہ ہے کہ انسان گذشتہ پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے اس سے باز رہنے کا پختہ ارادہ رکھتا ہو اور بعض نے کہا ہے کہ زبان سے استغفار کرے دل سے نادم ہو اور بدن کو گناہ سے پوری طرح روک لے۔

معاویہ بن وہب سے مروی ہے میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا آپ نے فرمایا جب انسان توبہ نصوح کرتا ہے تو خدا اس کو دوست رکھتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس پر پردہ ڈال دیتا ہے میں نے دریافت کیا کہ پردہ ڈالنے کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ فرشتوں نے اس کے جسقدر سابق گناہ لکھے ہیں اللہ ان کو

الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ

جاری ہوں گی جس دن نہ شرمندہ کرے گا اللہ نبی کو اور ان کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے اُن کا نور

يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا

اُن کے آگے اور دائیں دوڑتا ہوگا وہ کہیں گے اے رب پورا کر ہمارے

وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝٩ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ

لئے ہمارے نور کو اور ہمیں بخش دے بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اے نبی کفار اور منافقین سے

فراموش کرا دیتا ہے اور اس کے اعضاء کی طرف وحی کرتا ہے کہ تم پر اپنے مالک کا پردہ رکھنا ضروری ہے اور زمین کو بھی حکم دیتا ہے کہ اس نے سابق جو کچھ تیری پشت پر گناہ کئے ہیں ان کو چھپا دو پس یہ شخص جب بارگاہِ پروردگار میں حاضر ہوگا تو کوئی چیز اس کے گناہوں کی شہادت دینے والی موجود نہ ہوگی۔

امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے توبہ نصوح یہ ہے کہ اس کا باطن ظاہر کی طرح ہو جائے بلکہ اس سے بھی بہتر ہو جائے

نُوْرُهُمْ يَسْعٰى۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس جگہ نور سے مراد آئمہ اہلبیت ہیں جو بروز قیامت مومنوں کے آگے آگے اور دائیں طرف ہوں گے اور ان کو محلات جنت میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچائیں گے اسی طرح سورہ الحدید میں فرماتا ہے جس کی وضاحت تفسیر کی جلد ۱۳ ص ۲۱۶ میں گذر چکی ہے۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ اس جگہ بھی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نور سے مراد امام ہے جس کی تم لوگ پیروی کرتے ہو۔

تفسیر برہان میں بروایت ابن شہر آشوب ابن عباس سے منقول ہے کہ حضرت علی جناب فاطمہ حسنین شریفین اور حمزہ و جعفر طیار پل صراط پر پہنچیں گے اور علیؑ و فاطمہ کے لئے پل صراط پر دنیا سے ستر گنا زیادہ نور ہوگا پس سب سے پہلے پل صراط کو اہلبیت محمدؐ عبور کریں گے جو بجلی کی چمک کی طرح اِدھر سے اُدھر پہنچ جائیں گے اس کے بعد گذرنے والے اپنے مراتب کے لحاظ سے گذریں گے کچھ تیز رو گھوڑے کی طرح کچھ انسان دوڑ کر کچھ چل کر کچھ گھٹنوں کے بل اور کچھ ان سے بھی کمزور حالت میں ہوں گے اور گذرتے وقت پل کی چوڑائی مومنوں کے لئے کھلی ہوگی اور گناہگاروں کے لئے نہایت تنگ و باریک ہوگی حضرت امیر المومنین علیہ السلام جس سواری پر سوار ہوں گے اس کا کجاوہ زمرد سبز کا ہوگا اور جناب بتول کا یاقوت سرخ سے ہوگا اور ان کے اردگرد ستر ہزار حوریں ہوں گی۔

حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا یا علیؑ خدا نے تیرے شیعہ اور محبوں کو سات انعامات عطا فرمائے ہیں (۱) موت کے وقت

الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ

جہاد کرو اور ان پر سختی کرو اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور بُرا

الْمَصِيْرُ ﴿١٠﴾ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ

ٹھکانا ہے کافروں کے لئے اللہ نے زوجہ نوح اور زوجہ

امْرَاَتَ لُوْطٍ ۚ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَيْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَيْنِ

لوط کی مثال بیان فرمائی ہے جو ہمارے نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پس انہوں نے اُن سے بے وفائی کی

فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ يُغْنِيَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا وَّقِيْلَ ادْخُلَا النَّارَ

تو وہ (نبی بھی) نہ ٹال سکے ان سے اللہ (کی گرفت کو) کچھ بھی اور کہا گیا داخل ہو جاؤ جہنم میں

آسانی (۲) وحشت قبر کے وقت انس (۳) ظلمت قبر کے وقت نور (۴) گھبراہٹ کے وقت امن (۵) میزان میں انصاف (۶) پل صراط کا گذرنا (۷) سب سے پہلے داخلہ جنت ۔ اور ان کا نور ان کے آگے آگے ہو گا۔ اور دعا کریں گے اے اللہ ہمارے نور میں اور زیادتی اور برکت فرما۔

يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت مجیدہ کی توضیح میں ارشاد فرمایا کہ حضرت رسولؐ اللہ نے کفار سے جہاد کیا اور حضرت علی علیہ السلام نے منافقوں سے جہاد کیا اور حضورؐ رسالتمآب نے ایک مشہور حدیث میں حضرت علیؑ سے فرمایا تھا کہ میں قرآن کی تنزیل کے مطابق جہاد کرتا ہوں اور تو قرآن کی تاویل کے مطابق جہاد کرے گا اور چونکہ قرآن مجید کی تاویل تا قیامت زندہ ہے اس لئے اس خطاب میں النبیؐ کے لفظ کا تنزیلی مصداق حضرت محمد مصطفٰےؐ ہے اور تاویلی مصداق حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہے پس پیغمبرؐ نے تنزیلی طور پر کفار سے جنگ کی اور حضرت علیؑ نے تاویلی مصداق کی حیثیت سے منافقوں سے جنگیں کیں اور حضرت قائم آل محمد علیہ السلام بھی اسی لفظ کے تاویلی مصداق ہیں جو اپنے ظہور اور خروج کے بعد اسی آیت کے حکم کے ماتحت کفار و منافقین سے جہاد کر کے علم اسلام کو بلند کریں گے اور ظلم و جور سے پُر دنیا کو عدل و انصاف سے معمور کریں گے۔ آیت کی مزید تشریح تفسیر کی جلد ۲ ص۹۶ پر گذر چکی ہے۔

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا ۔ کہتے ہیں حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویاں کافر تھیں لیکن یہ بات قرین عقل اس لئے نہیں کہ نبیؐ کا کافرہ سے رشتہ نہیں ہوتا البتہ ان کا منافق ہونا قابل تسلیم ہے جس طرح کہ بعض مفسرین نے کہا ہے پس ان کو اس لحاظ سے کافر کہا گیا کہ زبان سے مومنہ تھیں اور دل سے کافرہ تھیں اور اُن کی خیانت یہ نہیں کہ وہ

مَعَ الدّٰخِلِيْنَ ﴿١١﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ

داخل ہونے والوں کے ہمراہ اور مومنوں کے لئے اللہ نے زوجہ فرعون کی مثال

فِرْعَوْنَ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ

بیان فرمائی جب اس نے کہا اے پروردگار میرے لئے جنت میں گھر بنادے اور مجھے

مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٢﴾ وَمَرْيَمَ

فرعون اور اس کے عمل سے بچالے اور مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے اور مریم

ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا

دختر عمران (کی مثال دی) جس نے اپنی شرمگاہ کو محفوظ رکھا تو ہم نے اس میں اپنا روح پھونک دیا

وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ﴿١٣﴾ ع

اور اُس نے تصدیق کی کلمات پروردگار کی اور اس کی کتابوں کی اور وہ اطاعت گذاروں میں سے تھی

بدکار اور بدچلن تھیں بلکہ اُن کی خیانت یہ تھی کہ نبی کے راز کا افشاء کرتی تھیں چونکہ آیت مجیدہ حضرت رسالتمآبؐ کی دونو بیویوں کو تنبیہ کرنے کے طور پر نازل ہوئی ہے لہذا ان کو کھلے لفظوں میں چیلنج کیا گیا ہے کہ نبیؐ سے نکاح کے رشتے پر ناز نہ کرو۔ بلکہ عملاً اپنے ایمان و نیکی کا ثبوت دو اور حضرت نوح اور حضرت لوط کی بیویوں کی مثال سامنے رکھ کر عبرت حاصل کرو کہ ان کو اپنے شوہروں کی نبوّت عذاب خدا سے نہ بچا سکی تو تم حضرت محمد مصطفٰےؐ کے افشاء راز کے بعد کیسے بچ سکو گی؟

تفسیر مجمع البیان میں حضرت نوح کی عورت کا نام واغلہ یا والغہ منقول ہے اور اس کی خیانت یہ تھی کہ لوگوں کو حضرت نوحؑ کا دیوانہ ہونا بتاتی تھی اور اگر کوئی غریب آدمی حضرت نوحؑ پہ ایمان لاتا تو بڑے بڑوں کو اس کی اطلاع دیدیا کرتی تھی اور حضرت لوط کی عورت کا نام واہلہ یا والہہ منقول ہے اور اس کی خیانت یہ تھی کہ حضرت لوط کے پاس آنے والے مہمانوں کی اطلاع قوم کے بدمعاش لوگوں کو دیا کرتی تھی۔ بہرکیف ان کی خیانت یہی تھی کہ اپنے شوہروں کے رازوں کا افشاء کرتی تھیں۔ اس کی مزید توضیح تفسیر کی جلد میں پہلے ایڈیشن کے ص۲۱۹ اور دوسرے ایڈیشن کے ص۲۱۴ پر ملاحظہ ہو۔

اِمْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۔ پچھلی آیت میں اور اس آیت میں کل تین مقامات پر اِمْرَاَت کو تاء کے ساتھ لکھا گیا ہے ورنہ ھا کے ساتھ لکھا جاتا ہے اسی طرح اگلی آیت میں اِبْنَتُ کے لفظ کو تاء کے ساتھ لکھا گیا ہے حالانکہ اس کو ہاء کے

ساتھ لکھنا چاہیئے فرعون کی عورت کا نام آسیہ بنت مزاحم تھا جو دل ہی دل میں تو پہلے سے مومنہ تھی لیکن جادوگروں کے مقابلہ میں جب حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا معجزہ دیکھا تو جادوگروں کے اعلان اسلام کے ساتھ اُس نے بھی موسیٰؑ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا چنانچہ جب دوسرے جادوگروں کو سزا دی گئی تو زوجہ فرعون آسیہ کو بھی سزا سنا دی گئی اور وہ اس طرح کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کے کیل ٹھونک کر اس کو دھوپ میں ڈال دیا گیا اور مروی ہے کہ جب لوگوں نے اس کو دھوپ میں ڈالدیا تو فرشتوں نے اس کے اُوپر اپنے پَروں کا سایہ کر دیا اور اس نے دُعا کی کہ اے پروردگار مجھے جنّت کا گھر عطا کر اور فرعون اور اس کے مظالم سے مجھے نجات عطا فرما چنانچہ اس کو اللہ نے جنت میں اُٹھالیا اور دوسری روایت میں ہے کہ فرعون کے عذاب سے پہلے اس کا رُوح خدا نے قبض کر لیا اور جنت میں داخل کر دیا پس وہ مردہ جسم کو عذاب کرتے رہے

تفسیر درمنثور میں ہے رسالتمآبؐ نے فرمایا جنت کی عورتوں میں چار افضل ہیں۔

(۱) خدیجہ بنت خویلد (۲) فاطمہ بنت محمد (۳) مریم بنت عمران (۴) آسیہ بنت مزاحم

اور بروایت طبرانی منقول ہے حضورؐ نے فرمایا خداوندکریم نے جنّت میں مجھے مریمؑ بنت عمران، زوجہ فرعون اور خواہر موسیٰ عطا فرمائی ہیں۔

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ - پس حضرت پیغمبر کی عورتوں کو بالخصوص اور تمام لوگوں کو بالعموم یہ درس دیا گیا ہے کہ دوسروں کے نیک اعمال کا بھروسہ نہ کریں بلکہ خود میدان عمل میں قدم بڑھائیں اور نبی علیہ السّلام کی بیویوں کو خصوصی طور پر تنبیہ کی گئی ہے کہ نوح و لوط کی بیویوں کی مثل نہ ہو بلکہ آسیہ و مریم کی سیرت کو اپناؤ۔

تفسیر مجمع البیان میں حضرت نبی کریمؐ سے مروی ہے کہ کامل مرد کافی گذرے ہیں لیکن عورتوں میں سے کامل صرف چار ہیں ایک آسیہ بنت مزاحم زوجہ فرعون دوسری مریم بنت عمران تیسری خدیجہ بنت خویلد اور چوتھی جناب فاطمہ بنت محمدؐ۔ اور روایت میں ہے کہ آسیہ و مریم جنت میں حضرت رسالتمآب کی زوجیت میں ہوں گی چنانچہ جب جناب خدیجہ کی زندگی کے آخری لمحات تھے تو حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا اے خدیجہ تیرا فراق مجھے ناپسند ہے لیکن اس قسم کی تلخیوں میں خدا نے خیر کثیر کا راز مضمر کیا ہے پس جب تو اپنی سوکنوں کے پاس جانا تو اُن کو میرے سلام کہنا حضرت خدیجہ نے عرض کی یارسولؐ اللہ میری سوکنیں کون ہیں؟ تو آپؐ نے فرمایا مریم بنت عمران، آسیہ بنت مزاحم اور حکیمہ یا کلیمہ خواہر موسیٰ تو جناب خدیجہ نے قبول فرمایا (عام تاریخوں میں خواہر موسیٰ کا نام کلثوم یا کلثمہ لکھا گیا ہے۔

پارہ ۲۹

سورۂ الملک

یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت اکتیس ۳۱ ہے ۔

★ اس سورہ کا نام واقیہ اور منجیہ بھی ہے کیونکہ رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ یہ اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے بچاتی ہے

★ حضورؐ نے فرمایا جس نے سورہ ملک کی تلاوت کی گویا کہ اس نے لیلۃ القدر میں شب بیداری کی ۔

★ حضورؐ نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں سورہ ملک ہر مومن کو یاد ہونی چاہیئے ۔

★ آپ نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت (ملک) ہے جس کی تیس ۳۰ آیتیں ہیں اس کی شفاعت مقبول ہے وہ اپنے پڑھنے والے کو جہنّم سے نکال کر جنّت میں داخل کرے گی ۔

★ آپ نے فرمایا جب مومن قبر میں سوئے گا تو فرشتے پاؤں کی طرف سے اس کے پاس آئیں گے پس اس کے پاؤں کہیں گے اس کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ ہمارے اوپر کھڑے ہو کر سورہ ملک کی تلاوت کیا کرتا تھا پس فرشتے سر کی طرف آئیں گے تو زبان پکارے گی اس کو کچھ نہ کہو کیونکہ یہ میرے ذریعے سے سورہ ملک کی تلاوت کرتا تھا اور آپ نے فرمایا یہ سورۂ عذاب قبر سے حفاظت کرتا ہے

★ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ نماز عشاء کے بعد میں ہمیشہ سورۂ ملک کو پڑھا کرتا ہوں اور پھر آپ نے گذشتہ روایت کی طرح ارشاد فرمایا اور اس میں یہ زیادتی ہے کہ جب منکر و نکیر اس کے سینے کے برابر آئینگے تو اس کے سینے سے آواز آئیگی تم اس کو کچھ نہ کہو کیونکہ اس کے سینے میں سورہ ملک محفوظ ہے آپ نے فرمایا میرے والد بزرگوار زندگی بھر اس کو صبح اور شام پڑھا کرتے تھے

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سونے سے پہلے نماز فریضہ میں سورہ ملک کی تلاوت کرے گا وہ صبح تک اللہ کی امان میں رہے گا اور قیامت کے دن بھی اس کو امان نصیب ہو گی اور جنّت میں داخل ہو گا ۔

★ خواص القرآن سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا اس کا پڑھنا عید الفطر کی رات عبادت خدا میں شب بیداری کے برابر ثواب رکھتا ہے اور جو شخص اس کو یاد کرے تو یہ سورہ قبر میں اس کی مونس ہو گی اور ہر عذاب سے اس کو بچائیگی اور اللہ کے نزدیک اس کی شفیع ہو گی اور قیامت تک اس کی محافظ ہو گی اس کی وحشت کیلئے باعث امان اور اس کی تنہائی کیلئے مونس و غمخوار ثابت ہو گی ۔

اور آپ نے فرمایا اگر میت کے لئے سورہ ملک کو پڑھا جائے تو فوراً اس کے پاس پہنچے گی اور اس کی تکلیف کو ختم کردے گی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ ② الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ

بلند و برتر ہے وہ ذات جس کے قبضہ میں ملک ہے اور وہ ہر شئ پر قدرت والا ہے جس نے موت و حیات کو

وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَكُمْ اَیُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ③ الَّذِیْ

پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کس کے عمل اچھے ہیں اور وہ غالب بخشنے والا ہے جس نے

خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ

سات آسمان تہ بہ تہ پیدا کئے کہ رحمن کی مخلوق میں تمہیں کوئی فرق نظر نہ آئے گا

فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ④ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ

پس بار بار دیکھو کیا تمہیں کوئی عیب نظر آتا ہے پھر نگاہ کو بار بار اٹھا کر دیکھو (اور عیب تلاش کرو)

رکوع ۱

تَبٰرَكَ الَّذِیْ ۔ خداوند کریم نے اپنی قدرت عظمت اور سلطنت کے اعلان کے ساتھ سورہ مجیدہ کا افتتاح فرمایا کہ تمام کائنات کی ملکیت اس واحد اللہ کے قبضہ میں ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور جس طرح وہ سب کا موجد ہے اسی طرح وہ سب کا مدبّر بھی ہے ۔ تَبٰرَكَ کا مادہ برکت ہے اور اس کا لغوی معنی زیادتی و برتری ہے اور باب تفاعل مبالغہ کے لئے ہے اور ید کا معنی ہاتھ اور احسان ہوا کرتا ہے اس جگہ مجازاً اس سے مراد قدرت تامّہ اور حکومت کاملہ ہے اور بعد والا جملہ اسی معنی کی تاکید و تقریر کے لئے ہے ۔

اَلَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ یعنی وہ ساری کائنات کے عدم و وجود کا مالک ہے کہ جب چاہے کسی کو موت دے دے اور جب چاہے زندگی بخش دے چونکہ پچھلی آیت میں اللہ کے مالک الملک اور علی کل شئ قدیر ہونے کا اعلان ہے لہذا اس آیت میں اس کی قدرت و ملک کے بعض آثار و احکام کی وضاحت ہے ۔ موت اور حیات کے مفہوم کی تعیین میں کافی اختلاف ہے بعض علما کے نزدیک ان میں تضاد کی نسبت ہے گویا موت ایک وجودی صفت ہے جو حیات کی ضد ہے اور بعض علماء ان میں عدم و ملکہ کی نسبت کے قائل ہیں یعنی حیات صفت وجودی ہے اور موت اس کے اعدام کا نام ہے ۔

لِیَبْلُوَكُمْ ۔ یعنی موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے تاکہ بندوں کا صحیح جائزہ لیا جاسکے کہ ان میں سے اچھے اعمال کون بجا لاتا ہے تاکہ ان کے اعمال کی مناسبت سے ان کے مراتب کی بلندی و پستی کو ظاہر کیا جائے اور اسی مناسبت سے

اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ ۞ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ

تو تمہاری نظر تھک کر ناکام واپس پلٹے گی اور تحقیق ہم نے زینت دی آسمان دنیا کو چراغوں (ستاروں) سے

وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۞ وَلِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور ان کو شیطانوں کے بھگانے کا ذریعہ بنایا اور ہم نے تیار کیا ہے ان (شیطانوں) کیلئے عذاب دوزخ اور جو اپنے رب کا انکار کریں

ان کو جزا و سزا کا مستحق گردانا جائے اور اس میں شک کرنے کی گنجائش نہیں کہ موت و حیات ہی انسان کے عملی میدان میں محرک اولی ہیں کیونکہ زندگی عملی دنیا میں قدم رکھنے کا ذریعہ ہے اور موت کا تصور اس کے لئے اچھائی و خوبی کا باعث و محرک ہے اور عمل سے مراد اس جگہ عقل و جسم دونوں کے اعمال ہیں پس عقل کا عمل علم اور جسم کا عمل اس کے مطابق کردار کا ادا کرنا ہے اور ذکر موت کو اس لئے مقدم کیا گیا ہے کہ وہ زندگی کی بہ نسبت عمل صالح کی زیادہ محرک ہوتی ہے۔

اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا نے عمل کثیر کی تعریف نہیں کی بلکہ اچھے عمل کی تعریف کی اور اچھا عمل وہ ہے جس میں خلوص تو تخیر قلب اور نیت صادقہ ہو پس خلوص کا تھوڑا عمل بدنیتی کے زیادہ عمل سے بہتر ہے۔

زَيَّنَّا السَّمَآءَ ۔ یہ جملہ جواب قسم ہے کیونکہ لَقَدْ کا لام وہی ہے جو جواب قسم کے لئے آتا ہے پس کلام کو زوردار بنانے کے لئے جملہ قسمیہ استعمال کیا گیا ہے اور مصابیح جمع ہے مصباح کی جس کا معنی چراغ ہوتا ہے اور آسمانی ستاروں کو چراغوں سے تشبیہ دے کر مشبہ کو حذف کر کے مشبہ بہ کا استعمال استعارہ ہے جو بلغاء کے کلام میں کثرت سے پایا جاتا ہے اور خداوند کریم نے اپنی حکمت شاملہ و قدرت کاملہ سے انسانوں کے لئے نجوم سماویہ میں کافی فوائد پنہاں کئے ہیں (۱) جس طرح رہائشی مکان کی چھت میں بجلی کے قمقمے یا قندیلوں کی جا بجا آویزش دیدہ زیب و جاذب نظر ہو کر رہائش پذیر افراد کے لئے دلجمعی و خوش طبعی کا باعث ہوتی ہے اس طرح آسمانی ستاروں کی چمک دمک زمین پر بسنے والوں کے لئے تاریکی شب میں دل آویزی کا باعث ہوتی ہے (۲) آسمانی ستاروں کی چمک کی وجہ سے تاریک رات میں بھی قدرے روشنی پائی جاتی ہے جو آمد و رفت اور ضروری مشاغل میں مددگار ثابت ہوتی ہے ورنہ جب بادلوں کی وجہ سے ستارے پوشیدہ ہوتے ہیں تو تاریکی اسقدر ہو جاتی ہے کہ کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ (۳) آسمانی ستاروں کی حرکات سے رات کے وقت مسافروں کے لئے جہت سفر کا معلوم کرنا آسان ہوتا ہے (۴) ان کی حرکات و مناسب بلندی و پستی سے لوگ رات کے اوقات کی تعیین کر سکتے ہیں (۵) ان کو شیاطین کے لئے رجوم قرار دیا گیا ہے اور مروی ہے کہ پہلے شیاطین آسمانوں کی طرف جاتے تھے اور وہاں سے خبریں لا کر کاہن لوگوں کو بتاتے تھے لیکن حضرت رسالتمآبؐ کی برکت سے ان کو آسمانوں کی آمد و رفت سے روک دیا گیا ہے پس جب بھی کوئی شیطان ادھر کا ارادہ کرتا ہے تو فرشتے اس پر شہاب ثاقب برساتے ہیں اور فلاسفہ نے شہاب ثاقب کی جو توجیہہ کی ہے اس کی احادیث میں تائید نہیں ملتی۔

جبر و تفویض خداوند کریم نے ان آیات مجیدہ میں عقیدہ جبر و تفویض کی نفی فرمائی ہے چنانچہ پہلے پہل موت و حیات کی تخلیق

کا ذکر کر کے فرمایا کہ یہ انسان کی حسن کارکردگی کے لئے محرکات ہیں کیونکہ اگر انسان اپنے اعمال و افعال میں مجبور ہوتا یا نیکی و بدی کی بجا آوری میں مختار کل ہوتا تو آزمائش کا ذکر بے ربط رہ جاتا۔ آسمان کی تخلیق اس کا بغیر ستونوں کے قیام ستارگان سماوی کا تذکرہ پرندوں کی آسمانی فضا میں پرواز اور دیگر نعمات کا ذکر خیر اور اس کے ساتھ ساتھ کفار کی مذمت یہ سب انسان کے لئے دعوت فکر کی حیثیت رکھتے ہیں پس اللہ نے نہ تو انسانوں کو نیکی یا برائی پر مجبور کیا ہے اور نہ ان کو مہمل چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہیں کرتے پھریں کہ نہ ان کے لئے شریعت ہو اور نہ کوئی حد ہو۔

چنانچہ اس بارے حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام سے ایک روایت میں منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے جبر و تفویض کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا لَاجَبْرَ وَلَا تَفْوِيْضَ بَلْ اَمْرٌ بَيْنَ الْاَمْرَيْنِ پھر سوال کیا گیا کہ فرزند رسول! اس کا مطلب سمجھایئے تو آپ نے فرمایا (۱) صحت ہوش و حواس (۲) مانع کا نہ ہونا (۳) وقت میں گنجائش (۴) مالی طاقت (۵) سبب محرک۔ یہ پانچ شرائط ہیں اگر ان میں سے کسی کی کمی ہوگی تو اسی مناسبت سے اس کی تکلیف میں تخفیف ہوگی۔ آپ نے فرمایا میں جبر، تفویض اور درمیانی منزل کی اس طرح وضاحت کرتا ہوں کہ کوئی کنگھلک باقی نہ رہے گی۔

جو شخص یہ کہے کہ اللہ نے بندوں کو گناہوں پر مجبور کیا ہے اور پھر گناہوں پر سزا بھی دے گا تو ایسا شخص خدا کے قرآن کو جھٹلاتا ہے کیونکہ خدا خود فرماتا ہے۔ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا (یعنی خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا) اور اس قسم کی آیات کافی ہیں پس جو شخص بندے کو گناہوں پر مجبور سمجھتا ہے وہ اللہ کی طرف ظلم کی نسبت دیتا ہے اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور جو قرآن کی تکذیب کرے وہ باتفاق امت کافر ہے۔

آپ نے فرمایا وہ تفویض جس کی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے نفی فرمائی وہ یہ ہے کہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بندوں کو نیکی یا برائی کی بجا آوری میں مختار کل بنایا ہے اور انہیں مہمل چھوڑ دیا ہے کہ جو چاہیں کرتے پھریں ان سے کوئی باز پرس نہ ہوگی گویا تفویض کا معنی ہے ڈھیل دینا تو آئمہ ہدیٰ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ اپنے بندوں کو اس طرح ڈھیل دیدے تو بندے جو کچھ کرتے پھریں اسی پر اللہ کی رضا ہونی چاہیئے اور اس کو ثواب بھی دینا چاہیئے اور ایسی صورت میں سزا کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور یہ ڈھیل دو صورتوں میں ہو سکتی ہے (۱) یا تو بندے ایکا کر کے زبردستی اپنا مطالبہ منوالیں کہ ہم جو کچھ کرتے پھریں ہم سے باز پرس کرنے کا خدا کو کوئی حق نہیں ہے خواہ اس کو ہمارا کوئی فعل پسند ہو یا نہ ہو (۲) یا یہ کہ اللہ اوامر و نواہی میں بندوں کی اطاعت طلبی سے عاجز آگیا ہو پس اس نے بندوں کو کھلی چھٹی دیدی ہو کہ جو چاہو کرو تمہیں کلی اختیار ہے۔ اور یہ اس طرح ہے کہ کوئی آدمی اپنی خدمت کے لئے کوئی نوکر رکھے اور اسے اپنے اوامر و نواہی سمجھا کر سزا و انعام کی پیش کش کرنے کے بعد اسے اپنی ملازمت میں آزاد کر دے تو نافرمانی کی صورت میں غلام یہ عذر پیش کرے کہ تو نے مجھے آزادی دیدی تھی لہذا میں اطاعت و نافرمانی کے اختیار کرنے میں بھی آزاد تھا (تو سراسر تمام عقلا کے نزدیک اس کا یہ عُذر ناقابل قبول ہوگا) پس جو شخص انسان کو اپنے اعمال میں مُختار کل یعنی آزاد محض سمجھے تو گویا اس نے اللہ کو عاجز قرار دیا اور اللہ کے اوامر و نواہی کو باطل سمجھا۔ حالانکہ خداوند کریم نے مخلوق کو اپنی

قدرت سے پیدا فرمایا اور ان کو اوامر و نواہی میں اطاعت کرنے کی توفیق بھی دی پس وہ اطاعت پر راضی ہوتا ہے اور معصیت سے منع فرماتا ہے اور نافرمان کی مذمت کرتا ہے اور اللہ کو جو پسند ہے اس کا حکم دیتا ہے اور جو ناپسند ہے اس سے منع کرتا ہے اور اپنی عطا کردہ طاقت و قوّت کی مناسبت سے اطاعت کرنے والوں کو جزاء اور نافرمانی کرنے والوں کو سزا بھی دے گا۔ اور وہ عادل ہے اور اگر اس نے اپنے بندوں کو مہمل چھوڑا ہوتا اور کرنے یا نہ کرنے میں مختار بنایا ہوتا تو قریش مکہ جب امیہ بن ابی الصلت اور مسعود ثقفی کو انتخاب کر رہے تھے کہ یہ دونو محمدؐ سے افضل ہیں تو انہی پر قرآن کو اترنا چاہیے تھا (پس اللہ نے قریش کی خواہش کو رد کیا اور حضرت محمدؐ مصطفےٰ پر قرآن کو نازل فرمایا تو اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اللہ نے بندوں کی پسند یا ناپسند میں ان کو مختار نہیں بنایا)

پس ثابت ہُوا کہ انسان نہ تو اپنے افعال پر مجبور ہے اور نہ اپنی پسند و ناپسند میں مختار و آزاد ہے کہ جو چاہے اس سے باز پُرس نہ ہو پس درمیانی راستہ دُرست ہے کہ نہ جبر ہے نہ تفویض بلکہ امرٌ بین الامرین۔

ایک دفعہ عبایہ بن ربعی نے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے استطاعت کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا تو خود جواب دے کیا تو اللہ کے بغیر استطاعت رکھتا ہے یا اللہ کے ساتھ؟ تو وہ جواب میں خاموش ہو گیا آپ نے فرمایا اگر کہو کہ میں خود استطاعت رکھتا ہوں تو بھی واجب القتل اور اگر کہو کہ اللہ کے ساتھ استطاعت رکھتا ہوں تو بھی واجب القتل تو اس نے عرض کی پھر کیا کہنا چاہیے آپ نے فرمایا اس طرح کہو کہ میں اللہ کی عنایت اور اُسکی توفیق سے استطاعت رکھتا ہوں پس اگر وہ طاقت دیدے تو اس کی عطا ہے اور اگر لے لے تو اس کا امتحان ہے پس وہ ہر چیز کا مالک ہے اور جسکا تو مالک ہے اسکا بھی درحقیقت وہی مالک ہے اور جس پر اُس نے تجھ کو قدرت دی ہے اس کا بھی وہی مالک ہے یہ جو کہا جاتا ہے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّابِاللّٰہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لَاحَوْلَ یعنی اللہ کی نافرمانیوں سے بچنا ناممکن ہے مگر اس شخص کیلئے جس کو اللہ توفیق عصمت عطا فرمائے اور لَاقُوَّةَ یعنی اللہ کی اطاعت پر کاربند رہنا مشکل ہے مگر اس کے لیے جس کی خدا یاوری کرے۔ پس وہ شخص آگے بڑھا اور حضرت امیرالمومنین علیہ السّلام کے ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ دیا۔

اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی تمام آیتیں پڑھیں جن میں آزمائش و ابتلاء کا ذکر ہے اور فرمایا ان سب سے مراد اختیار ہے یعنی اگر جبر و تفویض ہوتی تو اس اختیار کا معنی ہی کچھ نہیں رہتا پھر آپ نے آیت پڑھی۔ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ۔ اور فرمایا کہ اگر لوگ اس کے معنی میں اشتباہ کریں اور سوال کریں تو ان کے جواب میں ہم کہیں گے معنی یہ ہے کہ خدا ہدایت پر قادر ہے اور گمراہی پر بھی قادر ہے لیکن لوگوں کو ان دونوں میں سے کسی پر مجبور نہیں کرتا ورنہ سزا و جزا کا قصہ ہی باطل ہو جاتا اور ہدایت کا معنی راستہ دکھانا بھی ہوا کرتا ہے اور قرآن میں جو آیات متشابہ ہیں وہ آیات محکمات کے احکام کو باطل نہیں کرتیں البتہ جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہ آیات کا سہارا لے کر محکمات کو نظر انداز کر دیتے ہیں (ملخص از برہان)

صفحہ ۶ پر۔ اُلْقِیَ فِیْھَا۔ تفسیر کبیر میں ہے کہ بعض جہنمیوں کو جب دوزخ میں ڈالا جائے گا تو وہ عرض کرے گا اے پروردگار مجھے تجھ سے یہ توقع نہ تھی میں تو تیری بخشش کی ہی توقع رکھتا تھا پس حکم ہوگا کہ اس کو آزاد کر دو۔

صفحہ نمبر ۶ پر۔ اَوْ نَعْقِلُ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کو اعمال کی جزا عقل کے مطابق ملے گی چنانچہ تفسیر صافی میں حضرت

بِرَبِّهِمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ⑦ إِذَا أُلْقُوا فِيهَا سَمِعُوا لَهَا

ان کے لئے دوزخ کا عذاب ہے — اور وہ برا ٹھکانا ہے — جب اس میں ڈالے جائیں گے اور اس کی چیخ سنیں گے

شَهِيقًا وَهِيَ تَفُورُ ⑧ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ ۖ كُلَّمَا أُلْقِيَ فِيهَا فَوْجٌ

درحالیکہ وہ کھولتا ہوگا — قریب ہوگا کہ غصے سے پھٹ جائے — جب بھی اس میں کوئی گروہ ڈالا جائے گا۔

سَأَلَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ ⑨ قَالُوا بَلَىٰ قَدْ جَاءَنَا نَذِيرٌ

تو ان سے اس کے دربان پوچھیں گے کہ کیا تمہارے پاس ڈرانے والا کوئی نہ آیا؟ — تو کہیں گے ہاں بے شک ڈرانے والا آیا تھا

فَكَذَّبْنَا وَقُلْنَا مَا نَزَّلَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ كَبِيرٍ ⑩

تو ہم نے اس کو جھٹلایا اور کہا کہ نہیں اتاری کوئی چیز اللہ نے تم نہیں ہو مگر بڑی گمراہی میں

وَقَالُوا لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑪ فَاعْتَرَفُوا بِذَنْبِهِمْ

اور کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا عقل رکھتے ہوتے تو دوزخیوں میں سے نہ ہوتے — پس اپنی غلطیوں کو مان لیں گے

فَسُحْقًا لِأَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑫ إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ

پس دوری ہے دوزخیوں کے لئے — تحقیق جو لوگ غائبانہ طور پر — اپنے رب سے ڈرتے ہیں

پیغمبر سے مروی ہے کہ انسان مجاہد ہو نمازی ہو روزہ دار ہو اور دیگر تمام نیکیاں کرتا ہو لیکن اس کو اعمال کی جزا اس کے عقل کے مطابق ہی ملے گی چنانچہ بروایت انس لوگوں نے ایک آدمی کی نیکی کی تعریف کی تو حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ اس کی عقل کیسی ہے لوگوں نے کہا حضورؐ ہم اس کی نیکی کی تعریف کرتے ہیں اور آپ اس کی عقل کے متعلق پوچھتے ہیں آپ نے فرمایا احمق بعض اوقات فاسق وفاجر لوگوں کی بہ نسبت حماقت کی وجہ سے سخت قسم کی غلطی کا مرتکب ہوجاتا ہے اس لئے قیامت کے دن جزا اور سزا درجات عقل کی مناسبت سے ہوں گے۔

بِالْغَيْبِ ۔ محلاً منصوب ہے غائبین کے معنی میں ہے اور حال ہے۔

صفحہ پر أَلَا يَعْلَمُ ۔ حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا کہ خدا عالم ہے لیکن وہ مخلوق کی طرح علم حادث کی وجہ سے عالم نہیں کہ واقعہ کے ہوجانے کے بعد اس کو علم حادث ہو یا کسی گذشتہ یا آئندہ کے متعلق فکر کرکے اس کو علم حاصل ہوتا ہو۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ قبل از ایجاد ہر شئ کو تفصیلاً جانتا ہے اور ماضی وحاضر ومستقبل سب اس کے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝۱۳ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ

ان کے لئے بخشش اور بڑا اجر ہے اور تم پوشیدہ کرو بات اپنی یا اسے ظاہر کرو وہ سینوں

عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝۱۴ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ۝۱۵

کی بات کو بھی جانتا ہے کیا نہیں جانتا وہ جس نے پیدا کیا حالانکہ وہ لطیف و خبیر ہے

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ

وہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو مطیع بنایا پس اس کے راستوں میں چلو اور اس کے رزق سے کھاؤ

وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ ۝۱۶ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ

اور اسی کی طرف ہی بازگشت ہوگی کیا تم نڈر ہو اس کی گرفت سے جس کا اقتدار آسمان پر بھی ہے کہ تمہیں زمین نگل جائے

فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ۝۱۷ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ

درحالیکہ وہ حرکت کر رہی ہو یا کیا تم نڈر ہو اس سے جس کی حکومت آسمان میں ہے کہ برسائے تم پر پتھروں کی بارش پھر تمہیں پتہ

سامنے حاضر ہیں پس اس کے عالم ہونے کا معنی یہ ہے کہ وہ جاہل نہیں نیز خالق و مخلوق دونو کو عالم کا نام دیا جاتا ہے لیکن معنی الگ الگ ہے کیونکہ مخلوق کا علم جہل کے بعد ہوتا ہے اور خالق کا علم اس کی عین ذات ہے اسی طرح لطیف و خبیر کا نام بھی خالق و مخلوق پر بولا جاتا ہے لیکن معانی الگ الگ ہیں پس اللہ لطیف ہے یعنی عقل و وہم اس کے ادراک سے قاصر ہیں اور مخلوق میں لطیف ہونے کا معنی اس کی باریکی یا نزاکت ہوا کرتا ہے اسی طرح اللہ خبیر ہے کہ اس سے کوئی شئی اوجھل نہیں اور بندۂ جہالت کے بعد خبیر بنا کرتا ہے۔

مَنْ خَلَقَ ۔ ممکن ہے محلاً مرفوع ہو اور یَعْلَمُ کا فاعل ہو پس معنی وہ ہوگا جو تحت اللفظ موجود ہے اور اگر اس کو محلاً منصوب قرار دیا جائے تو یَعْلَمُ کا مفعول بنے گا اور معنی یہ ہوگا کہ کیا وہ ان کو نہیں جانتا جن کو اس نے خود پیدا فرمایا ہے اور دونو ترکیبیں اور معانی صحیح ہیں۔

رکوع ۲

مَنَاكِبِهَا ۔ خداوند کریم نے آیت مجیدہ میں دعوت معرفت کے لئے اپنے احسانات و انعامات میں غور کرنے کی دعوت دی ہے کہ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو ذلول بنایا یعنی مطیع و مفید کہ اس میں گھر بنا سکتے ہو کھیتی باڑی کرکے روزی کما سکتے ہو اور سیر و تفریح کے لئے چل پھر سکتے ہو نہ اتنی گرم ہے کہ جلا دے نہ اس قدر سرد ہے کہ جما دے نہ اتنی سخت ہے کہ چلتے وقت پاؤں کو زخمی کردے اور نہ اسقدر نرم ہے کہ اس میں چلنے والا دھنس جائے مناکب جمع ہے منکب کی جس کا معنی کندھا ہے اور کشاف سے منقول ہے کہ اونٹ کا کندھا اس کا نازک ترین مقام ہے پس جو اونٹ کندھے پر اپنے سوار کو برداشت کرے وہ انتہائی مطیع سمجھا جاتا ہے پس اس مقام پر زمین کو انسان کے لئے انتہائی مطیع ثابت کرنے

فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿۱۸﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ

چلے گا کہ میرا ڈرانا کیسا ہے؟ اور تحقیق جھٹلایا ان لوگوں نے جو پہلے تھے تو میرا

كَانَ نَكِيْرِ ﴿۱۹﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ۘ مَا

عذاب کیسا تھا؟ کیا انہوں نے نہیں دیکھا پرندوں کو اپنے اوپر جو پر کھولتے اور سمیٹتے ہیں ان کو

يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ۭ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿۲۰﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ

(فضائے آسمانی میں) روکنے والا اللہ ہی ہے بے شک وہ ہر شی کو دیکھنے والا ہے تمہارے پاس کونسا ایسا

هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا

لشکر ہے جو تمہاری مدد کرے اللہ کے سامنے کافر لوگ۔ تو دھوکے

کے لئے اس کے کندھوں پر سواری کا ذکر فرمایا اور بعض مفسرین نے مناکب سے مراد پہاڑ لئے ہیں کیونکہ کندھا جسم انسانی میں بلند حصے کہتے ہیں گویا پہاڑ اس مناسبت سے زمین کے کندھے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ اس سے اطراف وجوانب مراد ہیں۔

ءَاَمِنْتُمْ۔ خداوند کریم اس سے اجل و ارفع ہے کہ کسی ایک مکان کا پابند ہو پس وہ ہر جگہ ہر وقت موجود ہے لیکن چونکہ عوامی اذہان جہت علو کی طرف اللہ کے عرش و کرسی کو منسوب کرتے ہیں چنانچہ اسی مناسبت سے دعا کے لئے ہاتھوں کا آسمان کی طرف بلند کرنا بتایا گیا ہے پس یہاں بھی اسی مناسبت سے کہا گیا ہے کہ کیا تم اُس ذات کی گرفت سے نڈر ہو جس کا اقتدار آسمان پر ہے اگرچہ اس کا اقتدار تمام کائنات پر ہے لیکن آسمان کا ذکر اس کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے اگر وہ چاہے آسمان سے بارش کی بجائے تم پر پتھر نازل کر دے جس طرح قوم لوط کے لئے ہوا یا تیز آندھی بھیج دے جس میں عذاب کا سامان ہو

نَكِيْرِ۔ اس کا مضاف الیہ یاء متکلم محذوف ہے جسطرح پہلی آیت میں نذیر کا مضاف الیہ یاء متکلم کو محذوف کیا گیا ہے تاکہ آیتوں کے فواصل میں مناسبت قائم رہے نکیر انکار سے ہے لیکن اس جگہ کنایہ عذاب سے ہے۔

صٰٓفّٰتٍ۔ بعض پرندے ہواؤں پر پھیلا کر اڑتے ہیں اور ان کی اس پرواز کو صفیف سے تعبیر کیا جاتا ہے اور بعض پرندے پروں کو کھولتے اور بند کرتے ہیں اور اس پرواز کو دفیف سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ پس جن پرندوں کی دفیف صفیف پر غالب ہو وہ شرعاً حلال شمار ہوتے ہیں اور اس کے برعکس جن کی صفیف غالب ہو وہ حرام ہوا کرتے ہیں۔ خداوند کریم نے اپنی قدرت کا اظہار فرما کر کفار کو دعوت فکر دی ہے کہ وہ صرف اللہ ہی ہے جس نے پرندوں کو فضائے آسمانی میں گرنے سے محفوظ رکھا ہے۔ پس وہ اس کھلی فضا میں پرواز کرتے پھرتے ہیں۔

جُنْدٌ لَّكُمْ۔ یعنی اگر خدا کسی کو گرفت کرنا چاہے تو کسی کے پاس کوئی ایسا لشکر یا فوج نہیں جو عذاب خداوندی سے

فِی غُرُوْرٍ ﴿۲۱﴾ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا

میں ہی ہیں تمہیں کون ہے جو رزق دے سکے اگر وہ اپنا رزق بند کر دے بلکہ گھس گئے ہیں

فِیْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿۲۲﴾ اَفَمَنْ یَّمْشِیْ مُكِبًّا عَلٰی وَجْهِهٖۤ اَهْدٰۤی اَمَّنْ یَّمْشِیْ

سرکشی اور دُوری میں کیا وہ جو چلتا ہے؟ اوندھا منہ کے بل زیادہ صحیح ہے یا وہ جو سیدھا

سَوِیًّا عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ﴿۲۳﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ

ہو کر سیدھے راستہ پر چلتا ہے؟ کہہ دیجئے وہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہیں کان

وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴﴾ قُلْ هُوَ الَّذِیْ ذَرَاَكُمْ

اور آنکھیں اور دل عطا فرمائے تم (اس کا) کم ہی شکر ادا کرتے ہو کہہ دیجئے وہ وہ ہے جس نے تم کو

فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۲۵﴾ وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ

زمین میں پیدا کیا اور اُسی کی طرف جمع کئے جاؤ گے اور وہ کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا اگر تم

اس کو بچا سکے اور چونکہ جند کا لفظ مفرد ہے اس لئے ضمیر مفرد لائی گئی ہے اسی طرح اگر وہ اپنا رزق روک لے تو کوئی انسان بلکہ کوئی ذی رُوح زندگی کا ایک لحہ بھی نہیں گزار سکتا پس منکرین اور کفار کے پاس سرکشی کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

مُکِبًّا۔ اس سے مراد ہر وہ شخص ہو سکتا ہے جو صراطِ مستقیم سے ہٹا ہوا ہو اور اس کی تاویل دشمنانِ آلِ محمدؐ سے بھی کی جا سکتی ہے۔ چنانچہ تفسیر برہان میں معصوم سے مروی ہے کہ صراطِ مستقیم سے مراد حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں اور اس پر چلنے والے وہی ہیں جو حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولادِ طاہرین علیہم السّلام کے دین پر قائم ہوں اور اوندھے منہ چلنے والے وہ لوگ ہیں جو ولایت علی علیہ السلام سے منحرف ہوں۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے قسم کھا کر فرمایا کہ صراطِ مستقیم سے مراد حضرت علی علیہ السّلام اور باقی آئمہ طاہرین علیہم السّلام ہیں۔ مروی ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام کے ہمراہ میں مسجد الحرام میں موجود تھا اور لوگ طواف میں مشغول تھے آپ نے فرمایا لوگ ایام جہالت میں بھی اسی طرح طواف کیا کرتے تھے کہ ان کو نہ حق کا پتہ ہے اور نہ دین کو سمجھے ہیں آخر میں آپ نے فرمایا اے فضیل خدا کی قسم کوئی حاجی نہیں سوائے تمہارے پس نہ تمہارے سوا کسی کے گناہوں کی بخشش ہے اور نہ کسی کا عمل قبول ہے اور تم ہی اس آیت مجیدہ کے حقیقی مصداق ہو اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ الْاٰیَه پھر فرمایا پس تم نماز پڑھو زکوٰۃ دو اور اپنی زبانوں کو محفوظ رکھو اور سیدھے جنت میں جاؤ۔

دانت کا درد | داڑھ میں درد ہو اس پر انگلی رکھ کر آیت ۲۴ کو سات مرتبہ پڑھنے سے درد ختم ہو جائے گا۔ (درمنثور)

صٰدِقِیْنَ ﴿۲۶﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۪ وَ اِنَّمَاۤ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا

سچے ہو؟ کہہ دیجئے اس کا علم اللہ کو ہی ہے اور بجز اس کے نہیں کہ میں تو صاف ڈرانے والا ہوں پس جب اس

رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ قِیْلَ هٰذَا الَّذِیْ كُنْتُمْ بِهٖ

کو اپنے قریب دیکھیں گے تو بُرے ہو جائیں گے چہرے اُن لوگوں کے جو کافر ہیں اور کہا جائے گا یہ وہ ہے جو تم

تَدَّعُوْنَ ﴿۲۸﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِیَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ

طلب کرتے تھے کہہ دیجئے کیا تم دیکھتے ہو اگر مجھے اور میرے ساتھیوں کو خدا ہلاک کرے یا ہم پر رحم کرے تو

یُّجِیْرُ الْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ﴿۲۹﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ

کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچائے گا؟ کہہ دیجئے وہ رحمان ہے جس پر ہم ایمان رکھتے ہیں اور اس

تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ﴿۳۰﴾ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ

پر ہم نے توکل کی ہے تم جان لوگے کہ کھلی گمراہی میں کون تھا؟ کہہ دیجئے تم کیا دیکھتے ہو اگر تمہارا پانی

مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ﴿۳۱﴾ ع ۲ ★

زمین میں نیچے چلا جائے تو تم کو میٹھا پانی کون مہیا کرے گا

وُجُوْهُ الَّذِیْنَ ۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بروز محشر جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے شیعوں کی بلند منازل دیکھیں گے تو دشمنوں کے مُنہ بُرے ہو جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہی وہ لقب ہے (امیر المومنین) کہ تم اپنے لیے اس کا ادعا کرتے تھے۔

علی کا بلندی مقام

تفسیر برہان میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بروز محشر جب اللہ مخلوق کو جمع کرے گا تو سب سے پہلے حضرت نوح علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ کیا تو نے دین حق کی تبلیغ کی تھی؟ تو وہ عرض کریں گے کہ ہاں! تو اس سے گواہ طلب کئے جائیں گے چنانچہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ کے پاس پہنچیں گے جبکہ آپ زعفرانی کے منبر پر تشریف فرما ہوں گے اور علی بھی آپ کے ہمراہ ہوں گے پس حضرت نوح اپنی تبلیغ کی گواہی کی التجا کریں گے تو آپ جعفر و حمزہ کو حکم دیں گے کہ جاؤ اور حضرت نوح کی تبلیغ کی گواہی دو دیں حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت جعفر و حمزہ ہی انبیاء کی تبلیغات کی گواہی دیں گے۔ راوی کہتا ہے میں نے عرض کی اس وقت علی کہاں ہوں گے آپ نے فرمایا علی کا مرتبہ

اس سے بلند ہے بہر کیف اہلبیتؑ سے اس قسم کی روایات بکثرت وارد ہیں کہ حضرت علی کا مقام بلند دیکھ کر بروز محشر ظالم وغاصب لوگوں کے منہ سیاہ ہوں گے اور ان کو سرزنش ہوگی اور اس آیت مجیدہ کے باطنی مصداق وہی لوگ ہیں۔

امام غائب

اِنْ اَصْبَحَ مَآءُکُمْ ۔ آیت مجیدہ کا ظاہر تو وہی ہے جو تحت اللفظ ترجمے سے منکشف ہوتا ہے لیکن اس کی تاویل حضرت حجتہ علیہ السلام کا زمانِ غیبت ہے ۔ چنانچہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا آئمہ اللہ اور مخلوق کے درمیان ابواب اللہ ہیں اگر ان میں سے ایک غائب ہو جائے تو تمہارے پاس میٹھا پانی یعنی عالم امام کون لائے گا اور متعدد روایات میں ہے کہ اگر امام وقت غائب ہو جائے تو اس کی بجائے نیا امام کہاں سے لاؤ گے جو تمہیں احکام خداوندی بتائے گا اور تفسیر برہان میں حضرت عمارؓ سے مروی ہے کہ میں ایک جنگ میں حضرت نبی کریم کے ہمراہ تھا حضرت علیؑ نے چن چن کے کفار کے سربرآوردہ اشخاص اور ان کے نشانچی موت کے گھاٹ اتار دیئے تو میں نے عرض کی آج علیؑ نے جہاد کا حق ادا کر دیا پس آپؐ نے فرمایا ایسا کیوں نہ ہو۔ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں وہ میرے علم کا وارث میرے قرضوں کے ادا کرنے والا میرے وعدوں کے پورا کرنے والا اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے اگر یہ نہ ہوتا تو میرے بعد مومن کی پہچان نہ ہو سکتی اس کی جنگ میری جنگ اور میری جنگ اللہ کی جنگ ہے اور اس کی صلح میری صلح اور میری صلح اللہ کی صلح ہے یہ میرے نواسوں کا باپ ہے اور آئمہ اسی کی صلب سے ہوں گے جن میں سے ایک مہدی اُمت ہوگا تو میں نے عرض کی کہ مہدی کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا اے خدا حضرت حسینؑ کی اولاد سے نو امام پیدا کرے گا اور نواں مہدی ہوگا جو ایک وقت تک غائب رہے گا چنانچہ ارشاد قدرت ہے اِنْ اَصْبَحَ مَآءُکُمْ غَوْرًا الآیہ اس کی غیبت اس کی قدر لمبی ہوگی کہ کچھ لوگ مایوس ہو جائیں گے اور کچھ ثابت قدم رہیں گے پس وہ اگر زمین کو جور و ظلم سے بھر جانے کے بعد عدل و انصاف سے پُر کریگا وہ تاویل قرآن پر جہاد کرے گا جس طرح میں نے تنزل پہ جہاد کیا ہے وہ میرا ہمنام اور میرے مشابہ ہوگا۔

اے عمار: میرے بعد فتنے ہوں گے پس علیؑ کا ساتھ نہ چھوڑنا اِنَّہٗ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَہٗ اے عمار تو میرے بعد ناکثین و قاسطین سے لڑے گا اور تَقْتُلُکَ الْفِئَۃُ الْبَاغِیَۃُ (تجھے باغی گروہ قتل کرے گا) عمار نے عرض کی اس میں آپ کی اور اللہ کی خوشنودی ہوگی؟ آپ نے فرمایا ہاں اور تیرا آخری رزق دودھ ہوگا۔ پس جب صفین کا دن آیا تو عمار نے تین دفعہ اذن جہاد طلب کیا اور حضرت علیؑ ٹالتے رہے آخری دفعہ رد و دیئے اور فرمایا یہ وہی دن ہے جس کا رسول اللہؐ نے وعدہ فرمایا تھا پس سواری سے اترے اور عمار کو گلے سے لگا کے فرمایا خدا تجھے جزائے خیر دے تو میرا اچھا بھائی اور دوست تھا پھر دونو روتے رہے عمار نے عرض کی میں نے بابصیرت ہو کر تیری اتباع کی ہے۔ کیونکہ میں نے بروز خیبر حضرت رسول اکرمؐ سے سنا تھا یَا عَمَّارُ: سَتَکُوْنُ بَعْدِیْ فِتْنَۃٌ فَاِذَا کَانَ ذَالِکَ فَاتَّبِعْ عَلِیًّا وَحِزْبَہٗ فَاِنَّہٗ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَہٗ یعنی میرے بعد فتنے و فسادات ہوں گے پس جب رونما ہوں تو علیؑ اور اس کی جماعت کی اتباع کرنا کیونکہ علیؑ حق کے ساتھ ہوگا اور حق علیؑ کے ساتھ ہوگا۔ اے امیر المومنینؑ آپ کو خدا اسلام سے جزائے خیر کرامت فرمائے پس آپ نے حق ادا کیا تبلیغ بھی کی۔

اور نصیحت بھی کی۔ پھر عمار سواری پہ سوار ہوا اور حضرت علیؑ بھی سوار ہوئے عمار جب جہاد کے لئے روانہ ہونے لگا تو پانی مانگا
تو ایک انصاری نے دودھ کا جام دیا جس کو عمار نے پیا اور کہا میرے ساتھ پیغمبر کا وعدہ بھی اسی طرح تھا کہ دنیا سے آخری رزق
میرا دودھ ہوگا پھر شیر غضبناک کی طرح دشمنوں پہ حملہ آور ہوئے اور اٹھارہ ملاعین کو واصل جہنم کیا پس دو شامیوں نے مل کر اکٹھا حملہ کیا
جس سے آپ شہید ہوگئے۔ رات کے وقت حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے مقتولین کا چکر لگایا اور حضرت عمارؓ کو شہید پایا تو ان کا
سر گود میں رکھ کر روئے اور مرثیہ بھی پڑھا۔

سُوْرَۃُ الْقَلَم

★ یہ سورۃ مکیہ ہے مگر آیت ۱۷ سے ۳۳ تک اور آیت ۴۸ سے ۵۰ تک مدنی ہیں یہ سورہ علق کے بعد نازل ہوا۔
★ حضرت رسالتمآب نے فرمایا جو شخص سورہ ن والقلم کو فریضہ یا نافلہ میں پڑھے وہ تنگی رزق میں مبتلا نہ ہوگا۔
★ خواص القرآن سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا اس کو لکھ کر درد والی، ڈاڑھ پہ لٹکایا جائے تو درد فوراً ختم ہو جائے گا۔
★ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر اس کی کل آیات ترپن ۵۳ ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ② مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ ③

ن۔ قسم ہے قلم کی اور اس کی جو لکھتے ہیں آپ اللہ کی نعمت سے دیوانے نہیں ہیں

رکوع ۲

نٓ وَالْقَلَمِ۔ نٓ کی تفسیر میں چند اقوال وارد ہیں ① سورہ کا نام ہے ② اس مچھلی کا نام ہے
جس کی پشت پر یہ زمین قائم ہے ③ تین سورتوں کے حروف مقطعات جمع کئے جائیں تو اللہ کا نام
الرحمٰن بنتا ہے الر۔ حٰم۔ نٓ۔ پس یہاں نٓ الرحمٰن کا حرف ہے ④ اس سے مراد دوات ہے ⑤ اس سے مراد لوح ہے
گویا خدا نے لوح و قلم کی قسم سے بیان کو شروع فرمایا ہے جس طرح کہ اس سے پہلے توجیہہ کے مطابق قلم و دوات کی قسم سے

وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝ فَسَتُبْصِرُ

اور تحقیق آپ کا اجر غیر مقطوع ہوگا اور تحقیق آپ خلق عظیم پر ہیں پس عنقریب آپ دیکھیں گے

بیان کا افتتاح ہے ⑥ بعضوں نے اس سے عام دریائی مچھلی مراد لی ہے کیونکہ ن کا معنی مچھلی ہوتا ہے اور مچھلی کے شکم میں رہنے کی وجہ سے حضرت یونس علیہ السلام کا لقب ذوالنون ہوا ہے ⑦ ایک روایت میں ہے کہ جنت کی ایک نہر کا نام نون ہے جو بحکم خدا خشک ہو کر سیاہی بن گئی۔ یہ دودھ سے سفید تر اور شہد سے شیریں تر تھی پس اللہ نے قلم کو حکم دیا تو اس نے قیامت تک مَا كَانَ وَمَا يَكُوْنُ سب کچھ لکھ دیا۔ ⑧ تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ نون قلم اور لوح الگ الگ فرشتوں کے نام ہیں کہ نون سے قلم اور قلم سے لوح اور لوح سے اسرافیل اور اسرافیل سے میکائیل اور میکائیل سے جبریل لے کر انبیاء تک وحی کی خبریں لایا کرتا ہے ⑨ نون حضرت رسالتمآبؐ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اور القلم حضرت امیرالمومنین کا نام ہے جیسا کہ برہان میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے۔

قلم کی قسم کھانا قلم کی اہمیت کو واضح کرتا ہے اسی بناء پر کہا گیا ہے کہ اِنَّ الْبَيَانَ بَيَانَانِ بَيَانُ اللِّسَانِ وَبَيَانُ الْبَنَانِ وَبَيَانُ اللِّسَانِ تُدْرِسُهُ الْاَعْوَامُ وَبَيَانُ الْاَقْلَامِ بَاقٍ عَلٰى مَرِّ الْاَيَّامِ یعنی بیان کی دو قسمیں ہیں ایک زبان کا بیان اور دوسرا انگلیوں کا بیان اور زبان کے بیان کو سالوں کے گذرنے سے کہنگی لاحق ہوتی ہے لیکن قلم کا بیان زمانہ گذرنے کے بعد تازہ بتازہ باقی رہتا ہے اسی لئے تو حضرت رسالتمآبؐ نے امت کو گمراہی سے بچانے کے لئے اور ان کی راہ حق پہ ثابت قدمی کو برقرار رکھنے کیلئے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں قلم دوات و کاغذ طلب فرمایا تھا تاکہ قرآن و اہلبیت سے تمسک رکھنے کے زبانی فرمان کو زیب قرطاس کر کے ابدالآباد تک کے لئے ایک محکم دستاویز امت کے حوالہ کیا جائے تاکہ کبھی گمراہ نہ ہونے پائیں لیکن بعض مفاد پرست لوگوں کی ہنگامہ آرائی آڑے آگئی اور اس منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچایا نہ جا سکا اور روایات میں ہے کہ حضرت عمر نے حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ یعنی ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے) کہدیا تھا اور یہ کہ اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ یعنی حضورؐ معاذ اللہ بیماری کی شدت کی وجہ سے ہذیان کہہ رہے ہیں۔ چنانچہ لوگوں کا شور و غل زیادہ ہو گیا اور آپ نے فرمایا: قُوْمُوْا عَنِّيْ یعنی یہاں سے چلے جاؤ یہ پورا واقعہ کتب صحاح احادیث میں صراحت سے موجود ہے۔

مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ یہ آیتیں کفار و مشرکین کے اس قول کا جواب ہیں يَا اَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ یعنی اے وہ جس پر قرآن نازل کیا گیا تو تو دیوانہ ہے پس خدا نے ان کے جواب میں فرمایا کہ نون و قلم و کتابت کی قسم کہ آپ اللہ کے فضل و کرم سے دیوانہ نہیں اور تبلیغ احکام رسالت کی وجہ سے لامتناہی جزاء کے مستحق ہیں اور کفار و مشرکین کی زبان درازیوں تلخ نوائیوں اور ترش کلامیوں کو اپنے حلم و حوصلہ سے برداشت کر کے خلق عظیم پر قائم ہیں یا یہ کہ آپ ایک مشن کو چلا رہے ہیں جیسا کہ خلق عظیم کا معنی دین عظیم کیا گیا ہے بے شک مستقبل قریب میں آپ دیکھ لیں گے اور ان پر بھی یہ بات واضح ہو جائے گی کہ تم ہر دو فریقین میں سے دیوانہ و پاگل کون تھا؟

تفسیر برہان کی متعدد روایات کا مضمون یہ ہے کہ جب آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق بیانات جاری فرمائے تو منافقین نے آپس میں کہنا شروع کر دیا تھا کہ آپ معاذ اللہ علیؑ کی محبت میں ازخود رفتہ (دیوانے) ہو گئے ہیں اور ابو ایوب انصاری سے مروی ہے کہ آپ نے علیؑ کے بازو کو پکڑ کر ان کو بلند کر کے فرمایا تھا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ (جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے) تو لوگوں نے آپس میں کہا تھا کہ آپ اپنے چچا زاد کی محبت میں دیوانے ہو چکے ہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا کہ حضور صلعم کا ارشاد ہے کہ جس کے دل میں میری سچی محبت ہو گی یقیناً اس کے دل میں علیؑ کی سچی محبت ہو گی اور علیؑ سے فرمایا یا علیؑ جو شخص تیرے ساتھ بغض رکھنے کے باوجود میری محبت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے تو دو منافق ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ رسولؐ اللہ اس نوجوان کے حق میں دیوانگی کی باتیں کہہ رہے ہیں پس یہ آیتیں ان لوگوں کے متعلق ہیں اور خدا نے قسمیہ بیان فرمایا کہ آپ اللہ کے فضل سے دیوانے نہیں پس آپ کو اس تبلیغ کا لامتناہی اجر ملے گا۔ اور ہر دو فریقین کو پتہ چل جائے گا کہ ان دونوں میں سے دیوانہ کون ہے؟ اسی قسم کی ایک روایت تفسیر مجمع البیان میں بھی ہے بہرکیف یہ روایات آیات مجیدہ کے شانِ نزول کے پیش نظر ہیں لیکن چونکہ قرآن مجید کی تاویل تاقیامت جاری ہے اور ہر ہر آیت کے لئے قیامت تک مصادیق پیدا ہوتے چلے جائیں گے تو سب سے پہلے ان آیات کی تاویل اس وقت ظاہر ہوئی۔ جب حضورؐ نے قلم دوات و کاغذ طلب فرمایا اور کہنے والے نے حضورؐ کی طرف ہذیان و دیوانگی کی نسبت دیکر حضورؐ کی فرمائش کے وزن کو کم ثابت کرنے کی جسارت کی پس ان آیات کی تاویل ان لوگوں کی سرزنش کے لئے ہے اور حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ قلم دوات اور مضمونِ کتابت کی قسم کہ آپ ازخود رفتگی یا دیوانگی یا ہذیان میں خدا کے فضل و کرم سے مبتلا نہیں ہیں بے شک آپ کو اس کا اجر ملے گا آپ خلقِ عظیم کے مالک ہیں اور ہر دو فریق کو پتہ چل جائے گا کہ دیوانہ کون تھا؟ اور اللہ کو معلوم ہے کہ گمراہ کون ہے؟ اور راہِ ہدایت پر چلنے والے کون ہیں؟

وَمَا يَسْطُرُونَ ۔ یعنی وہ جو ملائکہ لکھتے ہیں اخبارِ وحی سے یا اعمالِ عباد سے اور اگر ما کو مصدریہ بنایا جائے تو مابعد کے ساتھ مل کر مصدر کے معنی میں ہو جائے گا پس پہلی صورت میں معنے ہو گا قلم اور مکتوب کی قسم اور دوسری صورت میں معنی ہو گا قلم اور کتابت کی قسم

مَا أَنْتَ ۔ یہ جوابِ قسم ہے **بِنِعْمَةِ رَبِّكَ** یہ اس طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ تو اللہ کے فضل سے جاہل نہیں ہے یا جسطرح کہا جاتا ہے کہ تو بحمد اللہ دیوانہ نہیں ہے اور بعضوں نے باء کو تعلیل کا قرار دیا ہے یعنی تو اللہ کی نعمتِ نبوت کی وجہ سے دیوانگی کے عیب سے پاک ہے۔

غَيْرَ مَمْنُونٍ ۔ اس کے دو معانی ہو سکتے ہیں **مَنّ** کا معنی قطع کرنا بھی ہوتا ہے اور اس کا معنی احسان جتلانا بھی ہوتا ہے پس پہلے لحاظ سے معنی ہو گا کہ آپ کا اجر غیر منقطع و لامتناہی ہو گا اور دوسرے لحاظ سے معنی ہو گا کہ آپ کو اجر دیا جائے گا۔ وہ احسان جتلانے کے نقص سے بھی پاک ہو گا اور ابن عباس سے مروی ہے کہ ہر نبی کو اس کے دین میں داخل ہونے والے تمام افراد کے اجر کے برابر اجر دیا جائے گا۔

خُلُقٍ عَظِيمٍ ۔ اس کا معنی دینِ عظیم بھی کیا گیا ہے اور اخلاقِ حسنہ بھی کیا گیا ہے۔ مثلاً حق بات پہ ڈٹ جانا۔ سخاوت

وَيُبْصِرُونَ ﴿٥﴾ بِأَيِّكُمُ الْمَفْتُونُ ﴿٦﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ

اور وہ بھی دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون دیوانہ ہے؟ تحقیق تیرا رب جانتا ہے جو اس کے راستہ سے

عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٧﴾ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِينَ ﴿٨﴾

بھٹکا ہوا ہے اور وہی جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو پس نہ بات مانو جھٹلانے والوں کی

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُونَ ﴿٩﴾ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ ﴿١٠﴾

وہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنی تبلیغی پالیسی کو نرم کردیں تاکہ وہ بھی نرمی کریں اور نہ بات مانو ہر قسم کھانے والے ذلیل کی

ملنساری خیرخواہی حسن تدبیر نرمی رواداری دعوت اسلامیہ میں پیش آنے والے مصائب کا خندہ پیشانی سے مقابلہ درگذر کرنا، معاف کرنا مومنین کی کھلے دل سے مدد کرنا اور حسد و بغض و کینے سے پاک و مبترا رہنا وغیرہ آپ کے اخلاق کریمانہ تھے اور عائشہ سے مروی ہے کہ سورہ مومنین کی ابتدائی آیات آپ کے اخلاق حسنہ کی ترجمان ہیں اور اس سے زیادہ کسی کے اخلاق کی اور کیا تعریف ہوسکتی ہے جب اللہ نے فرمایا کہ آپ خلق عظیم پر ہیں اور حضورؐ سے مروی ہے بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ یعنی میں مکارم اخلاق کو پھیلانے آیا ہوں (مجمع) اور آپ سے منقول ہے حسن خلق رکھنے والے انسان کو عابد شب زندہ دار اور صائم النہار کا درجہ ملتا ہے اور ابوالدرداءؓ سے منقول ہے حضورؐ نے بروز محشر میزان اعمال میں حسن خلق سے زیادہ وزنی عمل اور کوئی نہ ہوگا اور امام علی رضا علیہ السلام سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا حسن اخلاق کو اپناؤ کیونکہ حسن خلق والا یقیناً جنت میں جائے گا اور بدخلقی سے بچو کیونکہ بداخلاق یقیناً جہنم میں جائے گا اور آپ سے مروی ہے کہ اللہ کا محبوب ترین انسان وہ ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور لوگوں میں ملنسار ہو اور اللہ کا مبغوض ترین بندہ وہ ہے جو چغلخوری سے لوگوں کو ایک دوسرے سے جدا کرے اور بری الذمہ لوگوں کے عیب تلاش کرے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا اللہ نے اپنی مخلوق میں سے ایسے چہرے خلق فرمائے جو اپنے حاجتمند بھائیوں کی حاجت براری کرتے ہیں اور اللہ اچھے اخلاق کو پسند فرماتا ہے۔

الْمَفْتُونُ۔ یہ فتنہ سے ہے اور اس کا اصل معنی آزمائش و ابتلاء ہے اور اس جگہ مفتون کا معنی ہے مبتلا بالجنون یعنی تمہیں پتہ چل جائے گا کہ دیوانگی میں مبتلا کون ہے؟

ضَلَّ عَنْ سَبِيلِهِ۔ اس کے مصداق وہ لوگ ہیں جنہوں نے حضرت علیؑ کی محبت کی وجہ سے حضورؐ کو دیوانہ کہا (مجمع)

وَدُّوا لَوْ تُدْهِنُ۔ یعنی کفار و مشرکین کی خواہش ہے کہ آپ اپنی تبلیغی سرگرمیوں میں شدت کو چھوڑ دیں اور رواداری سے کام لیں تو خداوند کریم نے دین کے معاملہ سہل انگاری و سستی کی نہی فرمادی اور فرمایا کہ ان کی باتوں میں آپ ہرگز نہ آئیں اور اپنے مشن کو جاری رکھیں۔

هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيمٍ ⑪ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ⑫ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ ⑬

جو غیبت گو ہے چغلخوری کے ساتھ چلنے والا ہے نیکی سے روکنے والا سرکش گنہگار ہے بدمزاج ظالم علاوہ ازیں حرامزادہ ہے

أَن كَانَ ذَا مَالٍ وَبَنِينَ ⑭ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ⑮

اس لئے کہ وہ صاحب مال اور صاحب اولاد ہے جب اس پر ہماری آیات پڑھی جائیں تو کہتا ہے کہ گذرے ہوئے لوگوں کی کہانیاں ہیں

سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ ⑯ إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا

ہم ان کی ناک پر نشان لگائیں گے ہم نے ان کو آزمائش میں ڈالا جس طرح ڈالا ایک باغ والوں کو جب انہوں نے قسم کھائی

وَلَا تُطِعْ ۔ یہ آیات مکہ کے ایک مشرک رئیس ولید بن مغیرہ کے حق میں اتری ہیں تفسیر مجمع البیان میں ابن قتیبہ کا قول منقول ہے کہ قرآن مجید میں کسی شخص کی اس قدر مذمت نہیں کی گئی ۔جتنی کہ ولید بن مغیرہ کی کی گئی ہے کہ اس کے تمام عیوب بیان کر دیئے گئے ہیں جھوٹی قسمیں کھانے والا کذاب ذلیل لوگوں کی عیب جوئی کرنے والا چغلخور خیر کو روکنے والا بخیل سرکش فاسق و فاجر اکھڑ مزاج ظالم اور آخر میں فرمایا ان سب بدصفات کے علاوہ حرامزادہ بھی ہے ۔زنیم کا معنی حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے جس کی اصل نہ ہو یعنی حرامزادہ اور بعضوں نے اس کا معنی کمینہ بیان کیا ہے اور جناب رسالتمآبؐ سے اس کا معنی بہت کھانے پینے والا اور ظالم منقول ہے تفسیر صافی میں بھی ان آیات کا ظاہری مصداق ولید بن مغیرہ کو قرار دیا گیا ہے لیکن تفسیر قمی سے ان کا تاویلی مصداق ثانی کو بیان کیا گیا ہے

أَن كَانَ ۔یعنی اس کے مالدار ہونے اور صاحب اولاد ہونے کو دیکھ کر اس کی باتوں میں نہ آئیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہاں ہمزہ حرف استفہام مقدر ہے یعنی ءَ أَن كَانَ اور معنی یہ ہے کہ کیا وہ اپنے مالدار اور صاحب اولاد ہونے کی وجہ سے حق کی بات کو ٹھکراتا ہے اور آیات کی تکذیب کرتا ہے حالانکہ اُسے نعمت پروردگار کا شکر ادا کرنا چاہیئے تھا۔

الْخُرْطُوم ۔اس کا معنی ہے ناک یعنی قیامت کے روز اس کی ناک پر ایسا نشان ہوگا کہ اس سے سب لوگ اس کو پہچان لیں گے کہ یہ دشمن پیغمبر ہے اور مروی ہے کہ جنگ بدر میں اس کی ناک پر تلوار کا زخم لگا تھا اور قمیؒ سے منقول ہے کہ زمانِ رجعت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام اپنے دشمنوں چہروں پر نشان لگائیں گے جس سے وہ دُور سے پہچانے جاسکیں۔

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ ۔تفسیر برہان میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ بعض گناہ ایسے ہوتے ہیں جو دنیا میں انسان کے لئے تنگیٔ رزق کا باعث بن جاتے ہیں اور بروایت قمی آپ سے مروی ہے کہ اہل مکہ پر بھوک کا عذاب نازل ہوا

أَصْحَابَ الْجَنَّةِ ۔ اللہ فرماتا ہے کہ ہم نے اہل مکہ پر قحط و بھوک کا عذاب اس طرح بھیجا جس طرح ان سے پہلے ایک باغ کے مالکوں پر بھیجا تھا اور ان کا واقعہ اس طرح ہے کہ صنعائے یمن سے دُور نو میل کے فاصلہ پر مقام رضوان یا حروان پر ایک شخص کا باغ تھا جس سے اس کو کافی آمدنی تھی پس وہ شخص اپنی ضرورت سے فالتو آمدنی کو غربا و مساکین میں تقسیم کر دیا کرتا تھا اور

لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ﴿۱۹﴾ فَطَافَ عَلَيْهَا طَآئِفٌ مِّنْ

کہ ہم صبح کو اس کی کٹائی کریں گے اور انشاء اللہ نہ کہا پس اس پر پڑی پڑنے والی آفت پروردگار کی جانب سے

رَّبِّكَ وَهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۲۰﴾ فَاَصْبَحَتْ كَالصَّرِيْمِ ﴿۲۱﴾ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِيْنَ ﴿۲۲﴾

جبکہ وہ محو خواب تھے (رات کے وقت) پس وہ پھل سے خالی ہو گیا انہوں نے صبح سویرے ایک دوسرے کو بلایا

اَنِ اغْدُوْا عَلٰى حَرْثِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰرِمِيْنَ ﴿۲۳﴾ فَانْطَلَقُوْا وَهُمْ

کہ اپنی کھیتی کی طرف چلیں اگر تم اس کو کاٹنے والے ہو پس چل دیئے اور وہ چپکے چپکے

يَتَخَافَتُوْنَ ﴿۲۴﴾ اَنْ لَّا يَدْخُلَنَّهَا الْيَوْمَ عَلَيْكُمْ مِّسْكِيْنٌ ﴿۲۵﴾ وَّغَدَوْا

جا رہے تھے تاکہ آج کوئی مسکین (طالب خیرات) ان کے پاس نہ پہنچے اور وہ (بزعم خویش)

باغ کی فصل کے موقعہ پر اس کے پاس فقراء و مساکین جمع ہو جاتے تھے جب اس کی وفات ہوئی تو اس کے پانچ بیٹوں نے باہمی مشورہ کیا کہ آئندہ ہم مساکین کو دینے کے بجائے ذخیرہ اندوزی کریں گے اور جائیداد کو تدریجاً بڑھائیں گے البتہ ان میں سے ایک جو سب سے چھوٹا تھا لیکن دانا تھا جس کو قرآن مجید میں وسط کہا گیا ہے وہ ان کو اس بُرے اقدام سے روکتا رہا۔ بہرکیف باپ کی موت کے بعد ان کے باغ کو پہلے کی بہ نسبت بہت زیادہ پھل لگا تو انہوں نے فقراء و مساکین کو نہ دینے کا پکا معاہدہ کر لیا۔ جب باغ کا پھل پک گیا تو جس صبح کو انہوں نے باغ کا فصل کاٹنے کے لئے جانا تھا اسی رات اللہ نے باغ پر آفت نازل کر دی جس سے اس کا تمام پھل جل گیا اور وہ باغ بغیر پھل کے رہ گیا یہ لوگ صبح سویرے اُٹھے اور باغ کی طرف چل دیئے اور وہ خوش خوش جا رہے تھے کہ اس سال کا سارا فصل ذخیرہ کریں گے اور آمدنی کے بڑھانے کے وسائل پیدا کر کے رئیس سے رئیس تر ہوتے جائیں گے لیکن انہیں کیا معلوم تھا کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے اور اگر وہ چاہے تو پختہ فصل کو تباہ کر سکتا ہے چنانچہ جب وہ پہنچے اور باغ کو تباہ پایا تو پہلے ان کو یقین نہ آتا تھا کہ یہ ہمارا وہی باغ ہے جو کل تک پھل سے لدا ہوا تھا شاید ہم کہیں راستہ بھول گئے ہیں لیکن انہیں بعد میں خیال آیا کہ وہ فقراء و مساکین کے محروم کرنے کی نیت فاسدہ کا عذاب ہمارے فصل کی تباہی کی صورت میں نمودار ہوا ہے اور اس وقت اس نیک بھائی کو بھی بات کرنے کی جرأت ہوئی۔ اُس نے کہا میں پہلے ہی کہتا تھا کہ تم اللہ کا کفران نعمت نہ کرو بلکہ اس کی تسبیح و تحمید کرو چنانچہ انہوں نے تسبیح خدا زبان پر جاری کی اور توبہ کر لی۔

لَيَصْرِمُنَّهَا۔ کھجور کے پھل اُتارنے کو صرام اور جداد کہا جاتا ہے جسطرح گندم وغیرہ کے فصل کاٹنے کو حصاد اور انگور کے پھل توڑنے کو قطاف کہا جاتا ہے ان لفظوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا باغ کھجوروں کا تھا پس صریم کا معنی ہو گا جس کا پھل اتار لیا گیا ہو۔

يَتَخَافَتُوْنَ۔ یہ تخافت سے ہے یعنی خاموشی سے چھپ کر جا رہے تھے تاکہ فقراء کو خبر نہ ہو سکے۔

عَلٰى حَرْدٍ قٰدِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ﴿۲۶﴾ بَلْ نَحْنُ

کسی کو کچھ نہ دینے کی ٹھان کر جا رہے تھے پس جب کھیتی کو دیکھا تو کہنے لگے شاید ہم راستہ بھول گئے ہیں پھر ان کو یقین ہوا تو کہنے لگے

مَحْرُوْمُوْنَ ﴿۲۷﴾ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ﴿۲۸﴾

ہم محروم کر دیئے گئے ہیں ان میں سے دانا نے کہا کیا میں نے تم کو نہیں کہا تھا تم نے کیوں نہ اللہ کا شکر کیا ؟

قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

کہنے لگے ہمارا رب لائق تسبیح ہے ہم ہی ظالم ہیں پس وہ ایک دوسرے کو

يَّتَلَاوَمُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا طٰغِيْنَ ﴿۳۱﴾ عَسٰى رَبُّنَآ اَنْ يُّبْدِلَنَا خَيْرًا

کوسنے لگ گئے اور کہنے لگے ہائے ہم سرکش ہو گئے امید ہے ہمارا رب ہمیں اس کا اچھا بدلہ دیدے

مِّنْهَآ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ ﴿۳۲﴾ كَذٰلِكَ الْعَذَابُ ؕ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

ہم اپنے رب کی طرف رغبت کرنے والے ہیں اسی طرح ہمارا عذاب ہے اور آخرت کا عذاب سخت تر ہے

يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ ع اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۳۴﴾ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ

اگر وہ جانیں تحقیق متقین کے لئے اپنے رب کے پاس نعمتوں کے باغات ہوں گے کیا ہم مسلمانوں کو

عَلٰى حَرْدٍ - حرد کا معنی ہے روکنا یعنی وہ اپنے خیال میں مساکین کو روکنے پر قادر ہو کر جا رہے تھے۔

اَوْسَطُهُمْ - یعنی جو ان میں سے نیک و لائق تھا جس طرح کہا جاتا ہے خَيْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُهَا چنانچہ امت اسلامیہ اگرچہ تمام امتوں سے آخر میں ہے لیکن اس کو امتِ وسط کہا گیا ہے اور اس کا معنی خیر الامم ہے پس اللہ کی ناراضگی کے آثار دیکھ کر اپنے چھوٹے بھائی کی تحریک پر سب نے توبہ کر لی اور نیکی کا عہد کیا تو عبداللہ بن مسعود کی روایت کے مطابق خدا نے ان کو اس کے بدلہ میں ایک اور باغ دیا جس کا نام حیوان تھا جس میں صرف انگور تھے اور ان کے ایک خوشے کو خچر اٹھا سکتا تھا (مجمع)

كَذٰلِكَ الْعَذَابُ اہل مکہ کے لئے سرزنش ہے کہ یہ تو ہمارا دنیاوی عذاب ہے لیکن آخرت کا عذاب اس سے بھی سخت تر ہو گا۔

رکوع ۴

اَفَنَجْعَلُ - کفار کہتے تھے کہ اگر قیامت کے دن کوئی جزا ہو گی جس طرح کہ محمد کہتا ہے تو یقیناً مسلمانوں سے وہاں بھی ہماری حالت بہتر ہو گی اور جس طرح مسلمان دنیا میں تنگدستی اور بدحالی کا شکار ہیں قیامت کے دن بھی یہ بدحال ہوں گے اور ہم خوش حال ہوں گے تو ان کی رد میں خدا فرماتا ہے کہ متقیوں کے لئے قیامت کے دن جنات ہوں گی اور کافر

كَالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۶﴾ مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۷﴾ اَمْ لَكُمْ كِتٰبٌ فِيْهِ تَدْرُسُوْنَ ﴿۳۸﴾

مجرموں کی طرح قرار دیں گے ؟ تمہیں کیا ہے کیسی باتیں کرتے ہو ؟ یا کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس سے پڑھتے ہو؟

اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ ﴿۳۹﴾ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ

کہ تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم چاہو گے ؟ یا کیا تمہارے لئے ہمارے اُوپر پکے عہد ہیں قیامت تک کے لئے

اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ ﴿۴۰﴾ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ ﴿۴۱﴾ اَمْ لَهُمْ

کہ تمہارے لئے وہی کچھ ہوگا جو تم چاہو گے ؟ ان سے پوچھئے اس بات پر تمہارا کون ضامن ہے ؟ یا کیا ان کے

شُرَكَآءُ ۚ فَلْيَاْتُوْا بِشُرَكَآئِهِمْ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ

شریک ہیں (جو انہوں نے معبود بنا رکھے ہیں) تو ان شریکوں کو لائیں اگر سچے ہیں جس دن معاملہ سخت ہو جائے گا

وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ

اور ان کو سجدے کی دعوت دی جائے گی پس نہ کر سکیں گے ان کی آنکھیں جھکی ہوئی ہوں گی ان پر ذلّت

عذاب میں مبتلا ہوں گے اور یہ ہرگز نہ ہوگا کہ ہم مسلمانوں اور مجرموں کو ایک طرح کی جزا دیں پھر ان کو چیلنج کر کے فرماتا ہے کہ بتاؤ تو سہی کہ کونسی آسمانی کتاب تمہارے پاس ہے جس میں لکھا ہو کہ تمہیں وہاں حسب منشاء نعمات ملیں گی یا تمہارا ہمارے اُوپر کونسا عہد نامہ واجب ہے کہ تم جو حکم کرو گے اسے پورا کیا جائے گا اگر ایسی بات ہے تو گواہ لے آؤ یا کیا وہ جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو تمہیں قیامت کے دن نفع پہنچائیں گے تو ان کو سامنے لاؤ پس یاد رکھو یہ سب جھوٹی تمنائیں ہیں اور قیامت کے دن تمہارا عذاب سخت ہوگا اور مومن جنّت میں ہوں گے۔

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ - یعنی قیامت کے دن معاملہ نہایت سخت ہوگا اور حالت کی سختی ان کو سجدہ کرنے کی دعوت دے گی لیکن وہ سجدہ نہ کر سکیں گے اور اگر کریں گے تو فائدہ مند نہ ہوگا کیونکہ دنیا میں جب صحیح و سالم تھے اور ان کو سجدہ کی دعوت دی جاتی تھی تو انکار کرتے تھے یعنی دنیا میں ان کو نماز کے لئے بلایا جاتا تھا تو انکار کرتے تھے اب اگر حالات کی سختی سے متاثر ہو کر سجدہ کریں تو کیا فائدہ ؟ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ یہ آیت تارک الجماعت کے لئے سرزنش کے طور پر اتری ہے تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ ربیع بن خیثم کو فالج ہوا تو دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں نماز پڑھنے جاتا تھا جب اس سے کہا گیا کہ اس حالت میں تجھے گھر میں بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیئے کیونکہ شرعی تکلیف تم سے ساقط ہے تو اس کے جواب میں کہتا تھا کہ جس شخص کے کانوں میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کی آواز پہنچے اسے گھٹنوں کے بل بھی مسجد تک جانا چاہیئے ایک روایت میں ہے کہ بروز محشر سجدہ کی طرف بلایا جائے گا

ذِلَّةٌ ۖ وَقَدْ كَانُوا يُدْعَوْنَ إِلَى السُّجُودِ وَهُمْ سٰلِمُونَ ﴿٤٣﴾ فَذَرْنِي وَ

چھائی ہوئی ہوگی حالانکہ (دنیا میں) ان کو سجدے کیلئے بلایا جاتا تھا حالانکہ وہ تندرست تھے (لیکن سجدہ نہ کرتے تھے) تو اس بات کے

مَن يُكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيثِ ۖ سَنَسْتَدْرِجُهُم مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٤٤﴾

جھٹلانے والوں سے میں نپٹ لوں گا ان کو ہم ڈھیل دیتے ہیں اس طرح کہ وہ نہیں جانتے

وَأُمْلِي لَهُمْ ۚ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ ﴿٤٥﴾ أَمْ تَسْأَلُهُمْ أَجْرًا فَهُم مِّن مَّغْرَمٍ

اور میں ان کی مہلت لمبی کرتا ہوں تحقیق میرا عذاب مضبوط ہے کیا آپ ان سے بدلہ مانگتے ہیں کہ وہ تاوان ادا کرنے سے

مُّثْقَلُونَ ﴿٤٦﴾ أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُبُونَ ﴿٤٧﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ

گھبراتے ہیں یا ان کے پاس غیب کی باتیں ہیں جن کو وہ لکھ لیتے ہیں؟ پس تم پروردگار کے حکم کے آگے

وَلَا تَكُن كَصَاحِبِ الْحُوتِ إِذْ نَادَىٰ وَهُوَ مَكْظُومٌ ﴿٤٨﴾ لَّوْلَا أَن تَدَارَكَهُ

صبر کرو اور صاحب حوت (یونس) کی طرح جلد بازی نہ کرو جب اس نے پکارا درحالیکہ مغموم تھا اگر اس کا تدارک پروردگار

پس مومن فوراً جھک جائیں گے اور کافروں کی پیٹھ اکڑ جائے گی پس وہ سجدہ نہ کر سکیں گے۔

فَذَرْنِي - یہ ایک محاورہ ہے تنبیہ کے طور پر ارشاد ہے کہ ان مکذبین کو میرے حوالے کردو میں ان سے نپٹ لوں گا۔

سَنَسْتَدْرِجُهُمْ - حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب انسان پر اللہ کی نعمت آئے اور وہ گناہ کرنے کے بعد توبہ پر موفق نہ ہوسکے تو اسی کا نام استدراج ہے اور بعض لوگ اسی سے دھوکا کھا جاتے ہیں کہ اللہ فلاں پر راضی نہ ہوتا تو اس پر نعمات کی بارش کیوں ہوتی؟ اور خدا فرماتا ہے کہ میں کفار لوگوں کو مہلت اور ڈھیل دے دیتا ہوں اور فوری گرفت نہیں کرتا کیونکہ جلد بازی وہ کرے جس کو کسی کے بھاگ جانے کا خوف ہو اور میری گرفت اسقدر مضبوط ہے کہ کوئی اس سے بچ نہیں سکتا۔

أَمْ عِندَهُمُ الْغَيْبُ - یعنی کیا ان لوگوں کے پاس کوئی غیب کا علم ہے جس کو سینہ بہ سینہ محفوظ کر لیتے ہیں یا لکھ لیتے ہیں کہ اس علم کی رُو سے اُن کو اپنی نجات اُخروی کا یقین حاصل ہے حالانکہ یہ سب دھوکا ہے۔

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ - حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کی ایذا رسانی پر صبر سے کام لیں اور حضرت یونسؑ (صاحب الحوت) کی طرح قوم کے عذاب کی جلدی کی خواہش نہ کریں اور نہ اپنی قوم کی تکذیب سے تنگ آکر کسی دوسرے علاقہ کا رُخ کریں

مَكْظُومٌ - اس کا معنی محبوس عن التصرف یا مغموم کیا گیا ہے اور حضرت یونس کی دُعا یہی تھی لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنتَ الآیہ

لَوْلَا أَن تَدَارَكَهُ - یعنی اگر خدا حضرت یونسؑ کی دُعا کو مستجاب نہ کرتا اور اپنی رحمت سے اس کو نجات نہ دیتا اور شکم ماہی

نِعۡمَةٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ لَنُبِذَ بِالۡعَرَآءِ وَهُوَ مَذۡمُوۡمٌ ﴿۵۰﴾ فَاجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَجَعَلَهٗ

کی نعمت نہ کرتی تو مذموم حالت کے ساتھ میدان میں ڈالا جاتا پس رب نے اس کو چن لیا تو اس

مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ ﴿۵۱﴾ وَ اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِهِمۡ

کو صالحین میں سے قرار دیدیا اور تحقیق قریب ہے کہ کافر لوگ آپ کو اپنی نظر بد سے پھسلائیں جب قرآن کو سنیں

لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ وَ یَقُوۡلُوۡنَ اِنَّهٗ لَمَجۡنُوۡنٌ ﴿۵۲﴾ وَ مَا هُوَ اِلَّا ذِکۡرٌ لِّلۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۵۳﴾ ع

اور وہ کہتے ہیں کہ (معاذاللہ) یہ دیوانہ ہے حالانکہ نہیں یہ قرآن مگر ذکر عالمین کے لئے

کے زندان سے اس کو خلاصی عطا نہ کرتا ——— اور اس کو مچھلی کے پیٹ سے زندہ باہر نہ کرتا تو وہ مذموم حالت میں ہی ہوتا اور قطعاً قابل تعریف نہ ہوتا لیکن اللہ نے اس کی دعا کو مستجاب کیا تو وہ زندہ شکم ماہی سے باہر آیا اور اللہ نے اس کو عہدۂ نبوت سے سرفراز فرما کر دوبارہ قوم کی طرف بھیجا اور وہ باعزت اپنی قوم میں زندہ رہے۔

لَیُزۡلِقُوۡنَکَ۔ کفار لوگ کسی کو اپنی نظر سے متاثر کرنے کے لئے ایک عمل کرتے تھے کہ تین دن تک کچھ کھائے بغیر رہتے اور جس کو نظر بد کا شکار کرنا ہوتا اس کی تعریف کرنے لگ جاتے حتیٰ کہ اس کو گرا دیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ اپنی طرف سے کوشش کرتے ہیں کہ آپ کو نظر بد کا شکار کریں جبکہ وہ آپ کی زبانِ درفشان سے قرآن سنتے ہیں لیکن آپ کو اللہ ان کے شر سے محفوظ رکھتا ہے۔ لہذا گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور وہ آپ کے وقار سے گھبرا کر اپنے حسد و کدورت کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لئے آپ کو دیوانہ کہہ دیتے تھے پس آیت مجیدہ میں آپ کو تسلی دی گئی ہے اور صبر و حوصلہ کی تلقین کی گئی ہے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب بروز غدیر خم حضرت رسالتمآبؐ نے حضرت علیؑ کو بلند کر کے مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاهُ فرمایا، تو منافقوں کے گروہ نے گھور گھور کر دیکھنا شروع کیا اور ایک دوسرے سے کہتے تھے کہ رسول اللہ (معاذاللہ) مجنون ہوگئے ہیں پس جبریل یہ آیت لے کر نازل ہوا اِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا الآیہ اور لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ میں ذکر سے مراد حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں۔

اور مروی ہے کہ سورہ القلم کی آخری دونوں آیتیں نظر بد کا تعویذ ہیں اور درد چشم کا حرز بھی ہیں۔

سُوۡرَۃُ الۡحَآقَّۃِ

★ یہ سورہ مکیہ ہے سورہ ملک کے بعد نازل ہوا اور بسم اللہ سمیت اس کی کل آیات ترپن ۵۳ ہیں۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورہ الحاقہ کو زیادہ پڑھا کرو اور فرائض و نوافل میں اس کا پڑھنا ایمان کی نشانی ہے کیونکہ یہ سورہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی تعریف اور معاویہ کی مذمت میں اترا ہے۔

★ حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے جو اس سورہ کی تلاوت کرے گا اس کا حساب آسان ہوگا۔

★ آپ سے مروی ہے کہ اس سورہ کو لکھ کر حاملہ عورت کو باندھا جائے تو اس کا حمل محفوظ رہے گا۔

★ اگر اس کو لکھ کر دھو کر دودھ پیتے بچے کو پلایا جائے تو وہ ذکی و صاحب حافظہ ہوگا۔

★ نیز امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حاملہ باندھے تو بچہ محفوظ رہے گا اور بچے کو پلایا جائے تو وہ ذکی ہوگا اور خدا اس کو صحیح و سالم رکھے گا اور اس کی تربیت اچھی ہوگی۔

★ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سورہ کے قاری کا دین اس سے مسلوب نہ ہوگا یہاں تک کہ بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَلۡحَآقَّۃُ ﴿۲﴾ مَا الۡحَآقَّۃُ ﴿۳﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ ﴿۴﴾ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ

یقیناً آنے والی کیا ہے یقیناً آنے والی؟ اور تو کیا جانے کیا ہے یقیناً آنے والی؟ جھٹلایا قوم ثمود نے و

عَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ ﴿۵﴾ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ ﴿۶﴾ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا

عاد نے قیامت کو پس ثمود (قوم صالح) ان کو تو ہلاک کیا گیا سرکشی کی بدولت اور عاد پس ان کو ہلاک کیا گیا

رکوع ۵

اَلۡحَآقَّۃُ۔ قیامت کے کئی ناموں میں سے ایک نام ہے ترکیب نحوی میں مبتدا ہے اور ما الحاقہ اس کی خبر ہے ظاہراً استفہام ہے اور اس سے مراد اس کی عظمت شان ہے اور یہ حق سے ہے جس کا معنی وجوب ہے پس الحاقہ کا معنی ہے وہ جس کا وقوع واجب اور یقینی ہے۔

وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ۔ ثوری سے منقول ہے کہ پورے قرآن میں معلوم کیلئے مَاۤ اَدۡرٰىکَ اور غیر معلوم کے لئے وما یدریک استعمال ہوا ہے

بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝۶ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ

سخت ٹھنڈی تیز و تند ہوا سے جس کو ان پر مسلط رکھا سات راتیں اور آٹھ دن پے در پے

حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝۷

پس تم دیکھتے ان دنوں میں قوم کو پچھاڑا ہوا یوں لگتا تھا جیسے کھوکھلے کھجوروں کے تنے ہوں

فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝۸ وَجَاءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهُ وَالْمُؤْتَفِكَاتُ

پس کیا ان میں سے کوئی باقی رہا؟ اور فرعون اور اس سے پہلے کے لوگ اور موتفکات نے

بِالْخَاطِئَةِ ۝۹ فَعَصَوْا رَسُولَ رَبِّهِمْ فَأَخَذَهُمْ أَخْذَةً رَابِيَةً ۝۱۰

غلطیاں کیں پس اپنے رب کے نمائندوں کو جھٹلایا تو اس نے ان کو بری طرح پکڑ لیا

إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝۱۱ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَتَعِيَهَا

ہم نے جب پانی حد سے بڑھا تو تم کو اٹھا لیا چلنے والی (کشتی) میں تاکہ اس کو تمہارے لئے نصیحت قرار دیں اور

أُذُنٌ وَاعِيَةٌ ۝۱۲ فَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ نَفْخَةٌ وَاحِدَةٌ ۝۱۳ وَحُمِلَتِ

محفوظ رکھنے والے اس کو محفوظ رکھیں پس جب پھونکا جائے گا صور میں ایک دفعہ اور زمین و آسمان

اَلْقَارِعَة - یہ بھی قیامت کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس کا معنی ہے دل کو ہلا دینے والی۔

الطَّاغیہ - عافیہ کی طرح مصدر ہے اور طغیان کا معنی سرکشی ہوا کرتا ہے۔

عَادٌ - یہ حضرت ہود کی قوم تھی جن پر تیز و تند سرد ہوا کا عذاب آیا اور آٹھ دن متواتر رہا۔ پس ان میں سے ایک بھی نہ بچ سکا۔

وَجَاءَ فِرْعَوْنُ اس کی تاویل امام محمد باقر علیہ السلام سے ثالث منقول ہے اور مَنْ قَبْلَهُ سے مراد اوّل و ثانی اور موتفکات سے مراد اہل بصرہ اور خاطئہ سے مراد سرکش عورت ہے چنانچہ حضرت امیر علیہ السلام نے اہل بصرہ کو اھل موتفکہ کے نام سے خطاب کیا تھا

اَلْجَارِیَہ یعنی جاری ہونے والی اور یہاں مراد کشتیٔ نوح ہے جو پانی کے طوفان میں ہر شیٔ کا جوڑا جوڑا اپنی پشت پر اٹھا کر روانہ ہوئی اور جوان عمر عورت کو بھی جاریہ کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں جوانی کا خون جاری ہوتا ہے۔

أُذُنٌ وَاعِيَةٌ - یعنی جو کچھ اللہ کی جانب سے نازل ہوتا ہے اس کو اذن واعیہ محفوظ رکھتے ہیں اور روایات خاصہ و عامہ میں بکثرت منقول ہے کہ اس کے مصداق حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں تفسیر مجمع البیان میں ہے حضرت رسالتمآبؐ نے

الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً ﴿۱۵﴾ فَيَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ﴿۱۶﴾

کو اٹھالیا جائے گا پس ان کو ایک ہی دفعہ ہموار کردیا جائے گا تو اس دن واقع ہونیوالی (قیامت) واقع ہوگی

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ ﴿۱۷﴾ وَّالْمَلَكُ عَلٰى اَرْجَائِهَا

اور پھٹ جائے گا آسمان کہ وہ اس دن کمزور ہوگا اور فرشتے اس کے اطراف میں ہوں گے

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ﴿۱۸﴾ يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُوْنَ لَا

اور تیرے رب کے عرش کو اس دن اپنے اُوپر اٹھانے والے آٹھ ہوں گے اس دن تم پیش کئے جاؤ گے

علیؑ سے فرمایا کہ اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے اپنے قریب کروں اور دُور نہ کروں اور تجھے علم دوں تاکہ تو اسے محفوظ رکھے اور اللہ پر حق ہے کہ تو محفوظ اور یاد رکھے چنانچہ یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی اور ایک روایت میں ہے حضورؐ نے اس کے بعد دُعا کی کہ اے اللہ اذن واعیہ علیؑ کے کان قرار دے اور ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت یعنی وَتَعِيَهَا اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ اتری تو حضورؐ نے علیؑ سے فرمایا کہ میں نے اللہ سے دُعا کی ہے کہ اس کے مصداق تیرے کان ہوں اور تفسیر برہان میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ حضرت نبی کریمؐ سے سُنا ہے اُسے محفوظ کر لیا ہے اور بھلایا نہیں۔

نُفِخَ فِی الصُّوْرِ۔ نفخ صور کی لفظی تشریح اور اس کی کیفیت اور قیام قیامت کی قدرے تفصیل تفسیر کی جلد ۱۲ میں ص ۱۲۴ تا ص ۱۳۷ گذر چکی ہے۔

دَكَّةً وَّاحِدَةً۔ دک کا معنی ہے پھیلانا یعنی زمینوں اور پہاڑوں کے نشیب و فراز کو ختم کردیا جائے گا پس وہ سب کی سب ایک جیسی ہموار ہو جائے گی اور تثنیہ کا صیغہ اس لئے لایا گیا ہے کہ عام زمینوں کو ایک فرد اور تمام پہاڑوں کو ایک فرد قرار دیا گیا ہے اور منقول ہے نفخ صور سے اپنی جگہوں سے اکھڑ کر ایک دوسرے سے ٹکرائیں گے اور ذرہ ذرہ ہو جائیں گے پس تیز ہوا ان ذرات کو بکھیر دے گی پس ساری زمین ایک ہموار سطح ہو جائے گی۔

وَانْشَقَّتِ السَّمَاءُ۔ یعنی آسمان بھی نفخ صور کے بعد پھٹ جائیں گے یہ لفظ سورہ رحمان بھی آچکا ہے۔

اَرْجَائِهَا۔ رجا کی جمع ہے جس کا معنی طرف اور کنارا ہے یعنی ملائکہ اطراف آسمان میں پھیل جائیں گے اور نیک و بد لوگوں کی جزا یا سزا کے منتظر ہوں گے۔

يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ۔ تفسیر برہان میں ہے کہ دنیا میں حاملین عرش چار فرشتے ہیں ایک انسان کی شکل میں ہے جو انسانوں کے لئے رزق طلب کرتا ہے دوسرا مرغ کی شکل میں ہے جو پرندوں کے لئے رزق کا طالب ہے تیسرا شیر کی شکل میں ہے جو درندوں کے لئے رزق کا طالب ہے اور چوتھا بیل کی صورت میں ہے جو باقی چوپاؤں کے لئے رزق طلب کرتا ہے پس قیامت کے دن چار

تَخْفٰى مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ﴿١٩﴾ فَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ
کہ تمہاری کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی ـ پس جس کو اپنی کتاب دائیں ہاتھ میں دی گئی تو وہ اعلانیہ کہے گا آؤ
اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ ﴿٢٠﴾ اِنِّىْ ظَنَنْتُ اَنِّىْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ ﴿٢١﴾ فَهُوَ فِىْ عِيْشَةٍ
میری کتاب کو پڑھ لو ـ مجھے پہلے سے یقین تھا کہ میں اپنا حساب پاؤں گا ـ پس وہ پسندیدہ زندگی
رَّاضِيَةٍ ﴿٢٢﴾ فِىْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ﴿٢٣﴾ قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ﴿٢٤﴾ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا
میں ہوگا ـ عالیشان باغ میں ـ جس کے پھل اس کے قریب ہوں گے (کہا جائے گا) کھاؤ پیو

اور بڑھا دیئے جائیں گے پس حاملین عرش بروز قیامت آٹھ ہوں گے اور بعض تفاسیر میں عرش سے علم مراد لیا گیا ہے یعنی اللہ کے علم کے حاملین آٹھ ہیں جیسا کہ ابن بابویہ قدس سرہ سے اعتقادات میں مروی ہے چار اوّلین میں سے ہیں حضرت نوحؑ حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ، اور حضرت عیسیٰؑ ہیں اور چار آخرین میں سے ہیں حضرت محمد مصطفےؐ حضرت علیؑ مرتضیٰ، حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ۔

تُعْرَضُوْنَ ـ تفسیر مجمع البیان میں علامہ طبرسی فرماتے ہیں کہ اللہ کے سامنے پیش ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ علم حاصل کرنے کے لئے ان سے بیان لے گا بلکہ اللہ کو تو پہلے سے سب کچھ معلوم ہے بلکہ اس دن کے بیانات اور شہادات سے نیکوں کی نیکی اور بروں کی برائی کو منظر عام پر لانا مطلوب ہوگا تاکہ تمام اہل محشر جان لیں کہ فلاں شخص جنت میں کیوں جا رہا ہے اور فلاں جہنم میں کیوں جھونکا جا رہا ہے پس کسی کی کوئی بات اہل محشر پر مخفی نہ رہ سکے گی۔

هَاؤُمُ ـ یہ اسمائے افعال میں سے امر کے معنی میں ہے اور جمع کے لئے مستعمل ہے اہل حجاز کی لغت میں واحد مذکر کے لئے هَاءُمْ يَا رِجَالُ ـ یعنی لو اے لوگو! اور ایک مؤنث کے لئے هَاءِ يَا امْرَأَةُ یعنی تو لے اے عورت اور تثنیہ مونث کیلئے هَاءُمَا اور جمع مؤنث کو هَاؤُنَّ سے خطاب کیا جاتا ہے اور بنی تمیم کے نزدیک هَاءَ ـ هَاءَا ـ هَاءُوْ ـ هَائِىْ ـ هَائَا ـ هَأْنَ کے صیغوں سے خطاب کیا جاتا ہے اور بعض عرب ہمزہ کی جگہ کاف استعمال کرتے ہیں یعنی هَاكَ هَاكُمَا هَاكُمْ هَاكِ هَاكُمَا هَاكُنَّ اور اس کا معنی ہوتا ہے خُذْ یعنی لے۔ مقصد یہ ہے کہ جنتی لوگوں کو جب اعمال نامے دائیں ہاتھ میں ملیں گے تو خوشی خوشی لوگوں سے کہیں گے لو یہ ہمارے اعمالنامے پڑھو کہ ہمیں تو پہلے سے یقین تھا کہ ہمیں اپنے اعمال کی جزا ملے گی تفسیر برہان میں ہے کہ اس کا پہلا مصداق حضرت علیؑ ہے اور اس کی تاویل قیامت تک کے مومنوں کے حق میں جاری ہے۔

كِتٰبِيَهْ ـ یہاں هَاء کا اضافہ آیات کے فواصل کی مطابقت کے لئے ہے اور اس کو هَاءِ استراحت کہا جاتا ہے۔

رَاضِيَةٍ ـ اس جگہ راضیہ مرضیہ کے معنی میں ہے یعنی پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔

هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِى الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ ﴿۲۵﴾ وَاَمَّا مَنْ اُوْتِىَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ

تمہیں خوش گوار ہو بوجہ ان اعمال کے جو گذرے ایام میں تم کر چکے ہو اور لیکن جس کو اپنی کتاب بائیں ہاتھ میں دی جائے گی

فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ ﴿۲۶﴾ وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ ﴿۲۷﴾ يٰلَيْتَهَا كَانَتِ

تو کہے گا ہائے کاش مجھے کتاب نہ دی جاتی اور مجھے اپنا حساب معلوم نہ ہوتا ہائے کاش مجھے موت

الْقَاضِيَةَ ﴿۲۸﴾ مَآ اَغْنٰى عَنِّىْ مَالِيَهْ ﴿۲۹﴾ هَلَكَ عَنِّىْ سُلْطٰنِيَهْ ﴿۳۰﴾ خُذُوْهُ

ختم کر دیتی مجھے اپنے مال نے کچھ بھی فائدہ نہ دیا میرا عقیدہ بھی بے کار ثابت ہوا (کہا جائے گا) اس کو پکڑ لو

فَغُلُّوْهُ ﴿۳۱﴾ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ﴿۳۲﴾ ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا

پھر جکڑ دو پھر دوزخ میں جھونک دو پھر ایک زنجیر میں جس کی لمبائی ستر ہاتھ ہوگی اس کو

فَاسْلُكُوْهُ ﴿۳۳﴾ اِنَّهٗ كَانَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ ﴿۳۴﴾ وَلَا يَحُضُّ عَلٰى

پرو دو کیونکہ یہ خدائے عظیم پر ایمان نہ رکھتا تھا اور نہیں آمادہ ہوتا تھا

قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ۔ جنت کے پھل جنتی کے قریب ہوں گے کہ بستر پر سوئے ہوئے بھی ہاتھ بڑھا کر میوے توڑ سکے گا کہ نہ کانٹا ہوگا اور نہ دوری ہوگی اور کھانے پینے کے بعد ان کے فضلات یعنی بول و براز وغیرہ نہ ہوں گے بلکہ پورے طور پر وہ جزو بدن بن جائیں گے اور تفسیر برہان میں ہے کہ جب مومن کا کھانے کو جی چاہے گا تو سفید رنگ کے پرندے اپنے پروں پر قسم قسم کے کھانے اٹھا اٹھا کر لائیں گے اور مومن حسب منشاء جو چاہے گا کھائے گا۔ اور اگر میوہ جات کھانا چاہے گا تو پھلدار درختوں کی شاخیں خود بخود جھک کر اس کے قریب ہوں گی اور حسب منشاء میوہ جات توڑ کر کھائے گا۔

بِشِمَالِهٖ ۔ یعنی دوزخی لوگ جن کو اعمالنامے بائیں ہاتھ میں ملیں گے وہ وہاں کف افسوس ملیں گے کِتَابِيَهْ اور حِسَابِيَهْ کے آخر میں ہائے استراحت لگی ہوئی ہے تاکہ آیات کے فواصل ایک دوسرے کے مطابق ہو جائیں۔

كَانَتِ الْقَاضِيَةَ ۔ یعنی وہ چاہیں گے کہ کاش ہماری موت ہمیں ختم کر دیتی ــــــــ اور ہمیں قیامت میں محشور نہ کیا جاتا یا یہ کہ عذاب ہم کو ختم کر دے تاکہ ہمیشگی کے عذاب میں مبتلا نہ رہیں لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوگی۔

هَلَكَ عَنِّىْ یعنی جو بھی دلیل و حجت اپنے مذہب پر رکھتا تھا وہ سب بے کار اور غلط ثابت ہوئی۔

ثُمَّ فِىْ سِلْسِلَةٍ ۔ یہاں عبارت میں تقدم و تاخر ہے کیونکہ پہلے زنجیر میں پرو دیا جائے گا اور بعد میں جہنم میں جھونکا جائے گا۔

منتہ پر - طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ واجبات شرعیہ خمس و زکوٰۃ وغیرہ ادا نہ کرتا تھا۔ تفسیر برہان میں حضرت امام

طَعَامِ الْمِسْكِيْنِ ﴿۳۵﴾ فَلَيْسَ لَهُ الْيَوْمَ هٰهُنَا حَمِيْمٌ ﴿۳۶﴾ وَّلَا طَعَامٌ اِلَّا مِنْ

کسی مسکین کے کھلانے پر — پس اس کا اس دن کوئی دوست نہ ہوگا — اور پیپ کے سوا اس کی

غِسْلِيْنٍ ﴿۳۷﴾ لَّا يَاْكُلُهٗٓ اِلَّا الْخَاطِئُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۳۹﴾

کوئی غذا نہ ہوگی — اس غذا کو گنہگار لوگ ہی کھائیں گے — پس مجھے قسم ہے ان چیزوں کی جن کو تم دیکھتے ہو

وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿۴۱﴾ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ

اور ان کی جو تم نہیں دیکھتے — تحقیق یہ رسول کریم کا قول ہے — اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں

قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۴۳﴾ تَنْزِيْلٌ

تم کم ہی ایمان لاتے ہو — اور نہ یہ کسی کاہن کا قول ہے تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو — یہ تو عالمین

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ﴿۴۵﴾ لَاَخَذْنَا

کے پروردگار کی تنزیل ہے — اور اگر جھوٹی نسبت دیتا ہمارے اوپر بعض اقوال کی — تو ہم اس کو

محمد باقر علیہ السلام سے ایک حدیث طویل میں منقول ہے کہ جب اللہ کا حکم ہوگا کہ اس کو پکڑ لو اور زنجیروں میں جکڑ کر جہنم میں جھونک دو تو تعمیل حکم پروردگار کے لئے ستر ہزار فرشتے پہنچ جائیں گے کوئی اس کی ڈاڑھی نوچے گا کوئی اس کا گوشت کھائے گا اور کوئی اس کی ہڈیاں توڑے گا اور وہ رحم کی درخواست کرے گا لیکن اس کی ایک نہ سُنی جائے گی پس ایک فرشتہ اس کے سینہ میں ایک زبردست گھونسہ مارے گا کہ وہ ستر ہزار سال جہنم کے شعلوں میں رہے گا اور حسرت سے کہے گا۔ کاش ہم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی اسی حدیث میں آپ نے فرمایا جس زنجیر میں اس کو جکڑا جائے گا اس کے حلقے بارش کے قطرے کے برابر ہوں گے کہ اس کا ایک حلقہ اگر زمین کے پہاڑوں پر رکھا جائے تو اس کی گرمی سے تمام روئے زمین کے پہاڑ پگھل جائیں۔

غِسْلِيْن جہنمیوں کے جسم سے بہنے والی پیپ کو غسلین کہا گیا ہے اور مروی ہے کہ دوزخیوں کے درجے ہوں گے بعض کی غذا زقوم ہوگی اور بعض کی غذا غسلین ہوگی اور بعض کی غذا ضریع یعنی تارکول ہوگی۔

رکوع ۶

فَلَآ اُقْسِمُ۔ اس کی کئی وجوہات بیان کی گئی ہیں (۱) کلمہ لا کلام مشرکین کی نفی ہے یعنی جو مشرک کہتے ہیں وہ غلط ہے اور مبصر وغیر مبصر تمام اشیاء کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ محمد مصطفٰے کا قول ہے۔

(۲) لا زائد ہے جس طرح قسم سے پہلے زائد آیا کرتا ہے (۳) یہ لا نفی کی قسم کے لئے ہے کہ بات اسقدر واضح ہے کہ قسم کھا کر بیان کرنے کی ضرورت نہیں

رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔ یعنی یہ قرآن جبریل کا لایا ہوا ہے نہ کسی شاعر کا کلام ہے اور نہ کسی کاہن کی باتیں ہیں۔ رسول کریم سے مراد

مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿٤٦﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿٤٧﴾ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ أَحَدٍ

پوری طاقت سے گرفت کرلیتے اور اس کی شہ رگ کاٹ دیتے پس تم میں سے کوئی بھی اس کو

عَنْهُ حٰجِزِينَ ﴿٤٨﴾ وَإِنَّهُ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٩﴾ وَإِنَّا لَنَعْلَمُ أَنَّ

چھڑا نہ سکتا تحقیق یہ متقی لوگوں کے لئے نصیحت ہے اور تحقیق ہم جانتے ہیں کہ تحقیق

مِنْكُمْ مُّكَذِّبِينَ ﴿٥٠﴾ وَإِنَّهُ لَحَسْرَةٌ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٥١﴾ وَإِنَّهُ لَحَقُّ

تم میں جھٹلانے والے ہوں گے اور تحقیق یہ حسرت ہوگی کافروں پر (بروز قیامت) اور تحقیق وہ حق الیقین

الْيَقِينِ ﴿٥٢﴾ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ﴿٥٣﴾ ع

ہے پس اپنے عظیم پروردگار کے نام کی تسبیح پڑھا کرو

جبرئیل امین ہے تفسیر برہان میں ہے کہ جناب حضرت رسالتماب نے حضرت علی علیہ السلام کی ولایت کا اعلان فرمایا تو بعض منافق کہنے لگے کہ یہ جبرئیل کا لایا ہوا حکم نہیں بلکہ ان کا خود ساختہ ہے اور شاعرانہ تخیل ہے تو خدا نے قسمیہ انداز سے فرمایا کہ حضرت علیؑ کی ولایت کا حکم میری طرف سے جبرئیل لایا ہے یہ کسی شاعر یا کاہن کا تخیلاتی منصوبہ نہیں ہے بلکہ رب العالمین کی جانب سے اس کو جبرئیل ہی لایا ہے کیونکہ اگر نبی کریم اپنی طرف سے باتیں بنا کر منسوب کرتا تو ہم اس کی گرفت کرتے اور اس کی شہ رگ کو کاٹ دیتے اور علیؑ کی ولایت متقی لوگوں کے لئے تذکرہ ہے اور ہمیں پتہ ہے کہ تم میں سے اس کے جھٹلانے والے بھی ہیں۔ لیکن یہ جھٹلانا کافروں کے لئے بروز محشر باعث حسرت ہوگا اور ولایت علیؑ حق الیقین ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ بروز غدیر خم جب آپؐ نے ولایت علیؑ کا پیغام سُنایا تو ایک شخص عدوی نے اس کو جھٹلایا تو یہ آیتیں اتریں۔ اگرچہ آیات متذکرہ کا مضمون عام ہے اور رسولؐ اللہ کے مکذبین تمام کو شامل ہے لیکن حدیث غدیر خم انہی مضامین میں سے ایک ہے جس کو لوگوں نے جھٹلایا لہذا تاویل کے لحاظ سے آیاتِ مجیدہ کا منکرینِ ولایت علیؑ کو شامل ہونا بعید نہیں ہے اور تفسیر برہان کی روایت غالباً آیات مجیدہ کے باطن کا بیان ہے۔

لَحَقُّ الْيَقِيْن۔ حق اور یقین ایک چیز ہیں اور حق کی یقین کی طرف اضافت اس طرح ہے جسطرح مسجد الجامع میں مسجد کی جامع کی طرف اضافت ہے یا دارالآخرہ میں دار کی آخرت کی طرف اضافت ہے۔

سُورَہ المعارج

○ یہ سورہ مکیہ ہے اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ۴۵ ہے۔

○ حضور اکرم نے فرمایا جو شخص سورہ المعارج کی تلاوت کرے تمام امانات وعہد کی رعایت کرنے والوں اور نماز کی محافظت کرنے والوں کے برابر اس کو اجر عطا ہوگا اور امام محمد باقرؑ نے فرمایا جو اس کو پڑھے گا قیامت کے دن اس سے گناہوں کی بازپرس نہ ہوگی اور حضرت محمد مصطفٰےؐ کے ہمراہ جنت میں داخل ہوگا

○ اور خواص القرآن سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا اگر کوئی قیدی اس کو پڑھے تو خدا اس کی مصیبت کو دور کرے گا اور صحیح وسالم اپنے گھر پہنچ جائے گا۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس کو رات کے وقت پڑھ کر سوئے جنابت واحتلام سے محفوظ ہوگا اور صبح تک امان میں رہے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝١

اللہ کے نام سے جو رحمان ورحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ۝٢ لِّلۡكٰفِرِيۡنَ لَيۡسَ لَهٗ دَافِعٌ ۝٣ مِّنَ اللّٰهِ

مانگا ایک مانگنے والے نے واقع ہونے والا عذاب کافروں کے لئے جس کو روکنے والا کوئی نہیں اللہ کی جانب سے

رکوع ۶

سَاَلَ۔ بعض قاریوں نے مہموز العین پڑھا ہے اور بعضوں نے سَالَ اجوف کرکے پڑھا ہے اور اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں ① نضر بن کلدہ نے کہا تھا کہ اگر محمد حق کہتا ہے تو اے اللہ مجھ پہ عذاب بھیج دے ② مشرکوں نے آپ سے پوچھا تھا کہ جس عذاب کی آپ خبریں سنایا کرتے ہیں وہ کس پہ ہوگا تو یہ آیتیں اتریں کہ وہ کافروں کے لئے ہوگا۔ جس کو کوئی روک نہیں سکتا ③ حضورؐ نے کافروں کے لئے عذاب کے واقع ہونے کا اللہ سے سوال کیا تھا ④ تفسیر برہان میں ہے جنگ بدر کے موقعہ پہ ابوجہل نے عذاب طلب کیا تھا کہ اے اللہ جو جھوٹا ہے اس پہ عذاب نازل فرما ⑤ اگر اجوف پڑھا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ واقع ہونے والے عذاب کا سیلاب آگیا کافروں پر جس کو کوئی روک نہیں سکتا ⑥ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب غدیر خم کے روز حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا مَنۡ كُنۡتُ مَوۡلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوۡلَاهُ یعنی جس کا میں مولا ہوں

ذِی الْمَعَارِجِ ﴿۳﴾ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ إِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ

جو بلندیوں کا مالک ہے جس کی طرف ملائکہ اور روح بلند ہوں گے ایسے دن میں جس کی مقدار (دنیاوی حساب سے)

اس کا علیؑ مولا ہے تو یہ خبر تمام شہروں دیہاتوں میں پھیل گئی پس اس خبر سے متاثر ہو کر حارث بن نعمان فہری خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ آپ نے کلمہ توحید کی دعوت دی اپنی رسالت کا پیغام دیا۔ جہاد، حج، روزہ، نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا تو ہم نے سب قبول کر لیا اس پر بھی آپ کا جی نہ بھرا حتاکہ اس نوجوان کو آپ نے ہمارے اُوپر مسلط کر دیا اور کہہ دیا مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کیا یہ بات آپ نے اپنی خواہش سے کہی ہے یا یہ بھی اللہ کا حکم ہے تو آپؐ نے فرمایا! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے یہ بات بھی اللہ کی جانب سے ہے پس یہ سنتے ہی وہ دشمن علیؑ واپس پلٹا اور یہ کہا اَللّٰهُمَّ إِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ یعنی اے اللہ اگر یہ بات تیری جانب سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے یعنی ہمیں تیرا عذاب منظور ہے اور ولائے علیؑ منظور نہیں ہے پس اسی وقت اس کے سر پر پتھر پڑا اور وہ وہیں کا وہیں ڈھیر ہو گیا اور تفسیر برہان کی ایک روایت میں ہے کہ اعلان ولایت کے بعد ابھی تک حضورؐ ابطح میں موجود تھے کہ حارث بن نعمان فہری آیا اور اپنی ناقہ سے اُتر کر بارگاہِ نبوی میں اُس نے یا محمد کے خطاب سے اپنے سوالات پیش کئے اور آخر میں اپنے لئے عذاب طلب کیا پس اس کے سر پر پتھر پڑا جو اس کی دبر سے جا نکلا اور وہ وہیں فی النار ہو گیا۔

ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے اس کو فرمایا کہ یا توبہ کر لو یا چلے جاؤ تو اُس نے کہا کہ میرا توبہ کو جی نہیں چاہتا البتہ چلے جانے کو تیار ہوں چنانچہ وہ چلا ہی تھا کہ عذاب خدا کی لپیٹ میں آگیا۔

روایت میں غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص نمازی روزہ دار حاجی زکوٰۃ کا پابند اور موحد کلمہ گو تھا لیکن اعلان غدیر کی مخالفت اور حضرت علیؑ کی ولایت سے سرتابی کی بدولت حضورؐ کے سامنے واصل جہنم ہو گیا اور اسی بناء پر معصومینؑ سے مروی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص کے نامہ اعمال میں جس قدر بھی نیکیاں موجود ہوں لیکن اگر وہ حضرت علیؑ کی ولایت کا قائل نہ ہو تو خداوند کریم اس کو جہنم میں ڈال دے گا اور اس کے تمام اعمال حبط ہو جائیں گے۔

ذِی الْمَعَارِجِ۔ معرج کی جمع ہے جس کا معنی ہے جائے عروج یعنی بلندی اور اللہ تمام بلندیوں اور عظمتوں کا مالک ہے وہ جس کو چاہے بلندی عطا فرما سکتا ہے یا یہ معنی ہے کہ وہ آسمانوں کا مالک ہے کیوں آسمان فرشتوں کے بلند ہونے کے مقامات ہیں۔

تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ یہ جملہ مستانفہ ہے اور معارج کی بلندیوں کی تفصیل ہے اور روح سے مراد جبرئیل امین ہے اور اس کا الگ ذکر کر کے ملائکہ پر عطف اس کی برتری و عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے ہے اور اس کے معنی میں چند اقوال ہیں (۱) جس دن اللہ فرشتوں کو عروج کا حکم دے گا وہ ایک دن میں اس قدر فاصلہ طے کریں گے کہ ان کے غیر کو اگر وہ فاصلہ طے کرنا پڑتا تو پچاس ہزار سال میں طے ہوتا اور وہ فاصلہ تحت الثریٰ سے فوق السمٰوٰت کا ہے اور جہاں سورۂ سجدہ میں ایک دن کی مقدار ایک ہزار سال

خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ﴿۴﴾ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ﴿۵﴾ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ﴿۶﴾

پچاس ہزار سال ہوگی پس صبر کرو اچھا صبر وہ اس دن کو دُور سمجھتے ہیں

وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا ﴿۷﴾ يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ ﴿۸﴾ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ ﴿۹﴾

اور ہم اس کو قریب جانتے ہیں جس دن آسمان تیل کے تلچھٹ کے رنگ کا ہوگا اور پہاڑ دھنی ہوئی کپاس کی طرح ہوں گے

وَلَا يَسْئَلُ حَمِيْمٌ حَمِيْمًا ﴿۱۰﴾ يُّبَصَّرُوْنَهُمْ ؕ يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ

اور کوئی دوست، دوست کی خبر نہ لے گا ان کو دکھائے جائیں گے جس دن چاہے گا مجرم کہ کاش فدیہ دیتا اس

بیان کی گئی ہے اس فاصلہ سے سطح زمین سے آسمان اول تک کا فاصلہ مراد ہے ② اس سے مراد یوم قیامت ہے کہ اُس دن جس قدر فیصلے ہوں گے اگر دنیا کے ایام ہوتے تو پچاس ہزار سال کا وقت صرف ہوتا ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ حضورؐ سے پوچھا گیا کہ وہ تو بہت لمبا دن ہوگا؟ تو آپؐ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے مومن کو نماز فریضہ پر صرف ہونے والے وقت کی مقدار معلوم ہوگی اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر حساب قیامت غیر اللہ کے سپرد ہوتا تو پچاس ہزار سال ختم ہو جاتے اور حساب ختم نہ ہوتا لیکن خدا تو ایک ہی ساعت میں حساب لے لے گا اور ابھی ایک دن بھی نہ گذرا ہوگا کہ جنتیوں کو جنت اور دوزخیوں کو دوزخ میں جانے کا آرڈر ہو جائے گا پس وہ اپنے ٹھکانوں پر پہنچ جائیں گے۔ ③ ملائکہ کی زمین کی طرف نزول و عروج کی کل مدت پچاس ہزار سال دنیاوی سال بنتے ہیں کسی کو معلوم نہیں کہ کس قدر گذر چکی ہے اور کتنی باقی ہے ④ تفسیر صافی میں قمی سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا ملائکہ اور رُوح شب قدر کی صبح کو نبی یا وصی نبی سے رخصت ہو کر واپس عروج کرتے ہیں ⑤ بروایت احتجاج حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضورؐ نے شب معراج، مسجد الحرام سے مسجد اقصیٰ تک ایک ماہ کا فاصلہ طے کیا اور وہاں سے ملکوت سما کی طرف پچاس ہزار سال کا فاصلہ طے کیا اور یہ سب آمد و رفت ایک تہائی شب میں ہوئی ⑥ بروایت کافی حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ قیامت کے پچاس موقف ہوں گے اور ہر موقف پر ایک ہزار سال وقوف ہوگا اور آپ نے یہی آیت پڑھی ⑦ تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ زمانہ رجعت کے متعلق ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ آئیں گے تو ان کا دور حکومت پچاس ہزار سال ہوگا اور حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کا دورِ حکومت ۴۴ ہزار برس ہوگا۔

فَاصْبِرْ صَبْرًا یعنی صبر کیجئے اور کفار کی طعنہ زنیوں سے نہ گھبرائیے وہ قیامت کو دُور سمجھتے ہیں اور ہم اس کو قریب سمجھتے ہیں پس يَرَوْنَهٗ میں رویت کا معنی ظن ہے اور نَرٰىهُ میں رویت کا معنی یقین ہے اور یہ افعال قلوب میں سے ہے۔

كَالْمُهْلِ۔ اس کا معنی پگھلا ہوا سیسہ یا پگھلا ہوا تانبہ یا چاندی بھی کہا گیا ہے یعنی آسمان بھی پگھلا ہوا معلوم ہوگا۔

عَذَابِ یَوْمِئِذٍ بِبَنِیْهِ ﴿۱۱﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِیْهِ ﴿۱۲﴾ وَفَصِیْلَتِهِ الَّتِیْ تُؤْوِیْهِ ﴿۱۳﴾
دن کے عذاب کے لئے اپنے بیٹوں کو اور بیوی اور بھائی کو اور اپنے قبیلے کو جن کو پناہ دیتا اور پاتا تھا
وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ثُمَّ یُنْجِیْهِ ﴿۱۴﴾ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى ﴿۱۵﴾ نَزَّاعَةً لِّلشَّوٰى ﴿۱۶﴾
اور تمام زمین والوں کو پھر وہ فدیہ اس کو بچا لیتا لیکن یہ بات ہرگز نہ ہوگی تحقیق وہ آگ ہے کھینچنے والی ہے
تَدْعُوْا مَنْ اَدْبَرَ وَتَوَلّٰى ﴿۱۷﴾ وَجَمَعَ فَاَوْعٰى ﴿۱۸﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوْعًا ﴿۱۹﴾
تمام اعضاء کو وہ بلائے گی ہر اس کو جو حق سے روگردان ہوا اور پھر گیا اور مال کو جمع کیا اور بخل کیا تحقیق انسان حریص پیدا ہوا ہے

كَالْعِهْنِ ۔ یعنی پہاڑ جب ذرہ ذرہ ہو کر اڑیں گے تو دھنی ہوئی کپاس کی طرح معلوم ہوں گے۔

وَلَا یَسْئَلُ ۔ اس کو قاریوں نے معلوم کے صیغے سے بھی پڑھا ہے اور معنی وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے۔ اور مجہول کا صیغہ بھی پڑھا گیا ہے اور معنی یہ ہوگا کہ کسی دوست سے دوست کا پتہ نہ پوچھا جائے گا یعنی ہیبت محشر اور ہول قیامت سے ہر شخص اپنی فکر میں ہوگا۔

یُبَصَّرُوْنَهُمْ ۔ اس کے معنی میں چند اقوال ہیں ○ مومنوں کو کافروں کا عذاب دکھایا جائے گا ○ گمراہ پیروں کے مریدوں کو اپنے پیروں کا معذب ہونا دکھایا جائے گا ○ فرشتوں کو لوگوں کے انجام سے باخبر کیا جائے گا تاکہ وہ جنتیوں کو پہچان کر جنت میں پہنچائیں اور جہنمیوں کو پہچان کر جہنم کی طرف لے جائیں۔ ○ کافروں کو ایک دوسرے کا تعارف کرایا جائے گا۔

یَوَدُّ الْمُجْرِمُ ۔ مودت میں محبت کے ساتھ ساتھ تمنی کا معنی بھی ہوتا ہے پس اس دن عذاب اس قدر شدید ہوگا کہ جہنمی لوگ اپنے بیٹوں بیویوں بھائیوں اور قبیلہ کے لوگوں کو اپنے عذاب کا فدیہ بنانے کی خواہش رکھیں گے بلکہ پوری روئے زمین کی آبادی کو اپنے سر پر آئے ہوئے عذاب کا فدیہ بنانے کی تمنا کریں گے لیکن ان کی یہ حسرت پوری نہ ہوگی۔

كَلَّا ۔ یعنی ہرگز ہرگز ان کا کوئی فدیہ قبول نہ ہوگا۔

اِنَّهَا لَظٰى ۔ جہنم کے ناموں میں سے ایک نام لظی بھی ہے اور شوی انسان کے تمام اعضاء پر بولا جا سکتا ہے جن کی ضرب مہلک نہ ہو یعنی آتش جہنم اس کے تمام اعضاء کو اپنی طرف کھینچے گی اور جلائے گی لیکن اس پر موت نہ آئے گی۔

تَدْعُوْا ۔ یعنی آتش دوزخ ہر اس آدمی کو اپنی طرف بلائے گی جو ایمان سے منہ پھیرنے والا تھا اور حق سے روگردان تھا۔ اور کہتے ہیں اس دن آگ بقدرت خدا گویا ہو کر دوزخیوں کو اپنے طرف بلائے گی۔

فَاَوْعٰى ۔ یعنی مال کو جمع کر کے وعاء میں رکھا یا دور حاضر کی اصطلاح میں بنک میں جمع کیا اور صحیح مصرف پر خرچ نہ کیا۔

هَلُوْعًا ۔ بعد والی دونوں آیتیں اس لفظ کی تفسیر ہیں۔

إِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ جَزُوعًا ﴿٢١﴾ وَإِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ﴿٢٢﴾ إِلَّا الْمُصَلِّينَ ﴿٢٣﴾ الَّذِينَ

جب اس کو تکلیف پہنچے تو بے صبرا ہوتا ہے اور جب اس کو خوشحالی پہنچے تو بخیل ہوتا ہے مگر نماز گذار لوگ جو اپنی نمازوں

هُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ دَائِمُونَ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِينَ فِي أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُومٌ ﴿٢٥﴾

کو پابندی سے ادا کرتے ہیں اور وہ جن کے اموال میں حصہ مقرر ہے

لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُومِ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ يُصَدِّقُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿٢٧﴾ وَالَّذِينَ هُم مِّنْ

مانگنے والے اور نہ مانگنے والے (مستحقین) کیلئے اور وہ جو روزِ قیامت کی تصدیق کرتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار

عَذَابِ رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٩﴾ وَالَّذِينَ

کے عذاب سے ڈرتے ہیں بے شک ان کے رب کا عذاب غیر مامون ہے اور وہ جو

هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ﴿٣٠﴾ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ

اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں سوائے اپنی بیویوں کے اور سوائے ان کے جن کے وہ مالک ہیں کیونکہ ایسے

غَيْرُ مَلُومِينَ ﴿٣١﴾ فَمَنِ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ﴿٣٢﴾ وَالَّذِينَ

لوگ قابل ملامت نہیں ہیں اور جو اس کے علاوہ خواہش کرے تو وہ تجاوز کرنے والے ہیں اور وہ جو اپنی

هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ﴿٣٣﴾ وَالَّذِينَ هُم بِشَهَادَاتِهِمْ قَائِمُونَ ﴿٣٤﴾

امانتوں اور عہدوں کی پاس کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شہادتوں پر قائم ہیں

دَائِمُونَ ۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ یہ نوافل کے بارے میں ہے اور آیت ۲۵ نماز ہائے واجبہ کے متعلق ہے ۔

اَلْمَحْرُوم ۔ وہ لوگ جو سوال کرنے سے شرماتے ہوں اور نیک لوگوں کی علامات میں سے ہے کہ اپنے کمائے ہوئے حلال مال میں سے مستحقین کو دیتے ہوں اور اس میں زکوٰۃ واجبہ وصدقات وخیرات وصلہ رحمی وغیرہ سب داخل ہیں ۔

غَیْرُ مَامُوْنٍ ۔ یعنی اللہ کا عذاب ایسا نہیں کہ اس سے انسان بالکل نڈر ہو جائے پس ڈرتے رہنا ہی مومن کی شان ہے ۔

اُولٰٓئِکَ ۔ یعنی وہ نماز گذار لوگ جن میں یہ مذکورہ صفات پائی جائیں (۱) نوافل کی پابندی (۲) راہ خدا میں خرچ (۳) قیامت کی تصدیق (۴) خوف خدا (۵) پاکدامنی (۶) ادائے امانت (۷) وفائے عہد (۸) ادائے شہادات (۹) نماز ہائے واجبہ کی ادائیگی

پس یہ لوگ انہی صفات حسنہ کی بدولت جنت میں کرامت پائیں گے ۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ﴿۳۵﴾ أُولٰٓئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ

اور وہ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں ایسے لوگ ہی جنت میں

مُّكْرَمُوْنَ ﴿۳۶﴾ فَمَالِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا قِبَلَكَ مُهْطِعِيْنَ ﴿۳۷﴾ عَنِ الْيَمِيْنِ

باکرامت ہوں گے پس ان کافروں کو کیا ہوگیا ہے کہ تیرے پاس تجھے گھور گھور کے دیکھتے ہیں؟ دائیں بائیں

وَعَنِ الشِّمَالِ عِزِيْنَ ﴿۳۸﴾ أَيَطْمَعُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَنْ يُّدْخَلَ

گروہ گروہ ہیں کیا طمع رکھتا ہے ان میں سے ہر انسان کہ نعمتوں کے باغات

جَنَّةَ نَعِيْمٍ ﴿۳۹﴾ كَلَّا ۖ إِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّمَّا يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ فَلَا أُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ

میں داخل ہوگا؟ ہرگز نہیں ہم نے ان کو پیدا کیا ہے اس چیز سے جس کو وہ جانتے ہیں پس قسم ہے مشارق

رکوع ۸

فَمَالِ الَّذِيْنَ ۔ ترکیب نحوی کے اعتبار سے مَا مبتدا اور لِلَّذِيْنَ اس کی خبر ہے اور قِبَلَكَ حال ہے كَفَرُوْا کی ضمیر سے اور اس کے بعد مُهْطِعِيْنَ دوسرا حال ہے اور عَنِ الْيَمِيْنِ جار و مجرور کا متعلق عِزِيْنَ ہے جو تیسرا حال ہے یہ حضورؐ کے پاس بیٹھنے والے اور دائیں بائیں صحبت نبوی سے شرفیاب ہونے والے منافقوں اور کافروں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ان کو کیا ہوگیا ہے کہ تیرے پاس تیرے دائیں بائیں بیٹھنے کے باوجود تجھے ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہیں اور تیری بات کا اثر نہیں لیتے۔ اِھطاع کا معنی ہے پھٹی پھٹی نظروں سے ٹکٹکی باندھ کر دیکھنا عِزِيْنَ جمع ہے عِزَةٌ کی اور خلاف قیاس یہ جمع واؤ و نون کے ساتھ ہوتی ہے۔

أَيَطْمَعُ ۔ کافروں نے کہا تھا کہ اگر محمد سچ کہتا ہے تو جس جنت کی خوشخبری دیتا ہے وہ یقیناً ہمارے لئے ہی ہوگی پس جس طرح دنیا میں اللہ نے ہم کو خوش حال کیا اور مسلمانوں کو فقر و فاقہ دیا اسی طرح بروز محشر بھی ہمیں جنت دے گا اور مسلمان اس دن بھی نعمات پروردگار سے محروم رہیں گے پس ان کو تنبیہ کی گئی ہے کہ ایسا ہرگز نہ ہوگا کیونکہ ہم نے جس چیز سے ان کو پیدا کیا ہے اس کا ان کو علم ہے یعنی وہ منی اور نجس پانی سے پیدا ہوئے ہیں اور نجس مادہ سے پیدا ہونے والا جنت میں نہیں جا سکتا جب تک اچھی صفات اپنے اندر نہ رکھتا ہو جو گزشتہ آیات میں گنوائی جا چکی ہیں

لَا أُقْسِمُ ۔ یہ لا زائد ہے جو قسم سے پہلے آیا کرتا ہے۔

رَبِّ الْمَشَارِقِ ۔ تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ ابن کوا نے حضرت علی علیہ السلام پر اس وقت سوال کیا جب آپ نے اپنے خطبہ میں فرمایا۔ أَيُّهَا النَّاسُ سَلُوْنِيْ فَإِنَّ بَيْنَ جَوَانِحِيْ عِلْمًا جَمًّا۔ اے لوگو مجھ سے سوال کرو بے شک میرے سینے کے اندر علم وافر موجود ہے ابن کوا نے کہا کہ قرآن مجید میں تضاد موجود ہے آپ نے فرمایا ہرگز نہیں اس نے قرآن مجید

وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ

و مغارب کے رب کی ہم قدرت رکھتے ہیں کہ ان سے اچھے لوگ ان کے بدلہ میں لے آئیں اور ہم مغلوب

بِمَسْبُوْقِيْنَ ﴿۴۱﴾ فَذَرْهُمْ يَخُوْضُوْا وَيَلْعَبُوْا حَتّٰى يُلٰقُوْا يَوْمَهُمُ

نہیں ہیں پس ان کو چھوڑ دیجئے باتیں بنائیں اور مسخری کریں یہاں تک کہ ملاقات کریں گے اس دن کی

الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۲﴾ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ

جس کا وعدہ کئے گئے ہیں جس دن نکلیں گے اپنی قبروں سے جلدی جیسا کہ اپنے معبودوں

اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴿۴۳﴾ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ ذٰلِكَ

کی طرف دوڑے جا رہے ہیں ان کی آنکھیں جھکی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوگی یہ وہ

الْيَوْمُ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ع

دن ہوگا جس کا وہ وعدہ کئے گئے ہیں

کی آیتیں پیش کیں کہ ایک جگہ فرماتا ہے مشرق و مغرب کا رب ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے مشرقین و مغربین کا رب ہے اور تیسری جگہ فرماتا ہے کہ مشارق و مغارب کا رب ہے آپ نے فرمایا کہ تینوں آیتیں درست ہیں کہ عرف عام کے اعتبار سے ایک مشرق اور ایک مغرب ہے اگر تھوڑی سی دقت کی جائے تو معلوم ہوگا کہ موسم سرما اور موسم گرما کی طلوع و غروب کی منازل الگ الگ ہیں لہٰذا دو مشرقین ہیں ایک سرما کی اور دوسری گرما کی اسی طرح دو مغربیں ہیں ایک سرما کی اور دوسری گرما کی اور اگر مزید دقت کی جائے تو معلوم ہوگا تو سورج کا ہر دن طلوع و غروب ایک نئے مدار پہ ہوتا ہے لہٰذا تین سو ساٹھ مشرقیں ہیں اور اتنی ہی مغربیں ہیں

فَذَرْهُمْ ۔یعنی کفار اگر باتوں باتوں میں آپ کو تنگ کریں یا ہنسی مذاق میں بات کو ٹال دیں تو گھبرانے کی ضرورت نہیں آخر وہ دن آجائے گا جس دن ان کو اپنے کئے کا عذاب بھگتنا ہوگا۔

اِلٰى نُصُبٍ ۔یعنی اس روز کی سختی سے گھبرا کر اس طرح دوڑیں گے جیسا کہ دنیا میں اپنے جھنڈے کی طرف یا عبادت کے لئے اپنے بتوں کی طرف دوڑے جاتے ہیں۔

سُورۂ نوح

★ یہ سورہ مکیہ ہے۔
★ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر ۲۹ ہے۔
★ حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ نوح کی تلاوت کرے گا حضرت نوح علیہ السلام پر ایمان لانے والوں کی تعداد کے برابر اس کو اجر عطا ہوگا۔
★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہو اور اس کی کتاب قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہو اسے سورہ نوح کی تلاوت کرنی چاہیئے کیونکہ جو شخص بھی اس کی قربتاً الی اللہ تلاوت کرے گا خواہ نماز نافلہ میں پڑھے یا فریضہ میں خدا اس کو ابرار کے مساکن میں جگہ دے گا اور اپنی جنت کے علاوہ اس کو تین جنتیں الگ ملیں گی اور خداوند کریم اس کو دو سو حور کنواری اور چار ہزار ثیب عطا فرمائے گا۔
★ خواص القرآن سے منقول ہے کہ طلب حاجت کے لئے جو شخص سورہ نوح کو پڑھے گا اس کی حاجت پوری ہوگی انشاء اللہ (نبوی)
★ اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ نوح کو دن و رات میں پڑھتا رہے وہ اتنے تک نہ دے گا جب تک کہ اپنی منزل جنت میں نہ دیکھ لے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا نُوۡحًا اِلٰی قَوۡمِہٖۤ اَنۡ اَنۡذِرۡ قَوۡمَکَ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَہُمۡ عَذَابٌ

تحقیق ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا کہ اپنی قوم کو ڈراؤ قبل اس کے کہ ان پر دردناک عذاب

اَلِیۡمٌ ﴿۲﴾ قَالَ یٰقَوۡمِ اِنِّیۡ لَکُمۡ نَذِیۡرٌ مُّبِیۡنٌ ﴿۳﴾ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰہَ وَ اتَّقُوۡہُ

آئے تو انہوں نے قوم سے کہا میں تمہیں کھلے طور پر ڈرانے والا ہوں کہ اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو

رکوع ۹	حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر	حضرت نوحؑ کا ذکر تفسیر کی جلد ۷ ص ۲۰۸ پر مفصل گذر

وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۳﴾ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ط

اور میری بات مانو تاکہ وہ تمہارے گناہ بخش دے اور تمہیں وقت مقرر تک مہلت دیدے

اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ لَوْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ

تحقیق اللہ کی مقررکردہ اجل جب آجائے تو مہلت نہیں دی جاتی کاش تم جانتے ہوتے (نوحؑ نے) کہا اے رب میں

دَعَوْتُ قَوْمِىْ لَيْلًا وَّنَهَارًا ﴿۵﴾ فَلَمْ يَزِدْهُمْ دُعَآءِىْٓ اِلَّا فِرَارًا ﴿۶﴾

نے اپنی قوم کو شب و روز دعوت دی پس وہ میری دعوت کے بعد ایمان سے دور ہونے ہی بڑھتے رہے

وَاِنِّىْ كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا

اور میں جب بھی ان کو تیری بخشش کی طرف بلاتا ہوں وہ کانوں میں انگلیاں دے دیتے ہیں اور کپڑوں سے

ثِيَابَهُمْ وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ﴿۷﴾ ثُمَّ اِنِّىْ دَعَوْتُهُمْ جِهَارًا ﴿۸﴾

منہ ڈھانپ لیتے ہیں اور کفر پر پکے ہیں اور تکبر پر ڈٹے ہوئے ہیں پھر میں نے ان کو باآواز بلند دعوت دی

ثُمَّ اِنِّىْٓ اَعْلَنْتُ لَهُمْ وَاَسْرَرْتُ لَهُمْ اِسْرَارًا ﴿۹﴾ فَقُلْتُ

پھر میں نے ان کو اعلانیہ بھی کہا اور پوشیدہ طور پر الگ الگ بھی پکارا پس میں نے کہا

چکا ہے اور جلد ۱۱ صہ ۷۰ پر اور جلد ۱۲ صہ ۱۶۸ پر اشارہ موجود ہے۔

اَجَلٍ مُّسَمًّى اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اجلیں دو ہیں ایک اجل مبرم و محتوم ہے جس کو اجل مسمیٰ کہا گیا ہے اور دوسری اجل غیر مبرم ہے اس جگہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے وعدہ فرمایا کہ تم استغفار کرو تاکہ تمہیں اجل مسمیٰ تک مہلت مل جائے اور دنیاوی عذاب سے بچ جاؤ کیونکہ اجل مسمیٰ تو حتمی اجل ہے اس سے کوئی بھی آگے نہیں بڑھ سکتا مسئلہ کی مزید وضاحت تفسیر کی جلد ۵ صہ ۱۹۱ اور جلد ۸ صہ ۱۴۵ پر ملاحظہ ہو۔

جِهَارًا۔ یعنی میں نے تبلیغ کا ہر طریقہ استعمال کیا ہے تنہائی میں بھرے مجمع میں تلخ لہجہ سے نرم گفتگو سے اور خفیہ طور پر اور اعلانیہ انداز سے لیکن ان لوگوں پہ ذرہ بھی اثر نہیں ہوتا۔ لہٰذا یہ عذاب کے مستحق ہیں۔

فَقُلْتُ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے انسانی فطری جذبات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی قوم سے وعدہ فرمایا کہ اگر تم اللہ سے استغفار کرو گے تو وہ تمہیں قحط سالی و بدحالی سے نجات دے گا (کیونکہ ان لوگوں پر قحط کی وباء پھوٹ پڑی تھی) اور تمہارے

اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ﴿۱۱﴾ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ﴿۱۲﴾

اپنے رب سے بخشش طلب کرلو بے شک وہ بخشنے والا ہے وہ تمہارے اوپر آسمان سے باران رحمت نازل کرے گا

وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ﴿۱۳﴾ مَا لَكُمْ

اور تمہارے اموال و اولاد کو بڑھائے گا اور تمہارے لئے باغات پیدا کرے گا اور تمہیں نہروں سے سیراب کریگا کیا ہے تمہیں

اموال و رزق میں زیادتی ہو گی نیز اولاد بھی بکثرت عطا کرے گا لیکن وہ لوگ اس پیشکش کو ٹھکرا کر کفر پر ڈٹے رہے۔

طلب اولاد و دیگر حاجات

تفسیر مجمع البیان میں ہے ایک شخص امام حسن علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے قحط کی شکایت کی اور آپ نے (1) اس کو کثرت استغفار کا ورد بتایا۔ دوسرے نے فقر و فاقہ کا شکوہ کیا تو آپ نے اس کو بھی (2) استغفار کا وظیفہ تعلیم کیا پھر تیسرا طلب اولاد کے (3) لئے آیا تو آپ نے اس کو بھی کثرت استغفار کا عمل تعلیم کیا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ مختلف حاجات پیش کرنے والے لوگوں کو آپ نے صرف ایک ہی ورد بتایا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو استغفار کی تعلیم دی تھی اور تمام حاجات کا حل اسی میں بتایا تھا (4) حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ایک شخص نے عرض کی کہ میں بڑا مالدار ہوں لیکن اولاد نہ ہونے کی وجہ سے پریشان ہوں تو آپ نے فرمایا کہ ایک سال تک پچھلی رات ایک سو مرتبہ روزانہ استغفار پڑھا کرو اور اگر کسی رات کو ترک ہو جائے تو دن میں اس کی (5) قضا کر لیا کرو۔ تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ہشام بن عبدالملک کو ملنے گئے تو بادشاہ کی ملاقات کا وقت نہ مل سکا پس آپ نے شاہی دربان سے فرمایا جو بے اولاد تھا کہ تو میری ملاقات کروا دے تو میں تجھے اولاد کے لئے ایک عمل تعلیم کروں گا پس اس نے ملاقات کرا دی اور امام علیہ السلام نے ہشام سے کھل کر گفتگو کی اور اس نے امام علیہ السلام کے تمام مطالبات پورے کر دیئے پس واپسی پر دربان نے وعدہ یاد دلایا تو آپ نے فرمایا کہ ہر صبح (6) اور شام کو ستر مرتبہ سبحان اللہ اور دس مرتبہ استغفر اللہ پڑھو اور آخر میں نو دفعہ سبحان اللہ! پڑھ کر آخر میں استغفار پڑھو ساتھ آیت اِسْتَغْفِرُوْا سے لے کر اَنْهٰرًا تک کے چنانچہ اس نے یہ عمل کیا اور صاحب اولاد ہوا۔ راوی حدیث سلیمان کہتا ہے کہ میں نے اپنی چچازاد لڑکی سے شادی کی تھی اور مجھے اولاد نہ ہوئی تو میں نے اپنی زوجہ کو یہ عمل بتایا تو اس نے جب یہ عمل کیا تو خدا نے فرزند عطا فرمایا اور وہ عورت کہتی تھی جب میں اس عمل کو دہراتی ہوں تو حاملہ ہو جاتی ہوں۔

فوائد القرآن میں طب آئمہ سے منقول ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی اور اس کی عمر ساٹھ برس کی تھی تو آپ نے فرمایا تین دن متواتر نماز عشاء کے بعد اور نماز صبح کے (7) بعد ستر مرتبہ سبحان اللہ اور ستر مرتبہ استغفر اللہ پڑھو اور آخر میں آیت اِسْتَغْفِرُوْا سے لے کر اَنْهٰرًا تک ایک مرتبہ پڑھو اور تیسری رات یہ عمل کرنے کے بعد عورت سے ہمبستری کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا کیا اور خدا نے اس کو اگلے سال فرزند عطا فرما کر اس کی آنکھ کو ٹھنڈک بخشی۔

وسائل الشیعہ سے منقول ہے کہ معاویہ کے دربان کو امام حسنؑ علیہ السلام نے طلب اولاد کے لئے کثرت استغفار کا ورد بتایا

لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا ۝۱۴ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ۝۱۵ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ

کہ تم اللہ کی عظمت کا لحاظ نہیں کرتے حالانکہ اس نے تمہیں تدریجاً پیدا کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ کس طرح اس نے

اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝۱۶ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ

سات آسمان طبق در طبق پیدا کئے اور اس نے چاند کو ان میں نور بنایا اور سورج کو چراغ

سِرَاجًا ۝۱۷ وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَبَاتًا ۝۱۸ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ

بنایا اور اللہ نے تمہیں زمین سے پیدا کیا پھر اسی میں تم کو پلٹائے گا اور

اِخْرَاجًا ۝۱۹ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۝۲۰ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ۝۲۱ ع

نکالے گا اور اللہ نے تمہارے لئے زمین کو بساط بنایا تاکہ اس کے کھلے راستوں پہ چلو پھرو

اور اس نے ورد شروع کیا تو آخر میں دس اولادوں کا باپ ہوا معاویہ کے کہنے پر جب آپ سے اس ورد کا مدرک پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ استغفار کرنے والے کے لئے سورہ ہود میں ہے يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ اور سورہ نوح میں ہے۔ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ الخ

اَطْوَارًا ۔ یعنی درجہ بدرجہ کئی ادوار میں اس نے تم کو پیدا کیا پہلے نطفہ پھر علقہ پھر مضغہ پھر ہڈی وگوشت اور آخر میں اسے شکل انسانی عطا فرما کر اشرف المخلوقات بنا دیا۔ اسی طرح پیدا ہونے کے بعد بچپنہ جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں بھی اس کے فضل وکرم کی مرہون منت ہیں اور عظمت و وحدت خالق کی براہین ہیں اور بعضوں نے اطوار سے مراد صفاتی اختلاف لیا ہے کہ بعضوں کو امیر اور بعضوں کو فقیر اسی طرح تندرستی وبیماری اور خوبصورتی وبدصورتی میں اختلاف کے ساتھ پیدا کیا

اَلْقَمَرَ فِيْهِنَّ ۔ اللہ نے آسمانوں میں چاند کو پیدا کر کے اس کو نور بخشا حالانکہ وہ ایک آسمان میں ہے تو یہ استعمال بعینہٖ اسی طرح ہے جس طرح کہا جاتا ہے کہ ان گھروں میں ایک کنواں ہے حالانکہ ایک گھر میں ہوتا ہے۔

نُوْرًا ۔ نور صرف روشنی کو کہتے ہیں جو عرض قائم بالغیر ہے اس لئے قمر کو نور کہا گیا ہے کیونکہ اس کی روشنی سورج سے مستفاد ہے اور سورج سے چونکہ روشنی نکلتی ہے اس لئے اس کو سراج کہا گیا ہے۔

وَاللّٰهُ اَنْۢبَتَكُمْ ۔ زمین سے پیدا ہونے سے مراد حضرت آدمؑ وحوا کی تخلیق ہے جو مٹی سے ہوئی یا یہ کہ ہر انسان زمین سے پیدا ہونے والی غذائیں کھاتا ہے اور انہی سے اس کا خون گوشت وپوست تیار ہوتا ہے اور اسی سے مادہ منویہ بنتا ہے جو آنے والی نسل کا مادۂ پیدائش ہے لہذا انسانوں کو زمین کی نبات کہنا اسی اعتبار سے ہے۔

بِسَاطًا ۔ یعنی اللہ نے زمین کو انسانوں کی سہولت کے لئے بنا دیا نہ گرم نہ سرد نہ زیادہ سخت نہ زیادہ نرم بلکہ انسانی ضروریات

قَالَ نُوحٌ رَّبِّ إِنَّهُمْ عَصَوْنِي وَاتَّبَعُوا مَن لَّمْ يَزِدْهُ مَالُهُ وَوَلَدُهُ

نوح نے عرض کی اے پروردگار! انہوں نے میری نافرمانی کی اور ایسے شخص کی اتباع کی جس کو مال و اولاد نے

إِلَّا خَسَارًا ﴿٢٢﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا كُبَّارًا ﴿٢٣﴾ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ

نقصان کی طرف بڑھایا اور ان لوگوں نے بہت بڑا مکر کیا اور کہا کہ اپنے خداؤں کو نہ چھوڑو اور نہ چھوڑو

کے مطابق اس کو پیدا کیا تاکہ رہائش و خوراک و سیر سیاحت اس پر آسان رہے۔

سُبُلًا فِجَاجًا۔ فجاج جمع ہے فج کی جس کا معنی ہے کھلا راستہ اور بعضوں نے سبل میدانی زمینوں کے راستوں کو اور فجاج پہاڑی راستوں کو کہا ہے اور خداوند کریم نے ان تمام نعمتوں کو دعوت شکر کے لئے گنوایا ہے تاکہ توحید پر عقیدہ پختہ ہوجانے کے بعد شکر گذار بنیں۔

رکوع نمبر ۱

قَالَ نُوحٌ۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کافی عرصہ تک تبلیغ کرنے کے بعد اللہ سے دعا کی کہ یہ لوگ میری نہیں مانتے بلکہ اپنے امراء و رؤسا طبقہ کی مانتے ہیں جو مال و اولاد کے گھمنڈ میں میرے ساتھ برسرپیکار ہیں اور میرے متعلق بُری تجویزیں سوچتے ہیں اور مروی ہے کہ انہوں نے کمینے لوگوں کو حضرت نوح کے قتل پر اکسایا تھا

لَا تَذَرُنَّ۔ پہلے آلہہ کے لفظ میں سارے بت شامل تھے جن کی وہ پوجا کرتے تھے لیکن تعظیم و اکرام کے طور پر ان بعد والے پانچ بتوں کا نام لیا گیا جس طرح تعمیم کے بعد تخصیص کا دستور ہے۔

بت پرستی

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام سے پہلے وَدّ، سواع، یغوث، یعوق اور نسر نیک آدمی گذرے ہیں جن کا لوگوں کے دلوں میں کافی وقار تھا جب وہ دنیا سے چلے گئے تو کافی عرصہ تک لوگ ان کی یاد میں نیکیاں بجا لاتے تھے اور ان کی زندگیوں کو قابل رشک قرار دے کر اعمال صالحہ کی طرف اقدام کرتے تھے۔ پھر رفتہ رفتہ شیطان نے ان کو یہ سبق پڑھایا کہ ان گذشتہ بزرگوں کی مورتیاں اور تصویریں بنائی جائیں اور ان کو سامنے رکھا جائے تاکہ ان کی وجہ سے عبادت کا شوق اور زیادہ ہو جب اسی طور و طریقہ پر ایک نسل گذر گئی تو دوسری نسل کو شیطان نے پڑھایا کہ تمہارے باپ دادا تو ان بتوں کو خدا سمجھ کر ان کی عبادت کرتے تھے لہذا تم بھی ان کو معبود و حاجت روا قرار دے کر انہی کی عبادت کرو پس بت پرستی کا رواج قائم ہوگیا اور آنے والی نسلیں پوری طرح اس وبا کی لپیٹ میں آگئیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے ہندوستان کے کسی پہاڑ پر حضرت آدم علیہ السلام کے جسد کو محفوظ کیا ہوا تھا اور خود نگرانی کرتے تھے تاکہ کفار حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کا طواف نہ کرنے لگ جائیں پس شیطان نے لوگوں کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ حضرت آدم علیہ السلام کے جسم کی مثال ایک پتھر کا جسم بنا لیا جائے اور اس کا طواف کیا جائے چنانچہ پانچ بت بنائے گئے جن کا نام سابق میں مذکور ہوچکا ہے اور لوگ اپنے اپنے مقام پر ان کا طواف کرنے لگ گئے

وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ۙ وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ﴿۲۴﴾ وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا ۚ

ود کو نہ سواع کو اور نہ یغوث یعوق نسر کو اور تحقیق انہوں نے بہت سوں کو گمراہ کیا

وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا ضَلٰلًا ﴿۲۵﴾ مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ۙ

اور نہیں بڑھاتے ظالموں کو مگر گمراہی کی طرف اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کئے گئے پس داخل کئے گئے جہنم میں

حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے بعد یہ بت بھی غرقابی کے بعد مٹی اور گارے میں چھپ گئے تھے اور وہ مدفون ہی رہے حتیٰ کہ مشرکین عرب کے لئے شیطان نے نئے سرے سے ان کو ظاہر کر دیا پس صنم وُد کو بنی قضاعہ نے اپنا معبود قرار دے دیا اور دومتہ الجندل کے مقام پر انہوں نے اس کو رکھا ہوا تھا اور اس کی عبادت کرتے تھے اور بنی قضاعہ کے بعد بنو کلب اس پر قابض ہوئے اور وہ بھی نسل در نسل اس کی پوجا کرتے رہے کہ اسلام نے اس کا خاتمہ کر دیا بنی طے کے ایک قبیلہ نے یغوث کو اپنا معبود قرار دے لیا اور بنی ناجیہ نے ان سے یہ بت چھیننا چاہا لیکن ان کو کامیابی حاصل نہ ہوئی اسی طرح یعوق بنی کہلان کا چند پشتوں تک معبود رہا پھر قبیلہ ہمدان کی تحویل میں آیا اور ان کی عقیدتمندی کا مرکز رہا اور نسر کی عبادت قبیلہ خثعم کرتا تھا اور سواع کی پوجا ذی الکلاع کی اولاد کرتی تھی اور ایک روایت میں ہے کہ یہ قبیلۂ ہذیل کا معبود تھا جو مقام رہاط میں قیام پذیر تھے اور یغوث بنی مراد کا معبود تھا اور یعوق قبیلہ ہمدان کا نسر آل ذی الکلاع کا جو حمیر کی شاخ تھی اور لات ثقیف کا معبود بنا ہوا تھا اور صنم عزیٰ کی عبادت قبائل سلیم وغطفان وجشم ونصر وسعد کرتے تھے اور منات قبیلہ قدید کی عقیدت کا مرکز تھا اور اساف نائلہ دو بت اہل مکہ کے معبود تھے چنانچہ اساف حجر اسود کے سامنے اور نائلہ رکن یمانی کے سامنے نصب تھے اور صنم ہبل کعبہ کے اندر تھا واقدی سے منقول ہے کہ وُدّ مرد کی صورت میں سواع عورت کی شکل میں یغوث شیر کی صورت میں یعوق گھوڑے کی شکل میں اور نسر گِد کی صورت میں تھا۔

جناب علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سیرت امیر المومنین علیہ السلام جلد اوّل ص ۲۶۳ پر تحریر فرماتے ہیں کہ عمر بن لحی خزاعی نے ۲۰۰ء میں مصر و شام کے علاقہ میں عمالقہ کو بت پرستی کرتے دیکھا تو اُسے بتوں کی پرستش میں اگرچہ کوئی فائدہ نظر نہ آیا تھا مگر ترشے ہوئے بتوں کی صنعت اُسے بھاگئی اور چند بت اٹھا کر مکہ لے آیا اور انہیں خانہ کعبہ کے گرد و پیش نصب کر کے لوگوں کو بت پرستی کی دعوت دی رفتہ رفتہ اہل مکّہ کی اکثریت نے بت پرستی اختیار کر لی اور خانہ کعبہ صنم کدہ اور مکّہ بت پرستی کا مرکز بن گیا قریش کا سب سے بڑا دیوتا ھبل تھا جو خانہ کعبہ میں بلندی پر نصب تھا اور اس کے آس پاس سینکڑوں بُت ایک دوسرے سے جڑے بندھے رکھے تھے اور سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں ایک ایک دن ایک ایک کی پوجا کے لئے خاص کر دیا گیا تھا اہل مکّہ کی دیکھا دیکھی اطراف و جوانب کے لوگ بھی بت پرستی کی طرف مائل ہو گئے اور جب حج کے لئے مکّہ آتے تو حرم سے پتھر اٹھا کر ساتھ لے جاتے اور انہیں مکّہ کے بتوں کی شکل و صورت میں تراش کر اپنے ہاں نصب کر لیتے یہانتک کہ تمام عرب میں بت پرستی

فَلَمْ يَجِدُوْا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْصَارًا ﴿۲۶﴾ وَقَالَ نُوْحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى

پس اللہ کے سوا انہوں نے اپنا کسی کو مددگار نہ پایا — اور نوحؑ نے عرض کی اے رب زمین پر

عام ہوگئی اور ہر قبیلہ نے اپنے لئے علیحدہ علیحدہ بت بنا لیا مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر مقام نخلہ پر عزیٰ کی مورتی نصب تھی جو قریش و کنانہ کی عقیدت کا مرکز تھی طائف میں لات نصب تھا۔ جو بنی ثقیف کا دیوتا تھا مدینہ سے کچھ فاصلہ پر منات نصب تھا جو اوس و خزرج و غسان کا دیوتا کہلاتا تھا نجران میں قبیلۂ ہمدان یعوق کی پوجا کرتا تھا ینبع کے اطراف میں قبیلۂ ہذیل کا بت سواع نصب تھا اور دومۃ الجندل میں بنی کلب کا دیوتا وُدّ تھا اسی طرح مختلف قبیلوں میں دیوتاؤں اور دیویوں کی پوجا ہوتی تھی کچھ بت پرست ان حس و حرکت سے خالی اور فہم و شعور سے عاری پتھروں کو اللہ کا شریک کار سمجھتے تھے اور ان کے سامنے گڑگڑاتے جھولیاں پھیلاتے اور مرادیں مانگتے تھے" الخ تفسیر برہان میں ہے کہ قریش لوگ کعبہ کے اردگرد والے بتوں پر مسک و عنبر چھڑک دیا کرتے تھے یغوث دروازہ کے سامنے تھا یعوق داہنی طرف اور نسر بائیں جانب تھا پس وہ یغوث کا سجدہ کرکے آگے بڑھتے تھے اور اس کے بعد تلبیہ بھی پڑھتے تھے الخ

بُت شکنی سیرت امیر المومنین علیہ السلام صہ ۲۶۴ پر مفتی صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں" مکہ پر فوج کشی کا یہ مقصد نہ تھا کہ پیغمبر اپنی مملکت کے حدود کو وسعت دیں اور فاتح کشور کہلائیں بلکہ اصل مقصد بُت پرستی کو مٹا کر توحید کا پرچم بلند کرنا تھا چنانچہ مکہ کو زیرنگیں کرنے کے بعد سب سے پہلے بتوں کی شکست و ریخت کی طرف توجہ فرمائی اور پہلے دیواروں پر بنی ہوئی فرشتوں اور نبیوں کی تصویروں کو مٹایا اور پھر حضرت علیؑ کے ساتھ مل کر نیچے والے بتوں کو توڑا اور جب نیچے والے بُت توڑے جا چکے تو اوپر والے بتوں کو توڑنے کے لئے حضرت علیؑ سے فرمایا تم میرے کاندھوں پر بلند ہوکر بتوں کو توڑو گے یا میں تمہارے شانوں پر سوار ہوکر انہیں توڑوں۔ عرض کیا یا رسولؐ اللہ آپ میرے کاندھوں پر سوار ہوکر انہیں توڑیں جب پیغمبر آپ کے کاندھوں پر سوار ہوئے تو آپ نے کمزوری و ضعف کا احساس کیا پیغمبر آپ کے کاندھوں سے اتر گئے اور فرمایا کہ اے علیؑ تم میرے کاندھوں پر سوار ہو جاؤ حضرت علیؑ دوش پیغمبر پر بلند ہوئے اور چھوٹے موٹے بتوں کے علاوہ ھبل کو جو آہنی میخوں سے گڑا ہوا تھا جھٹکا دیکر اکھاڑ لیا اور زمین پر اس طرح پھینکا کہ پاش پاش ہوگیا قریش کے لئے یہ منظر کتنا عبرت خیز ہوگا کہ کل تک جس کے آگے پیشانیاں رگڑتے رہے تھے اور احد میں جس کی جے کے نعرے لگائے تھے آج اس کے ٹکڑے پیغمبر کے قدموں میں پڑے ہوئے عجز و بے بسی کی تصویر بنے ہوئے تھے حضرت علیؑ اس صنم اکبر کو توڑنے کے بعد میزاب کی طرف سے نیچے اترے اور مسکراتے ہوئے پیغمبر سے کہا یا رسولؐ اللہ میں اتنی بلندی سے کودا ہوں مگر ذرا چوٹ نہیں آئی۔ فرمایا اے علیؑ چوٹ کیونکر آتی جبکہ محمدؐ نے تمہیں بلند کیا ہے اور جبرئیل امین نے تمہیں اتارا ہے۔ فتح مکہ کا واقعہ جلد ۱۳ صہ ۸۴ پر مرقوم ہے۔

وَقَالَ نُوْحٌ ۔ چونکہ حضرت نوح علیہ السلام کو بذریعہ وحی اطلاع ہو چکی تھی اِنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ اسی بنا پر انہوں نے دعا میں عرض کی کہ اب مومن ہونے والا تو کوئی ہے نہیں لہٰذا ان پر عذاب نازل فرما۔

الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ﴿٢٦﴾ اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ يُضِلُّوْا عِبَادَكَ

کافروں میں سے کسی کو آباد رہنے والا باقی نہ چھوڑ کیونکہ تو اگر ان کو چھوڑ دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے

وَلَا يَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ﴿٢٧﴾ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ

اور فاجر و منکر کے سوا کوئی اولاد نہ جنیں گے ۔ اے رب بخش دے مجھ کو میرے والدین کو اور وہ جو

بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۭ وَلَا تَزِدِ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا تَبَارًا ﴿٢٨﴾ ع

مومن ہو کر میرے گھر آئیں اور سب مومن مردوں و عورتوں کو اور ظالموں کو ہلاک کر دے

وَلَا يَلِدُوْا ۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ عذاب کی آمد سے چالیس سال پیشتر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم میں خدا نے عورتوں کو عقیم بنا دیا تھا اور مردوں کی صلبوں کو ناقابل اولاد قرار دے دیا تھا لہذا بوقت عذاب آپ کی قوم میں کوئی نابالغ نہ تھا ۔

مسجد کوفہ کا درجہ

وَلِوَالِدَيَّ ۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والدین مومن تھے باپ کا نام لمک بن متوشلخ اور ماں کا نام سیحا بنت انوش تھا ۔ تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ ایک شخص حاضر خدمت ہوا اور اس نے عرض کی کہ حضورؑ! میں خوشنودئ خدا کے لئے مسجد اقصیٰ کی زیارت کے لئے چلا ہوں لہذا جناب کی قدمبوسی کے لئے حاضر ہوا ہوں آپؑ نے فرمایا اگر ثواب کی غرض ہے تو اپنی سواری کو فروخت کر دو اور زادِ راہ کو کھاتے رہو اور اس مسجد میں نماز پڑھو کیونکہ اس مسجد میں نماز فریضہ حج (1) کا ثواب رکھتی ہے اور نافلہ عمرہ کا ثواب (2) رکھتا ہے اور اس کے ہر طرف (3) بارہ میل تک اللہ نے برکت رکھی ہے ۔ یہاں تک کہ آپ نے فرمایا اس میں ستر نبیوں (4) اور ستر ولیوں نے نماز پڑھی ہے اور اسی سے حضرت نوحؑ کی کشتی روانہ ہوئی تھی اور اس مسجد میں جب بھی کسی مصیبت (5) زدہ نے دعا مانگی ہے خدا نے اس کی مصیبت دور فرمائی ہے ۔

سُوْرَةُ الْجِنِّ

★ یہ سورہ مکیہ ہے اور سورہ اعراف کے بعد نازل ہوا ہے ۔

★ اس کی آیات بسم اللہ سمیت ۲۹ ہیں ۔

★ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص اس سورہ مبارکہ کی کثرت سے تلاوت کرے گا اس کو دنیا میں

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

قُلۡ اُوۡحِیَ اِلَیَّ اَنَّهُ اسۡتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الۡجِنِّ فَقَالُوۡۤا اِنَّا سَمِعۡنَا

کہہ دیجئے مجھے وحی کی گئی ہے کہ جنوں کے ایک گروہ نے سُنا تو (اپنی قوم سے) کہا ہم نے عجیب قرآن

قوم جن کی آنکھ سانس اور جادو و مکر سے کوئی تکلیف نہ پہنچے گی اور وہ حضرت محمد مصطفےٰ کی ہمراہی میں محشور ہوگا

★ حضورؐ سے منقول ہے کہ جو اس سورہ کو پڑھے تمام قوم جنات کی تعداد کے برابر اس کو اجر ملے گا اور قوم جن کے شر سے محفوظ رہیگا

★ سلطان جائر کی طرف جاتے ہوئے اس کو پڑھے تو وہ اس کے شر سے محفوظ رہے گا اور اگر اس کو قیدی پڑھے تو جلد آزاد ہوگا اور اس کو ہمیشہ پڑھنے والے تنگی اور تنگدستی سے محفوظ ہوں گے۔ (برہان) (حضرت جعفر صادق علیہ السلام)

★ مصباح کفعمی سے منقول ہے جو شخص اس کو لکھ کر پئے تو اس کا حافظہ اچھا ہوگا اور جس سے مناظرہ کرے گا اس پر غالب ہوگا اور جہاں یہ سورہ پڑھا جائے تو جن بھاگ جاتے ہیں اس کا پڑھنا حاکم سے امان کا باعث ہے خزانہ کی حفاظت کا موجب ہے قیدی کی رہائی کا وسیلہ ہے اور قرض کی ادائیگی کا ذریعہ ہے۔ (فوائد القرآن)

رکوع نمبر ۱

قوم جن ۔ ابوالحسن شعرانی محشیٔ مجمع البیان نے ذکر کیا ہے کہ قوم جن کے متعلق تین طرح کی بحث کی جاتی ہے۔ (۱) ان کے وجود و ماہیت کی بحث (۲) کیا شہاب ثاقب کا وجود اسلام سے قبل تھا یا نہ تھا (۳) پیغمبر کی تشریف آوری کے بعد شُہُب نے شیطانوں اور جنوں کو آسمانوں کی طرف جانے سے کس طرح روکا۔

پہلی بحث

وجود قوم جن ۔ اگرچہ ہم ان کی ماہیت اور کیفیت پیدائش کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ بتا سکتے ہیں کہ ان کی تکلیف کی نوعیت کیا ہے اور نہ ان کے باقی احوال کی وضاحت کر سکتے ہیں" تاہم ان کے وجود کو ماننا ضروری ہے کیونکہ احادیث پیغمبر سے متواتر ثابت ہے اور قرآن مجید بھی صراحت سے اعلان کر رہا ہے لہذا ہمارا فرض ہے کہ اجمالی طور پر ان کے متعلق ان کے وجود کا عقیدہ رکھا جائے اور فلاسفہ نے اگرچہ ان کے متعلق تحقیقی فیصلہ نہیں کیا تاہم ان کے عدم کی بھی ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔

دوسری بحث

سورہ حجر میں گذر چکا ہے کہ اسلام سے پہلے بھی شہاب ثاقب کا وجود تھا لیکن اس کا وقوع کبھی کبھی ہوا اور اس کو کسی امر عجیب اور حادثۂ غریبہ کی دلیل قرار دیا جاتا رہا چنانچہ مبعث پیغمبر کے وقت بھی ہوا اور ۳۲۹ھ میں بھی ہوا جب غیبت کبریٰ واقع ہوئی اور اسی سال علامہ کلینی قدس روحہ اور علی بن بابویہ اعلی اللہ مقامہٗ کا انتقال بھی ہوا

تیسری بحث

اس میں شک نہیں کہ قبل از اسلام عرب میں کاہنوں کا دور تھا اور کہانت ایک خاص فن تھا جس طرح آج

قُرْاٰنًا عَجَبًا ۙ﴿۱﴾ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ؕ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ

سنا ہے جو نیکی کی ہدایت کرتا ہے پس ہم اس پر ایمان لائے اور ہم ہرگز اپنے رب کا کسی کو شریک نہیں

کل مسمریزم کا چرچا ہے وہ لوگ قوتِ باطنیہ کی بدولت آنے والے امور کی پیشین گوئیاں کرتے تھے پس مبعث پیغمبر کے بعد ان کا فن باطل باطل ہوگیا اور یہ بھی حضورؐ کے معجزات میں سے ہے یعنی دفعتہً واچانک کسی عادی سبب کے بغیر ایک پورے فن کا ختم ہونا کیونکہ اس قسم کے متداول فنون وقتی حکومتوں کی پالیسیوں کے ساتھ یا رفتار زمانہ کی کارستانیوں کی بدولت رفتہ رفتہ ختم ہوتے ہیں بہرکیف کاہنین کی خبروں کا ختم ہوجانا تو یقینی ہے اور دلالتِ قرآنی بھی اس پہ شاہد ہے اگرچہ اس کی تفصیل ہم نہیں بتا سکتے اور اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ جن اور شیاطین سے مراد ایک معنی ہے اور فخر الدین رازی نے جن کے متعلق بہت کچھ ذکر کیا ہے جس میں صحیح وضعیف کی ملاوٹ ہے تاہم اس میں کچھ باتیں فائدہ مند بھی ہیں۔ اس نے جنوں کے متعلق دو قول نقل کئے ہیں ایک تو یہ کہ وہ نفوس ناطقہ کی طرح موجوداتِ مجردہ ہیں اور دوسرا یہ کہ وہ جسم لطیف رکھتے ہیں اور انسان کو نظر نہیں آسکتے اور اس نے ذکر کیا ہے کہ ان کے رُوح کا ابدان کے ساتھ تعلق ایک خاص قسم کا ہے اور محقق شعرانی کہتے ہیں کہ اُن کی یہ بات قابلِ تسلیم ہے کیونکہ جس طرح ہمارے نفس اور بدن کا باہمی تعلق ہے یہ ضروری نہیں کہ ان کا تعلق بھی اسی نوعیت کا ہو بلکہ مشاہدہ کی بات ہے کہ بعض اوقات نفوس قویّہ دوسرے ابدان پر بھی اثر انداز ہوا کرتے ہیں تو اُن کا اُن ابدان کے ساتھ تعلق ایک خاص قسم کا ہی ہوا کرتا ہے اور رازی نے یہ ذکر بھی کیا ہے کہ قوم جن اجسام لطیفہ رکھنے کے باوجود بھی مشکل وسخت کام انجام دے سکتے ہیں اور ان کی لطافتِ جسم اس کے منافی نہیں ہے ہم نے قوم جن کے متعلق اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں کافی روشنی ڈالی ہے لہٰذا صاحبِ ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیئے بہرکیف قوم جن ہلکے پھلکے لطیف اجسام رکھتی ہے جو نہ فرشتوں کی طرح نوری اور نہ آدمیوں کی طرح خاکی ہیں بلکہ وہ ناری ہیں اور ان کی کیفیت کو خدا بہتر جانتا ہے۔

قُرْاٰنًا عَجَبًا ۔ اور قرآن مجید کو عجب اس لئے کہا گیا ہے کہ باوجودیکہ حروف تہجی اور الفاظ متداولۂ عربیہ سے مرکب ہے لیکن معانی ومقاصد اور روانی وتسلسل کے اعتبار سے اپنی نظیر صرف آپ ہے پس خارق عادت ہونے کے لحاظ سے اس کو عجیب سے تعبیر کیا گیا ہے۔

فَاٰمَنَّا بِهٖ ۔ اس آیت مجیدہ کا صریح اعلان ہے کہ حضورؐ قوم جن وانس ہر دو کی طرف مبعوث تھے اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ قوم جن ذوی العقول ہیں اور عربی لغت کو جان سکتے ہیں نیز وہ معجزہ وغیر معجزہ میں تمیز کر سکتے ہیں کیونکہ حضورؐ سے قرآن مجید کی آیات کو سن کے واپس جانے والے جن اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور ان کے سامنے قرآن کا اعجاز بیان کرتے تھے۔

تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ نبی کریمؐ اپنے صحابہ کے ہمراہ بازار عکاظ کی طرف جا رہے تھے جب شیاطین کو آسمانی خبروں سے روک دیا گیا تو ان کو تشویش لاحق ہوئی کہ ہم آسمان کی طرف جاتے ہیں تو ہم پر شہاب ثاقب برسائے جاتے ہیں

اَحَدًا ۝۳ وَّ اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۝۴ وَّ اَنَّهٗ	
بنائیں گے اور تحقیق ہمارے رب کی عظمت بلند ہے جس کا نہ بیوی ہے نہ بچہ اور تحقیق	
كَانَ يَقُوْلُ سَفِيْهُنَا عَلَى اللّٰهِ شَطَطًا ۝۵ وَّ اَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ تَقُوْلَ	
ہم میں سے بیوقوف (شیطان) اللہ پہ ناجائز باتیں کرتا ہے اور تحقیق ہمارا گمان تھا کہ	

اس کی وجہ دریافت کرنی چاہیئے پس مشرق و مغرب کی طرف اس حقیقت کی چھان بین کے لئے ان کے وفد روانہ ہوئے چنانچہ ان کا ایک گروہ مکہ کی طرف آیا۔ جب حضورؐ بازارِ عکاظ کی طرف جاتے ہوئے نخل عامد کے پاس سے گذرے تو نماز کا وقت تھا اور آپ اپنے صحابہ کو نمازِ صبح پڑھا رہے تھے پس جنوں کے وفد نے کلام اللہ کو سنا تو فوراً ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ کہ یہی چیز ہے جس نے ہمارے لئے آسمانوں کے دروازے بند کر دیئے ہیں پس واپس پلٹے اور انہوں نے اپنے سفر کی پوری روداد اپنی قوم پر پیش کی جس کو اللہ نے زبانِ وحی اپنے نبی پر نازل فرمایا۔

بروایت بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود سے منقول ہے کہ ایک رات حضرت نبی کریمؐ ہم سے غائب ہو گئے جس کی ہمیں کافی فکر لاحق ہوئی پس وادیوں اور گھاٹیوں میں ہم آپ کو ڈھونڈتے رہے اچانک آپ کوہِ حرا سے آتے ہوئے دکھائی دیئے ہم نے اپنی تشویش بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ مجھے ایک جن نے دعوت دی تھی پس میں نے ان کے ہاں جا کر قرآن مجید کی تلاوت کی چنانچہ آپ نے ان کے نشانات دکھائے ایک روایت میں ہے کہ وہ نو جن تھے اور ابو حمزہ ثمالی سے مروی ہے کہ وہ وادیٔ شیصبان کے رہنے والے تھے اور بعض نے ذکر کیا ہے کہ وہ نصیبین کے رہنے والے سات جن تھے جن کو حضورؐ نے دیکھا پس وہ آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئے اور آپ نے ان کو باقی جنوں کی طرف مبلغ بنا کر روانہ فرمایا۔

اَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا۔ آیت ۴ میں اَنَّهٗ آیت ۵ میں اَنَّهٗ اور آیت ۶ میں اَنَّهٗ ہے اور ان تینوں میں ہمزہ کو مفتوح پڑھا گیا ہے اور قاعدہ نحویہ کے لحاظ سے اِنَّ کسرۂ ہمزہ کے ساتھ ہونا چاہیئے کیونکہ قولِ جن کا مقولہ ہے کیونکہ اِنَّا سَمِعْنَا پہ معطوف ہے اور طبری نے یہی قول پسند کیا ہے اور جن لوگوں نے فتحہ پڑھا ہے وہ اس کا معطوف علیہ بِهٖ کو قرار دیتے ہیں یعنی اٰمَنَّا بِهٖ وَ اٰمَنَّا بِاَنَّهٗ تَعٰلٰى اور بعد والے اَنَّ کے کسرہ و فتحہ کے بھی یہی وجوہ ہیں۔ جد کا معنی جلال و عظمت ہے اور بعض نے قدرت یا نعمات یا ذکر بھی مراد لیا ہے۔

سَفِيْهُنَا۔ اس سے مراد ابلیس ہے یعنی انہوں نے مان لیا کہ ابلیس نے غلط راستہ اختیار کیا ہوا ہے اور شطط کا معنی ہے راہِ حق سے ہٹ جانا۔

وَ اَنَّا ظَنَنَّا۔ یعنی ان جنوں نے یہ بات مان لی کہ ہم اللہ کا شریک مانتے تھے لیکن صرف اس غلط فہمی کے ماتحت ہمیں یہ گمان تک نہ تھا کہ جنوں یا انسانوں میں سے کوئی فرد اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کرے گا اور ہم سمجھتے رہے کہ شرک

الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿٦﴾ وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ

انسان اور جن ہرگز اللہ پر جھوٹ نہیں کہتے   اور تحقیق انسانوں میں سے بعض فرد قوم جن کے

يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا ﴿٧﴾ وَّاَنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا

بعض مردوں کی پناہ لیتے تھے تو وہ ان کو گمراہی میں بڑھاتے تھے   اور تحقیق تمہاری طرح ان کو بھی

ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا ﴿٨﴾ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا

یہی گمان تھا کہ ہرگز اللہ کسی کو نہ اٹھائے گا   اور تحقیق ہم نے آسمان کی طرف جانا چاہا تو معلوم ہوا

مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ﴿٩﴾ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ

کہ وہ سخت نگہبانوں اور شہب سے پُر ہے   اور تحقیق ہم اُن میں سُن سکنے کے مقامات پر بیٹھا کرتے تھے

فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ﴿١٠﴾ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ

پس جو شخص اب سُننے کی کوشش کرے گا تو اپنے لئے شہاب ثاقب کو انتظار میں پائے گا   اور ہم نہیں سمجھ سکتے کیا سختی کا ارادہ کیا

اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ﴿١١﴾ وَّاَنَّا مِنَّا

گیا ہے زمین والوں کے ساتھ یا اللہ نے ان کے ساتھ بہتری کا ارادہ فرمایا ہے؟   اور تحقیق ہم میں سے

کرنے میں ہم خدا کو راضی کر رہے ہیں کیونکہ کہنے والوں نے ہمیں یہی کہہ رکھا تھا اور اب جو قرآن سُنا تو معلوم ہوا کہ اُنہوں نے اللہ پر بہتان لگا رکھا تھا لہٰذا اب ہم نے شرک سے توبہ کر لی ہے

رِجَالٌ۔ عرب جاہلوں کا دستور تھا کہ جب سفر میں کسی وادی سے گذرتے تھے جہاں جنوں کی حرکات کا انہیں ڈر ہوتا تھا تو وادی میں قدم رکھتے ہی یہ کلمات زبان پر جاری کرتے تھے اَعُوْذُ بِعَزِيْزِ هٰذَا الْوَادِيْ مِنْ شَرِّ سُفَهَآءِ قَوْمِهٖ یعنی میں اس وادی کے عزیز کی پناہ لیتا ہوں تاکہ اس قوم کے بیوقوفوں کی ایذاء رسانی سے بچ جاؤں اور ان کا خیال تھا کہ اس طریقہ سے وہ قوم جن کی شرارتوں سے بچ جاتے ہیں سب سے پہلے یہ رسم یمنیوں نے ایجاد کی پھر رفتہ رفتہ پورے عرب میں پھیل گئی اور رھق کا معنی ہے گناہ کا لاحق ہونا اور لڑکے جوان کو مراھق کہا جاتا ہے جب بچپنے کی حدود سے گذر کر جوانی کی حدود کو لاحق ہو جائے۔

اَنَّهُمْ ظَنُّوْا۔ قرآن مجید کو سُن کر ایمان کی دولت سے بہرہ ور ہو کر جب یہ جن واپس اپنی قوم کے پاس پہنچے تو ان کو اپنی پوری سرگزشت سُنائی اور ان کو دین اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا۔ پس کہنے لگے کہ جس طرح

الصّٰلِحُوْنَ وَمِنَّا دُوْنَ ذٰلِكَ ۭ كُنَّا طَرَاۗىِٕقَ قِدَدًا ⑫ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ

نیک بھی ہیں اور اس سے کم درجہ کے بھی ہیں (اور) متعدد گروہ ہیں اور تحقیق ہم نے یقین کر لیا ہے

لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِي الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ⑬ وَّاَنَّا لَمَّا سَمِعْنَا

کہ نہ ہم زمین میں اللہ کو عاجز کر سکتے ہیں کہ نہ بھاگنے میں اس کو عاجز بنا سکتے ہیں اور تحقیق ہم نے جب

الْهُدٰٓى اٰمَنَّا بِهٖ ۭ فَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِرَبِّهٖ فَلَا يَخَافُ بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا ⑭

ہدایت سُنی تو ایمان لائے پس جو بھی اپنے رب پر ایمان لائے اسے نقصان وظلم کے لاحق ہونے کا کوئی خوف نہ ہوگا

قوم جن بروز قیامت دوبارہ زندہ ہونے کا یقین نہیں رکھتی اسی طرح انسان بھی دوبارہ زندہ ہوکر محشور ہونے کو نہیں مانتے تھے لیکن قرآن مجید کے سُننے کے بعد ہمیں حشر نشر کا یقین ہوگیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اَنَّهُمْ الخ جنوں کا مقولہ نہ ہو بلکہ جملہ معترضہ ہو اور کفار مکہ سے خطاب ہو کہ اے اہل مکہ جس طرح تم حضرت موسیٰ و حضرت عیسیٰ کے بعد کسی نبی کی آمد کا یقین نہیں رکھتے اسی طرح قوم جن کا بھی یہی خیال تھا لیکن قرآن مجید کو سن کر وہ مومن ہو چکے ہیں لہٰذا تم بھی مومن بن جاؤ کیونکہ رسول تمہاری جنس سے ہے اور اس کی اور تمہاری بولی بھی ایک ہے۔

وَاَنَّا لَمَسْنَا۔ یعنی ہم نے آسمان کی طرف جانا چاہا تو شہب ثاقبہ اور فرشتوں کے ذریعے سے ہمیں روک دیا گیا۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب لانے والا اللہ کا سچا رسول ہے اور اس کا دین برحق ہے کیونکہ انہی کے اعزاز و اکرام کی خاطر ہی ہمارے اُوپر آسمانی دروازے بند کر دیئے گئے ہیں حالانکہ اس سے پہلے ہم جایا کرتے تھے اور آسمانی خبریں سن کر لوٹتے تھے لیکن اب جو جائے گا اسے شہاب ثاقب کے ذریعے واپس بھگایا جائے گا اور بعضوں نے کہا ہے کہ شہب ثاقب حضورؐ کی بعثت سے پہلے بھی تھے لیکن بعثت نبوی سے پہلے قوم جن کے لئے آسمانی رفعتوں کو طے کرنے پر کوئی پابندی نہ تھی لیکن بعثت کے بعد ان کو اوپر جانے سے شہب ثاقبہ کے ذریعے روک دیا گیا۔

لَا نَدْرِيْٓ۔ یعنی ہدایت یافتہ جنوں کا مقولہ ہے کہ ہم اس نئے آسمانی نظام کو دیکھ کر متعجب ہیں کہ یا تو اس سے بنی آدم اور زمینی مخلوق کے لئے کوئی آزمائش مقصود ہے اور یا ہدایت و رشد کی خاطر ایسا کیا گیا ہے۔

الصّٰلِحُوْنَ۔ قوم جن کا اعتراف ہے کہ ہم میں نیک لوگ بھی ہیں اور بد بھی ہیں اور ہم مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ جس طرح انسانوں میں مختلف مذاہب ہیں قوم جن بھی اسی طرح مذہبی تفریق کا شکار ہے چنانچہ ان میں بھی شیعہ سُنی قدریہ و مرجیہ وغیرہ موجود ہیں اسی طرح کافر و مشرک بھی ان میں ہیں

اِنَّا ظَنَنَّآ۔ اس جگہ ظن کا معنی یقین ہے اب قرآن مجید سننے کے بعد ہمیں اپنی عاجزی اور اللہ کی قدرت کا یقین ہوگیا ہے

وَّاَنَّا مِنَّا الْمُسْلِمُوْنَ وَمِنَّا الْقٰسِطُوْنَ ۭ فَمَنْ اَسْلَمَ فَاُولٰۗىِٕكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا ⑭

اور تحقیق ہم میں سے مسلمان بھی ہیں اور ہم میں سے ظالم بھی ہیں پس جو اسلام لائے انہوں نے ہدایت پالی

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا ⑮ وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا عَلَي الطَّرِيْقَةِ

لیکن ظالم لوگ پس وہ تو جہنم کا ایندھن ہیں اور اگر وہ طریقہ اسلام پر ثابت قدم ہو جاتے

لَاَسْقَيْنٰهُمْ مَّاۗءً غَدَقًا ⑯ لِّنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ۭ وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا

تو ہم ان کو وافر پانی سے سیراب کرتے تاکہ انہیں آزمائیں اور جو شخص اعراض کرے اپنے رب کے ذکر سے تو وہ اسے بڑھتے ہوئے عذاب

بَخْسًا وَّلَا رَهَقًا - اس کے تین معانی کئے گئے ہیں ① ان کو کسی کم و بیش نقصان کا اندیشہ نہ ہوگا ② بخس کا معنی نیکیوں کی کمی اور رھق کا معنی گناہوں کی زیادتی یعنی نہ ان کو نیکیوں سے کم جزا دی جائے گی اور نہ ان کو کردہ گناہوں سے زیادہ سزا دی جائے گی ③ بخس کا معنی نقصان اور رھق کا معنی ظلم و عدوان ہے۔

اَلْقٰسِطُوْنَ - یعنی راہ حق سے انحراف کرنے والے اسی بناء پر حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگ صفین میں لڑنے والے لشکر معاویہ کو قاسطین کہا جاتا ہے۔ جس طرح جنگ جمل میں آپ کے ساتھ جنگ کرنے والوں کو ناکثین اور اہل نہروان کو مارقین کہتے ہیں۔

وَّاَنْ لَّوِ اسْتَقَامُوْا - اس جگہ اَنْ کے متعلق نحویوں کے دو قول ہیں ① اَنَّ ثقیلہ کا مخفف ہے اور اُوْحِیَ کا معمول ہے اور اَنْ اور فعل کے درمیان لَوْ کا فاصلہ اس طرح ہے جس طرح عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ میں اَنْ اور فعل کے درمیان سین کا فاصلہ ہے ② لَوْ حرف شرط ہے اور اس پر اَنْ اس طرح داخل ہے جس طرح اِنْ حرف شرط پر لام داخل ہو جاتا ہے۔ جیسے لَئِنْ اور اس کے معنی میں دو قول ہیں ایک وہ جو تحت اللفظ موجود ہے اور دوسرا یہ کہ اگر یہ لوگ کُفر پر برقرار رہیں تو ہم ان کو وافر پانی سے سیراب کریں گے۔ پہلی صورت میں مطلب یہ ہے کہ اگر تمام جن و انس یا تمام اہل مکہ اللہ کے دین کو اختیار کرلیں تو ان کو زمین کی برکات سے بہرہ ور کیا جائے گا اور قحط سالی اور بدحالی کا کبھی منہ نہ دیکھیں گے اور دوسری صورت میں معنی یہ ہوگا کہ اگر لوگ کفر پر ڈٹ جائیں تو ہم ان کا رزق وافر کر دیتے ہیں تاکہ ان کا امتحان ہو اور بروز قیامت ان کی گرفت سخت ہو اسی لئے کہا گیا ہے کہ پانی سے سیرابی کثرت مال کا ذریعہ ہے اور کثرت مال آزمائش اور فتنہ کی پیش کش ہے اور روایات اہلبیت میں ہے کہ استقامت سے مراد ولاء آل محمدؐ پر ثابت قدم رہنا ہے اور معنی یہ ہے کہ اگر تمام جن و انس ولاء آل محمدؐ پر اتفاق کر لیتے اور اسی دین حق پر ثابت قدم رہتے تو ان کی دنیا جنت ہوتی اور رزق وافر سے بہرہ ہوتے۔

عَذَابًا صَعَدًا - یعنی ذکر پروردگار سے اعراض کرنے والوں کو بامشقت عذاب دیا جائے گا۔

صَعَدًا ⑱ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ⑲ وَّاَنَّهٗ لَمَّا

میں داخل کرے گا اور تحقیق مساجد اللہ کے لئے ہیں پس اس کے ساتھ کسی کو (شریک قرار دیکر) نہ بلاؤ اور تحقیق جب بھی

اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ - یعنی مساجد جائے عبادت ہیں پروردگار کے لئے لہذا ان میں صرف اسی ایک کی عبادت کیا کرو اور اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور بعضوں نے مساجد کا معنی نماز کیا ہے کہ نمازیں صرف اللہ کے لئے پڑھا کرو اور اس کا عبادت میں کسی کو شریک قرار نہ دو اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ معتصم خلیفہ عباسی کو امام محمد تقی علیہ السلام نے مساجد کا معنی اعضائے سبعہ بتایا جو سجدہ میں زمین سے مس ہوتے ہیں اور اس کی تفصیل اس طرح منقول ہے کہ دربارِ معتصم میں ایک چور کی سزا میں ہاتھ کاٹنے کا مسئلہ پیش آیا تو درباری علماء میں ہاتھ کی حد پہ اتفاق نہ ہو سکا۔ ایک نے کہا چور کا ہاتھ کندھے سے کاٹ لیا جائے دوسرے نے کہنی سے کاٹنا بتایا اور تیسرے نے کلائی سے اسے جُدا کرنے کا فتویٰ دیا اور ہر ایک نے اپنے مسلک پر دلائل پیش کیے کندھے والے نے عرف عام کو پیش کیا۔ کہنی والے نے آیت وضو سے تمسک کیا اور کلائی والے نے آیت تیمم پڑھ ڈالی معتصم نے ایک درباری کے کہنے پر امام محمد تقی علیہ السلام کو بلوایا پہلے تو امام نے معذرت کی لیکن خلیفہ کے اصرار پر تشریف لائے اور درباری علماء کے ہرسہ اقوال کو رد فرمایا اور ہاتھ کاٹنے میں ہاتھ کی حد صرف انگلیوں تک مقرر فرمائی اور آپ نے استدلال میں اِنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ - پڑھا کہ اعضاء سبعہ جن پر سجدہ کیا جاتا ہے یہ اللہ کے لئے ہیں اور سزا سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ دوسرے مقام پر فرماتا ہے کہ شعائر اللہ کی تعظیم تقویٰ کی علامت ہے (اقول) یہ آیت قطع پر وارد ہے جس طرح آیت نفی حرج و عسر آیت وضو پر حاکم ہیں لہذا اس جگہ مقام سجدہ کو بچا کر باقی حصہ کو کاٹ دینا چاہیئے تاکہ دونو آیتوں پر عمل ہو جائے اور قرآن مجید میں صرف انگلیوں پر بھی ہاتھ کا اطلاق وارد ہوتا ہے چنانچہ یہودیوں کے متعلق ارشاد قدرت ہے۔ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ - یعنی کتاب تورات کی آیات کو اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں اور پھر ان کو اللہ کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اور ہمیشہ کتابت انگلیوں سے ہوا کرتی ہے نہ کہ کلائی و کہنی و کندھے سے لہذا قرآن کی وضاحت سے معلوم ہوا کہ ہاتھ سے مراد یہی حصہ ہے جس کو کاٹا جانا چاہیئے نیز چوری میں بھی دخل اسی حصہ کو ہے پس معتصم مطمئن ہوا اور چور کی سزا امام محمد تقی علیہ السلام کے حکم سے مقرر ہوئی اور آخر کار یہی چیز ان کی شہادت کی موجب بنی کیونکہ درباری چیف جسٹس ابن ابی داؤد نے سخت برہمی کا اظہار کیا اور اس نے معتصم کو بالآخر امام کے قتل پر آمادہ کر لیا۔ اور ہم نے مقدمہ تفسیر میں "معجز نما کی ضرورت" کے عنوان کے ذیل میں بھی یہ روایت نقل کی ہے اور تفسیر برہان میں بروایت عیاشی ملخصاً مذکور ہے۔

مساجد کا معنی اور طریقہ نماز شیعہ

اور تفسیر برہان میں بروایت کلینی حماد بن عیسی سے مروی ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے فرمایا اے حماد! کیا تو نماز خوبی کے ساتھ پڑھ سکتا ہے؟ تو میں نے عرض کی حضورؑ! میں نے نماز کے متعلق حریز کی کتاب یاد کی ہوئی ہے تو آپ نے

فرمایا اے حماد! اس میں کوئی حرج نہیں کھڑے ہو کر میرے سامنے نماز پڑھو، حماد کہتا ہے کہ میں اُن کے سامنے قبلہ رو کھڑا ہو گیا اور نماز پڑھی پس فرمانے لگے۔ اے حماد! تجھے نماز پڑھنی نہیں آتی اور کس قدر بُری بات ہے کہ انسان کی ساٹھ یا ستر برس زندگی گذر جائے اور ایک نماز بھی اس نے صحیح نہ پڑھی ہو حماد کہتا ہے مجھے حضورؑ کے اس فرمان سے دل میں خجالت محسوس ہوئی پس میں نے عرض کی قبلہ! میری جان آپ پر فدا ہو آپ مجھے نماز کا طریقہ سکھائیں پس امام عالیمقام قبلہ رُو کھڑے ہو گئے اور اپنے دونو ہاتھ رانوں تک لٹکائے ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں ملی ہوئی تھیں اور قدموں کے درمیان کا فاصلہ تین کھلی انگلیوں کے برابر تھا اور پاؤں کی انگلیوں کا رُخ بھی قبلہ کی جانب تھا جن میں کوئی کجی نہ تھی پس خشوع وخضوع سے آپ نے تکبیر کہی پس سورہ فاتحہ کو ترتیل کے ساتھ پڑھا اس کے بعد سورہ توحید کو پڑھا اور ایک سانس کا وقفہ کر کے حالتِ قیام میں دونو ہاتھوں کو منہ کے برابر تک بلند کیا اور خشوع کے ساتھ تکبیر کہی اور رکوع میں گئے اور اپنے دونو کفِ دست سے گھٹنوں کو پیچھے کی طرف دھکیلا اور ہاتھوں کی انگلیاں اس وقت کھلی تھیں اور پشت سر کے برابر سیدھی تھی کہ اگر اُوپر ایک قطرہ پانی پڑتا تو وہ بہہ نہ سکتا اس حالت میں گردن دراز تھی اور آنکھیں بند تھیں پس نہایت ترتیل کے ساتھ تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ پڑھا اور پھر کھڑے ہو گئے اور حالتِ قیام میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہا اور اسی قیام کی حالت میں اللہ اکبر کہا اور ہاتھوں کو مُنہ کے برابر تک بلند فرمایا پھر سجدہ میں گئے پس گھٹنوں کے سامنے ہاتھوں کو قبلہ رُخ اور منہ کے برابر رکھا اس وقت ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی تھیں پس آپ نے تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى زبان پر جاری فرمایا جبکہ جسم کا کوئی حصہ آٹھ اعضاء کے علاوہ زمین پر لگا ہوا نہ تھا وہ آٹھ اعضاء یہ ہیں دونو ہتھیلیاں دونو گھٹنے دونو پاؤں کے انگوٹھے پیشانی اور ناک کا کنارہ (چنانچہ بعد میں آپ نے فرمایا کہ ان میں سے سات اعضاء کا زمین پر ٹیکنا فرض ہے دونو ہتھیلیاں دونو گھٹنے دونو پاؤں کے انگوٹھے اور پیشانی اور انہی کا قرآن مجید میں ذکر ہے اِنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اور ناک کا زمین پر رکھنا سنت ہے) اس کے بعد سجدے سے سر اُٹھایا جب دُرست بیٹھ گئے تو تکبیر کہی اور اس طرح بیٹھے کہ دائیں قدم کی پشت بائیں قدم کے تلوے سے لگی ہوئی تھیں اور جسم کا بوجھ بائیں ران پر تھا پس اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ پڑھا اور اسی حالت میں پھر تکبیر کہی اور بعد میں دوسرے سجدہ کے لئے جھکے اور وہی ذکر پڑھا جو پہلے سجدہ میں پڑھا تھا اور اعضاء مذکورہ کے علاوہ جسم کا کوئی حصہ زمین پر لگا ہوا نہ تھا کہنیاں بھی زمین سے اٹھی ہوئی تھیں پھر اسی طریقہ سے دوسری رکعت پڑھی اور جب تشہد میں بیٹھے تو ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی تھیں پس سلام پڑھا اور مجھے فرمایا۔ اے حماد۔ نماز اس طرح پڑھا کرو اور اسی روایت کو شیخ صدوق اعلی اللہ مقامہٗ نے فقیہ میں بھی نقل فرمایا ہے

تنبیہ:۔ بعض مومنین رکوع میں جاتے ہوئے تکبیر پڑھتے ہیں حالانکہ امام عالیمقام کے بتائے ہوئے طریقہ کی بناء پر حالتِ قیام میں تکبیر کہہ کر بعد میں رکوع کی طرف جھکنا چاہیئے اسی طرح اُٹھتے ہوئے سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہنا درست نہیں بلکہ کھڑے ہو کر حالتِ قیام میں سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہہ کر بعد میں سجدہ کی طرف جھکنا چاہیئے اسی طرح

وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ﴿٢٠﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا

اللہ کا بندہ (محمدؐ) اس کو پکارنے کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اس پر جمگھٹ ہو جاتے ہیں کہہ دیجئے میں تو اپنے رب کو پکارتا

رَبِّيْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ﴿٢١﴾ قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا

ہوں اور اس کا کسی کو شریک نہیں کرتا کہہ دیجئے میں تو تمہارے لئے کسی نقصان نہ نفع کا مالک

سجدے سے اُٹھ بیٹھنے کے بعد حالتِ قعود میں اللہ اکبر کہنا چاہیئے اور اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ کہکر حالت قعود ہی میں تکبیر کہہ کر دوسرے سجدہ میں جانا چاہیئے اور حالتِ قعود میں اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر اُٹھنا شروع کیا جائے اور اُٹھنے کی حالت میں بِحَوْلِ اللّٰهِ وَ قُوَّتِهٖ اَقُوْمُ وَ اَقْعُدُ پڑھنا چاہیئے گویا پوری نماز کے اذکار حالتِ سکون و اطمینان میں بجالانے چاہئیں صرف بِحَوْلِ اللّٰهِ قعود سے قیام کی طرف حرکت کرنے کی حالت میں پڑھا جاتا ہے ۔ نماز کے باقی احکام و مسائل تفسیر کی جلد ۹ میں ص۲۷ تا ص۶۰ پر ملاحظہ ہوں ۔

قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ ۔ اس کے معانی متعدد کئے گئے ہیں (۱) جب بھی حضورؐ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو قرآن مجید سننے کیلئے قوم جن ہجوم کرلیتی ہے اور ایک دوسرے پر چڑھ آتے ہیں (۲) جنوں نے واپس جاکر اپنی قوم سے بیان کیا کہ جب حضورؐ نماز پڑھتے ہیں تو قرآن سننے کے لئے صحابہ ایک دوسرے سے سبقت لینے اور مقام قرب حاصل کرنے کے لئے دوڑ پڑتے ہیں اور حضورؐ کے اردگرد لوگوں کا ہجوم ہوجاتا ہے (۳) جب آپ قرآن مجید کی تلاوت فرماتے ہیں تو روکاوٹیں ڈالنے کے لئے اور آپ کی ایذاء رسانی کے لئے کفارِ قریش دوڑ پڑتے ہیں اور آپ کے اردگرد ہجوم و اکٹھ ہوجاتا ہے ۔

رکوع ۱۲ مقامِ توحید

وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖ ۔ قریش نے حضورؐ کو کہا تھا کہ تم نے ایک بہت بڑا دعویٰ کیا ہے اور ایسی چیز پیش کی ہے جو اس سے پہلے ہم نے نہیں سُنی تھی لہٰذا مناسب ہے کہ اس سے باز آجاؤ تو بحکم پروردگار آپ نے فرمایا میں تو صرف اپنے رب کو ہی پکارتا ہوں اور اس کا کسی کو شریک نہیں قرار دیتا ۔ اس میں شک نہیں کہ مقام توحید ہی جس قدر اہم ہے اُسی قدر اس کی تبلیغ کٹھن ہے لوگوں کی خواہشاتی آزادی و آوارگی صرف توحید کے عقیدہ کے بعد ہی کنٹرول میں لائی جاسکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر دُور میں خواہش پرست و عیاش طبع طبقہ عقیدۂ توحید کو للکارتا رہا اور تمام انبیاء سابقین کی زندگیاں زیادہ تر اسی عقیدہ کی تبلیغ و حفاظت میں صرف ہوئیں ۔

اور لوگوں کی اکثریت ہمیشہ ہاؤ ہو کی تابع ہوا کرتی ہے اور تحقیق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا کرتی ہے اس لئے توحید کا پیغام بڑی ہمت والوں کا کام ہے بڑے بڑوں کو مفاد پرست عوام طبقہ جو تحقیق سے سروکار نہیں رکھتا خدا ماننے پر تل جاتا تھا تاکہ خوشامد کے ذریعہ کاسہ لیسی شکم پری اور تکمیل خواہشات میں زیادہ سے زیادہ بہرہ اندوز ہوسکے اور انبیاء چونکہ خارق عادت معجزات کے حامل ہوا کرتے ہیں اس لئے عوام الناس کے متعلق یہ خطرہ ناگزیر ہے کہ وہ اپنی خوشامدانہ افتادِ طبع کے ماتحت اعجاز پیغمبری کو دیکھ کر کہیں ان کو خدا نہ سمجھ بیٹھیں اس لئے کہ تحقیق طلب لوگ ہی مقام توحید کو دلیل و برہان سے سمجھنے کی کوشش

رَشَدًا ﴿۲۱﴾ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۙ وَّ لَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ

نہیں ہوں کہہ دیجئے مجھے اللہ سے کوئی بھی نہیں بچا سکتا اور ہرگز میں کسی کو اس کے سوا

مُلْتَحَدًا ﴿۲۲﴾ اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِسٰلٰتِهٖ ؕ وَ مَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ

جائے پناہ نہیں سمجھتا مگر اللہ کی جانب سے تبلیغ اور اس کی پیغام رسانی (میرا کام ہے) اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا اُن کیلئے

کرتے ہیں ورنہ بھیڑ چال مخلوق کے لئے جہاں صرف سیم وزر کی فراوانی اس کے خدا کہلانے کے لئے کافی سمجھی جاتی ہو وہاں ان کے نزدیک کسی خارق عادت معجزہ کا اظہار یقیناً خدا کہلانے کا محرک بن سکتا ہے اس لئے پروردگار نے انبیاء کی دعوت میں مقام توحید کی وضاحت و تبلیغ کو اہم قرار دیا اور اسی کو دین کی اصل کہا گیا اور حضرت رسالتمآبؐ چونکہ تمام انبیاء کے سلطان تھے ان پر بھی ربوبیت کا شک ناگزیر تھا لہذا انہوں نے واضح لفظوں سے اعلان فرما دیا کہ میں تو اپنی ہر مشکل میں اللہ کو ہی پکارتا ہوں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں قرار دیتا۔ اور اسی نکتہ کے پیش نظر پہلی آیت میں حضرت نبی کریم کو عبداللہ کے نام سے یاد کیا گیا تاکہ یہ ذہن نشین ہو جائے کہ یہ اللہ کا عبد ہے اور اسی کو پکارا کرتا ہے اور لوگوں کو ہر مشکل و مصیبت میں اس ایک کے پکارنے اور اُسی کی طرف رُجوع کرنے کی دعوت دیتا ہے اور اسی اسوۂ حسنہ پر گامزن ہوتے ہوئے جناب امیرالمومنین علیہ السلام نے اپنے اکثر مکاتیب میں اپنے آپ کو عبداللہ لکھا ہے تاکہ لوگ مافوق البشر کمالات سے متاثر ہو کر ان کو کہیں خدا نہ کہہ دیں۔ پس انسان کیلئے اپنی تمام حاجات و مشکلات میں اللہ کی طرف رُجوع کرنا عین دین ہے پس وہی اسی لائق ہے کہ اس کو پکارا جائے اور حضرت محمدؐ و آل محمدؐ اس کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں انہوں نے انسانوں کو توحید کا سبق پڑھایا اور انہوں نے ہی دین اسلام کا حقیقی راستہ دکھایا اور انہی کے وسیلہ سے ہی دعائیں مستجاب ہوا کرتی ہیں اسی لئے معصومؑ کا فرمان ہے کہ دعا کی مقبولیت کے لئے ضروری ہے کہ اس کے اوّل و آخر میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجا جائے۔

لَا اَمْلِكُ لَكُمْ۔ مقام توحید کو پختہ کرنے کے لئے مزید فرمایا کہ اگر تم کو نقصان و ضرر و مصیبت و مشکل درپیش ہو تو اللہ کی طرف رجوع کیا کرو اور اسی کو پکارا کرو اور اگر کوئی چیز طلب کرنی ہو تو اسی سے ہی مانگا کرو پس جس طرح کسی بے جان کو اللہ کا شریک ماننا کفر ہے اسی طرح کسی جاندار کو شریک کہنا بھی کفر ہے اور میں بحیثیت پیغمبر تمہیں شرک سے روکنے کے لئے آیا ہوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ تم دوسروں کو چھوڑ کر خود مجھے اس کا شریک ماننے لگ جاؤ۔ حاشا وکلا میں اس کا عبد ہوں شریک نہیں ہوں اور نہ میں تمہارے کسی نفع و نقصان کا مالک ہوں اور میں اپنے لئے اللہ کو ہی جاہ پناہ سمجھتا ہوں اور تمہیں بھی اسی کی دعوت دیتا ہوں اور جب مجھے اللہ کے علاوہ نہ کوئی بچا سکتا ہے اور نہ جائے پناہ بن سکتا ہے تو تمہیں بھی اُسی ایک کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اسی امر کی تبلیغ پر میں مامور ہو کر آیا ہوں۔

اِلَّا بَلٰغًا۔ یعنی میں تمہارے نفع و نقصان کا مالک نہیں مگر تبلیغ کا علم بردار ہوں اور بَلٰغًا بدل ہے مُلْتَحَدًا سے۔

نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ﴿۲۳﴾ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ فَسَيَعْلَمُوْنَ

دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے یہانتک کہ جب دیکھیں گے وہ چیز جس کا وعدہ کئے گئے ہیں تو جان

مَنْ اَضْعَفُ نَاصِرًا وَّاَقَلُّ عَدَدًا ﴿۲۴﴾ قُلْ اِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ

لیں گے کہ کس کے مددگار کمزور ہیں اور کس کے ساتھی کم ہیں کہہ دیجئے میں نہیں جانتا کہ وہ قریب ہے جس کا تم وعدہ

اَمْ يَجْعَلُ لَهٗ رَبِّيْٓ اَمَدًا ﴿۲۵﴾ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ اِلَّا

کئے گئے ہو یا اللہ اس کی مدت کو بڑھائے گا ؟ وہ غیب کے جاننے والا ہے پس اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں فرماتا مگر جس کو

مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ﴿۲۷﴾

چن لے رسولوں میں سے کیونکہ تحقیق وہ اپنے ماقبل و مابعد کے متعلق صحیح راستہ پہ گامزن ہوا کرتا ہے

لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ﴿۲۸﴾ ع۱۲

تاکہ اُسے پتہ ہو کہ وہ اپنے رب کے پیغامات پہنچا چکے ہیں اور (اللہ) احاطہ کرنیوالا ہے ہر اس چیز کا جو ان کے پاس ہے اور احصا کرنیوالا ہے ہر شئی کی تعداد کا

حَتّٰٓى اِذَا - یعنی جب کفار اللہ کے عذاب کی لپیٹ میں آئیں گے تو ان کو پتہ چلے گا کہ ان کے مددگار یعنی بت کمزور ہیں یا مومنوں کا مددگار یعنی اللہ کمزور ہے اور ان کو یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کے لشکر کی تعداد کم ہے یا اُن کے لشکر کی نفری تھوڑی ہے؟

اِنْ اَدْرِيْ - یعنی تمہارے عذاب کی تاریخ کا مجھے کوئی علم نہیں ہے نزدیک ہے یا دُور ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔

اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى - یعنی علم غیب سوائے اللہ کے کوئی نہیں جانتا لیکن اللہ اپنے رسُولوں میں سے جس کو جس قدر دیدے وہ دے سکتا ہے بلکہ دیدیتا ہے تاکہ وہ اپنے سے پہلے ہادیانِ دین یا اپنے سے بعد والے نمائندگانِ توحید کے صحیح مسلک پر گامزن ہو سکے اور یہ اندازہ کرنا کہ اللہ نے کس رسول کو کتنا دیا؟ مشکل ہے البتہ ہر رسول کو اُس نے اس کے شان کے مطابق دیا تاکہ پُوری طرح وہ اپنی اُمت کو ہر ممکن طریقہ سے مطمئن کر سکے اور حضرت محمد مصطفیؐ چونکہ تمام رسولوں کے سلطان اور سب سے افضل ہیں لہٰذا ان کو تمام رسولوں سے زیادہ دیا اور اسقدر دیا جسقدر ان کی عالمی رسالت کے ماتحت ان کے شایانِ شان تھا پس تمام نبیوں اور رسولوں سے زیادہ دیا اور حضرت علیؑ سے حضرت مہدی علیہم السلام تک تمام آئمہ چونکہ حضرت محمد مصطفےٰؐ کے صحیح جانشین ہیں لہٰذا غیوب کا علم رکھنے میں تمام انبیاء مرسلین سے افضل و برتر ہیں اور ترکیب نحوی کے اعتبار سے مَنِ ارْتَضٰى میں اسم موصول مبتدا ہے اور فَاِنَّهٗ اس کی خبر ہے اور آخر میں فرمایا کہ جس نبی و رسول کو جس قدر علم ہے وہ اللہ کے احاطۂ علم کے اندر ہے اور وہ خود جانتا ہے کہ اس نے کس کو کتنا دیا ہے۔

سورہ مزمّل

○ یہ سورہ مکیہ ہے بعض اس کو مدنی کہتے ہیں اور بعض کے نزدیک اس کی کچھ آیات مکی اور کچھ مدنی ہیں اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر اکیس[۲۱] ہے۔

○ حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ مزمّل کی تلاوت کرتا ہے گا وہ دنیا میں بدحالی سے محفوظ رہے گا۔

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص نماز عشاء میں یا نماز تہجد میں سورہ مزمّل کی تلاوت کرے گا تو بروز محشر شب و روز اس کے شاہد ہوں گے اور ایسے شخص کی زندگی اور موت دونو پاکیزہ ہوں گی۔

○ تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو باقاعدگی سے ہر روز پڑھتا رہے اس کو جناب رسالتمآبؐ کی زیارت نصیب ہوگی اور جو نیکی اللہ سے طلب کرے گا اس کو دی جائے گی اور جو شخص اس کو شب جمعہ میں ایک سو مرتبہ پڑھے اس کے ایک سو گناہ معاف ہوں گے اور ایک سو نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

○ حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے دنیا و آخرت کی بدحالی اس سے دور ہوگی اور رسالتمآبؐ کی زیارت اس کو نصیب ہوگی۔

○ دوسری حدیث میں ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے تمام انسانوں اور جنوں کے برابر غلام آزاد کرنے کا ثواب اس کو ملے گا اور دین و دنیا کی سختیاں اس سے دور ہوں گی اور عالم خواب میں رسالتمآب کی زیارت اس کو نصیب ہوگی پس اُن سے جو چاہے مانگ لے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝١

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ ۝٢ قُمِ الَّيۡلَ اِلَّا قَلِيۡلًا ۝٣ نِّصۡفَهٗۤ اَوِ انْقُصۡ مِنۡهُ قَلِيۡلًا ۝٤

اے کملی اوڑھنے والے رات کو اٹھو (عبادت کیلئے) مگر کم نصف رات یا اس سے کم کر دو تھوڑا سا

رکوع ۱۳

يٰۤاَيُّهَا الۡمُزَّمِّلُ - یہ باب تفعّل سے ہے کیونکہ اصل میں تزمّل یتزمّل تزمّلاً فھو متزمّل سے ہے پس قاعدہ صرفی کے لحاظ سے تاء کو زاء سے تبدیل کر کے زاء کو زاء میں ادغام کر دیا گیا اور مُزَّمِّل بن گیا اس کا لغوی معنی ہے اپنے اوپر کپڑا لپیٹ لینا اور جب یہ سورہ اترا اس وقت حضورؐ اپنے جسد اطہر پر کملی لپیٹے ہوئے تھے اور حضورؐ کے ناموں میں سے ایک نام مزمّل بھی ہے۔

اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا ؕ۵ اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا ۶ اِنَّ نَاشِئَةَ

یا اس سے کچھ زیادہ کردو اور قرآن کو ترتیل سے پڑھا کرو — تحقیق ہم تیرے اوپر ایک وزن دار کلام اتاریں گے — تحقیق اٹھنا

الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّ اَقْوَمُ قِیْلًا ؕ۷ اِنَّ لَكَ فِی النَّهَارِ سَبْحًا طَوِیْلًا ؕ۸

رات کا بہت زیادہ مشقت کا موجب بھی ہے اور قرأت کیلئے مناسب وموزوں بھی ہے — بے شک تمہارے لئے دن میں چلنے پھرنے کا وقت کافی ہے

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا - یہ رات کی عبادت کے لئے قیام کا امر ہے اور نِصْفَهٗ بدل بعض ہے لیل سے یعنی رات کا نصف حصّہ یا اس سے کچھ کم یا بیش وقت عبادت کے لئے قیام کرو اور اس سے نماز تہجّد کا وجوب ثابت ہوتا ہے کیونکہ امر وجوب کے لئے ہوتا ہے لیکن اسی سورہ کے آخری حصّہ میں رخصت نازل ہوئی اور مروی ہے کہ نبی کریم اور صحابہ رات کو عبادت کے لئے قیام کرتے تھے اور چونکہ اس زمانہ میں ٹائم کو صحیح معلوم کرنے کے لئے آلات موجود نہ تھے اس لئے رات کا اکثر حصّہ بیداری میں کاٹتے تھے اور ایک سال تک اس وجوبی امر کے ماتحت نماز تہجّد پابندی سے ادا ہوتی رہی پھر سال کے وقفہ کے بعد اس سورہ کا آخری حصّہ نازل ہوا جس میں حکم ہوا کہ اس مشقت کو چھوڑ دو اور اسی قدر شب بیداری کرو جتنا ممکن ہو فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ

اِلَّا قَلِیْلًا - استثنا ہے یعنی ہمیشہ رات کا نصف یا کم وبیش حصّہ عبادت کرو مگر تھوڑی راتیں جب سفر یا کوئی دوسرا عذر پیش ہو

اَوِ انْقُصْ - یعنی نصف شب سے کچھ کم کر دو یا کچھ زیادہ کر دو۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ - یعنی ادائگی حروف والفاظ میں محتاط رہو اور حروف کو اپنے مخارج سے ادا کرو حضرت ابن عباس کہا کرتے تھے کہ میں ترتیل کے ساتھ صرف سورہ بقرہ پڑھوں تو وہ مجھے بلا ترتیل قرآن کے ختم کر لینے سے محبوب تر ہے اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے اس کا معنی یہ منقول ہے کہ اس کو واضح اور صحیح اس طرح پڑھو کہ نہ اشعار کی طرح جلدی سے پڑھو اور ریگ کے دانوں کی طرح بکھیر کر پڑھو بس اس طرح پڑھو کہ اس سے سخت دل بھی نرم ہو جائیں اور آخر سورہ تک جلدی پہنچنے کا خیال نہ کیا کرو اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس آیت میں جنّت کا ذکر ہو تو ٹھہر کر جنّت کی دُعا کر لیا کرو اور جس آیت میں دوزخ کا تذکرہ ہو تو رُک کر اس سے پناہ مانگ لیا کرو اور بروایت ابوبصیر آپ سے ترتیل کا معنی منقول ہے کہ حسین آواز اور اچھے لہجے سے قرآن کی تلاوت کیا کرو اور ام سلمہؓ سے منقول ہے کہ حضرت رسولِ کریم تلاوت قرآن میں آیت آیت پڑھ کر خاموش ہو جایا کرتے تھے اور یہ کہ قاری قرآن کو بروز محشر ندا آئے گی کہ قرآن کو پڑھتا جا اور مدارج جنّت پر چڑھتا جا۔

قَوْلًا ثَقِیْلًا - قرآن کو قول ثقیل اس لئے کہا گیا ہے کہ اس پر پابندی سے عمل کرنا عام طبائع پر ثقیل ہوتا ہے یا یہ کہ یہ کلام ایک وزنی کلام ہے عام کلاموں کی طرح نہیں ہے یا یہ کہ قیامت کے روز میزان عمل میں یہ کلام وزنی ثابت ہو گا۔

نَاشِئَةَ الَّیْلِ - صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ اس کا معنی ہے آخر شب میں تہجّد کے لئے اُٹھنا۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ﴿٩﴾ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا إِلَٰهَ إِلَّا

اور اللہ کے نام کو یاد کرو اور اسی کی طرف یکسوئی اختیار کرو جو مشرق و مغرب کا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں

هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴿١٠﴾ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا ﴿١١﴾

پس اُسی کو جائے اعتماد سمجھو اور صبر کرو جو کچھ وہ کہتے ہیں اور اُن سے اچھے انداز میں قطع تعلقی کرلو

اَشَدُّ وَطْأً یعنی پچھلی رات کا اُٹھنا اگرچہ مشقت طلب تو ہے لیکن عبادت کے لئے موزوں ہے قیل سے مراد قول یعنی عبادت ہے کیونکہ اس وقت سکون اور خاموشی ہوتی ہے لہذا یہ وقت خضوع وخشوع کے لئے زیادہ موزوں ہے اور اگلی آیت میں ہے کہ کاروبار کے لئے دن کافی ہوتا ہے لہذا رات کا یہ حصہ یاد خدا میں ہی بسر کرلیا کرو۔ علامہ طبرسی فرماتے ہیں اس سے ان لوگوں کے عذر کی نفی ہوتی ہے جو نماز تہجد کو تعلیم وتعلّم کے بہانہ سے چھوڑ دیتے ہیں اس پر محشی شیخ ابوالحسن شعرانی تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ طبرسی نے دور حاضر میں طلباء ومدرسین کی بدعادت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ نماز تہجد کو ترک کرتے ہیں اور بہانہ تعلیم وتعلّم کو قرار دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں ہمارے زمانہ میں تو علامہ طبرسی کے زمانہ سے بھی بات بہت آگے بڑھ چکی ہے کہ تہجد پڑھنا تو درکنار طالبعلموں کو صحیح قرأت کا بھی پتہ نہیں ہے اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ علم تجوید واجب نہیں ہے اور یہ یاد رہے کہ شریعت میں بعض ایسے امور کا حکم ہے جن کے لئے اہل خبرہ کی طرف رجوع ضروری ہوا کرتا ہے مثلاً استقبال قبلہ کے لئے علم ہیئت کے ماہرین صحیح رائے دیں گے اور برّ الدین کے لئے عامۃ الناس کا عرف صحیح فیصلہ کرے گا اسی طرح قرأت صحیحہ کا فیصلہ علم صرف ونحو سے ہوگا اور ترتیل کا تعین علم تجوید سے ہوگا۔

اقول:۔ سابق علماء اپنے زمانہ کے مدرسین وطلباء کی نماز تہجد میں سہل انگاری کا رونا روتے تھے اگر وہ آج ہوتے تو دیکھتے کہ نماز تہجد تو درکنار صبح ومغرب وظہرین کے نوافل کی پرواہ نہیں کی جاتی اسی طرح نماز کو باجماعت ادا کرنا بھی تاوان سمجھا جاتا ہے خداوندکریم ہمیں نوافل وواجبات پر پابندی ومواظبت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

تَبَتَّلْ اِلَيْهِ ۔ یہ بتل سے ہے جس کا معنی ہے قطع کرنا اور یہاں دنیاوی امور سے قطع تعلقی اور صرف اللہ کی طرف رجوع کرنا مراد ہے اور اسی بناء پر حضرت فاطمہ زہرا کو بتول کہا جاتا ہے اور اس کا معنی اخلاص وتوکّل بھی کیا گیا ہے اور اس کے بعد مصدر بطور مفعول مطلق کے تَبَتُّل ہونا چاہیئے تھا لیکن آیات کے فواصل کی رعایت کے لئے باب تفعل کے بجائے باب تفعیل تبتیل لایا گیا ہے اور صادقین علیہما السلام سے اس جگہ تبتل سے مراد نماز میں رفع یدین لیا گیا ہے۔

وَاصْبِرْ ۔ یعنی کفار مکّہ آپ کو ساحر شاعر یا دیوانہ جو کچھ بھی کہیں آپ صبر وحوصلہ کا دامن نہ چھوڑیں۔

وَاهْجُرْهُمْ ہجر جمیل سے مراد یہ ہے کہ کفار سے دل ہی دل میں قطع تعلقی رکھئے اور اس کو ظاہر نہ ہونے دیجئے تاکہ تبلیغ رسالت میں رکاوٹ پیدا نہ ہوجائے اور معاشرہ میں یہ صفت نہایت اعلیٰ کردار کی غمّاز ہے۔

وَذَرْنِي وَالْمُكَذِّبِينَ أُولِي النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيلًا ﴿١١﴾ إِنَّ لَدَيْنَا أَنكَالًا

اور ناز و نعمت سے پروردہ قرآن کو جھٹلانے والوں کو میرے حوالہ کر دو اور انہیں تھوڑی مہلت دیدو تحقیق ہمارے پاس طوق و زنجیر

وَجَحِيمًا ﴿١٢﴾ وَطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَعَذَابًا أَلِيمًا ﴿١٣﴾ يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ

بھی ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ بھی ہے اور گلوگیر کھانا اور دردناک عذاب بھی ہے جس دن زمین و پہاڑ کانپیں گے

وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا ﴿١٤﴾ إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ

اور پہاڑ ریت کے ٹیلے (کی مانند ذرات) ہوں گے تحقیق ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پہ شاہد ہے

كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا

جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا پس فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اس کو سخت

وَبِيلًا ﴿١٦﴾ فَكَيْفَ تَتَّقُونَ إِن كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيبًا ﴿١٧﴾

طور پر پکڑ لیا پس تم کس طرح بچو گے اگر تم نے کفر کیا اس دن سے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا

وَذَرْنِي - ذَرْ اور دَعْ کا معنی ایک ہے ان کا صرف مضارع یَذَرُ و یَدَعُ استعمال ہوا کرتا ہے اور معنی یہ ہے کہ مجھے اور ان ناز پروردہ کافروں کو چھوڑ دیجئے یعنی ان کا معاملہ میرے حوالے کر دیجئے اور جلد بازی کی ضرورت نہیں بیشک لمبی ڈھیل دیدیجئے کیونکہ یہ لوگ میری گرفت سے بچ نہیں سکتے۔

جَحِيمًا - بھڑکتی ہوئی آگ کو کہتے ہیں اور جہنم کے ایک طبقہ کا نام بھی جحیم ہے۔

ذَا غُصَّةٍ - یعنی جہنمیوں کو ایسی غذا ملے گی جو گلوگیر ہوگی اور اس سے مراد زقوم بھی لی گئی ہے۔

مَهِيلًا - جب ریت کے ڈھیر میں سے ریت نیچے سے نکالی جائے تو اوپر والی گرنا شروع ہو جاتی ہے اسی کو مہیل کہتے ہیں اور اھالۃ التراب کا یہی معنی ہوا کرتا ہے یعنی اس دن پہاڑوں کی سختی ختم ہوگی اور وہ ذرات ریگ طرح ہوں گے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَا - اللہ نے اس آیت مجیدہ میں امتِ محمدیہ کو امتِ موسویہ سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح ہم نے موسیٰ کی طرف رسول بھیجا تھا اسی طرح تمہاری طرف بھی رسول بھیجا ہے اور فرعون نے رسول کی نافرمانی کی اور اس کا حشر و انجام تمہارے سامنے ہے کہ ہم نے کس طرح سختی سے اس کو گرفتار عذاب کر لیا تھا پس تم اگر دانا ہو تو اس کی گرفتاری سے نصیحت حاصل کرو اور اُس جیسے حالات اپنے اندر پیدا کرنے سے گریز کرو اور اس مشابہت کی تفصیل ہم نے تفسیر کی دوسری جلد صفحہ ۱۶۴ تا صفحہ ۱۷۰ پر کر دی ہے لہذا اس جگہ دھرانے کی ضرورت نہیں۔

وَبِيلًا - ہر ثقیل کو وبیل کہا جاتا ہے اور نہ ہضم ہونے والے کھانے کو بھی اسی لئے وبیل کہتے ہیں پس موٹے قطرات والی بارش

السَّمَآءُ مُنفَطِرٌۢ بِهٖ ۭ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ﴿۱۹﴾ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ ۚ فَمَنْ

آسمان اُس دن پھٹ جائے گا اس کا وعدہ ہو کے رہے گا تحقیق یہ نصیحت ہے پس جو چاہے

شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿۲۰﴾ ع اِنَّ رَبَّكَ يَعْلَمُ اَنَّكَ تَقُوْمُ اَدْنٰى

اپنے رب کی طرف راستہ اختیار کرے تحقیق تیرا رب جانتا ہے کہ تم (بعض اوقات) دو تہائی شب سے

مِنْ ثُلُثَيِ الَّيْلِ وَنِصْفَهٗ وَثُلُثَهٗ وَطَآئِفَةٌ مِّنَ الَّذِيْنَ مَعَكَ ۭ وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ

کم قیام کرتے ہو اور (بعض اوقات) نصف شب اور (بعض اوقات) تہائی شب اور تیرے ہمراہیوں کا گروہ بھی (ایسا کرتا ہے) اور اللہ ہی

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ

شب و روز کی مقدار مقرر کرتا ہے وہ جانتا ہے کہ تم ہرگز اس کا صحیح تعین نہ کر سکو گے پس اُس نے تم پر رحم کیا پس جس قدر

الْقُرْاٰنِ ۭ عَلِمَ اَنْ سَيَكُوْنُ مِنْكُمْ مَّرْضٰى ۙ وَاٰخَرُوْنَ يَضْرِبُوْنَ فِي

قرآن پڑھنا آسان ہو پڑھا کرو اس کو علم ہے کہ تم میں سے بیمار بھی ہوں گے اور بعض زمین میں سفر کر رہے ہوں گے تاکہ

الْاَرْضِ يَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ ۙ وَاٰخَرُوْنَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ڮ

اللہ کا رزق تلاش کریں اور دوسرے بعض اللہ کی راہ میں جہاد کر رہے ہوں گے

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا

لہذا جو کچھ اس میں سے آسان ہو پڑھ لیا کرو اور نماز کو قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو اچھا قرضہ دو

کو وابل مصیبت کو وبال اسی مناسبت سے کہا جاتا ہے۔

مُنفَطِرٌۢ بِهٖ ۔ حرف جار بار فی کے معنی میں ہے کہ اس دن کی شدت سے آسمان پھٹ جائے گا اور وہ دن اس قدر سخت ہوگا کہ اس کی سختی بچوں کو بوڑھا کر دے گی یا یہ کہ اس قدر لمبا ہوگا کہ بچے اس وقفے میں بڑھاپے کو پہنچ جائیں گے۔ یعنی اگر اس قدر طول یا سختی دنیا میں دیکھی جاتی تو بچوں کو بھی بوڑھا کر دیتی ورنہ وہاں قیامت کے روز تو بچوں کے بوڑھا ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور السَّمَآء کو مذکر استعمال کیا گیا ہے کیونکہ لفظ مذکر ہے یا چھت کے معنی میں ہے یا اِمْرَاَۃٌ مُطْفِلٌ وَمُرْضِعٌ کی طرح ہے یعنی ذات طفل و ذاتُ رِضَاعٍ ۔

رکوع نمبر ۱۴ | اَنَّكَ تَقُوْمُ ۔ ابتدا سورہ میں رات کے قیام کا امر تھا جو وجوب پر دلالت کرتا ہے ۔ پس صحابہ بعض اوقات

حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ

اور جو کچھ بھی تم اپنے لئے بھیجو گے نیکی اسے اللہ کے پاس پاؤ گے عمدہ اور اعظم

خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱﴾ ع۱۴

اجر کے اعتبار سے اور اللہ سے بخشش طلب کرو تحقیق اللہ بخشنے والا مہربان ہے

رات بھر جاگ لیتے تھے تاکہ معین وقت سے ہمارا قیام کم نہ رہے تو یہاں اس حکم میں تخفیف کی گئی ہے اور وجوب کے بجائے اس کو سنّت قرار دیا گیا ہے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ جو بعض صحابہ حضورؐ کے ہمراہ ساری رات کھڑے ہو کر عبادت میں گذارتے تھے حتیٰ کہ ان کے پاؤں متورم ہو جاتے تھے وہ حضرت علیؑ اور حضرت ابوذر تھے۔

وَاللّٰهُ يُقَدِّرُ - یعنی شب و روز کے اوقات کا صحیح اندازہ تو اللہ کو ہی معلوم ہے اور تم لوگ اس کا ہرگز احصاء نہیں کر سکتے لہٰذا اللہ نے تم پر اپنے فضل و کرم سے تخفیف کر دی ہے کہ اب جس قدر تمہیں آسان ہو پڑھ لیا کرو بعضوں نے اس جگہ نماز تہجد مراد لی ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مطلق قرآن کی تلاوت کا حکم استحبابی ہے اور اس کی مقدار میں بھی اختلاف ہے۔ بعض نے پچاس آیات بعض نے ایک سو آیات اور بعض نے دو سو آیات روزمرہ پڑھنے کی کم از کم حد مقرر کی ہے۔

سُورہ مدّثر

★ یہ سورہ مکیہ ہے۔

★ آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر ستاون ۵۷ ہے

★ حدیث نبوی میں ہے کہ سورہ مدثر کی تلاوت کرنے والے کو حضورؐ کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کی تعداد سے دس گنا اجر ملیگا

★ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص نماز فریضہ میں سورہ مدثر کی تلاوت کرے گا خداوند کریم اس کو حضرت محمدؐ مصطفیٰ کے درجہ میں جگہ دے گا اور دنیا میں اس کو کوئی بدبختی مس نہ کرے گی۔

★ فوائد القرآن میں مصباح کفعمی سے مروی ہے کہ جو شخص اس سورہ کی تلاوت روزانہ باقاعدگی سے کرے گا تو اس کے آخر میں جو دعا کرے گا وہ مستجاب ہوگی اور اگر حفظ قرآن کی دعا کرے گا تو حافظ قرآن ہوگا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر حفظ قرآن کی دعا کرے تو اس وقت تک اس پر موت نہ آئے گی جب تک قرآن کو حفظ نہ کرلے گا اور اگر اس سے بھی زیادہ کی دعا کرے تو وہ بھی مقبول ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۱

(اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ ۝۲ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ ۝۳ وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ ۝۴ وَ ثِیَابَکَ فَطَہِّرۡ ۝۵ وَ الرُّجۡزَ

اے لحاف اوڑھنے والے اٹھو ڈراؤ اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور نجاست سے

فَاہۡجُرۡ ۝۶ وَ لَا تَمۡنُنۡ تَسۡتَکۡثِرُ ۝۷ وَ لِرَبِّکَ فَاصۡبِرۡ ۝۸ فَاِذَا نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ ۝۹

دُور رہو اور زیادہ حاصل کرنے کے لئے احسان مت کرو اور اپنے رب کے لئے صبر کرو پس جب پھونکا جائے گا صور میں

رکوع نمبر ۱۵

یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ - دثار سے باب تفعل ہے اور اصل میں متدثر تھا پس تاء کو دال میں ادغام کیا گیا جس طرح مزمّل کی تعلیل میں گذر چکا ہے اور دثار لباس کو کہا جاتا ہے روایات عامہ میں ہے کہ حضور پر جب پہلی دفعہ وحی اتری تو غیبی آواز کو سُن کر ڈر گئے اور اس قدر گھبرائے کہ گھر میں پہنچ کر فرمایا دَثِّرُوۡنِیۡ دَثِّرُوۡنِیۡ یعنی مجھے کپڑوں میں چھپاؤ مجھ پر لحاف وغیرہ ڈال کر مجھے چھپا لو لیکن جبریل اسی حالت میں یہ سورہ لائے اور کہا یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ - اے لباس اوڑھنے والے اٹھو اور اپنی قوم کو ڈراؤ - علامہ طبرسی صاحب مجمع البیان فرماتے ہیں کہ یہ غلط ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کی طرف واضح براہین کے ساتھ وحی فرماتا ہے اور نبی کو پتہ ہوتا ہے کہ مجھ پر وحی ہو رہی ہے لہذا نبی کو نہ ڈر لگتا ہے اور نہ گھبرایا کرتا ہے اور بعضوں نے کہا کہ حضورؐ نے ایک چھوٹی سی چادر اپنے جسم اطہر پر لپیٹی ہوئی تھی اور سو رہے تھے پس وحی نازل ہوئی اے مدثر نیند سے جاگو اور فریضہ تبلیغ ادا کرو اور آنحضرتؐ کے وہ نام جن کا قرآن میں ذکر ہے ان میں سے ایک مدثر بھی ہے۔

وَ رَبَّکَ فَکَبِّرۡ - مفعول کی تقدیم حصر کے لئے ہے کہ صرف اپنے رب کی کبریائی کا نعرہ لگاؤ - اللہ اکبر

ثِیَابَکَ اپنے لباس کو پاک رکھو یہ خطاب اگرچہ حضورؐ کو ہے لیکن مراد ساری امت ہے اور ثیاب سے مراد نفس بھی لیا گیا ہے کہ نفس کو گناہوں سے پاک کرو اور بعضوں نے ثیاب سے مراد بیویاں لی ہیں کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو اور روایات اہلبیت میں ہے کہ اس جگہ چادر یا شلوار کو لمبا رکھنے سے روکا گیا ہے تاکہ زمین پر گھسیٹ کر اُسے نجاست سے آلودہ نہ کرے۔

تَسۡتَکۡثِرُ - بعض لوگ کسی کو کچھ دیتے ہیں تاکہ وہ بدلہ میں اس کو اس سے زیادہ عطا کرے پس اللہ نے اس عادت سے روکا ہے

اَلنَّاقُوۡرِ - یہ فاعول کا وزن ہے وہ چیز جس پر آواز نکالنے کے لئے چوٹ لگائی جائے اور اس جگہ نفخ صور مراد ہے اور اس کا ذکر اس سے پہلے جلد ۱۲ صفحہ ۱۲۴ پر گذر چکا ہے اور تفسیر برہان میں ہے نُقِرَ فِی النَّاقُوۡرِ یعنی امام غائب کے کانوں میں ندا پہنچے گی اور ایک روایت میں ہے کہ ناقور کا معنی ندا ہے اور ظہور قائم کے دن حضرت جبریل آسمان سے ندا دے گا پس وہ دن حضرت علیؑ کی ولایت کا انکار کرنے والوں کیلئے نہایت سخت ہو گا۔

فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝١٠ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝١١ ذَرْنِيْ وَمَنْ

تو وہ دن مشکل دن ہوگا کافروں پہ غیر آسان ہوگا میرے ہی حوالہ کرو

خَلَقْتُ وَحِيْدًا ۝١٢ وَّجَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا ۝١٣ وَّبَنِيْنَ شُهُوْدًا ۝١٤

جسے میں نے تنہا پیدا کیا اور دیا میں نے اس کو مال زیادہ اور بیٹے حاضر

وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ۝١٥ ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ ۝١٦ كَلَّا ۭ اِنَّهٗ كَانَ

اور میں نے اس کو ہر طرح کی سہولتیں دیں پھر وہ مزید کا خواہشمند بھی ہے ہرگز نہیں کیونکہ وہ ہماری

لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا ۝١٧ سَاُرْهِقُهٗ صَعُوْدًا ۝١٨ اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ ۝١٩ فَقُتِلَ كَيْفَ

آیات کا منکر ہے اسے چڑھتے ہوئے عذاب کی تکلیف دوں گا اس نے سوچا اور اندازہ کیا اس پہ لعنت ہو

خَلَقْتُ وَحِيْدًا - اس کا ایک معنی تو یہ ہے کہ میں نے تنہا ہی اس کو پیدا کیا ہے، دوسرا یہ بھی ہو سکتا ہے جب وہ پیدا ہوا تو تنہا تھا اور یہ ولید بن مغیرہ کے متعلق ہے اور صادقین علیہما السلام سے مروی ہے کہ وحید کا معنی ولد الزنا ہے چنانچہ ہشام بن ولید بن مغیرہ کی اولاد میں سے ایک شخص نے فخر یہ کہا کہ میں وحید کی اولاد سے ہوں تو امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کو وحید کے معنی کا پتہ ہوتا تو اس پر فخر نہ کرتا، راوی نے پوچھا کہ اس کا معنی کیا ہے تو آپ نے فرمایا وحید اس کو کہتے ہیں جس کے باپ کا پتہ نہ ہو اور تفسیر برہان میں ہے اس کی وجہ تسمیہ ولید اس لئے ہوئی کہ اس نے تمام قریشیوں سے غلاف بیت اللہ کے متعلق کہا تھا کہ ایک سال تم سب مل کر اس کا غلاف دیا کرو اور ایک سال میں وحید یعنی اکیلا اس پہ غلاف چڑھاؤں گا اور اس کے مالدار ہونے کا قرآن نے خود ذکر کیا ہے اور ایک روایت میں وحید سے مراد شیطان ہے کیونکہ وہ بھی ماں اور باپ کے بغیر پیدا ہوا ہے

مَالًا مَّمْدُوْدًا یعنی پھیلا ہوا مال اور اس سے کثرت مال مراد ہے اور منقول ہے کہ مکہ سے طائف تک اس کی ملکیت تھی اونٹ گھوڑے اور بیل عدد حساب سے زیادہ تھے اسی طرح غلہ کے انبار اس کے پاس تھے اور لاکھوں دینار نقد اس کے خزانہ میں تھے اور غلاموں اور کنیزوں کی بھی فراوانی تھی۔

بَنِيْنَ شُهُوْدًا - باختلاف روایات اس کے تیرہ یا سات بیٹے تھے اور سب گھر میں حاضر رہتے تھے کیونکہ امارت و ریاست کی وجہ سے ان کو سفر تجارت کی ضرورت ہی نہ تھی اور منقول ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد ولید کے بخت کو زوال شروع ہوا اور پھر ہمیشہ گھاٹے میں رہا۔

صَعُوْدًا - منقول ہے کہ جہنم میں ایک صاف پتھر کی چٹان ہو گی جس پہ ولید کو چڑھنے کا حکم ہو گا کچھ فرشتے لوہے کے زنجیروں سے باندھ کر اس کو اوپر کھینچیں گے اور کچھ لوہے کے گرزوں سے اس کو پیچھے سے ماریں گے جب چوٹی پہ پہنچے گا تو چھوڑ

قَدَّرَ ﴿٢٠﴾ ثُمَّ قُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ ﴿٢١﴾ ثُمَّ نَظَرَ ﴿٢٢﴾ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ ﴿٢٣﴾ ثُمَّ

اس نے اندازہ کیسے کیا؟ پھر اس پہ لعنت ہو اس نے کیسے اندازہ کیا پھر اس نے غور کیا پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا پھر پیچھے

أَدْبَرَ وَاسْتَكْبَرَ ﴿٢٤﴾ فَقَالَ إِنْ هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ يُؤْثَرُ ﴿٢٥﴾ إِنْ هَٰذَا إِلَّا قَوْلُ

کو ہٹا اور تکبر کیا تو کہنے لگا یہ کچھ نہیں سوائے جادو کے جسے سیکھا گیا ہے یہ کچھ نہیں سوائے ایک انسان

الْبَشَرِ ﴿٢٦﴾ سَأُصْلِيهِ سَقَرَ ﴿٢٧﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا سَقَرُ ﴿٢٨﴾ لَا تُبْقِي وَلَا تَذَرُ ﴿٢٩﴾

کے قول کے عنقریب ہم اسے سقر میں جلائیں گے تمہیں کیا پتہ کہ وہ سقر کیا ہے؟ وہ نہ بچاتی اور نہ چھوڑتی ہے

دیں گے کہ وہ دھڑام جہنم کی تہہ پر جا پہنچے گا پھر اس کو اوپر لے جائیں گے اور چالیس برس کی چڑھائی ہو گی پس اسی عذاب میں وہ مبتلا رہے گا۔ العیاذ باللہ

فَقُتِلَ ۔ یہ بد دعا کا کلمہ ہے یعنی اس پہ لعنت ہو وہ اس قسم کی باتیں کیوں سوچتا ہے کہ آیاتِ خداوندی کو جادو کہتا ہے اور حضورؐ کی تردید کی فکر میں لگا رہتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ تو انسانی کلام ہے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔

عَبَسَ ۔ عبس کا معنی ترشروئی ہے اور اس کی ضد طلاقت و بشاشت ہے۔

وَبَسَرَ ۔ یہ بسور سے ہے اور اس کا معنی ہے چہرہ پر غم و غصہ و کراہت کے آثار کا نمودار ہونا۔

شانِ نزول

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حٰمٓ وَالْکِتَابِ الْمُبِیْنِ آیتیں اتریں تو حضورؐ نے مسجد میں ان کی تلاوت کی اس وقت ولید بن مغیرہ مخزومی قریب سے سُن رہا تھا جب حضورؐ نے محسوس فرمایا کہ ولید سُن رہا ہے تو آپ نے ان آیات کو دھرایا چنانچہ ولید سُن کر جب قوم کی طرف واپس پلٹا تو بنی مخزوم کی بھری مجلس میں اُس نے کہا بخدا میں نے محمد سے جو ابھی کلام سُنا ہے یہ نہ کسی انسان کا ہے اور نہ کسی جن کا ہے بے شک وہ کلام شیریں بھی ہے اور دلکش بھی اس کا ظاہر رنگین و پھلدار ہے اور اس کا باطن پُر مغز و پر اسرار ہے اور اس کا مقابلہ ہرگز نہیں کیا جا سکتا یہ کہہ کر وہ گھر چلا گیا لیکن قریش میں یہ بات چل نکلی کہ اب ولید بھی محمدؐ کے پھندے میں آگیا ہے اب قوم قریش سب کی سب محمد کے دین کی طرف جُھک جائے گی اور ولید کو ریحانہ قریش کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ یہ باتیں سن کر ابوجہل کو طیش آیا اُس نے کہا ولید کو میں ہی سمجھاؤں گا چنانچہ وہ غضبناک شکل بنا کر ولید کے پہلو میں جا بیٹھا جب اُس نے دریافت فرمایا کہ بھتیجے میں دیکھتا ہوں تیری شکل غضبناک ہے، خیر تو ہے؟ تو ابوجہل نے کہا میں نے قریش سے منہ منہ کی باتیں سُنی ہیں؟ کہتے ہیں ولید بوڑھا ہو گیا ہے —— اور اس کا توازنِ دماغی بگڑ چکا ہے ان کا خیال ہے کہ تو محمد کی چکنی چپڑی باتوں کے جال میں پھنس چکا ہے یہ سُن کر ولید اُٹھ کھڑا ہُوا اور ابوجہل کے ہمراہ دوبارہ قریش کی مجلس میں وارد ہُوا اور کہنے لگا اے قریش تم کہتے ہو کہ محمدؐ دیوانہ ہے میں تم سے پوچھتا ہوں کہ کبھی اُس نے دیوانگی کی بات کہی ہے؟ تو سب نے

لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ ۝۳۰ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ ۝۳۱ وَمَا جَعَلْنَا أَصْحٰبَ النَّارِ إِلَّا مَلٰٓئِكَةً

چمڑے کو متغیر کر دیتی ہے اس پر انیس (فرشتے) ہیں اور ہم نے نہیں بنائے موکلین جہنم مگر فرشتے

وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ إِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِينَ أُوتُوا

اور نہیں مقرر کی ہم نے ان کی یہ تعداد مگر کافروں کی آزمائش کے لئے تاکہ (ایک طرف) اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو

الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِينَ اٰمَنُوا إِيمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتٰبَ

یقین ہو جائے اور (دوسری طرف) مومنوں کے ایمان میں زیادتی ہو اور نہ شک کریں اہل کتاب اور مومنین

وَالْمُؤْمِنُونَ ۙ وَلِيَقُولَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُونَ مَاذَا أَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا

اور تاکہ کہنے کا موقع ملے ان کو جن کے دلوں میں بیماری ہے اور کافروں کو کہ اللہ کی اس مثال سے کیا مراد

مَثَلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَن يَشَآءُ وَيَهْدِي مَن يَشَآءُ ۚ وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ

ہے تاکہ گمراہ کرے جسے چاہے اور ہدایت کرے جسے چاہے اور اللہ کے لشکروں کو کوئی نہیں جانتا سوائے

کہا ہرگز نہیں۔ پھر اُس نے کہا تم کہتے ہو کہ وہ کاہن ہے کیا تم نے اس کو اس قسم کی باتیں کہتے سُنا ہے تو سب نے مل کر کہا کہ ہرگز نہیں اُس نے کہا تم کہتے ہو کہ وہ شاعر ہے تو کیا تم نے اس کو کبھی شعر کہتے سُنا ہے ؟ تو سب نے کہا کہ ہرگز نہیں کیونکہ حضورؐ اعلانِ نبوت سے پہلے صادق و امین کے القاب سے معروف تھے پس قریش نے مل کر سوال کیا ہے ؟ کہ اب تم بتاؤ وہ کیا ہے تو ولید نے غور و فکر کرنا شروع کیا اور غور و فکر کے بعد اس نے ایک نتیجہ نکالا اور وہ یہ کہ معاذ اللہ محمد جادوگر ہے اور اسی کو قرآن کی مذکورہ آیات بیان کر رہی ہیں کہ اُس نے سوچا اور اندازہ کیا پھر یہ نتیجہ نکالا پس مُنہ بناتے ہوئے چہرہ پہ تیوری چڑھاتے ہوئے اُس نے کہا وہ جادوگر ہے کیونکہ جادوگر اپنے جادو کی وجہ سے باپ بیٹوں میں اور شوہر و بیوی میں پھوٹ ڈالا کرتے تھے اور انہوں نے بھی پھوٹ ڈال دی ہے۔

عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ۔ دربانانِ جہنم کی تعداد اُنیس ہے جن کی آنکھیں بجلی کی طرح دانت بڑھے ہوئے کہ اُن کے دھان سے آگ کے شعلے نکلیں گے۔ بہرکیف ان کی شکل سخت ڈراؤنی ہو گی خُدا نے ان کو عذاب کے لئے ہی پیدا کیا ہے کہ ان میں رحم پیدا ہی نہیں ہوا۔ ان میں سے ہر ایک ستر ہزار دوزخیوں کو ایک مٹھی میں اُٹھا کر اکٹھا جہنم میں پھینک دے گا انیس کی تعداد اس لئے بیان کی ہے کہ یہود و نصاریٰ کی کتب میں بھی یہی تعداد مذکور تھی اسی لئے فرمایا ہے کہ یہ تعداد اس لئے ہے کہ ایک طرف اہل کتاب مطمئن ہو جائیں گے اور ان کو حضورؐ کی صداقت کا یقین ہو جائے گا اور دوسری طرف مومن بھی مطمئن ہوں گے۔

إِلَّا هُوَ ۚ وَمَا هِيَ إِلَّا ذِكْرَىٰ لِلْبَشَرِ ﴿۳۲﴾ كَلَّا وَالْقَمَرِ ﴿۳۳﴾ وَاللَّيْلِ إِذْ أَدْبَرَ ﴿۳۴﴾

اس کے اور یہ نہیں مگر انسانوں کے لئے نصیحت (ان کی خواہش) ہرگز نہیں دپوری ہوگی' چاند کی قسم رات کی قسم جب واپس جاتی ہے

وَالصُّبْحِ إِذَا أَسْفَرَ ﴿۳۵﴾ إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ ﴿۳۶﴾ نَذِيرًا لِلْبَشَرِ ﴿۳۷﴾ لِمَنْ

صبح کی قسم جب روشن ہوتی ہے تحقیق وہ (سقر) ایک بہت بڑی آگ ہے انسانوں میں سے اس کے لئے ڈرانے والی ہے جو چاہے تو اپنے

شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَتَقَدَّمَ أَوْ يَتَأَخَّرَ ﴿۳۸﴾ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ ﴿۳۹﴾

اختیار سے (اطاعت کی طرف) آگے بڑھے یا پیچھے ہٹے ہر شخص اپنے کئے ہوئے اعمال میں مرہون ہوگا

لِيَقُولَ - یہ لام عاقبت کی ہے یعنی انجام کار منافقوں نے اور کافروں نے یہی کہنا ہے کہ یہ تعداد اور یہ مثال کیوں دی گئی ہے؟

رکوع نمبر ۱۶

وَالْقَمَرِ - چاند کے گھٹنے بڑھنے اور طلوع وغروب میں چونکہ استعجاب پایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو مقسم بہ قرار دیا گیا ہے۔

وَاللَّيْلِ - چونکہ شب وروز کے تبادل نظام میں پروردگار کی عجیب وغریب پُر از حکمت تدبیر ہے اور توحید کو سمجھنے کے لئے ذوی العقول کے لئے اس میں دعوتِ فکر ہے اس لئے رات کے جانے اور دن کے آنے کی قسم کھائی اور اسی بناء پر شاید وَالنَّهَارِ إِذْ أَدْبَرَ وَاللَّيْلِ إِذْ أَظْلَمَ نہیں فرمایا کیونکہ روشنی کے بعد تاریکی کی آمد کا بیان اتنا رُوح پرور نہیں ہوتا جس قدر تاریکی کے بعد روشنی کی آمد کا ذکر دلنشین وبہجت افزا ہوا کرتا ہے۔

إِنَّهَا لَإِحْدَى الْكُبَرِ - یہ جواب قسم ہے اور ھا ضمیر غائب کا مرجع سقر ہے اور کُبَر جمع ہے کُبریٰ کی۔

نَذِيرًا لِلْبَشَرِ - بعض نے کہا ہے کہ نذیر حال ہے ضمیر غائب کے مرجع سے جو سقر ہے اور اس کو مذکر اس طرح لایا گیا ہے۔ جس طرح کہا جاتا ہے اِمْرَأَةٌ طَالِقٌ یعنی ذات طلاق پس یہاں بھی ذات انذار مراد ہے اور بعض نے اس کو صفتِ نبی قرار دیا ہے کہ اے نبی قُم یعنی اُٹھو درحالیکہ تم انسانوں کے لئے نذیر ہو۔

لِمَنْ شَاءَ - یعنی یہ نذارت اس کے لئے ہے جو اپنے اختیار و ارادہ سے اطاعت کی طرف بڑھ سکتا ہو یا پیچھے ہٹ سکتا ہو اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے افعال میں فاعل مختار ہے اور نیکیوں کی طرف اقدام کرنے کو تقدم اور برائیوں کی طرف رُجوع کرنے کو تأخر سے تعبیر کرنا لطافت سے خالی نہیں ہے اور حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السّلام سے منقول ہے کہ جو بھی ہماری ولایت کی طرف بڑھے گا وہ جہنم سے ہٹ جائے گا اور جو بھی ہماری ولایت سے پیچھے ہٹے گا وہ جہنّم کی طرف بڑھ جائے گا۔

كُلُّ نَفْسٍ - یعنی ہر انسان اپنے اعمال کا مرہون ہوگا پس بداعمال والے اپنی بدعملی میں مرہون ہونگے کہ ان کی خلاصی ناممکن ہوگی جس طرح رہن شدہ چیز زر رہن ادا کرنے کے بغیر آزاد نہیں کرائی جا سکتی اور اصحاب الیمین کا استثنا کیا گیا ہے یعنی وہ جن کو اعمالنامے دائیں

إِلَّآ أَصْحَٰبَ ٱلْيَمِينِ ﴿٤٠﴾ فِى جَنَّٰتٍ يَتَسَآءَلُونَ ﴿٤١﴾ عَنِ ٱلْمُجْرِمِينَ ﴿٤٢﴾

سوائے اصحاب الیمین کے کہ وہ باغات میں ہوں گے ایک دوسرے سے پوچھیں گے مجرمین کے متعلق (ان سے کہیں گے)

مَا سَلَكَكُمْ فِى سَقَرَ ﴿٤٣﴾ قَالُوا۟ لَمْ نَكُ مِنَ ٱلْمُصَلِّينَ ﴿٤٤﴾ وَلَمْ نَكُ

کیا چیز لائی تمہیں جہنم میں؟ کہیں گے ہم نماز واجب ادا نہ کرتے تھے اور ہم مسکینوں کو

نُطْعِمُ ٱلْمِسْكِينَ ﴿٤٥﴾ وَكُنَّا نَخُوضُ مَعَ ٱلْخَآئِضِينَ ﴿٤٦﴾ وَكُنَّا نُكَذِّبُ

کھانا نہیں کھلاتے تھے اور ہم گھسنے والوں کے ہمراہ (باطل میں) گھس جاتے تھے اور ہم یوم قیامت کی

بِيَوْمِ ٱلدِّينِ ﴿٤٧﴾ حَتَّىٰٓ أَتَىٰنَا ٱلْيَقِينُ ﴿٤٨﴾ فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَٰعَةُ ٱلشَّٰفِعِينَ ﴿٤٩﴾

تکذیب کرتے تھے یہانتک کہ ہمیں موت آگئی پس نہ ان کو فائدہ دے گی شفاعت کرنے والوں کی شفاعت

ہاتھ میں ملیں گے وہ قیود جہنم سے آزاد ہوں گے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ہم اور ہمارے شیعہ ہی اصحاب الیمین ہیں

مَا سَلَكَكُمْ - یعنی بہشتی لوگ جہنم کی طرف جھانک کر دوزخیوں سے پوچھیں گے کہ تمہارا جہنم میں آنے کا کیا سبب ہے؟ تو وہ جواب میں کہیں گے کہ ہم نماز گذار نہیں تھے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کفار سے بھی نماز کے بارے میں باز پرس ہوگی اگرچہ کافر ہوتے ہوئے ان کی نماز صحیح نہیں ہو سکتی کیونکہ اگلی آیت کے قرینہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ جواب دینے والے کافر ہوں گے جو جواب میں کہیں گے کہ ہم نمازی نہ تھے مسکینوں کا حق زکوٰۃ فطرہ و صدقات وغیرہ ادا نہ کرتے تھے اور باطل پرست لوگوں کے ساتھ بیہودہ باتوں میں گھس جاتے تھے اور ہم یوم قیامت کی تکذیب کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ قیامت کا انکار کافر ہی کرتے ہیں۔

اَلْيَقِينُ - یقین کا معنی موت ہے یا یقین کا معنی ہے علم یعنی وہ کہیں گے کہ اپنے دوزخی ہونے کا علم ہمیں ہو گیا ہے۔

فَمَا تَنفَعُهُمْ - یعنی کفار کو شفاعت کا کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ مومنوں کو اپنی غلطیوں کے بارے میں شفاعت ضرور فائدہ دے گی اور انبیاء اپنے اپنے مقام پر اپنے امتیوں کی شفاعت کریں گے لیکن محمدؐ و آل محمدؐ کو تمام انبیاء سے حق شفاعت زیادہ عطا ہوگا انسان کو چاہیئے کہ زیادہ سے زیادہ اطاعت پروردگار کی سعی کرے اور گناہوں سے بچنے کی کوشش کرے اس کے بعد جو گناہ اس کے ذمہ بچ جائیں گے محمدؐ و آل محمدؐ کی شفاعت سے معاف ہو جائیں گے بلکہ بعض مومنوں کو بھی حق شفاعت دیا جائے گا کیونکہ حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ ایک جنتی مومن عرض کرے گا۔ اے پروردگار فلاں آدمی نے مجھے ایک پانی کا گلاس دنیا میں پلایا تھا۔ پس اس کو بخش دے تو وہ بخشا جائے گا اور مروی ہے کہ بعض مومنین قبیلۂ مضر و ربیعہ کے برابر گناہگاروں کی شفاعت کریں گے جو مقبول ہوگی اور تفسیر برہان میں مروی ہے کہ اگر دشمنان آل محمدؐ کے لئے تمام ملائکہ و انبیاء بھی سفارش کریں تو مقبول نہ ہوگی۔

كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ - صفحہ نمبر ۳۷ پر یعنی یہ لوگ قرآن سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح جنگلی گدھے شیر سے بھاگتے ہیں اور یہ حال در حال ہے یعنی حال متداخلہ ہے مُعْرِضِينَ حال ہے هُمْ سے اور یہ حال ہے مُعْرِضِينَ کی ضمیر فاعل سے۔

فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ مُعْرِضِينَ ﴿٥٠﴾ كَأَنَّهُمْ حُمُرٌ مُّسْتَنفِرَةٌ ﴿٥١﴾

اور ان کو کیا ہوا ہے؟ کہ نصیحت سے روگردانی کرتے ہیں گویا کہ وہ جنگلی گدھے ہیں

فَرَّتْ مِن قَسْوَرَةٍ ﴿٥٢﴾ بَلْ يُرِيدُ كُلُّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ أَن يُؤْتَىٰ

جو شیر سے بھاگ رہے ہوں بلکہ ان میں سے ہر انسان یہ چاہتا ہے کہ انہیں الگ الگ

صُحُفًا مُّنَشَّرَةً ﴿٥٣﴾ كَلَّا ۖ بَل لَّا يَخَافُونَ الْآخِرَةَ ﴿٥٤﴾ كَلَّا إِنَّهُ تَذْكِرَةٌ ﴿٥٥﴾

صحیفے دیئے جائیں یہ ہرگز نہ ہوگا بلکہ وہ آخرت سے ڈرتے نہیں ہیں ہرگز نہیں تحقیق یہ نصیحت ہے

فَمَن شَاءَ ذَكَرَهُ ﴿٥٦﴾ وَمَا يَذْكُرُونَ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ هُوَ أَهْلُ التَّقْوَىٰ

پس جو چاہے نصیحت لے لے اور وہ نصیحت نہ لیں گے مگر یہ کہ اللہ چاہے (کہ ان کو مجبور کردے) وہ اس لائق ہے

وَأَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ﴿٥٧﴾

کہ اس سے ڈرا جائے اور بخشنے کا سزاوار ہے

بَلْ يُرِيدُ - یعنی کفار مکہ کا ہر فرد اس امر کا خواہشمند ہے کہ اس پر آسمان سے الگ کتاب اترے جس میں محمد کی تصدیق ہو یا یہ کہ ہر شخص چاہتا ہے کہ اس پر مستقل کتاب نازل ہو اور وہ اس پر خود عمل کرے کسی کا تابع شمار نہ ہو۔

كَلَّا - یعنی ان کی منشا ہرگز پوری نہیں ہو سکتی اور خدا ان کی خواہشات کا پابند نہیں ہے جب حقیقت ان کے سامنے کھل چکی ہے تو ان کا انکار کرنا اور الگ کتاب مانگنا یہ سب بہانے ہیں (خوئے بد را بہانہ بسیار) اس لئے کہ ان کو آخرت کی گرفت کا خطرہ نہیں ہے بہر کیف قرآن نصیحت کی کتاب ہے جو چاہے اس سے نصیحت حاصل کرے

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ - اس جگہ مشیت سے مراد جبر ہے یعنی وہ لوگ اپنی مرضی سے تو ایمان لاتے نہیں ہیں مگر یہ کہ خدا ان کو مجبور کر دے۔ لیکن خدا مجبور نہیں کرتا وہ تو چاہتا ہے کہ ہر شخص اپنے اختیار و ارادہ سے نیکی کا راستہ اختیار کرے تاکہ مستحق جزا ہو۔

هُوَ أَهْلُ - یعنی اللہ اس لائق ہے کہ اس کی نافرمانی سے گریز کیا جائے اور جو ایسا کرے گا پھر اللہ کی شان یہ ہے کہ اس کی غلطیوں سے درگزر فرما کر اس کو بخش دے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حدیث قدسی میں ہے اللہ فرماتا ہے میں اس لائق ہوں کہ میری نافرمانی سے گریز کیا جائے اور میں اس کے اہل ہوں کہ شرک نہ کرنے والوں کو جنت میں داخل کر دوں اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے اپنی عزت کی قسم کھائی ہے کہ وہ اہل توحید کو جہنم میں داخل نہ کرے گا اور حدیث سلسلۃ الذہب میں امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ کلمہ توحید پڑھنے والے جنت میں جائیں گے لیکن شروط کے ساتھ اور ہم اہل بیت اس کی شرطوں میں سے ایک شرط ہیں۔

سورۃ القیامۃ

- یہ سورہ مکیہ ہے
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر اکتالیس ۴۱ ہے۔
- حضرت نبی کریمؐ سے مروی ہے کہ جو شخص سورہ قیامت کی تلاوت کرے گا قیامت کے دن پر ایمان لانے والوں میں محشور ہوگا اور اس کا چہرہ اہل محشر میں چمکتا نظر آئے گا۔
- امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھتا رہے اور اس کے مضمون پر عامل بھی ہو تو قیامت کے روز نہایت حسین و جمیل محشور ہوگا یہ سورہ اس کے سامنے ہنستا ہوا ہوگا اور اس کو خوشخبری دے گا۔ یہانتک کہ پل صراط سے عبور کریگا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ اس کا ہمیشہ پڑھتے رہنا وسعتِ رزق حفاظت جان و مال اور لوگوں میں محبوبیت کا موجب ہے۔
- اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کی قرأت خشوع پیدا کرتی ہے اور پاکدامنی اور حفاظت کی موجب ہے اور جو بھی اس کو پڑھے گا اس کو کسی بادشاہ کا خوف و ہراس نہ رہے گا اور اس کو پڑھنے والا شب و روز اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔ باذن اللہ
- مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ اس کی تلاوت سے دل مضبوط ہوتا ہے اور اس کو لکھ کر دھو کر پیا جائے تو طاقت کا موجب ہے۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

لَاۤ اُقۡسِمُ بِيَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ ② وَلَاۤ اُقۡسِمُ بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ ③ اَيَحۡسَبُ

مجھے قسم ہے یوم قیامت کی — اور مجھے قسم ہے نفس لوّامہ کی (تم ضرور محشور کئے جاؤ گے) — کیا یہ سمجھتا ہے

رکوع ۱۷

لَاۤ اُقۡسِمُ - لا زائدہ ہے اور اس پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ لا اور ما اور دیگر حروف زوائد ہمیشہ دو کلاموں کے درمیان آتے ہیں نہ کہ ابتداء کلام میں تو اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ قرآن مجید سارا کلام واحد متصل ہے لہذا اس لا کو ابتداء کلام میں نہیں شمار کیا جا سکتا بہرکیف لَاۤ اُقۡسِمُ میں لا زائدہ ہوا کرتا ہے اور مراد قسم کھانا ہے نہ کہ نفی قسم اور جواب قسم محذوف ہے کہ کفار کا قول انکار حشر والا صحیح نہیں ہے بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ تم ضرور محشور ہو گے۔

بِالنَّفۡسِ اللَّوَّامَةِ - اس میں تین اقوال ہیں۔ (۱) اس سے مراد ہر نفس ہے خواہ مومن ہو یا کافر کیونکہ بروز قیامت نفس مومن اپنے

الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ﴿۴﴾ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ ﴿۵﴾

انسان کہ ہم ہرگز نہ جمع کریں گے اس کی ہڈیوں کو؟ ہاں! ہم قادر ہیں کہ اس کی انگلیوں کو درست کر دیں

بَلْ يُرِيْدُ الْاِنْسَانُ لِيَفْجُرَ اَمَامَهٗ ﴿۶﴾ يَسْـَٔلُ اَيَّانَ يَوْمُ الْقِيٰمَةِ ﴿۷﴾ فَاِذَا

بلکہ انسان چاہتا ہے کہ آنے والی زندگی میں فسق و فجور کرتا رہے پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب آئے گا پس جب

بَرِقَ الْبَصَرُ ﴿۸﴾ وَخَسَفَ الْقَمَرُ ﴿۹﴾ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ﴿۱۰﴾ يَقُوْلُ

آنکھ بے نور ہوگی اور چاند کو گہن ہوگا اور سورج و چاند کو جمع کیا جائے گا کہے گا

الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ﴿۱۱﴾ كَلَّا لَا وَزَرَ ﴿۱۲﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ ﴿۱۳﴾

اس دن انسان کہ کہاں ہے؟ بھاگنے کی جگہ؟ ہرگز کوئی جائے پناہ نہ ہوگی تیرے رب کی طرف ہی اس دن ٹھکانا ہوگا

يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍۭ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ﴿۱۴﴾ بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰى نَفْسِهٖ بَصِيْرَةٌ ﴿۱۵﴾

خبر دی جائے گی انسان کو اس دن اپنے پہلے اور پچھلے اعمال کی بلکہ انسان اپنے نفس (کے حالات) پر مطلع ہے

آپ کو ملامت کرے گا کہ کاش نیکیاں زیادہ کی ہوتیں اور نفس کافرہ ترک نیکی پر اور ارتکاب گناہ پر اپنے آپ کو ملامت کرے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے کافر نفس مراد ہے کہ اپنے آپ کو کفر و سرکشی کے اختیار کرنے پر ملامت کرے گا اور تیسرا قول یہ ہے کہ یہاں صرف نفس مومن مراد ہے جو اپنے آپ کو ہر وقت خوفِ خدا کی تلقین کرتا ہے اور حُبِ دنیا پر ملامت کرتا ہے۔

اَيَحْسَبُ ۔ یہ استفہام انکاری ہے یعنی کیا ان کافر لوگوں کا خیال ہے کہ ہم ان کی ہڈیوں کو جمع نہ کر سکیں گے؟ وہ غلط خیال کرتے ہیں بلکہ یقیناً ہم اس کو دوبارہ زندہ کرنے پر قادر ہیں اور اس کے اعضا میں سے چھوٹے حصوں کو حتیٰ کہ اس کی انگلیوں کے پوروں کو بھی اپنی پہلی حالت کی طرح دوبارہ پلٹائیں گے اور انسان قیامت کے انکار پر اس لئے مصر ہے کہ وہ آنے والی زندگی میں کھل کر برائی کر سکے اور بازپرس سے بے نیاز ہو کر آوارگی کا مظاہرہ بے باکی سے کر سکے اس لئے بطور تمسخر دریافت کرتا ہے کہ وہ قیامت کب آئے گی جس کا تم وعدہ کرتے ہو؟

فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ ۔ یعنی موت کے وقت جب آنکھ ٹکٹکی باندھ لے گی یا ہول محشر کی وجہ سے جب آنکھ چندھیا جائے گی اور ازراہِ تحیر اس کو کچھ نظر نہ آ سکے گا پس چاند بے نور ہوگا اور چاند و سورج یکساں طور پر تاریک ہوں گے اور ان کے جمع ہونے کا یہی مطلب ہے

كَلَّا لَا وَزَرَ ۔ پہلے خیال کی نفی كَلَّا سے کی گئی ہے کہ ہرگز ان کو کسی طرف بھاگنے کا راستہ نہ مل سکے گا اور نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور وَزَر کا معنی قلعہ اور جائے پناہ ہوتا ہے اور اسی مناسبت سے وزیر کو وزیر کہا جاتا ہے کہ وہ رعایا کے لئے جائے پناہ ہوا کرتا ہے۔

وَّلَوْ اَلْقٰى مَعَاذِيْرَهٗ ﴿۱۶﴾ لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهٖ ﴿۱۷﴾ اِنَّ عَلَيْنَا

اگرچہ ظاہراً عذر داریاں پیش کرتا پھرے — نہ حرکت دو اس کے ساتھ اپنی زبان کو جلدی کرنے کے لئے — تحقیق اس کا

قَدَّمَ وَ اَخَّرَ ۔ اس کے کئی معانی ہو سکتے ہیں (۱) جو اعمال پہلے کئے اور جو بعد میں کئے (۲) جو اعمال اپنی زندگی میں کئے اور جو صدقات جاریہ چھوڑ کر مرا یا کوئی سنّت چھوڑ کر مرا جس پر بعد میں لوگ عمل کرتے رہے (۳) جن برائیوں کی طرف قدم بڑھایا اور جن نیکیوں سے پیچھے ہٹا (۴) جن اعمال کو ادا کیا اور جن کو ترک کیا (۵) جو نیکیاں بجا لایا اور جن کو چھوڑ دیا (۶) جو مال راہِ خدا میں خرچ کیا اور جو اولاد دیگر ورثاء کے لئے چھوڑ کر مرا۔

بَلِ الْاِنْسَانُ ۔ پہلی آیت میں فرمایا کہ انسان کو اس کے کئے ہوئے تمام اعمال کی خبر دی جائے گی اور اس آیت میں فرماتا ہے کہ انسان کو خبر دینے کی کیا ضرورت ہے ہر انسان اپنے حالات سے خود باخبر ہوتا ہے چنانچہ خود انسان کے اپنے اعضاء بروزِ محشر اس کے اعمال کی گواہی دیں گے اگرچہ وہ اپنی طرف سے کئی عذر داریاں پیش کرتا ہے گا اور اس کا یہ مطلب بھی ہے کہ انسان اپنے اندر جو نیّت بھی رکھتا ہو اس کو وہ خود اچھی طرح جانتا ہے اگرچہ لوگوں کے سامنے اس کی کئی تاویلیں کرتا رہے اور جناب رسالتمآب سے مروی ہے کہ انسان جو بات دل میں رکھتے خدا اس کو اسی طرح جزا دے گا اگر نیکی کا قصد تھا تو نیک جزا پائے گا اور اگر برائی کا قصد تھا تو اس کا برا بدلہ پائے گا ایک شخص نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے فرمایا کہ وہ بیماری جس میں انسان روزہ نہ رکھے اس کی کیا حد ہے تو آپ نے فرمایا کہ انسان اپنے حالات کو خود جان سکتا ہے پس آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔

مَعَاذِيْرَهٗ ۔ لغت بنی طے میں اس کا معنی ستر ہے یعنی پس پردہ اگر انسان برائی کرے اور ظاہر نیکی کرے تو وہ خود اپنی حقیقت جانتا ہے مقصد یہ ہے کہ انسان اپنے افعال کے جواز کے لئے ہزاروں عذر بہانے تراش کے پیش کرتا رہے وہ اپنی حقیقت اور نیّت سے خود واقف ہوتا ہے لہذا اس کو قیامت کے دن جزا اور سزا اس کی نیّت پر ملے گی۔

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ ۔ عام مفسرین نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جب جبریل قرآن مجید کی آیتیں لاتا تھا تو حضورؐ فوراً ان کو دھراتے تھے اور یاد کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ بھول نہ جائیں لہذا جبریل کے ختم کرنے سے پہلے آپ پڑھنے لگ جاتے تھے پس خداوندکریم نے آپ کو ایسا کرنے سے روک دیا کہ آپ قرآن پڑھنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا کریں کیونکہ قرآن کا جمع کرنا اور مکمل کرنا ہمارا کام ہے۔

اقول ۔ ہمارے اصول کے اعتبار سے یہ معنی صحیح نہیں ہے کیونکہ اس میں حضرت رسالتمآبؐ کی شان میں توہین پائی جاتی ہے۔ نیز قرآن مجید کا نظم و نسق بھی اس کی اجازت نہیں دیتا پس سابق و لاحق کے مضمون کو ملحوظ رکھتے ہوئے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ خطاب حضورؐ سے متعلق نہیں ہے بلکہ قیامت کے دن پیش ہونے والے وہ حضرات جن کو دنیا میں قیامت پر یقین نہیں تھا اس کے مخاطب ہیں کہ جب ان کو نامہ اعمال دیا جائے گا تو وہ جلدی جلدی اس کو پڑھنے کی کوشش کریں گے لہذا نہ اس سے قرآن کی تلاوت مراد ہے اور نہ حضورؐ کو خطاب کیا گیا ہے پس ان کو کہا جائے گا کہ جلدی سے کام نہ لو بلکہ ٹھہر ٹھہر کر اپنے اعمال نامہ کو دیکھو کہ تمہارے تمام عذر غلط ہیں جو تم پیش کرتے ہو اور ہر انسان اپنے کرتوتوں پر خود اچھی طرح مطلع ہو گا کیونکہ اس کے اعمالنامہ میں سب کچھ موجود ہو گا پس جب اپنی غلطیاں دیکھے گا تو گھبرائے گا پس اس کو کہا جائے گا

جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ﴿۱۸﴾ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ﴿۱۹﴾ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ○

جمع کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے پس جب ہم اس کو پڑھیں تو پیچھے تم بھی پڑھو پھر ہمارے ذمہ ہے اس کا بیان

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ ﴿۲۱﴾ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ ﴿۲۲﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿۲۳﴾

ہرگز نہیں تم تو جلدی کو دوست رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ دیتے ہو کئی چہرے اس دن ہشاش بشاش ہوں گے

اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿۲۴﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ بَاسِرَةٌ ﴿۲۵﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿۲۶﴾

اپنے رب کی رحمت کی انتظار میں ہوں گے اور کئی چہرے اس دن مرجھائے ہوں گے ان کو یقین ہوگا کہ انہیں سزا دی جانے والی ہے

کہ ابھی جلدی نہ کرو کیونکہ تیرے سارے اعمال کا جمع کر کے پیش کرنا ہمارے ذمہ ہے جب ہم ان سب کو تیرے سامنے رکھیں گے تو پڑھ لینا تاکہ تیرے اُوپر حجت تمام ہو جائے پھر ہمارے ذمہ ہے اس چیز کا بیان کرنا جو دنیا میں تجھے کہا گیا تھا کہ بداعمالیوں کی سزا جہنم ہے اور تو جھٹلاتا تھا

قُرْاٰنَهٗ - قرآن کا معنی جمع کرنا اور مرتب کرنا بھی ہوا کرتا ہے اور یہ رجحان اور نقصان کے وزن پہ مصدر ہے

اَلْعَاجِلَةَ - یعنی تم لوگ دنیاوی نفع کو دیکھتے ہو اور آخرت کا نفع یا نقصان بھول جاتے ہو۔

نَاضِرَةٌ - تروتازہ اور ہشاش بشاش یعنی خداوند کریم جنّت میں جانے والے امیدواروں کے چہروں کو منور کر دے گا تاکہ تمام اہل محشر اور ملائکہ کو پتہ چل سکے کہ یہ لوگ نجات پانے والے ہیں اور وجوہ کا مضاف محذوف ہے یعنی اصحاب الوجوہ جس طرح يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ میں مراد يُؤْذُوْنَ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ ہے کیونکہ اللہ کو اذیت نہیں ہوتی۔

نَاظِرَةٌ - جو لوگ خدا کے دیکھنے کے قائل ہیں وہ اس آیت مجیدہ کے ظاہر سے دھوکا کھاتے ہیں اور ہم اس معنی کی تحقیق علامہ طبرسی کی زبانی پیش کرتے ہیں تاکہ مسئلہ صاف ہو جائے اور غلط فہمی دُور ہو جائے۔ وہ فرماتے ہیں اس جگہ نظر کے دو معانی کئے گئے ہیں (۱) آنکھ سے دیکھنا (۲) انتظار کرنا۔ جن لوگوں نے یہاں آنکھ سے دیکھنا مراد لیا ہے پھر ان کے دو گروہ ہیں ایک تو یہ کہتے ہیں کہ اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور دوسرے کہتے ہیں کہ مضاف محذوف ہے یعنی اِلٰى ثَوَابِ رَبِّهَا یعنی جنّتی لوگ اپنے رب کی نعمتوں کی طرف دیکھنے والے ہوں گے اور وجوہ جمع ہے وجہ کی جس کا معنی ہے چہرہ اور دیکھنے کی نسبت چہرہ کی طرف دی گئی ہے حالانکہ یہ کام آنکھ کا ہے تو یہ اس لئے کہ آنکھ چہرہ کی جزو ہے پس جزو کے فعل کی کل کی طرف نسبت مجاز مرسل کے طریق پہ کی گئی ہے۔

رویتِ خدا کا قول باطل ہے

مذہب امامیہ کے عقیدہ میں خدا کی رویت ناممکن ہے اور یہ کہ خدا نہ دنیا میں نظر آسکتا ہے اور نہ قیامت کے دن نظر آئے گا نہ اس کو عام انسان دیکھ سکتے ہیں اور نہ اس کو اولیاء وانبیاء وملائکہ دیکھ سکتے ہیں اس لئے کہ دوسری جگہ اللہ کا صاف ارشاد ہے کہ اس کو کوئی آنکھ نہیں پا سکتی۔ علامہ طبرسیؒ نے رویت خدا کے بُطلان کی تین دلیلیں پیش کی ہیں۔ (۱) جس چیز کو آنکھ دیکھتی ہے اس کی طرف آنکھ سے اشارہ کیا جا سکتا ہے اور خدا کی طرف آنکھ سے اشارہ

کرنا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرنا ناممکن ہے (۲) آنکھ اس شیٔ کو دیکھ سکتی ہے جو اس کے سامنے ہو اور خدا سامنے کی قید سے آزاد ہے کیونکہ اس کے لئے کسی مکان میں محدود ہونا ناممکن ہے (۳) دیکھنے کا معنی یہ ہے کہ آنکھ سے نکلنے والی شعاع اس سے متصل ہو جائے جس کو دیکھا جا رہا ہے اور اللہ اس بات سے اجل وارفع ہے کہ ان سے شعاع کا اتصال ہو سکے۔

نکتہ لطیفہ:۔ آیت مجیدہ میں نَاظِرَةٌ کی لفظ ہے اور یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ دیکھنا اور ہے اور دیکھ لینا اور ہے کیونکہ نظر کا معنی ہے دیکھنا اور رؤیت کا معنی ہے دیکھ لینا۔ لہٰذا نظر کو رؤیت لازم نہیں ہے پس اگر نظر کی نسبت آنکھ کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے دیکھ لینے کی کوشش کرنا اور اگر اس کی نسبت قلب کی طرف ہو تو اس کا معنی ہوتا ہے معرفت حاصل کرنے کی سعی کرنا اور عام اصطلاح میں کہا جاتا ہے کہ میں فلاں کی طرف دیکھتا رہا یہانتک کہ اس کو دیکھ لیا حالانکہ شیٔ اپنی غایت خود نہیں ہوا کرتی اور ہم ہر ناظر کو ناظر تو کہہ سکتے ہیں لیکن اسے رائی نہیں کہہ سکتے پس آیت مجیدہ میں ناظرۃ کی لفظ رؤیت کو ثابت نہیں کر سکتی۔

نَاظِرَة کا دوسرا معنی انتظار کرنے والی۔ یعنی مومنوں کی آنکھیں اللہ کی نعمات کا انتظار کرنے والی ہونگی۔ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے یہی معنی مروی ہے۔ البتہ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ انتظار کو الی کے ساتھ تعدیہ کی ضرورت نہیں ہوتی تو اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ الی حرف جر نہیں بلکہ آلَاء کی واحد ہے جس کا معنی ہے نعمت اور دوسرا یہ کہ ناظر بمعنی منتظر کلام عرب میں الی کے ساتھ متعدی ہوا کرتا ہے چنانچہ ایک شاعر نے کہا ہے ع اِنِّیْ اِلَیْكَ لِمَا وَعَدْتَ لَنَاظِرٌ اور بعضوں نے اس کا معنی کیا ہے کہ امید کرنے والی ہوں گی اور بعض نے کہا ہے کہ وہ اللہ پر ہی بھروسہ کرنے والی ہوں گی۔ بہرحال انتظار یا بھروسہ یا امید ان سب کا مفہوم قریب قریب ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ انتظار کس وقت ہو گی بعض کہتے ہیں کہ جنت و نار کا فیصلہ ہو چکنے کے بعد ہر فریق اپنے انجام کا منتظر ہوگا۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جنت میں پہنچ جانے کے بعد جنتی لوگ ایک نعمت کے بعد دوسری کے منتظر ہوں گے اور یہ چیز ان کے سرور میں اضافہ کی موجب ہو گی

نتیجۃ الکلام اگر نظر کا معنی آنکھ کا دیکھنا ہے تو مضاف محذوف ہے یعنی اللہ کی نعمتوں کو دیکھیں گے اور اگر معنی انتظار ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ یکے بعد دیگرے اللہ کے انعامات کے منتظر رہیں گے اور اگر بیک وقت دونو معانی مراد لئے جائیں تو بھی سید مرتضےٰ علم الہدیٰ کے قول کے مطابق صحیح ہے کہ ایک لفظ بیک وقت اپنے معنائے حقیقی و مجازی میں مستعمل ہو سکتا ہے جبکہ ان دونوں میں تنافی نہ ہو مگر دوسرے اصولیین اِس استعمال کی صحت کا انکار کرتے ہیں کہ جس طرح لفظ مشترک بیک وقت دو معانی میں مستعمل نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح کوئی لفظ بیک وقت اپنے معنائے حقیقی و مجازی میں بھی استعمال نہیں ہو سکتا کیونکہ معنائے مجازی میں استعمال کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ معنائے حقیقی سے قرینہ صارفہ موجود ہے اور معنائے حقیقی میں استعمال ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرینۂ صارفہ کوئی نہیں ہے اور یہ ظاہر ہے پس لفظ کا استعمال بیک وقت معنی حقیقی اور معنی مجازی میں اجتماع متنافیین کا موجب ہے البتہ اگر ایک ہی لفظ کو دو دفعہ استعمال کیا جائے اور ایک استعمال میں اس کا معنی حقیقی اور دوسرے استعمال میں اس کا معنی مجازی مراد لیا جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

یہاں پھر ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر نظر کا معنی انتظار لیا جائے تو اس کا مقصد یہ ہوگا جنتی لوگوں کو نعمات پروردگار کا انتظار ہوگا اور انتظارِ نعمت، نعمت نہیں بلکہ مصیبت ہوا کرتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس نعمت کا انتظار مصیبت ہوا کرتا ہے جس کی احتیاج ہو اور اس کے بغیر چارہ کار کوئی نہیں ہو لیکن وہ نعمت جو سردست ضروری نہیں کیونکہ اس کی متبادل نعمتیں موجود ہیں اور مستقبل قریب میں اس کے حاصل ہونے کا بھی یقین ہو تو ایسی صورت میں اس کا انتظار فرحت و سرور کا پیش خیمہ ہوتا ہے نہ کہ باعث دکھ و مصیبت پس انتظار وہ تکلیف دہ ہوتی جس میں انتظار والی چیز کا حاصل ہونا یقینی نہ ہو اور سر دست اس کی ضرورت بھی لاحق ہو کہ اس کا نہ حاصل ہونا نقصان کا موجب ہو۔ پھر یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ غم و سرور کی نسبت آیات متذکرہ میں وجوہ کی طرف کیوں دی گئی ہے حالانکہ خوشی و غمی تو انسان کو لاحق ہوتی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ انسان کی خوشی و غمی کا ظہور چہرہ سے ہوتا ہے چنانچہ کسی انسان کا چہرہ ہشاش بشاش دیکھ کر اس کی باطنی خوشی کا سراغ لگایا جاتا ہے اور مرجھایا ہوا چہرہ دیکھ کر اس کی باطنی غمی کا اندازہ کیا جاتا ہے۔ لہذا خوشی و غمی کو وجوہ کی طرف منسوب کرنا مجاز مرسل کے طریق پر ہے اور مقصد یہ ہے کہ جب مومنین وارد محشر ہوں گے تو ان کے چہروں کی رونق و بہجت سے تمام اہل محشر جان لیں گے کہ یہ لوگ جنتی ہیں اور چونکہ کافروں کو اپنے اعمال و عقائد فاسدہ کی بناء پر اپنے دوزخ میں ڈالے جانے کا انجام نظر آرہا ہو گا تو غم و کوفت کی وجہ سے ان کے چہرے مرجھائے ہوئے ہوں گے پس تمام اہل محشر جان لیں گے کہ یہ لوگ جہنمی ہیں اور باسرہ کا معنی ہے متغیّر و بدشکل اور فاقرہ کا معنی ہے ایسی مصیبت جو کمر کو توڑ دے فقار ریڑھ کی ہڈی کے مہروں کو کہتے ہیں یعنی فقار کے توڑنے والی مصیبت کا ان کو ظن ہو گا اور اس مقام پر ظن کو یقین کے معنی میں لینا درست نہیں کیونکہ اگر ظن علم کے معنی میں ہو تو بعد والا اَنْ ناصبہ فعل نہ ہو گا بلکہ اَنَّ کا مخفف ہو جائے گا۔

رویت خداوندی کی مزید وضاحت

تفسیر برہان میں ابوالصلت ہروی سے منقول ہے کہ میں نے امام علی رضا علیہ السلام سے دریافت کیا کہ لوگ روایت کرتے ہیں کہ جنتی لوگ اپنی منازل میں بیٹھ کر اپنے رب کی زیارت کریں گے اس حدیث کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت خداوندکریم نے اپنے حبیب رسول اللہ کو تمام انبیاء و ملائکہ پر فضیلت دی ہے پس ان کی اطاعت اللہ کی اطاعت اور ان کی بیعت اللہ کی بیعت اور ان کی زیارت اللہ کی زیارت شمار ہوتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ یعنی جو رسول اللہ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ کی اطاعت کرتا ہے نیز فرمایا يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ یعنی جن لوگوں نے رسول اللہ کی بیعت کی انہوں نے اللہ کی بیعت کی اور ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ تھا۔ اسی طرح حضرت رسالتمآبؐ نے ارشاد فرمایا مَنْ زَارَنِيْ فِيْ حَيٰوتِيْ اَوْ بَعْدَ مَوْتِيْ فَقَدْ زَارَ اللّٰهَ یعنی جس نے میری زندگی میں یا میرے مرنے کے بعد میری زیارت کی تو گویا اس نے اللہ کی زیارت کی اور حضورؐ کا درجہ جنت میں سب سے بلند ترین ہو گا پس جس نے ان کے درجہ میں ان کی زیارت کی تو گویا اُس نے اللہ کی زیارت کرلی۔

ابوالصلت نے عرض کی آقائے نامدار یہ فرمایئے جو لوگ کہتے ہیں کہ جو شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اس کا بدلہ یہ ہے کہ آخرت میں ان کو اللہ کے چہرہ کا دیدار ہو گا اس کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا اے ابوالصلت! جو شخص اللہ کے لئے چہرہ ثابت کرے وہ کافر ہے اس کے انبیاء و رسل و آئمہ اللہ کے چہرے ہیں کہ ان کے ذریعے سے خدا پہچانا جاتا ہے اور ان ہی کی بدولت اللہ کے دین کی طرف توجہ ہوتی ہے اور اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے آپ نے فرمایا پس انبیاء و رسل و آئمہ کی ان کے درجات میں زیارت مومنوں کو نصیب ہو گی۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ﴿۲۷﴾ وَقِيلَ مَنْ رَاقٍ ﴿۲۸﴾ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ﴿۲۹﴾ وَالْتَفَّتِ

ہرگز نہیں (مانیں گے لیکن) جب رُوح ہنسلیوں تک پہنچے گی اور کہا جائے گا کہ کوئی ہے طبیب؟ اور اس (مرنے والے) کو جدائی کا یقین ہوگا اور پنڈلی

السَّاقُ بِالسَّاقِ ﴿۳۰﴾ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمَسَاقُ ﴿۳۱﴾ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ﴿۳۲﴾

دوسری پنڈلی سے ٹکرائے گی (کہا جائے گا) آج تیرے رب کی طرف جانا ہے پس نہ تو اُس نے تصدیق کی نہ نماز پڑھی

وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿۳۳﴾ ثُمَّ ذَهَبَ اِلٰى اَهْلِهٖ يَتَمَطّٰى ﴿۳۴﴾ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۵﴾

لیکن جھٹلایا اور منہ موڑا پھر اپنے خاندان کی طرف انگڑائی لیتا ہوا پلٹا (کہا جائے گا) تیرے لئے ویل ہو پس ویل ہو

ثُمَّ اَوْلٰى لَكَ فَاَوْلٰى ﴿۳۶﴾ اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ﴿۳۷﴾ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً

پھر تیرے لئے ویل ہو پس ویل ہو کیا یہ انسان سمجھتا ہے کہ اس کو مہمل چھوڑ دیا جائے گا؟ کیا وہ منی کا گرایا ہوا

مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ﴿۳۸﴾ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ﴿۳۹﴾ فَجَعَلَ مِنْهُ

نطفہ نہیں تھا؟ پھر علقہ بنا پس اس نے اس کو صحیح بنایا پس اس نطفہ سے

الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ﴿۴۰﴾ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ

نر اور مادہ کے جوڑے کو پیدا کیا کیا وہ خدا اس بات پر قادر نہیں کہ مُردوں کو

اور یہ اُن کا بہت بڑا ثواب ہے اور حضرت رسولؐ اللہ نے فرمایا جو شخص میری اہلبیت وعترت سے بغض رکھے گا وہ بروز محشر میری زیارت سے محروم ہوگا۔ الحدیث

نوافلِ یومیہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ روزانہ اکاون رکعت نماز پڑھنے والے اور ہر ماہ میں تین روزے سنتی رکھنے والے بروز محشر نورانی چہروں کے ساتھ محشور ہوں گے اور چودھویں کے چاند کی طرح اُن کا چہرہ چمکتا ہوگا پس وہ اللہ سے حضرت محمد مصطفٰےؐ کی زیارت کی خواہش کریں گے پس حضورؐ کے لئے ایک نور کا منبر نصب ہوگا جس کی اکہزار سیڑھی ہوگی اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام بھی ان کے ہمراہ ہوں گے اور تمام آلؑ محمد کے شیعہ ان کے اردگرد ہوں گے اور انہی کے متعلق فرماتا ہے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ پس ان پر نور کی برسات ہوگی کہ دالیی پر حوریں بھی ان کو دیکھنے کی تاب نہ رکھیں گی پس ایسی جزا کے لئے عمل کرنے والوں کو عمل کرنا چاہیئے۔

التَّرَاقِيَ۔ ترقوہ کی جمع ہے ہنسلی کی ہڈی کو کہتے ہیں اور اس جگہ مراد حلق ہے یعنی جب سانس حلق تک پہنچے گی۔

یُحۡیِۦَ الۡمَوۡتٰی ﴿۴۰﴾ ع۱۸

زندہ کردے؟ (یقیناً وہ قادر ہے)

رَاقٍ ۔ رقیہ سے ہے جس کا معنی ہے طلب شفا بذریعۂ اسماء اللہ اور یہاں مراد طبیب یا دم کرنے والا پیر ہے۔

اَلسَّاقُ بِالسَّاقِ ۔ یہاں شدت نزع مراد ہے کہ مریض کسی وقت پاؤں لمبے کرتا ہے پھر اکٹھے کر لیتا ہے یا یہ مراد ہے کہ ساقِ دنیا ساقِ آخرت کے ساتھ ملنے والی ہے اور عرب لوگ لڑائی کی شدّت کو بھی قیام علی الساق سے تعبیر کرتے تھے۔

رکوع ۱۸

فَلَا صَدَّقَ ۔ تفسیر برہان وصافی میں ہے کہ جب حضرت پیغمبر نے خطبۂ غدیریہ کے بعد حضرت علیؑ کی امامت کا اعلان فرمایا تو معاویہ نے مغیرہ بن شعبہ پر تکیہ لیتے ہوئے انگڑائی لی اور کہا کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے پس یہ آیت اتری کہ نہ اس نے تصدیق کی اور نہ نماز پڑھی الخ پس آپ نے چاہا کہ منبر پہ ہی اس سے برأت کا اعلان کر دیں تو ارشاد ہوا **لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ** الخ پس آپ خاموش ہو گئے اور بعض روایات میں ہے کہ یہ ابوجہل کے بارے میں ہے اور اَولٰی لَکَ بد دعائیہ فقرہ ہے جس کا معنی ہے کہ تیرے لئے ویل وہلاکت ہو اور ترکیب کے لحاظ سے اولٰی مبتدا ہے اور لک اس کی خبر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ **اَلشَّرُّ** مبتداء محذوف کی اَولٰی خبر ہے۔

سورۃ الدّھر

- اس سورہ کے مکی یا مدنی ہونے میں اختلاف ہے لیکن تفسیر برہان میں ہے کہ یہ سورہ مدنیہ ہے اور سورہ الرحمٰن کے بعد نازل ہوا ہے۔
- اور تفاسیر میں ہے کہ اس کی آیات علی وفاطمہ وحسن وحسین وفضہ کے حق میں اتریں لہٰذا اس کا مکی ہونا بعید از قیاس ہے۔
- اس سورہ مجیدہ کو الانسان ۔ الدّھر اور ھل اتٰی بھی کہا جاتا ہے اور اس کا نام سورۃ الابرار بھی ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ اکتیس ۳۱ ہے لہٰذا کل آیات بتیس ۳۲ ہیں۔
- حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا اس کی جزا جنّت وحریر ہوگی۔
- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص ہر جمعرات کو صبح کو یہ سورہ پڑھے گا خدا اس کو جنّت میں ایک سو باکرہ اور چار ہزار غیر باکرہ حوریں عطا فرمائے گا اور حضرت رسالتمآبؐ کے قریب اس کو مکان ملے گا۔
- خواص القرآن سے منقول ہے جو شخص اس کو ہمیشہ پڑھتا رہے اس کا نفس قوی ہوگا اور جو شخص اس کو لکھ کر دھو لے اور اس پانی کو پی لے تو درد دل سے صحت یاب ہوگا اس کا جسم تندرست ہوگا اور بیماری دور ہو جائے گی۔
- فوائد القرآن میں مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ جو شخص اس کو لڑائی میں پڑھے تو اس کا دشمن مغلوب ہوگا اور پھوڑے پر لکھ کر لگائی جائے تو وہ ختم ہو جائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

هَلۡ اَتٰی عَلَی الۡاِنۡسَانِ حِیۡنٌ مِّنَ الدَّهۡرِ لَمۡ یَکُنۡ شَیۡـًٔا مَّذۡکُوۡرًا ﴿۲﴾

کیا انسان پر زمانہ میں سے ایسا وقت گذرا ہے کہ وہ ایسی چیز تھا جو قابل ذکر نہ ہو

اِنَّا خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ اَمۡشَاجٍ ٭ۖ نَّبۡتَلِیۡهِ فَجَعَلۡنٰهُ سَمِیۡعًۢا بَصِیۡرًا ﴿۳﴾

ہم نے انسان کو (عورت و مرد کے) مخلوط نطفے سے پیدا کیا تاکہ اس کو آزمائیں پس اس کو سننے دیکھنے والا بنایا

اِنَّا هَدَیۡنٰهُ السَّبِیۡلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّ اِمَّا کَفُوۡرًا ﴿۴﴾ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا لِلۡکٰفِرِیۡنَ

ہم نے اس کو راستہ کی ہدایت کر دی خواہ شاکر بنے یا کافر بنے ہم نے کافروں کے لئے زنجیر

رکوع ۱۹

هَلۡ اَتٰی یہ هَلۡ قَدۡ کے معنی میں ہے یعنی یقیناً انسان پر ایک ایسا وقت آیا ہے جبکہ وہ قابلِ ذکر چیز نہ تھا اور استفہام کا لہجہ اس لئے اختیار کیا گیا ہے تاکہ بات اچھی طرح ذہن نشین ہو جائے پس جب انسان اپنی پیدائش پر غور کرے گا تو یقیناً سمجھ لے گا کہ جس اللہ نے مجھے ایک ناقابل ذکر حالت سے نکال کر ایک قابل ذکر حد تک پہنچا دیا ہے وہ یقیناً میرا خالق محسن ہے اور اس کا شکر ادا کرنا میرا فریضۂ انسانیت ہے اس کے بعد وضاحت سے ذکر فرمایا کہ ہم نے انسان کو عورت و مرد کے ملے جلے نطفے سے پیدا کیا ہے اور بعضوں نے کہا ہے پہلے اَلۡاِنۡسَان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں جن کا جسم روح کے بغیر چالیس برس پڑا رہا اور ایک روایت میں ایک سو بیس برس کا ذکر ہے اس کے بعد اس میں نفخ روح ہوا اور مسجود ملائکہ بنا۔ اور دوسری آیت میں انسان سے مراد اولاد آدم ہے۔

اَمۡشَاجٍ۔ یعنی عورت و مرد کے مخلوط نطفے سے انسان پیدا ہوا پس اگر عورت کا مادۂ منویہ غالب ہو تو بچے میں مادری اوصاف غالب ہوتے ہیں اور اگر مرد کا مادۂ منویہ غالب آجائے تو بچہ مرد کے اوصاف سے متصف ہوتا ہے (ابن عباس) اور بعض مفسرین نے امشاج کا معنی اطوار و ادوار کہا ہے یعنی نطفہ سے انسان کی پیدائش مختلف ادوار سے گذر کر آخری منزل تک پہنچتی ہے کہ نطفہ سے علقہ پھر مضغہ اور پھر گوشت ہڈی پسلی اور آخری منزل نفخ روح کے بعد انسان بنتا ہے اور بعضوں نے امشاج سے مراد کیفیات لی ہیں کہ حرارت برودت رطوبت اور یبوست کی کیفیتوں کا حامل بنا کر ہم نے اس کو پیدا کیا ہے۔

هَدَیۡنٰهُ۔ یعنی اللہ نے انسان کو خیر و شر کے دونوں راستے دکھا کر شکر کرنے یا کفر کرنے پر مجبور نہیں کیا بلکہ انسان اپنے اختیار سے جو راستہ چاہے لے لے البتہ بروز محشر کافروں کیلئے عذاب جہنم اور مومنوں کے لئے جنت کی پیش کش فرما دی تاکہ اتمام حجت ہو جائے۔

سَلٰسِلَا۟ وَ اَغْلٰلًا وَّ سَعِیْرًا ۝۴ اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا

اور طوق بیڑیاں اور بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے　بے شک ابرار ایسے پیالے پئیں گے جن میں کافور کی آمیزش ہوگی

كَافُوْرًا ۝۵ عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا ۝۶ یُوْفُوْنَ

(کافور) ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور اس کو جاری کریں گے جس طرح چاہیں گے (جن کی صفت یہ ہے) کہ نذر

بِالنَّذْرِ وَ یَخَافُوْنَ یَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِیْرًا ۝۷ وَ یُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ

کی ایفا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کا عذاب پھیلا ہوا ہوگا　اور وہ کھانا کھلاتے ہیں

نزول ھل اتی

اِنَّ الْاَبْرَارَ۔ علامہ طبرسی نے دعویٰ کیا ہے کہ عامہ وخاصہ کی روایات میں اس امر پر اتفاق ہے کہ یہ آیات علی وفاطمہ وحسن وحسین اور ان کی کنیز فضہ کے حق میں اتری ہیں واقعہ یہ ہے کہ (ایک مرتبہ حسنین شریفین بیمار ہوئے تو حضرت علی علیہ السلام نے ان کی شفایابی کے لئے تین دن کے روزوں کی منت مانی پس جناب بتول نے بھی یہی منت مانی اور جناب فضہ نے بھی منت مان لی چنانچہ حسنین شریفین تندرست ہوئے تو ایفائے نذر کے لئے روزے رکھے گئے گھر میں اس روز کھانے کا غلہ نہیں تھا پس حضرت علیؑ علیہ السلام نے ایک یہودی سے ایک صاع جو لئے تاکہ اس کے بدلہ میں ان کو اون کات کر دی جائے پس جناب بتولؑ نے ایک تہائی کا آرد خمیر کیا اور روٹیاں پکائیں جب کھانے کو تیار ہوئے تو دروازہ پر ایک مسکین نے صدا دی اور سب کھانا اٹھا کر اس کے حوالے کیا گیا اور خود پانی سے روزہ افطار کر لیا دوسرے دن پھر ایک تہائی آٹا خمیر کر کے روٹی تیار کی تو ایک یتیم نے دروازہ پہ دستک دی اور کھانا اس کو دے دیا گیا پھر تیسرے روز ایک اسیر نے سوال کیا تو کھانا اس کے حوالہ کر دیا گیا اور پانی سے روزہ افطار کر لیا گیا۔ پس سورہ ھل اتی نازل ہوئی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی علیہ السلام نے یہودی کے باغ میں پانی دینے کی مزدوری پر جو حاصل کئے تھے اور ہر رات جو کے آٹے سے ہریرہ تیار کیا جاتا رہا جو سائل کو خیرات میں دیا گیا (مجمع البیان))

علامہ طبرسی قدس سرہٗ فرماتے ہیں یہ روایات صاف دلالت کرتی ہیں یہ کہ سورہ مدنیہ ہے اس کے بعد انہوں نے مکی ومدنی سورتوں کی ترتیب تفصیل وار ابن عباس کی روایت سے بیان فرمائی اور آخر میں فرمایا کہ اگرچہ اس میں طول ہو گیا ہے لیکن چونکہ بعض دشمنانِ اہل بیت نے تعصب وعناد کی خاطر یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ یہ سورہ مکیہ ہے لہٰذا اہلبیت طاہرینؑ کا مسکین ویتیم واسیر کو کھانا کھلانے کا قصہ فرضی ہے تاکہ آل محمد کی یہ منقبت وفضیلت ختم ہو جائے اس لئے ہم نے تمام سور قرآنیہ کی ترتیب اور مکی ومدنی سورتوں کی تفصیل ذکر کر دی ہے تاکہ یہ اعتراض دفع ہو جائے۔ مقدمہ تفسیر کے نئے ایڈیشن میں بھی ہم نے سور قرآنیہ کے ترتیب نزول کی روایات نقل کی ہیں جن میں سورہ دھر کو مدنی قرار دیا گیا ہے۔

ترتیب سُور قران

بروایت ابنِ عباس

ابوعلی فضل بن حسن طبرسی قال حدثنا السید ابوالحمد مہدی بن نزار الحسینی القائنی قال اخبرنا الحکم ابوالقاسم عبیداللہ بن عبداللہ الحسکانی قال حدثنا ابونصر المفسر بالاسناد عن عثمان بن عطا عن ابن عباسؓ

مکہ میں اترنے والی سورتیں ترتیب وار اس طرح ہیں

اوّل ما نزل بمکۃ

۱ اقرأ باسم ربک	۱۷ الکافرون	۳۳ ق	۴۹ بنی اسرائیل
۲ ن والقلم	۱۸ الفیل	۳۴ لا اقسم بهذا البلد	۵۰ یونس
۳ المزمل	۱۹ الفلق	۳۵ الطارق	۵۱ ھود
۴ المدثر	۲۰ النّاس	۳۶ الفاتحہ	۵۲ یوسف
۵ تبّت	۲۱ التوحید	۳۷ ص	۵۳ الحجر
۶ اذا الشمس کوّرت	۲۲ والنجم	۳۸ الاعراف	۵۴ الانعام
۷ الاعلیٰ	۲۳ عبس	۳۹ قل اوحی	۵۵ الصافات
۸ واللیل اذا یغشی	۲۴ القدر	۴۰ یٰسٓ	۵۶ لقمان
۹ والفجر	۲۵ والشمس	۴۱ الفرقان	۵۷ القمر
۱۰ والضحیٰ	۲۶ البروج	۴۲ الملآئکہ	۵۸ سبا
۱۱ الم نشرح	۲۷ والتین	۴۳ کھیعص	۵۹ الزمر
۱۲ والعصر	۲۸ لایلاف	۴۴ طٰہٰ	۶۰ حم مومن
۱۳ والعادیات	۲۹ القارعہ	۴۵ الواقعہ	۶۱ حم سجدہ
۱۴ الکوثر	۳۰ القیامہ	۴۶ الشعراء	۶۲ حمعسق
۱۵ التکاثر	۳۱ الھمزہ	۴۷ النمل	۶۳ الزخرف
۱۶ ارأیت	۳۲ والمرسلات	۴۸ القصص	۶۴ الدخان

۶۵ الجاثیہ	۷۱ نوح	۷۷ الملک	۸۳ الانشقاق
۶۶ الاحقاف	۷۲ ابراھیم	۷۸ الحاقہ	۸۴ الروم
۶۷ الذّاریات	۷۳ الانبیاء	۷۹ المعارج	۸۵ العنکبوت
۶۸ الغاشیہ	۷۴ المومنون	۸۰ عم یتساءلون	۸۶ المطففین
۶۹ الکہف	۷۵ الم تنزیل	۸۱ النازعات	
۷۰ النحل	۷۶ الطور	۸۲ الانفطار	

یہ ۸۶ سورتیں ہیں جو مکہ میں اس ترتیب سے نازل ہوئیں۔

اس کے بعد مدینہ میں نازل ہونے والی سورتوں کی ترتیب اس طرح ہے۔

۸۷ البقرہ	۹۴ الحدید	۱۰۱ الحشر	۱۰۸ التحریم
۸۸ الانفال	۹۵ محمد	۱۰۲ اذا جاء نصر اللہ	۱۰۹ الجمعہ
۸۹ آل عمران	۹۶ الرعد	۱۰۳ النور	۱۱۰ التغابن
۹۰ الاحزاب	۹۷ الرحمٰن	۱۰۴ الحج	۱۱۱ الصف
۹۱ الممتحنہ	۹۸ الدھر (ھل اتی)	۱۰۵ المنافقون	۱۱۲ المائدہ
۹۲ النساء	۹۹ الطلاق	۱۰۶ المجادلہ	۱۱۳ الفتح
۹۳ اذا زلزلت	۱۰۰ لم یکن	۱۰۷ الحجرات	۱۱۴ التوبہ

یہ ۲۸ سورتیں ہیں جو مدینہ میں اتریں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ مکہ میں سب سے پہلے سورہ فاتحہ اتری اور اس کے بعد سورہ اقراء اتری۔ کل ۱۱۴ سورتیں ہیں اس کی کل آیات ۶۲۳۶ ہیں اور کل حروف ۳۲۱۲۵۰ ہیں اس کو نیک لوگ پڑھتے ہیں اور اولیاء اس پر مداومت کرتے ہیں۔

عَلٰی حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ⑨ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ

اس کی چاہت کے باوجود مسکین و یتیم و قیدی کو (اور کہتے ہیں) کہ سوائے اس کے نہیں ہم تمہیں خوشنودی خدا کے لئے کھلاتے ہیں نہ تم

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس واقعہ کی تفصیل اس طرح مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ حسنین شریفین بیمار ہوئے اور حضرت رسالتمآبؐ بیمار پرسی کے لئے تشریف لائے آپ کے ہمراہ دو آدمی اور بھی تھے حضرت علی علیہ السلام نے تین دن کے روزوں کی منت مانی تو جناب فاطمہؑ اور حسنینؑ نے بھی منت مان لی اور جناب فضہ نے بھی منت مان لی چنانچہ اللہ نے تندرستی عطا فرمائی تو سب نے روزے رکھ لئے تو چونکہ گھر میں کھانے کو کوئی چیز نہ تھی حضرت علی علیہ السلام ایک یہودی شمعون نامی کے پاس گئے جو اون کا کاروبار کرتا تھا آپ اس سے کچھ اون لائے تاکہ جناب بتولؑ اس کو کات کر دیں گی اور اس کے بدلہ میں تین صاع جو اجرت مقرر ہوئے پس آپ جو اور اون گھر میں لائے جناب مخدرۂ طاہرہ نے ایک تہائی اون کات کر ایک تہائی جوؤں کو چکی میں پیسا اور اس کے آٹے کی پانچ روٹیاں تیار کیں جب حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نماز مغرب باجماعت پڑھ کر واپس پلٹے تو دستر خوان چنا گیا اور کھانا حاضر کیا گیا پس ایک لقمہ توڑا ہی تھا کہ در پر ایک مسکین نے صدا دی تو سب نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور کھانا مسکین کے حوالہ کر دیا گیا پھر دوسرے دن بی بی عالیہ نے دوسری تہائی اون کاتی اور تہائی جوؤں کو پیس کر کھانا تیار کیا اور حسب سابق دستر خوان پر بیٹھے ہی تھے کہ ایک یتیم نے دروازہ پر دستک دی پس سب نے کھانے سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور کھانا یتیم کے حوالہ کر دیا گیا۔ پھر تیسرے دن بتول معظمہ نے باقی تہائی اون کات کر باقی تہائی جو پیس کر کھانا تیار کیا تو حسب سابق ایک اسیر نے صدا دی اور تمام کھانا اس کو اٹھا کر دے دیا گیا اور ہر تین دن خود پانی سے افطار کرتے رہے تیسرے دن حضرت علی علیہ السلام بچوں کو ہمراہ لئے خدمت نبوی میں مشرف ہوئے اور حسنین شریفین شکم خالی کی وجہ سے کانپ رہے تھے پس حضورؐ ان کو ہمراہ لے کر واپس گھر میں آئے۔ تو جناب فاطمہؑ کی حالت کمزوری کا بھی مشاہدہ فرمایا پس بیٹی کو گلے سے لگایا اتنے میں جبریل امین سورہ ھل اتی لے کر نازل ہوئے۔

عَلٰی حُبِّهٖ - ضمیر غائب کا مرجع اللہ بھی ہو سکتا ہے یعنی اللہ کی محبت پر دیتے ہیں لیکن اس کا مرجع طعام کو قرار دینا بہتر ہے یعنی طعام کی خواہش کے باوجود اپنی خواہش کو خوشنودی خدا کے لئے نظر انداز کر کے سائل کو دے دیتے ہیں۔

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ - معصوم فرماتے ہیں کہ اگرچہ انہوں نے یہ بات نہ کہی تھی البتہ ان کے دل کی آواز تھی جس کو قرآن نے بیان کر دیا اور تفسیر مجمع البیان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ ہر مومن کے حق میں تا قیامت جاری ہے جو بھی اس طرح کرے۔

ابرار کون ہوتے ہیں؟

ان آیات مجیدہ میں ابرار کے متعدد اوصاف بیان کئے گئے ہیں (۱) نذر کی ایفا کرنا (۲) یوم قیامت کا خوف (۳) ایثار شعاری یعنی حاجتمند ہونے کے باوجود مسکین و یتیم و اسیر کو کھانا کھلانا (۴) احسان کرنے کے بعد بدلہ اور شکریہ کی توقع نہ رکھنا (۵) اپنے پروردگار کا خوف دل میں ہونا اور ابرار کی جو تعریفیں کی گئی ہیں وہ یہ ہیں (۱) وہ وہ ہیں جو اللہ کے فرمان بردار ہوں اور اپنے کردار میں احسان شعار ہوں (۲) وہ وہ ہیں جو لوگوں کو تکلیف نہ دیں اور شر پر راضی نہ ہوں (۳) وہ جو اپنے اوپر عائد شدہ حقوق واجبہ و مستحبہ کو ادا کریں - اہلبیت اور ان کے موافقین اور اکثر مخالفین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اس جگہ ابرار کے مصداق علیؑ و فاطمہؑ و حسن و حسینؑ ہیں اور یہ آیات ان ہی ذوات مقدسہ کے بارے میں اتری ہیں۔

مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ﴿١٠﴾ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ﴿١١﴾

سے بدلہ چاہتے ہیں اور نہ شکریہ ہم اپنے رب سے اس دن کا خوف کرتے ہیں جو سخت و دشوار ہوگا

فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ﴿١٢﴾ وَجَزَاهُم

پس اللہ نے ان کو اس دن کی گرفت سے بچا لیا اور ان کو تازگی و سرور عنایت فرمایا اور اس نے ان کو جزا

بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ﴿١٣﴾ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ ۖ لَا يَرَوْنَ فِيهَا

میں دیا بوجہ صبر کے جنّت اور ریشمی لباس درحالیکہ تکیہ لگانے والے ہوں گے اپنے تختوں پر کہ نہ وہاں دھوپ جلانے

كَافُورًا - جنت میں ایک چشمہ کا نام ہے جس کی خوشبو پاکیزہ ہوگی۔

تَفْجِيرًا - یعنی جنتی لوگ جہاں چاہیں گے اس کا پانی بہا لے جائیں گے اور کہتے ہیں کہ جنّت کی نہریں زمین کے کھودے بغیر چلیں گی پس جب مومن نہر کو چلانا چاہے گا تو زمین پر خط کھینچے گا اور پانی اسی راستہ پر چلنا شروع ہو جائے گا اور ادھر ادھر نہ پھیلے گا

شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا - یعنی ہول محشر سخت ہوگا یا یہ کہ عذاب قیامت جہنمیوں کے لئے ہمہ گیر ہوگا اور عذاب کو شر اس لئے کہا گیا ہے کہ جلنے والوں کے لئے اس میں خیر کی کوئی امید نہ ہوگی

يُطْعِمُونَ - یعنی وہ لوگ اپنی حاجت پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کا نام ایثار ہے حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ جو مسلمان خود بھوکا ہونے کے باوجود دوسرے مسلمان کو کھانا کھلائے خداوندکریم اس کو جنت کے میوہ جات عنایت فرمائے گا اور جو مسلمان حاجتمند ہونے کے باوجود دوسرے برہنہ مسلمان کو لباس پہنائے خداوندکریم اس کو حلّہ ہائے بہشتی پہنائے گا اور جو مسلمان خود پیاسا ہونے کے باوجود دوسرے پیاسے مسلمان کو پانی پلائے گا تو خداوندکریم اس کو رحیق سے سیراب فرمائے گا۔

مِسْكِينًا - مسکین وہ جس کے پاس کچھ نہ ہو یتیم وہ ہے جس کا باپ نہ ہو اور اسیر جو قیدی ہو اور بعضوں نے عورت مراد لی ہے کیونکہ یہ بھی مرد کی قید میں ہوتی ہے لہذا اس کے حقوق کا ادا کرنا نہایت ضروری ہے اور اسی مطلب کی روایات تفسیر برہان میں حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہیں آپؑ نے فرمایا کہ انسان کو چاہیئے کہ اپنے عیال پر خرچ کرنے کے لئے تنگدلی کا مظاہرہ نہ کرے بلکہ وسعت قلبی کا ثبوت دے تاکہ وہ اس کی موت کی تمنا نہ کریں پس جب انسان پر اللہ نعمت نازل کرے تو وہ اپنے عیال پر خرچ کرنے میں فراخدلی سے کام لے۔

جَزَاهُمْ - اس کا لَقَّاهُمْ پر عطف ہے یعنی ان کو اللہ نے اپنے صبر و حوصلہ کی بدولت باغات جنّت اور ریشمی لباس عطا فرمائے۔

الْأَرَائِكِ - یہ اریکہ کی جمع ہے جس کا معنی ہے تخت اور بعض نے کہا ہے کہ تخت کے اوپر بچھائے جانے والے تکیوں اور سرہانوں

شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا ۝١٣ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا ۝١٤

والی دیکھیں گے اور نہ سردی (تکلیف دہ) اور درحالیکہ (جنتی درختوں کے) سائے ان کے قریب ہوں گے اور ان کے پھل پوری طرح ان کے قبضہ میں ہونگے

وَيُطَافُ عَلَيْهِمْ بِاٰنِيَةٍ مِّنْ فِضَّةٍ وَّاَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيْرَا ۝١٥ قَوَارِيْرَا

اور چاندی کے پیالوں اور گلاسوں کے ساتھ ان پر چکر لگانے والے غلام مقرر ہونگے کہ وہ پیالے شیشے کے ہونگے ایسے رو پہلے شیشے

مِنْ فِضَّةٍ قَدَّرُوْهَا تَقْدِيْرًا ۝١٦ وَيُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا ۝١٧

جن کو انہوں نے صحیح اندازہ سے پُر کیا ہوگا اور جنتی لوگوں کو سیراب کیا جائے گا ایسے پیالے سے جس میں زنجبیل کی آمیزش ہوگی

عَيْنًا فِيْهَا تُسَمّٰى سَلْسَبِيْلًا ۝١٨ وَيَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ اِذَا

جو ایسے چشمے سے دیا جائے گا جس کا نام سلسبیل ہے اور ان پر ہمیشہ رہنے والے لڑکے چکر لگائیں گے کہ جب ان کو دیکھو گے

رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا ۝١٩ وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا

تو سمجھو گے کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں اور جب تم وہاں نگاہ دوڑاؤ گے تو ہر طرف نعمتیں اور وسیع ملک

اور گدوں کو ارائک کہا جاتا ہے بہرکیف جنتی لوگ اپنی منازل جنت میں سکون و آرام و شاہانہ ٹھاٹھ کے ساتھ بیٹھے ہوں گے کہ نہ وہاں جلانے والی دھوپ ہوگی اور نہ ٹھٹھرانے والی سردی ہوگی۔

دَانِيَةً ۔ یعنی جنت کا سایہ ان کے سروں پر لازوال ہوگا اور جنت کے پھل ان کے مطیع ہوں گے کہ اٹھیں گے تو پھل اونچے ہو جائیں گے اور بیٹھیں گے تو پھل جھک آئیں گے اور سوئیں گے تو پھل زیادہ لٹک کر قریب پہنچیں گے کہ کسی وقت ان کو پھل توڑنے کی تکلیف نہ ہوگی پس ان کے لئے نہ دُوری مانع ہوگی اور نہ کوئی کانٹا وغیرہ ہوگا۔ تفسیر برہان میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جنت کے دروازہ پر ایک درخت ہے جس کا ایک پتہ ایک ہزار آدمیوں پر سایہ کرے گا اور اس درخت کے دائیں جانب ایک پاکیزہ چشمہ ہے کہ جب مومن اس کا پانی پئیں گے تو حسد و کدورت ان کے دلوں سے ختم ہو جائے گی۔

قَوَارِيْرَا ۔ پہلے قواریر سے بدل ہے اور قارورہ کی جمع ہے جس کا معنی ہوتا ہے شیشے کا برتن گویا اس قدر صاف و شفاف چاندی سے بنائے جائیں گے کہ وہ شیشے کی طرح شفاف ہوگی اس لئے اس پر قواریر کا اطلاق صحیح ہوگا

قَدَّرُوْهَا ۔ یعنی غلام وہ پیالے ان کی حاجت کے مطابق پُر کر دیں گے کہ نہ وہ بڑے ہونگے اور نہ ضرورت سے کم ہونگے اور نہ ان کے اُٹھانے سے وزن محسوس ہوگا

زَنْجَبِيْلًا ۔ ایک خوشبودار چیز ہے جس کے طبی منافع بھی بکثرت ہیں چونکہ عربوں میں نہایت پسندیدہ تھی اس لئے اس کا ذکر کیا گیا

كَبِيْرًا ﴿٢١﴾ عٰلِيَهُمْ ثِيَابُ سُنْدُسٍ خُضْرٌ وَّاِسْتَبْرَقٌ ز وَّحُلُّوْٓا اَسَاوِرَ

دیکھو گے ان کے اوپر سُندس سبز اور استبرق کا لباس ہوگا اور ان کو چاندی کے بازو بند پہنائے

مِنْ فِضَّةٍ ج وَّسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا ﴿٢٢﴾ اِنَّ هٰذَا كَانَ لَكُمْ

جائیں گے اور ان کو ان کا پروردگار شراب طہور سے سیراب کرے گا (کہا جائے گا) تحقیق یہ تمہاری جزا ہے اور تمہاری

جَزَآءً وَّكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُوْرًا ﴿٢٣﴾ ع اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا ﴿٢٤﴾ ج

دنیا میں سعی مشکور ہے (اور اس کا بدلہ ہے) تحقیق ہم نے تیرے اُوپر قرآن اُتارا جس طرح اتارنے کا حق ہے

فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا ﴿٢٥﴾ ج وَاذْكُرِ اسْمَ

پس اپنے رب کے حکم (کی تبلیغ) کے لئے (لوگوں کی تکذیب پر) صبر کرو اور ان میں سے کسی گنہگار و منکر کی بات نہ مانو اور صبح و شام اپنے

اور جنت میں جو زنجبیل ہو گی وہ اس ظاہری دنیاوی زنجبیل سے بدرجہا بہتر ہو گی۔

عَيْنًا۔ یہ بدل ہے سابق سے مقصد یہ ہے کہ وہ زنجبیل ایسے چشمے سے نکلے گی جس کا نام سلسبیل ہے۔

لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا۔ یعنی وہ لڑکے (غلمان) بہشتیوں کی خدمت کے لئے اِدھر اُدھر پھیلے ہونگے جس طرح موتی بکھرے ہوئے ہوتے ہیں

وَّ مُلْكًا كَبِيْرًا۔ منقول ہے کہ کم از کم بہشتی کا گھر اس قدر وسیع ہو گا کہ ایک ہزار سال کی مسافت تک اس کی نظر پہنچے گی اور ہر طرف اس کی حدِ نگاہ تک اس کی ملکیت ہو گی اور قریب و بعید کو یکساں دیکھ سکے گا اور لطف یہ کہ اس کی یہ سلطنت دائمی ہو گی جس کو زوال نہ ہو گا

عٰلِيَهُمْ یہ فَوْقَهُمْ کے معنی میں ہے اور سندس باریک ریشمی لباس کو کہا جاتا ہے اور استبرق کا معنی دیباج ہے۔

مِنْ فِضَّةٍ یعنی جنت میں بسنے والوں کو ریشمی و دیباجی لباس پہنائے جائیں گے اور ساتھ ساتھ صاف و شفاف چاندی کے زیور بھی ان کی تزیین کے لئے ہونگے جو سونے اور یاقوت سے بھی زیادہ چمکدار اور خوبصورت ہوں گے

شَرَابًا طَهُوْرًا۔ منقول ہے کہ ایک بہشتی دنیا کے سو آدمی کے برابر طاقتور ہو گا اور سو آدمیوں کے برابر کھا پی سکے گا پس جب جنتی غذائیں کھائے گا تو اوپر شراب طہور پی لے گا پس سب کا سب ہضم ہو جائے گا اور بول و براز کے بجائے اس کے جسم سے پسینہ کی طرح قطرات برآمد ہوں گے جو مسک و عنبر سے زیادہ خوشبودار ہوں گے پس پاک و پاکیزہ رہے گا اور نجاست اس کے قریب نہ آئے گی۔

رکوع نمبر ۲۰

اٰثِمًا۔ آثم سے مراد عتبہ بن ربیعہ اور کفور سے مراد ولید بن مغیرہ ہے کیونکہ ان دونوں نے حضورؐ سے کہا تھا کہ اگر آپ اپنی تبلیغ سے باز آجائیں تو ہم آپ کو مال و دولت سے غنی کر دیں گے اور تیری شادی تیری مرضی کے مطابق کریں گے

رَبِّكَ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿٢٦﴾ وَمِنَ الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهٗ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ﴿٢٧﴾

رب کا نام یاد کیا کرو اور رات کے کچھ حصہ میں اس کیلئے سجدہ کرو اور رات بھر اس کی تسبیح کرو

اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ يُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ وَيَذَرُوْنَ وَرَآءَهُمْ يَوْمًا ثَقِيْلًا ﴿٢٨﴾ نَحْنُ

تحقیق یہ لوگ دنیاوی فوائد کو دوست رکھتے ہیں اور اس سخت دن کو نظر انداز کرتے ہیں جو بعد میں آنے والا ہے ہم نے ان کو

خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَآ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ﴿٢٩﴾

پیدا کیا اور ہم نے ان کے اعضاء کو مضبوط کیا اور جب ہم چاہیں ان کی جگہ ان جیسوں کو تبدیل کر سکتے ہیں

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ ۔ اس جگہ پھر نماز کے اوقات کا بیان کیا گیا ہے کیونکہ بکرہ کے ذکر سے صبح کی نماز اور اصیل سے ظہر و عصر کا وقت مراد لیا جاسکتا ہے اور اس میں ذکر پروردگار سے مراد نماز ظہرین لی جاسکتی ہے اور مِنَ الَّيْلِ سے رات کا کچھ حصہ مراد ہے اور مغرب عشا کی دو نمازوں کو رات کے ابتدائی حصہ میں ادا کرنا اس جگہ مراد لیا جاسکتا ہے ۔ پس قرآن مجید میں پانچ نمازوں کے لئے تین اوقات متعدد مقامات پر بتائے گئے ہیں جو شیعی فقہ کے عین مطابق ہے ۔ اس مسئلہ کی قدرے تفصیل تفسیر کی جلد ۹ صـ ۴۷ پر ملاحظہ ہو ۔

وَسَبِّحْهُ ۔ یہاں امر استحباب کے لئے ہے اور اس تسبیح سے مراد نماز تہجد ہے جسطرح کہ امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپ سے احمد بن محمد بن بزنطی نے اس تسبیح کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے نماز شب مراد ہے ۔

الْعَاجِلَةَ ۔ اس سے مراد دار دنیا ہے یعنی کافر لوگ صرف دنیاوی منفعت کو ملحوظ رکھتے ہیں اور آخرت کے دن کو فراموش کرتے ہیں جو کافروں کے لئے نہایت سخت ہوگا ۔

شَدَدْنَا ۔ اس کا اصلی معنی ہے باندھنا اور اسی مناسبت سے قیدی کو اسیر کہا جاتا ہے اور اس جگہ اس سے مراد انسان کے تمام اعضاء بدن ہیں جن میں انسان جکڑا اور بندھا ہوا ہے ۔

بَدَّلْنَا ۔ یہ کفار کے لئے دھمکی اور تنبیہ ہے کہ اللہ کی ڈھیل سے دھوکا نہ کھاؤ اور اپنی مضبوطی جسم اور فراوانی نعمت پر نہ اتراؤ کیونکہ جس طرح اللہ تمہارے پیدا کرنے پر قادر ہے اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر کے تمہاری جگہ دوسری قوموں کو بھی آباد کر سکتا ہے اور نصیحت کا کارگر اور موثر طریقہ یہی ہے کہ ترغیب اور ترہیب دونوں پر مشتمل ہو ۔

وَمَا تَشَآءُوْنَ ۔ پہلی جگہ مشیت سے مراد اختیار ہے اور دوسری جگہ مشیت کا معنی اجبار ہے یعنی تم لوگ اللہ کی رضامندی کا راستہ اختیار نہیں کرو گے مگر جبکہ اللہ تم کو مجبور کرے لیکن اللہ تو کسی کو مجبور کرتا نہیں ہے بلکہ اس نے تو ہر انسان کو مختار بنا دیا ہے کہ چاہے تو ایمان کو اختیار کرے اور چاہے تو کفر کو اختیار کرے اور اس کا یہ معنی ہرگز نہیں ہو سکتا کہ تم جو کچھ چاہتے ہو اللہ وہی کچھ چاہتا

إِنَّ هَٰذِهِ تَذْكِرَةٌ ۖ فَمَن شَاءَ اتَّخَذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٢٩﴾ وَمَا تَشَاءُونَ

تحقیق یہ قرآن نصیحت ہے پس جو چاہے اپنے رب کی خوشنودی کا راستہ اختیار کرے اور تم نہیں چاہتے

إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ﴿٣٠﴾ يُدْخِلُ مَن يَشَاءُ فِي

مگر وہ جو اللہ چاہتا ہے تحقیق اللہ علیم و حکیم ہے داخل کرتا ہے جسے چاہے اپنی

رَحْمَتِهِ ۚ وَالظَّالِمِينَ أَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿٣١﴾ ع۲۰

رحمت میں اور ظالموں کے لئے اس نے دردناک عذاب تیار کیا ہے

ہے کیونکہ اس طریقہ سے تو پھر دعوت حق باطل ہو جائے گی۔ البتہ معصوم اگر اس کا مخاطب قرار دیا جائے تو معنی صحیح ہو جائے گا کیونکہ معصوم ایسی چیز نہیں چاہتا جو اللہ کی مرضی کے خلاف ہو اسی بناء پر حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے منقول ہے کہ اللہ نے قلوب آئمہ کو اپنے ارادہ کا مورد قرار دیا ہے کہ جو چیز وہ چاہتا ہے یہ چاہتے ہیں۔ (برہان)

سورہ المرسلات

- یہ سورہ مکیّہ ہے
- اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر اکاون ہے
- حضرت نبی کریمؐ سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ مرسلات کی تلاوت کرے گا وہ مشرکین میں سے محشور نہ ہوگا۔
- اور جو شخص کسی دشمن سے جھگڑا کے وقت اس کو پڑھے گا تو اللہ اس کو قوت دے گا اور وہ غالب ہوگا۔
- آپ نے فرمایا اگر قاضی یا والی کے سامنے اپنے مدمقابل کو زیر کرنے کے لئے اس سورہ کو پڑھا جائے تو خدا دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد فرمائے گا
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سورہ کو لکھ کر پیاز کے پانی سے دھویا جائے اور پیٹ کے درد والا اس پانی کو پئے تو اس کو شفا ملے گی۔ باذن اللہ
- فوائد القرآن میں مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو پوست آہو پر زعفران و گلاب سے لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس کی نیند کم ہو جائے گی اور بیدار رہے گا اور محفوظ رہے گا۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ①

(اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا ۙ② فَالۡعٰصِفٰتِ عَصۡفًا ۙ③ وَّالنّٰشِرٰتِ نَشۡرًا ۙ④ فَالۡفٰرِقٰتِ

ان کی قسم جن کو پے درپے بھیجا گیا ان تیز ہواؤں کی قسم جو نہایت تیزی سے چلیں ان کی قسم جو پھیلائیں اور منتشر کریں پس ایک کو دوسری سے

فَرۡقًا ۙ⑤ فَالۡمُلۡقِيٰتِ ذِكۡرًا ۙ⑥ عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا ۙ⑦ اِنَّمَا تُوۡعَدُوۡنَ لَوَاقِعٌ ؕ⑧ فَاِذَا

جدا کریں پس ذکر کا القاء کریں از قبیل عذار ہو یا انذار ہو بجز اس کے نہیں جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور واقع ہوگا

النُّجُوۡمُ طُمِسَتۡ ۙ⑨ وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتۡ ۙ⑩ وَاِذَا الۡجِبَالُ نُسِفَتۡ ۙ⑪ وَاِذَا

جب ستارے بے نور ہوں گے اور جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب پہاڑ اکھاڑے جائیں گے اور جب

الرُّسُلُ اُقِّتَتۡ ؕ⑫ لِاَىِّ يَوۡمٍ اُجِّلَتۡ ؕ⑬ لِيَوۡمِ الۡفَصۡلِ ۚ⑭ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا يَوۡمُ

رسولوں کو وقت معین پر جمع کیا جائے گا کہ کس دن کے لئے ان کو مہلت دی گئی تھی؟ فیصلہ کے دن کے لئے تمہیں کیا معلوم فیصلہ کا دن کیا

رکوع نمبر ۲۱

وَالۡمُرۡسَلٰتِ عُرۡفًا۔ اس کے معنی میں چند اقوال ہیں۔ (۱) مرسلات کا موصوف ریاح ہے اور عُرف کا اصلی معنی ہے گھوڑے کی گردن کے بال پس معنی یہ ہوگا کہ ان ہواؤں کی قسم جو گھوڑے کے بالوں کی طرح مسلسل اور پے درپے چلتی ہیں (۲) اس کا موصوف ملائکہ ہے اور عرف کا معنی معروف ہے یعنی ان فرشتوں کی قسم جو نیکی کے احکام لے کر انبیاء کی طرف بھیجے جاتے ہیں (۳) اس کا موصوف زوات انبیاء کی قسم جن کو نیکی کے احکام دیکر بھیجا گیا۔

وَالنّٰشِرٰتِ۔ اس کے معنی میں بھی اقوال ہیں (۱) ناشرات سے مراد وہ ہوائیں جو بادلوں کو منتشر کرتی ہیں (۲) ملائکہ جو اللہ کے پیغامات کو نشر کرتے ہیں (۳) بارشیں جو سبزیوں اور پھلوں کو نشر کرتی ہیں اور جملہ قسم ہے اور عاصفات سے مراد صرف ہوائیں لی گئی ہیں

فَالۡفٰرِقٰتِ۔ اس کے معنی میں بھی اقوال ہیں (۱) ملائکہ جو حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے احکام لاتے ہیں (۲) آیات قرآنیہ جو حلال وحرام اور حق و باطل کے درمیان امتیاز کرتی ہیں (۳) وہ ہوائیں جو بادلوں کو ایک دوسرے سے الگ کرتی ہیں۔

فَالۡمُلۡقِيٰتِ۔ اس سے مراد ملائکہ ہیں جو انبیاء کی طرف احکام خداوندی کا القاء کرتے ہیں۔

عُذۡرًا اَوۡ نُذۡرًا یعنی جس ذکر کا ملائکہ القاء کرتے ہیں یا تو از قبیل عذر ہے یعنی قطع عذر اور اتمام حجت کے لئے ہے یا صرف ڈرانے کے لئے ہے۔

الْفَصْلِ ﴿۱۵﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۱۶﴾ اَلَمْ نُهْلِكِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۷﴾ ثُمَّ نُتْبِعُهُمُ

ہے؟ ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے کیا ہم نے پہلے لوگوں کو ہلاک نہیں کیا پھر بعد والوں کو ان کے

الْاٰخِرِيْنَ ﴿۱۸﴾ كَذٰلِكَ نَفْعَلُ بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۰﴾

پیچھے چلاتے ہیں مجرمین کے ساتھ ہم اسی طرح سلوک کرتے ہیں ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ﴿۲۱﴾ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ﴿۲۲﴾ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۳﴾

کیا تم کو ہم نے حقیر پانی سے پیدا نہیں کیا؟ پس اس کو ٹھیرایا با امن قرار گاہ میں ایک مقرر وقت تک

فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۲۵﴾ اَلَمْ نَجْعَلِ

پس ہم اس پر قادر ہوئے اور ہم خوب قادر ہیں ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے کیا ہم نے زمین کو تمہارا

الْاَرْضَ كِفَاتًا ﴿۲۶﴾ اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا ﴿۲۷﴾ وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ

مسکن نہیں بنایا؟ زندوں اور مردوں کے لئے اور اس میں ہم نے اونچے پہاڑ پیدا کر دیئے اور

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ - یہ فقرہ جوابِ قسم ہے کہ جس دن کا یعنی قیامت کا تم وعدہ کئے گئے ہو وہ ضرور واقع ہو گا۔

اُقِّتَتْ - وُقِّتَتْ سے واو کو الف کر دیا گیا اور اُقِّتَتْ بن گیا یعنی رسولوں کو اپنے وقت پر جمع کیا جائے گا۔

لِاَيِّ يَوْمٍ - یا تو لوگوں کے استعجاب کو بیان کیا گیا ہے کہ لوگ تعجب سے کہتے ہیں کہ وہ کون سا دن ہے جس کے لئے مہلت دی گئی ہے یا یہ کہ دنیا میں لوگ انبیاء کو کہتے رہتے ہیں کہ وہ کون سا دن ہے اور کب آئے گا جس کا تم وعدہ کرتے ہو پس اس کا جواب ہے لِيَوْمِ الْفَصْلِ یعنی فیصلہ کے دن کے لئے تم کو مہلت دی گئی ہے اور اسی دن انبیاء اپنی امتوں پر شہادت دینے کے لئے حاضر ہوں گے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ - الگ الگ نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اس فقرہ کو دہرایا گیا ہے لہٰذا یہ تکرار عین فصاحت ہے۔

مَآءٍ مَّهِيْنٍ - ایک حقیر پانی سے ایک صاحب عقل و دانش مخلوق کا پیدا کرنا صاحبانِ فکر و عقل کے لئے وجودِ خالق اور اس کی تدبیرِ اتم و اکمل کی ناقابل تردید برہان ہے اور اس کا انکار کرنا عقل کے بدیہی فیصلے کا انکار ہے۔

قَرَارٍ مَّكِيْنٍ اس سے مراد رحمِ مادر ہے جس میں نطفۂ انسانیہ کو تربیت کے لئے ٹھہرایا گیا ہے۔

فَقَدَرْنَا - اس کا ایک معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رحم کے اندر انسان کی پیدائش ہماری تقدیر سے ہوئی ہے اور ہمیں علم تھا کہ یہ چھوٹا ہو گا یا طویل خوبصورت ہو گا یا بدصورت اور عورت ہے یا مرد وغیرہ پس جو مقدار ہم نے مقرر کی ہے اس پر ہی پیدا ہوا اور ہم خوب مقدار کرنے والے

وَّ اَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ﴿٢٧﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٢٨﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ

ہم نے میٹھے پانی سے تم کو سیراب کیا ۔ ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے (کہا جائے گا) جاؤ اس آگ کی طرف جس کو

بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ﴿٢٩﴾ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ ﴿٣٠﴾ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ

جھٹلاتے تھے ۔ جاؤ ایسے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں ۔ کہ نہ تو وہ ڈھانپے گا اور نہ شعلوں کی

مِنَ اللَّهَبِ ﴿٣١﴾ اِنَّهَا تَرْمِيْ بِشَرَرٍ كَالْقَصْرِ ﴿٣٢﴾ كَاَنَّهٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ ﴿٣٣﴾ وَيْلٌ

گرمی سے بچائے گا ۔ اور وہ چنگاریاں پھینکے گا جو محلات کی طرح بڑی ہوں گی کہ وہ سیاہ اونٹنیاں معلوم ہوں گی ۔ ویل ہے

يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٤﴾ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ﴿٣٦﴾

اس دن جھٹلانے والوں کے لئے ۔ یہ وہ دن ہوگا کہ وہ نہ بول سکیں گے ۔ اور نہ ان کو عذر خواہی کی اجازت ملے گی

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٧﴾ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ ﴿٣٨﴾

ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے (کہا جائے گا) یہ فیصلہ کا دن ہے ۔ ہم نے تم کو جمع کیا ہے اور پہلے لوگوں کو بھی

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ ﴿٣٩﴾ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٤٠﴾ ع ۲

پس اگر تمہارے پاس کوئی بچنے کی تجویز ہے تو وہ تجویز کرو ۔ ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے

ہیں اور دوسرا معنی وہی ہے جو تحت اللفظ موجود ہے ۔

کِفَاتًا ۔ کَفَتَ کِفَاتًا یعنی ضَمَّ ضَمًّا اس جگہ کفات سے مراد قرارگاہ اور مسکن ہے اور زمین زندہ انسانوں کا مسکن ہے اور مردہ انسانوں کے لئے قبرستان ہے پس دونو حالتوں میں قرارگاہ ہے ۔

اِنْطَلِقُوْا ۔ یعنی کافروں کو کہا جائے گا کہ تم جس آگ کی تکذیب کرتے تھے اب اسی میں چلو ۔ اور ایسے سایہ کی طرف چلو جس کے تین شعبے ہیں یعنی اوپر دائیں اور بائیں ہر طرف سے وہ گھیرے گی یا یہ کہ اس کا دھواں گھیرے گا جس کا نہ سایہ ہوگا اور نہ گرمی سے بچت ہوگی ۔

جِمٰلَتٌ ۔ جمال جمع ہے جمل کی اور تا تانیث اس لئے لگائی گئی ہے کہ جمع تانیث کے حکم میں ہوتی ہے اور صفر جمع ہے صفرای کی اور اس جگہ سیاہ اونٹنیاں مراد ہیں کیونکہ سیاہ اونٹ جو مائل بہ زردی ہوں ان کو عرب صفر سے تعبیر کرتے ہیں ۔

لَا يَنْطِقُوْنَ ۔ مروی ہے کہ جنت میں کئی موقف ہوں گے پس بعض مواقف میں بولنے کی اجازت نہ ہوگی اور بعض میں ہوگی ۔

إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي ظِلَالٍ وَعُيُونٍ ﴿٤١﴾ وَفَوَاكِهَ مِمَّا يَشْتَهُونَ ﴿٤٢﴾ كُلُوا وَاشْرَبُوا

تحقیق متقی لوگ پسندیدہ سایوں اور چشموں اور میووں میں ہوں گے (ان کو کہا جائے گا) کہ کھاؤ اور پیو تمہیں

هَنِيئًا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٤٣﴾ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿٤٤﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

خوشگوار ہو بوجہ اس کے جو تم عمل کرتے تھے (دنیا میں) ہم اسی طرح احسان کرنے والوں کو بدلہ دیتے ہیں ویل ہے اس دن جھٹلانے

لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٥﴾ كُلُوا وَتَمَتَّعُوا قَلِيلًا إِنَّكُمْ مُجْرِمُونَ ﴿٤٦﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

والوں کے لئے (ان کو کہو) کہ کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ تھوڑے دن کیونکہ تم لوگ مجرم ہو ویل ہے اس دن جھٹلانے

لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٧﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ ارْكَعُوا لَا يَرْكَعُونَ ﴿٤٨﴾ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ

والوں کے لئے اور جب ان کو کہا جائے کہ رکوع کرو تو وہ رکوع نہیں کرتے ویل ہے اس دن جھٹلانے

لِلْمُكَذِّبِينَ ﴿٤٩﴾ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾ ع ۲۲

والوں کے لئے پس اس قرآن کے بعد کس بات پر وہ ایمان لائیں گے

رکوع نمبر ۲۲

إِنَّ الْمُتَّقِينَ - ان آیات میں متقی لوگوں کی حسن بازگشت کا ذکر فرمایا کہ وہ من مانی چھاؤں میں بہتے چشموں کے درمیان اور قسم قسم کے میوہ جات کی فراوانی میں لطف اندوز ہوں گے اور جس قدر کھائیں گے ہضم کریں گے اور گندگی و بدبو و بول و براز سے پاک وصاف ہوں گے ان کے فضلات کی بجائے ان کو پسینہ آئے گا جو عنبر کی طرح خوشبودار ہوگا۔

كُلُوا یہ پھر مکذبین کے متعلق ہے کہ ان سے کہہ دیجئے بیشک دنیا میں جی بھر کر کھا پی لو اور نفع اٹھالو۔

وَإِذَا قِيلَ - مروی ہے ایک قوم (بنی ثقیف) کو جب حضورؐ نے نماز کا حکم دیا تو انہوں نے کہا کہ یہ جھکنا ہماری توہین ہے اور حضورؐ نے فرمایا وہ دین ہی کیا ہے جس میں رکوع و سجود نہ ہوں۔ پس یہ آیت اتری اور بعض کہتے ہیں کہ جب قیامت کے دن سجدہ کی دعوت دی جائے گی تو وہ اس وقت بھی اکڑ جائیں گے اور ممکن ہے کہ ہر نماز اس سے مراد ہو کیونکہ آیت میں تخصیص نہیں ہے۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ -

پارہ نمبر ۳۰

سُورہ عَمّ

- یہ سورہ مکیہ ہے۔ اس کو سورہ نبا بھی کہا جاتا ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم سمیت بیالیس[۴۲] ہے
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص روزمرّہ بلاناغہ یہ سورہ تلاوت کرتا رہے ایک سال کے اندر اندر اس کو زیارت بیت الحرام (خانہ کعبہ) نصیب ہوگی
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو یاد کرے اور اس کی تلاوت کرتا رہے تو اس کا بروز محشر حساب صلوٰۃ مکتوبہ کے وقفہ کے برابر ہوگا یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوگا اور جو شخص اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے جوؤں سے محفوظ رہے گا اور طاقت ور ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس کو بیداری کے لئے پڑھے گا تو وہ بیدار رہے گا اور جو شخص سفر میں اس کی تلاوت کرے گا وہ رات کے سفر میں باامن ہوگا اور چوروں ڈاکوؤں سے محفوظ ہوگا۔
- مصباح کفعمی سے منقول ہے جو شخص اس کو دھو کر پیئے گا تو درد شکم سے نجات پائے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

(اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ② عَنِ النَّبَاِ الۡعَظِیۡمِ ③ الَّذِیۡ ہُمۡ فِیۡہِ مُخۡتَلِفُوۡنَ ④

کس چیز کے متعلق ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں؟ نباءِ عظیم کے متعلق؟ وہ کہ جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں

رُکوع نمبر ۱

عَمَّ یَتَسَآءَلُوۡنَ ۔ جب آنحضرت معبوث برسالت ہوئے اور لوگوں کو توحید کا پیغام سنایا اور حشر نشر کے متعلق بیان فرمایا اور اس بارے میں قرآن مجید کی آیات کی تلاوت کی تو کافروں نے ایک دوسرے سے استفہام انکاری کے طور پر پوچھنا شروع کر دیا کہ یہ کیا کہتا ہے؟ اور کیا لایا ہے؟ پس اللہ نے یہ سورہ نازل فرمایا کہ یہ لوگ ایک دوسرے سے کس چیز کے متعلق پوچھ گچھ کر رہے ہیں؟ ہاں! ہاں، وہ نباءِ عظیم یعنی قرآن مجید یا توحید و رسالت و خلافت و حشر و نشر وغیرہ کے متعلق ایک دوسرے سے سوال کرتے پھرتے ہیں اور منہ منہ کی باتیں کرتے ہیں کوئی کہتا ہے وہ ٹھیک کہتا ہے اور کوئی کہتا ہے کہ وہ غلط کہتا ہے (معاذاللہ) یعنی کفار قریش حضورؐ کی ابتدائی تبلیغی تقاریر کو سن کر نظریاتی کشمکش میں مبتلا ہو گئے تھے۔

نَباءِ عظیم کا باطن

چونکہ قرآن کے ظاہر اور باطن پر ایمان رکھنا ضروری ہے پس نباءِ عظیم کا ظاہری اور تنزیلی مصداق وہی ہے جو عام مفسرین نے ذکر کیا ہے لیکن اس کا باطنی و تاویلی مصداق حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی ذات گرامی ہے

چنانچہ ابوحمزہ ثمالی کے سوال کے جواب میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ یہ حضرت علی علیہ السلام خود فرمایا کرتے تھے کہ اللہ کی کوئی آیت مجھ سے بڑی نہیں ہے اور اللہ کی کوئی نبا مجھ سے اعظم نہیں ہے اور حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے بھی اسی مضمون کی ایک روایت وارد ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے بھی مروی ہے اور آخر میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میری ولایت گزشتہ امتوں پر بھی پیش کی گئی تھی، حضرت امام حسین علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا اے علیؑ! تو حجۃ اللہ ہے تو باب اللہ ہے تو اللہ کا راستہ ہے تو نبأ عظیم ہے تو صراط مستقیم ہے تو مثل اعلیٰ ہے تو امام المسلمین امیر المومنین خیر الوصیین اور سید الصدیقین ہے تو فاروق اعظم تو صدیق اکبر تو میرا خلیفہ تو میرے دین کا قاضی اور تو میرے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے یا علیؑ تو میرے بعد مظلوم تو متروک اور تو مہجور ہوگا میں اللہ کو گواہ کرکے کہتا ہوں کہ تیرا گروہ میرا گروہ اور میرا گروہ اللہ کا گروہ ہوگا۔ اور تیرے دشمنوں کا گروہ شیطانی گروہ ہوگا۔ (برہان)

ایک روایت میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا آیت مجیدہ میں نبأ عظیم سے مراد حضرت رسالتمآبؐ اس لئے نہیں ہیں کہ ان میں اختلاف نہیں ہے اور جس میں اختلاف ہے وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں لہذا اس جگہ نبأ عظیم کا مصداق بھی وہی ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ نبأ عظیم سے مراد حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ہے۔

تفسیر برہان میں طرق مخالفین سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ صخر بن حرب نے پوچھا اے محمد! تیرے بعد یہ معاملہ کس کے سپرد ہوگا؟ تو آپ نے فرمایا میرے بعد اس کا وارث ہوگا وہ جس کی منزلت مجھ سے وہی ہے جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی پس یہ آیت مجیدہ نازل ہوئی کہ کس چیز کے متعلق یہ لوگ سوال کرتے ہیں؟ ہاں بے شک نبأ عظیم کے متعلق پوچھتے ہیں پس بعض لوگ اس کی ولایت و خلافت کی تصدیق کریں گے اور بعض انکار کریں گے اس کے بعد لفظ كَلَّا ان کے نظریے کی رد کے لئے ہے یعنی ان لوگوں نے غلط سوچا ہے بے شک عنقریب ان لوگوں کو اس کی خلافت و امامت کا علم ہو جائے گا جب قبر میں ان سے اس کا سوال ہوگا اور جہاں بھی کوئی مرے زمین کے مشرق میں یا مغرب میں خشکی میں یا تری میں قبر میں منکر و نکیر اس سے حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور ان کی خلافت کا سوال کریں گے وہ پوچھیں گے تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرا نبی کون ہے؟ اور تیرا امام کون ہے؟

منقول ہے کہ جنگ صفین کے دوران ایک دن ایک شخص لشکر شام سے نکلا جو سلاح پوش تھا اور اس نے سر پر قرآن بھی اٹھا رکھا تھا اور یہی آیت پڑھ رہا تھا عَمَّ يَتَسَاءَلُونَ الخ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے مقابلہ میں جانے کا ارادہ کیا تو حضرت علیؑ نے مجھے روک دیا۔ اور خود بنفس نفیس آگے بڑھے پس آپ نے فرمایا اے بندۂ خدا، تو اس نبأ عظیم کو جانتا ہے جس میں تم لوگوں کو اختلاف ہے تو اس نے جواب نفی میں دیا، پس آپ نے قسم کھا کر فرمایا خدا کی قسم وہ نبأ عظیم میں ہوں جس میں تم لوگوں نے اختلاف کیا ہے اور جس کی ولایت میں تم نے جھگڑا کیا ہے پس اقرار کرنے کے بعد تم لوگ میری ولایت سے منحرف ہو گئے ہو اور اپنی بغاوت کی وجہ سے تم ہلاک ہوئے ہو حالانکہ میری ہی تلوار کی بدولت تم کو نجات ملی تھی اور غدیر کے روز تم نے مجھے پہچان لیا تھا اور پھر قیامت کے دن بھی جان لوگے اس کے بعد آپ نے تلوار کو حرکت دی اور اس کے سر کو قلم کر دیا۔ اصبغ بن نباتہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا وہ نبأ عظیم میں ہوں جس میں لوگ اختلاف کرتے ہیں اس

كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٥﴾ ثُمَّ كَلَّا سَيَعْلَمُونَ ﴿٦﴾ أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا ﴿٧﴾ وَ

خبردار! عنقریب جان لیں گے پھر خبردار! عنقریب وہ جان لیں گے کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور

الْجِبَالَ أَوْتَادًا ﴿٨﴾ وَخَلَقْنَاكُمْ أَزْوَاجًا ﴿٩﴾ وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ﴿١٠﴾ وَجَعَلْنَا

پہاڑوں کو میخیں (زمین کی) اور ہم نے تم کو جوڑا جوڑا بنایا اور ہم نے بنایا تمہاری نیند کو آرام اور بنایا

اللَّيْلَ لِبَاسًا ﴿١١﴾ وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ﴿١٢﴾ وَبَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ﴿١٣﴾

رات کو لباس اور بنایا دن کو معاش اور بنائے تمہارے اوپر سات آسمان

وَجَعَلْنَا سِرَاجًا وَهَّاجًا ﴿١٤﴾ وَأَنزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرَاتِ مَاءً ثَجَّاجًا ﴿١٥﴾

اور بنایا سورج کو چمکنے والا اور نازل کیا ہم نے بادلوں سے پے در پے ٹپکنے والا پانی

وقت ان کو پتہ چلے گا جب میں جنّت و دوزخ کے درمیان کھڑا ہو کر دوزخ سے کہوں گا یہ میرا ہے اس کو چھوڑ دے اور وہ تیرا ہے اس کو لے لے۔

اَلَمْ نَجْعَل۔ خداوند کریم نے ان آیات میں اپنی توحید کو سمجھانے کے لئے قرینِ عقل مفصّل بیان جاری فرمایا کہ جو لوگ حضرت رسالتمآبؐ کی تبلیغات کا انکار کرتے ہیں یا بنظرِ استعجاب ایک دوسرے سے سوال کرتے ہیں وہ ان چیزوں میں ذرا فکر کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ میرا رسول سچ کہتا ہے۔ ہم نے زمین کو بچھایا اور اس کو ہلنے سے محفوظ رکھنے کے لئے اوپر پہاڑوں کو میخوں کی حیثیت سے گاڑ دیا اور تمہیں جوڑا جوڑا یعنی مذکر و مونث پیدا کیا تاکہ نسل کا سلسلہ برقرار رہے۔ یا یہ کہ سیاہ و سفید کوتاہ و طویل وغیرہ اقسام میں منقسم کر دیا تاکہ باہمی امتیاز کے علاوہ اللہ کی حسین صنعت کا اقرار کرتے رہو اور رات کو تمہارا لباس مقرر کیا کیونکہ وہ تمہیں ڈھانپ لیتی ہے اور دن کے کاروبار کی تھکاوٹ کے بعد نیند کو سکون و آرام بنا دیا تاکہ اس کے بعد پھر تازہ دم ہو کر اپنی معیشت کے لئے دن بھر کام کاج میں مصروف رہ سکو۔ یہ تمام چیزیں غور و فکر کرنے والے انسان کو توحید پروردگار اور اس کے حسن تدبّر کے اعتراف کی دعوت دینے کے لئے کافی ہیں۔

وَبَنَيْنَا۔ اس کے بعد عالم علوی کی مصنوعاتِ پروردگار کی طرف نگاہ دوڑائی جائے تو مزید یقین و معرفت پیدا ہوتی ہے مثلاً فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے سات آسمان بنائے اور ایک جگمگاتا چمکتا ہوا چراغ یعنی سورج پیدا کیا جو ایک طرف تمہیں روشنی پہنچائے اور دوسری طرف اپنی گرمی سے تمہارے فصلات کو پکائے اور آسمان سے بارش کو برسایا تاکہ زمین کی آبادی قائم رہے۔ معصرات کا معنی ہوائیں بھی کیا گیا ہے جو بادلوں کو جمع کرتی ہیں اور ثجّاج کا معنی زور سے گرنے والا موسلا دھار بارش کا پانی بھی مراد لیا گیا ہے۔

لِنُخْرِجَ بِهٖ حَبًّا وَّنَبَاتًا ﴿۱۵﴾ وَّجَنّٰتٍ اَلْفَافًا ﴿۱۶﴾ اِنَّ يَوْمَ الْفَصْلِ كَانَ

تاکہ ہم اس کے ذریعہ سے نکالیں دانے اور انگوری اور باغات گھنے تحقیق فیصلے کا دن وعدے کا

مِيْقَاتًا ﴿۱۷﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا ﴿۱۸﴾ وَّفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ

وقت ہے جس دن صور پھونکا جائے گا پس تم ٹولے ٹولے ہو کر آؤ گے اور آسمان کے دروازے کھول دیئے

اَبْوَابًا ﴿۱۹﴾ وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ﴿۲۰﴾ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ

جائیں گے اور پہاڑوں کو ہٹا دیا جائے گا پس وہ سراب معلوم ہوں گے تحقیق جہنم ہی (ان کی)

جَنّٰت - نبات پر اس کا عطف ہے اور اس کو عطفِ خاص علی العام کہتے ہیں اور الفاف کا واحد لف ہے بالفیف اور اس کے معنی ہیں گھنے درخت یا ایسے درخت جن کی شاخیں گھنی ہوں۔

یَوْمَ یُنْفَخُ - اس کا مفصّل بیان تفسیر کی جلد ۱۲ ص ۱۳۴ پر گزر چکا ہے۔

جہنمیوں کی اقسام

اَفْوَاجًا - یعنی ہر ملّت اپنے نبی کے ساتھ یا ہر قوم اپنے امام کے ساتھ محشور ہوگی ایک دن معاذ بن جبل ابو ایوب انصاری کے گھر میں حضرت رسالتمآبؐ کے پہلو میں بیٹھا تھا تو معاذ نے آپ سے اسی آیت مجیدہ کے متعلق دریافت کیا آپ نے فرمایا اے معاذ! تو نے بڑا سوال کیا ہے؟ اس کے بعد آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور فرمایا اے معاذ بروز محشر میری امت کے لوگ دس گروہوں میں اٹھیں گے کہ خداوند کریم ان کو مسلمانوں سے الگ کر دے گا (۱) بعض بندروں کی شکل میں اٹھیں گے (۲) بعض کی صورت سوروں کی طرح ہوگی (۳) بعض اُلٹے لٹکے ہوئے ہوں گے اور منہ کے بل گھسیٹے جائیں گے (۴) بعض اندھے ہوں گے (۵) بعض بہرے ہوں گے (۶) بعض گونگے ہوں گے (۷) بعض اپنی زبانوں کو چباتے ہوں گے کہ ان کے منہ سے پیپ بہتی ہوگی جس سے تمام اہل محشر نفرت کریں گے (۸) بعض کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے اور ان کو آگ کے درختوں پر سُولی پہ لٹکایا جائے گا (۹) بعض کی بدبو مردار جانور سے بھی زیادہ ہوگی (۱۰) بعض کے اجسام پر قطران کے جُبّے ہوں گے جو ان کے چمڑوں سے چپٹے ہوئے ہوں گے۔

آپ نے فرمایا (۱) جن کی شکل بندروں جیسی ہوگی وہ چغلخور ہوں گے (۲) سور کی شکل والے حرام خور ہوں گے (۳) اُلٹے لٹکے ہوئے سود خور ہوں گے (۴) غلط فیصلہ کرنے والے قاضی ومجسٹریٹ اندھے محشور ہوں گے (۵، ۶) بہرے و گونگے وہ لوگ ہوں گے جو اپنے اعمال پر دنیا میں اتراتے اور تکبّر کرتے تھے (۷) اپنی زبانوں کو چبانے والے وہ علماء وقاضی ہوں گے جن کے دنیا میں اعمال ان کے اقوال کے موافق نہ تھے (۸) ہاتھ پیر کٹے ہوئے وہ لوگ ہوں گے جو ہمسایوں کو تکلیف دیتے تھے اور جہنم میں سولی لٹکے ہوئے وہ ہوں گے جو بادشاہوں کے درباروں میں لوگوں کی شکایت لے جاتے تھے (۹) بدبودار وہ ہوں گے جو دنیا میں شہوت پرستی میں

مِرْصَادًا ﴿٢٢﴾ لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا ﴿٢٣﴾ لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا ﴿٢٤﴾ لَا يَذُوْقُوْنَ

انتظار گاہ ہے جو سرکشوں کی بازگشت ہے جس میں ٹھہریں گے صدیوں تک نہ وہاں نیند

فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا ﴿٢٥﴾ اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا ﴿٢٦﴾ جَزَآءً وِّفَاقًا ﴿٢٧﴾ اِنَّهُمْ

کا ذائقہ چکھیں گے اور نہ پانی کا مگر کھولتا ہوا پانی اور پیپ یہ ان کی پوری جزا ہے۔ تحقیق وہ

كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا ﴿٢٨﴾ وَّكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا كِذَّابًا ﴿٢٩﴾ وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ

حساب کی امید بھی نہ رکھتے تھے اور سختی سے ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے اور ہم نے ہر اُن کے عمل کو کتاب میں

كِتٰبًا ﴿٣٠﴾ فَذُوْقُوْا فَلَنْ نَّزِيْدَكُمْ اِلَّا عَذَابًا ﴿٣١﴾ اِنَّ لِلْمُتَّقِيْنَ مَفَازًا ﴿٣٢﴾

احصا کیا ہے پس (کہا جائیگا) چکھو پس ہم تمہیں زیادہ کریں گے مگر عذاب میں بے شک متقی لوگوں کے لئے کامیابی ہے (ان کیلئے)

حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ﴿٣٣﴾ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ﴿٣٤﴾ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ﴿٣٥﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ

باغ ہیں اور انگور ہیں اُبھرے ہوئے پستانوں والی نوجوان ہمسن حوریں ہونگی اور چھلکتے ہوئے پیالے ہوں گے نہ سنیں گے وہاں

محو تھے اور اپنے اموال سے حقوق واجبہ نہ ادا کرتے تھے (۱۰) قطران کے جبے وہ پہنیں گے جو دنیا میں تکبر و غرور کرتے تھے۔

سُيِّرَتِ الْجِبَالُ۔ یعنی پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے اڑا دیا جائے گا پس سراب کی طرح معلوم ہوں گے یعنی دکھائی دیں گے لیکن درحقیقت وہ ہوں گے نہیں۔

اَحْقَابًا۔ یہ حقب کی جمع ہے ایک حقب ستر خریف کا اور ایک خریف سات سو برس کا اور ایک برس تین سو ساٹھ دن کا اور ایک دن دنیا کے ایک ہزار سالوں کے برابر ہوگا اور بعضوں نے ایک حقب کی مقدار ستر ہزار سال بیان کی ہے۔ جبکہ ان سالوں کا ایک دن ہزار سالوں کے برابر ہوگا۔ بہرکیف جہنم میں رہنے کی مدت مقرر نہیں پس وہ حقب در حقب جہنم میں رہیں گے۔

بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا۔ یہاں برد سے مراد نیند ہے اور شراب سے مراد پانی ہے۔

جَزَآءً وِّفَاقًا۔ یعنی یہ کہ ان کے اعمال کے برابر پوری جزا ہوگی ظلم نہ ہوگا۔

فِيهَا لَغْوًا وَّلَا كِذَّابًا ﴿٣٥﴾ جَزَآءً مِّن رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا ﴿٣٦﴾ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ

کوئی لغو بات اور نہ جھوٹ — بدلہ تیرے رب کی طرف سے عطائے کثیر — وہ جو رب ہے آسمانوں

وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُونَ مِنْهُ خِطَابًا ﴿٣٧﴾ يَوْمَ يَقُومُ

د زمین کا اور جو ان کے درمیان ہے رحمٰن ہے ان کو طاقت نہیں ہوگی اس سے — خطاب کرنے کی جس دن

الرُّوحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ

کھڑے ہوں گے رُوح اور فرشتے صف بہ صف نہ بولیں گے مگر وہ جس کو رحمٰن اجازت دے گا اور وہ بات

رکوع نمبر ۲

كِذَّابًا ۔ یعنی ایک دوسرے کی تکذیب کرنا وہاں نہ ہوگا مقصد یہ ہے کہ پرسکون ماحول ہوگا اور جھگڑا فساد نہ ہوگا
جَزَآءً ۔ مفعول مطلق ہے یعنی جَازَاهُمْ جَزَآءً وَّ اَعْطَاهُمْ عَطَآءً ۔

لَا يَمْلِكُونَ ۔ یعنی اس دن کسی کو بات کرنے کی اجازت نہ ہوگی مگر وہ جن کو اللہ کی جانب سے اذن حاصل ہو۔

يَقُومُ الرُّوحُ ۔ تفسیر مجمع البیان میں رُوح کے متعلق متعدد اقوال ہیں (۱) بنی آدم کی شکل میں ملائکہ کے علاوہ ایک مخلوق ہے کہ بروز محشر وہ ایک صف میں ہوں گے اور فرشتے دوسری صف ہوں گے (۲) روح ایک بہت بڑا فرشتہ ہے پس قیامت کے روز وہ اکیلا ایک صف ہوگا۔ اور تمام فرشتے دوسری صف ہوں گے اور جسامت میں تمام فرشتوں کے برابر ہوگا۔ (۳) لوگوں کے ارواح مراد ہیں کہ ایک صف میں یہ ہوں گے اور دوسری صف میں فرشتے ہوں گے (۴) رُوح سے مراد جبرئیل ہے اور مروی ہے کہ جبرئیل اللہ کے خوف سے کانپتا ہے تو اس کے ہر لرزہ سے ایک لاکھ فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور تمام فرشتے صف بہ صف اللہ کے سامنے سرنگوں ہیں۔
(۵) امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ روح ایک فرشتہ ہے جو جبرئیل و میکائیل سے جسامت میں بڑا ہے۔

مَنْ اَذِنَ ۔ تفسیر مجمع البیان میں بروایت معاویہ بن عمار حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم قیامت کے روز ماذون ہم ہوں گے اور صواب و صحیح کہنے والے ہم ہی ہوں گے۔ راوی نے دریافت کیا کہ حضور! آپ اس دن کیا کہیں گے تو آپ نے فرمایا کہ ہم اپنے اللہ کی تمجید و تحمید کریں گے (تحمد اور تمجد دو نسخے ہیں) اور حضرت رسول اللہ پر صلوات بھیجیں گے اور اپنے شیعوں کے حق میں شفاعت کریں گے پس ہمارا پروردگار ہماری سفارش کو ردّ نہ فرمائے گا اس روایت کو تفسیر برہان میں متعدد طرق سے نقل کیا گیا ہے۔

صفحہ ۱۶۷ پر ۔ ذٰلِكَ ۔ قیامت کی آمد کا اعلان کرنے کے بعد کفار کو دعوت دی کہ میں نے مجبور نہیں کیا بلکہ تمہیں بااختیار بنا دیا۔ اب سمجھ لینے کے بعد جو بھی اپنے پروردگار کی طرف بازگشت چاہتا ہے تو نیک اعمال بجالائے۔

صفحہ نمبر ۱۶۷ پر ۔ عَذَابًا قَرِيبًا ۔ اس سے مراد عذاب آخرت ہے اور ہر یقینی واقع ہونے والی چیز کو قریب کہا جا سکتا ہے۔

صَوَابًا ﴿۳۸﴾ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الْحَقُّ ۚ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا ﴿۳۹﴾ اِنَّآ اَنْذَرْنٰكُمْ

بھی صحیح کہے گا یہ دن حق ہے پس جو چاہے اپنے رب کی طرف اپنی باز گشت بنائے ہم نے تمہیں ڈرایا عذاب

عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ

قریب سے جس دن دیکھے گا انسان ان اعمال کی طرف جنہیں اپنے آگے بھیج چکا تھا اور کافر

يٰلَيْتَنِىْ كُنْتُ تُرٰبًا ﴿۴۰﴾ ع

کہے گا ہائے افسوس میں مٹی ہوتا

يَوْمَ يَنْظُرُ۔ یعنی تمام لوگ اپنے اعمال کی جزا یا سزا کا انتظار کر رہے ہوں گے پس کئی ثواب کی اُمید میں ہونگے اور کئی گرفتارِ عذاب ہونے کا انتظار کر رہے ہوں گے اور ایسے لوگ موت کی تمنّا کریں گے اور کہیں گے کہ کاش کہ ہم مٹی اور خاک ہوتے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ قیامت کے روز زمین کو کھینچ کر لمبا بنا دیا جائے گا اور تمام ذی رُوح مخلوق درند چرند پرند حیوانوں اور انسانوں کو زندہ کیا جائے گا پس حیوانات میں قصاص کا حکم ہوگا حتّٰی کہ بے سینگ بکری کو اگر سینگ والی نے مارا ہوگا تو اس کا بھی قصاص لیا جائے گا اور مروی ہے کہ اس قصاص کے بعد اُن سے کہا جائے گا کہ تم کو انسان کا خادم بنا کر پیدا کیا گیا ہے اور تم زندگی بھر ان کے تابع رہے ہو لہٰذا اب اپنی سابق حالت کی طرف پلٹ جاؤ۔ چنانچہ وہ سب موت کی نیند سوئیں گے اور حسبِ سابق مٹی ہو جائیں گے۔ جب کافر لوگ دیکھیں گے تو کہیں گے کہ کاش ہم دنیا میں خنزیر ہوتے پس اس جیسا کھاتے پیتے اور مر جاتے اور اب قیامت کے روز دوسرے حیوانات کی طرح مٹی ہو جاتے۔ تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ بروز محشر کافر کہے گا کاش میں ترابی یعنی حیدری ہوتا ایک روایت میں عبداللہ بن عباس سے سوال سے کیا گیا کہ رسولؐ اللہ نے حضرت علیؑ کو ابوتراب کیوں کہا؟ تو انہوں نے جواب دیا اس لئے کہ حضرت علیؑ صاحب العصر ہیں اور حجۃ اللہ ہیں انہی کی بدولت زمین کی بقا و سکون ہے آپ نے فرمایا قیامت کے روز کافر کہے گا کہ کاش میں تراب ہوتا یعنی شیعہ علی ہوتا۔

سُورۃ النّازعات

- یہ سورہ مکیہ ہے سورہ نبأ کے بعد نازل ہوا۔
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر اس کی آیات کی کل تعداد سینتالیس ۴۷ ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالنّٰزِعٰتِ غَرۡقًا ﴿۲﴾ وَّ النّٰشِطٰتِ نَشۡطًا ﴿۳﴾ وَّ السّٰبِحٰتِ سَبۡحًا ﴿۴﴾ فَالسّٰبِقٰتِ

قسم ہے سختی سے کھینچنے والوں کی اور خوش ہو کر جانے والوں کی اور تیزی سے جانے والوں کی پس سبقت کرنے

- تفسیر مجمع البیان میں ہے حضورؐ نے فرمایا جو شخص سورہ النازعات کی تلاوت کرے گا قیامت کے روز نہ اس کو روکا جائے گا اور
- نہ اس سے حساب لیا جائے گا مگر فریضہ نماز کی مقدار کے برابر یہاں تک کہ جنت میں داخل ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو اس کو پڑھے گا وہ سیراب مرے گا سیراب اٹھے گا اور سیراب جنت میں جائے گا۔
- خواص القرآن سے منقول ہے نبی کریمؐ نے فرمایا جو اس سورہ کو پڑھے گا وہ اللہ کے عذاب سے محفوظ رہے گا۔ اور اللہ قیامت کے روز اس کو ٹھنڈا جام عطا فرمائے گا اور دشمنوں کا سامنا کرتے وقت جو شخص اس سورہ کو پڑھ لے گا۔ تو وہ دشمن اس سے ٹل جائیں گے اور اس کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے پس یہ شخص ان سے بچ جائے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص دشمنوں کو سامنے دیکھ کر یہ سورہ پڑھے گا تو اس کو وہ دیکھ نہ سکیں گے اور اس سے اعراض کریں گے اور جب انسان ایسے دشمن کے پاس جا رہا ہو جس سے اس کو خطرہ لاحق ہو پس اس سورہ مجیدہ کو پڑھ لے بوقت دخول تو اس سے نجات پائے گا۔ اور اللہ کے اذن سے محفوظ رہے گا۔
- مصباح کفعمی سے فوائد القرآن میں منقول ہے کہ اگر چشمہ سے پانی نہ نکلے تو تین دن اس چشمہ پر یہ سورہ سات بار روزانہ پڑھی جائے پس پانی جاری ہو جائے گا اور گمشدہ دفینہ پہ یہ سورہ پڑھا جائے تو وہ باذن خدا معلوم ہو جائیگا۔

رکوع نمبر ۳

وَالنّٰزِعٰتِ۔ نزع کا معنی ہے کمان کے وتر کو کھینچا اور غرق اسم مصدر ہے اور اس کو اغراق کی جگہ استعمال کیا گیا ہے جس طرح کہا جاتا ہے اَغۡرَقَ فِی النَّزۡعِ یعنی اس نے پورے زور سے کھینچا اور اس جگہ اس کے معنی میں چند اقوال ہیں ① اس سے مراد وہ فرشتے ہیں جو کفار کے ارواح کو سختی سے کھینچتے ہیں یا مطلق روح قبض کرنے والے ملائکہ مراد ہیں۔ ② ستارے مراد ہیں جو طلوع و غروب کرتے ہیں گویا کہ ان کو کھینچ کر لایا جاتا ہے۔ ③ کمانیں مراد ہیں جن کو میدان جنگ میں کھینچا جاتا ہے اور ناشطات سے مراد پھر وہ تیر ہونگے جن کو رہا کیا جاتا ہے اور اس صورت میں ان مجاہدین کی قسم کھائی گئی ہے جو تیر و کمان سے جنگ کرتے ہیں۔

وَالنّٰشِطٰتِ۔ نشط کا معنی آزاد ہونا یا خوش ہونا اور کھینچ لینا بھی ہوتا ہے اور اس کے معنی میں چند اقوال ہیں ① کمانوں سے رہا ہونے والے تیر جس طرح گذر چکا ہے ② فرشتے جو ارواح کو کھینچتے ہیں ③ مومنین کے نفوس جو موت کے وقت آزادی کے لیے شوق

سَبْقًا ۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا ۝ يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ ۝ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ ۝

والوں کی پس امر کی تدبیر کرنیوالوں کی (تم ضرور اٹھائے جاؤ گے) جس دن زلزلہ ہوگا سخت اس کے پیچھے دوسرا ہوگا

ہوتے ہیں کیونکہ مروی ہے کہ ہر مومن کو موت کے وقت جنّت کا مکان دکھایا جاتا ہے اور حوران جنّت بھی اس کے سامنے لائی جاتی ہیں۔ پس وہ رُوح کے بدن سے نکلنے میں خوشی محسوس کرتا ہے ④ آنے جانے والے ستارے مراد ہیں ⑤ تفسیر برہان میں ہے حضرت رسالتمآبؐ نے معاذ سے فرمایا کہ لوگوں کو نہ پھاڑا کرو ورنہ تمہیں جہنم کے کتے پھاڑیں گے چنانچہ آپ نے وَالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا پڑھا اور فرمایا کہ ناشطات جہنم کے کتے ہیں جو جہنمیوں کا گوشت پھاڑیں گے اور نشط کا معنی پھاڑنا ہے

وَالسّٰبِحٰتِ۔ اس کے معنی میں اقوال ہیں۔ ① وہ فرشتے جو مومنوں کے ارواح قبض کر کے آزاد کر دیتے ہیں پس وہ اس تیزی سے چلتے ہیں جس طرح تیرنے والا تیرتا ہے ② اس سے مراد تیزی سے اترنے والے فرشتے ہیں ③ تیزی سے جانے والے ستارے مراد ہیں ④ غازیوں کے گھوڑے مراد ہیں جو تیز دوڑتے ہیں

فَالسّٰبِقٰتِ۔ اس میں بھی اقوال ہیں:۔ ملائکہ یا ستارے یا غازیوں کے گھوڑے مراد ہیں۔

فَالْمُدَبِّرٰتِ۔ اس کے معنی میں بھی اقوال ہیں ① وہ ملائکہ جو سال سے سال تک تدبیر امور کرتے ہیں ② چار فرشتے مراد ہیں جو تمام نظام عالم میں مختلف ڈیوٹیوں پر کام کرنے والے فرشتوں کے سربراہ ہیں مثلاً جبرئیل ہواؤں پر موکل ہے اور اس کے ماتحت کافی ملائکہ ہیں۔ میکائیل سبزیوں اور بارشوں پر موکل ہے اور اس کے ماتحت بہت سے فرشتے ہیں۔ عزرائیل (ملک الموت) قبض ارواح پر موکل ہے اور اس کے ماتحت کافی ملائکہ ہیں اسرافیل صاحب صُور ایک سال سے دوسرے سال تک کے امور لاتا ہے اور ارزاق خلائق پر اس کی ڈیوٹی ہے اور اس کے ماتحت بہت سے فرشتے کام کرتے ہیں۔ ③ اس سے افلاک مراد ہیں بہرکیف ان تمام کی اللہ نے قسم کھائی ہے اور جواب قسم محذوف ہے کہ مجھے قسم ہے ان چیزوں کی کہ تم ضرور اُٹھائے جاؤ گے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ کو حق پہنچتا ہے کہ اپنی مصنوعات میں سے اپنی عظمت کو ظاہر کرنے کے لئے جس چیز کی چاہے قسم کھا سکتا ہے لیکن انسانوں کے لئے سوائے اس کی ذات کے کسی کی قسم نہیں کھانی چاہیئے پس شرعی قسم وہی ہوا کرتی ہے جو اللہ کے نام سے کھائی جائے۔

يَوْمَ تَرْجُفُ۔ رجف کا معنی ہے کانپنا اور یہاں زلزلہ مراد ہے اور معنی یہ ہے کہ اے منکرین حجت تم ضرور محشور کئے جاؤ گے۔ جس دن زلزلہ ہوگا اور اس دن سے مراد صور اُولیٰ کا نفخ ہے جس کی تفصیل جلد ۱۲ صد ۱۲۴ پر گذر چکی ہے اور رادفہ سے مراد نفخ ثانی ہے جو دوبارہ زندہ کرنے کے لئے ہوگی اور اس پر موکل اسرافیل ہے پس لوگ زندہ ہوں گے اور خوف خدا سے جسموں پر کپکپی طاری ہوگی اور آنکھیں جھکی ہوں گی

صفحہ نمبر ۱۰۰ ابر۔ يَقُوْلُوْنَ۔ حافرہ۔ بعضوں نے اس کا معنی کیا ہے پہلی حالت کیونکہ عرب ابتداء امر کو حافرہ سے تعبیر کرتے ہیں اور معنی یہ ہے کہ کفار ازراہ تعجب و انکار کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم پہلی حالت پر پلٹائے جائیں گے جبکہ ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ ﴿۹﴾ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ ﴿۱۰﴾ يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ

دل اس دن دھڑکنے والے ہوں گے آنکھیں جھکنے والی ہوں گی کہتے ہیں کیا ہم پلٹائے جائیں گے پہلی

فِي الْحَافِرَةِ ﴿۱۱﴾ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ﴿۱۲﴾ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ﴿۱۳﴾

حالت کی طرف کیا جب ہم بوسیدہ ہڈیاں ہو جائیں گے کہتے ہیں پھر تو وہ نقصان دہ پلٹنا ہوگا

فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ﴿۱۴﴾ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ﴿۱۵﴾ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ مُوْسٰى ﴿۱۶﴾

سوائے اس کے نہیں وہ ایک ہی دھماکہ ہوگا پس وہ کھلی زمین پر ہوں گے کیا تمہارے پاس پہنچی موسیٰ کی بات ؟

جائیں گی اور بعضوں نے حافرہ سے مراد حیات ثانیہ لی ہے یعنی وہ کہتے ہیں کہ کیا ہم مرنے کے بعد حیات ثانیہ کی طرف پلٹائے جائیں گے ؟ اور بعضوں نے کہا ہے کہ حافرہ کا معنی ہے محفورہ جس طرح مَاءٍ دَافِقٍ سے مراد مدفوق ہوتا ہے تو گویا کافروں نے کہا کہ کیا ہم دوبارہ زندہ کئے جانے کے بعد پھر قبروں میں پلٹائے جائیں گے ؟

قَالُوْا - پھر کہتے ہیں اگر یہ بات درست ہے تو یقیناً دوبارہ محشور ہونا موجب خسارہ ہوگا کیونکہ دنیاوی تقسیم کے بعد عذاب کی طرف منتقل ہونا یقیناً خسارہ ہے اور خسارہ کی کرّہ کی طرف نسبت مجاز مرسل ہے جس طرح دوسرے مقام پر راضیہ کی نفس کی طرف نسبت موجود ہے ۔

فَاِنَّمَا هِيَ - ان کے قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتا ہے کہ دوبارہ زندہ کرنا میرے لئے کوئی مشکل نہیں ہے بس صرف ایک ہی دفعہ اسرافیل صور پھونکے گا اور قبروں میں سونے والے زندہ ہو کر اُٹھ کھڑے ہوں گے اور نفخ صور کی کیفیت ہم نے کتاب لمعۃ الانوار میں درج کی ہے نیز تفسیر کی جلد ۱۲ صہ ۱۳۴ پر بھی مفصل گذر چکی ہے ۔

فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ - اور تمام روئے زمین کو ساھرہ کہا جاتا ہے کیونکہ جنگل کو ساھرۃ اس لئے کہتے تھے کہ مسافر لوگ ڈر کے مارے نیند نہیں کرتے تھے بلکہ بیدار رہتے تھے اس کے بعد تعمیم کرکے ساری زمین کو ساھرہ کہا گیا اور اس جگہ مراد عرصۂ قیامت ہے یعنی جب حضرت اسرافیل دوبارہ صور پھونکے گا تو تمام مُردے زمین سے نکل کھڑے ہوں گے اور اس طرح دربار خداوندی میں پیش ہونگے کہ وہاں ہیبت و وحشت اور انجام کی فکر کی وجہ سے کسی کو نیند نہ آئے گی بلکہ انتظار اور خوف میں بیدار ہوں گے اور اسی مناسبت سے عرصۂ محشر کو ساھرہ کہا گیا ہے ؟

هَلْ اَتٰىكَ - کفار کو ادلّہ و براہین سے توحید کا درس دینے کے بعد خداوند کریم نے ایک سابق سرکش کا ذکر فرمایا اور اس کی ضد و ہٹ دھرمی کے بعد اس کی گرفت کا ذکر کیا تاکہ کفار و قریش کے لئے باعث نصیحت ہو جائے طریقہ تبلیغ میں یہ رویّہ اس قدر پیارا ہے کہ منصف طبائع اس کی جاذبیت پر عش عش کر اُٹھتی ہیں اور اس کو ٹھکرانا ناممکن ہو جاتا ہے اللہ نے موسیٰ کو فرعون کے پاس جانے کا حکم دیکر طریقہ تبلیغ بھی

إِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ﴿١٧﴾ اِذْهَبْ إِلٰى فِرْعَوْنَ إِنَّهٗ طَغٰى ﴿١٨﴾

جب اس کو اپنے رب نے وادئ مقدس طوٰی میں بلاکر فرمایا فرعون کی طرف جائیے کہ وہ سرکش ہے

فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلٰٓى أَنْ تَزَكّٰى ﴿١٩﴾ وَأَهْدِيَكَ إِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ﴿٢٠﴾ فَأَرٰىهُ

تو اس کو کہو کہ کیا تم کو پاک ہونے کی خواہش ہے اور میں تجھے اپنے رب کی طرف راستہ دکھاؤں تاکہ تو غلطیوں سے ڈر جائے

الْاٰيَةَ الْكُبْرٰى ﴿٢١﴾ فَكَذَّبَ وَعَصٰى ﴿٢٢﴾ ثُمَّ أَدْبَرَ يَسْعٰى ﴿٢٣﴾ فَحَشَرَ فَنَادٰى ﴿٢٤﴾

پس اس کو بڑا معجزہ دکھایا تو اس نے جھٹلایا اور نافرمان رہا پھر پیچھے ہٹا تاکہ جواب کی کوشش کرے پس قوم کو جمع کیا

فَقَالَ أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى ﴿٢٥﴾ فَأَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْأُولٰى ﴿٢٦﴾

اور آواز دی پس کہا میں خود تمہارا بلند خدا ہوں تو اس کو اللہ نے پکڑ لیا پہلی اور پچھلی سزا کے لئے

إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ﴿٢٧﴾ ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ خَلْقًا أَمِ السَّمَآءُ بَنٰهَا ﴿٢٨﴾

تحقیق اس میں عبرت ہے اس کے لئے جو ڈرے کیا تمہارا پیدا کرنا زیادہ مشکل ہے یا آسمانوں کا جن کو اس نے بنایا ہے

سمجھا دیا کہ اس کو پیارے اور قابلِ قبول انداز سے کہو کہ کیا تجھے پاک ہونے کی خواہش ہے؟ پھر اس کو معجزہ دکھایا تاکہ اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے حکم سنا رہا ہے لیکن اس بدبخت نے انکار کیا اور اپنی ربوبیت کا اعلان کر دیا ایک دفعہ اس نے اعلان کیا تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِيْ۔ کہ میں اپنے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں سمجھتا اور اب اعلیٰ پروردگار ہونے کا اعلان کر دیا۔ اور ان دونوں اعلانوں میں چالیس برس کا فاصلہ تھا پس دریائے نیل میں غرقابی دونو اعلانوں کی اکٹھی سزا ہوگئی اور یہ کفارِ مکہ کے لئے باعث عبرت ہے۔

رکوع نمبر ۴

ءَأَنْتُمْ أَشَدُّ - فرعون کی ضد اور ہٹ دھرمی کی بدولت اس کے گرفتار ہونے کا باعث عبرت و نصیحت قصہ ذکر کرنے کے بعد کفارِ مکّہ کو ادلّہ و براہین سے سمجھانے کی طرف عود فرمایا کہ دیکھو تم اپنی دوبارہ موت کے بعد زندگی پر تعجب کرتے ہو حالانکہ تمہارا پیدا کرنا آسمانوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل نہیں دیکھو اس نے آسمانوں کو کیسے بنایا اس کی چھت کی بلندی اور برابری کو اور پھر شب و روز کے متبادل انتظام کو دیکھو لیل اور ضحٰی کی اضافت ضمیر غائب کی طرف ہے جو آسمان کی طرف رجوع کرتی ہے گویا شب و روز کی آمد کو آسمانوں سے منسوب کیا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ سورج کا طلوع و غروب ہی دن و رات کو جنم دیتا ہے اور سورج کا تعلق آسمانوں سے ہے۔

رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ﴿۲۹﴾ وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ﴿۳۰﴾ وَالْاَرْضَ بَعْدَ

اُن کی چھتوں کی بلند کیا اور درست کیا اُن کی رات کو تاریک کیا اور صبح کو نکالا اور اس کے علاوہ زمین

ذٰلِكَ دَحٰىهَا ﴿۳۱﴾ اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ﴿۳۲﴾ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ﴿۳۳﴾

کو بچھایا اس سے اس کا پانی اور چراگاہیں نکالیں اور پہاڑوں کو نصب کیا

مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۴﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿۳۵﴾ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ

تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے نفع کے لئے پس جب آئے گی قیامت کبریٰ جس دن یاد کرے گا

الْاِنْسَانُ مَا سَعٰى ﴿۳۶﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِمَنْ يَّرٰى ﴿۳۷﴾ فَاَمَّا مَنْ طَغٰى ﴿۳۸﴾

انسان اس کو جو اُس نے عمل کیا ہوگا اور ظاہر کی جائے گی جحیم دیکھنے والوں کے لئے پس جو بھی سرکش ہوگا جس نے

وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ﴿۳۹﴾ فَاِنَّ الْجَحِيْمَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۰﴾ وَاَمَّا مَنْ خَافَ

زندگیٔ دنیا کے مقام کو ترجیح دی ہوگی تو جہنم اس کا ٹھکانا ہوگا اور لیکن جو اپنے رب کے

وَالْاَرْضَ ۔ آسمانوں کی تخلیق کے بعد زمین کی خلقت کا ذکر فرمایا اور آیت میں بعد کا لفظ ترتیب خلقت کے لئے نہیں بلکہ ترتیب بیان کے لئے ہے کہ پہلے آسمانوں کی تخلیق میں غور کرو اور اس کے بعد زمین کی پیدائش میں غور کرو کہ اس کو بچھایا اور اس سے پانی اور انگوریاں ظاہر کیں اور اس پر پہاڑ نصب کر کے یہ سب تمہارے اور تمہارے حیوانوں کی منفعت کے لئے اس نے کیا ہے اور ترتیب تخلیق اس لئے نہیں کہ دوسری جگہ صاف طور پر ارشاد فرمایا کہ زمین کی خلقت کے بعد آسمان کو پیدا کیا گیا ہے چنانچہ فرمایا:۔ ثُمَّ اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ الخ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زمین کی تخلیق آسمان کی تخلیق سے پہلے ہو لیکن دحوالارض بعد میں ہو اور اس آیت میں دحوالارض کو آسمان کی تخلیق کے بعد کہا گیا ہے لہذا کوئی منافات نہیں ہے ۔

اَلطَّآمَّةُ ۔ طَمَّ يَطِمُّ کا معنی بلند ہونا ہے اور اسی مناسبت سے مصیبت کو بھی طامّۃ کہتے ہیں کہ انسان کے حواس و حرکات پر چھا جاتی ہے اور قیامت کو بھی اسی مناسبت سے طامہ کہا گیا ہے کیونکہ ہر طامہ کے اُوپر طامہ ہوتی ہے لیکن قیامت ہر طامہ پر بلند ہے لہذا اس کو الطامۃ الکبریٰ کہا گیا ہے ۔

معرفتِ توحید

قرآن کا اسلوب بیان اس قدر پیارا اور دلکش ہے کہ اس کو دیکھ کر انسان کو قلبی سکون محسوس ہوتا ہے اور اس میں غور کرنے والے انسان کے لئے معرفت کی نئی نئی راہیں کھلتی جاتی ہیں اس سورہ مجیدہ کا

مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ﴿۴۰﴾ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ﴿۴۱﴾

سامنے پیشی سے ڈرا ہوگا اور نفس کو خواہشات سے روکا ہوگا تو تحقیق جنت اس کا ٹھکانا ہوگی

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ﴿۴۲﴾ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰىهَا ﴿۴۳﴾

تجھ سے سوال کرتے ہیں قیامت کے متعلق کہ کب اس کا وقوع ہوگا ؟ تمہارا اس کے علم سے کیا واسطہ ؟

اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰىهَا ﴿۴۴﴾ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰىهَا ﴿۴۵﴾ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ

اس کے علم کا منتہی اللہ تک ہے تو تو صرف ڈرانے والا ہے جو ڈرے جس دن دیکھیں گے

يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ﴿۴۶﴾ ع

تو ان کو معلوم ہوگا کہ دنیا میں نہیں ٹھہرے تھے مگر ایک رات یا دن

موضوع بیان اثبات قیامت ہے شروع میں قسمیہ بیان کے ذریعے وقوع قیامت کا اعلان فرمایا اور قسمیں اس لئے کھائیں کہ منکرین بعث کا انکار شدید تھا اور سخت انکار کا جواب زور دار بیان سے ہی ہوا کرتا ہے اور قسم کا لہجہ بیان کو نہایت زوردار بناتا ہے اثبات قیامت کے زور دار بیان کے بعد کفار کا اعتراض ذکر کیا کہ بوسیدہ ہو جانے کے بعد کیسے ہم زندہ ہونگے ؟ تو اللہ نے ان سوال کا جواب دیا کہ یہ کوئی مشکل بات نہیں صرف نفخ صور ہوگی دھماکہ ہوگا اور تم قبروں سے زندہ نکل کر محشور ہو جاؤ گے اس کے بعد بیان کو مزید پختہ کرنے اور کفار مکہ کے ضد و ہٹ دھرمی کو توڑنے کے لئے فرعون کے انکار اور اس کی ہٹ دھرمی کا ذکر کیا۔ تاکہ ان لوگوں کو عبرت حاصل ہو اور آخر میں مرنے کے بعد دوبارہ پیدا ہونے کے استحالہ کو عقلی دلیل سے رد فرمایا کہ تمہارا پہلی دفعہ یا دوسری دفعہ پیدا کرنا آسمان اور زمین کے پیدا کرنے سے یقیناً مشکل نہیں پس جو خدا اتنی بڑی پُر از حکمت و مصلحت محکم اور منظم تخلیق پر قادر ہے وہ یقیناً تمہیں دوبارہ پیدا کرنے پر بھی قادر ہے اور سب سے آخر میں جزا اور سزا کا ذکر فرمایا کیونکہ دلیل اور تذکرہ احسان کے بعد بہشت کا طمع یا گرفت کا ڈر نصیحت کے قبول کرنے کا آخری طریقہ ہے اور اس قسم کا جامع اور مختصر بیان صرف قرآن کریم کا حصہ ہے۔

خوف خدا

اَمَّا مَنْ خَافَ ۔ تفسیر برہان میں حضرت امام علی زین العابدین علیہ السلام سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص اپنی بیوی کے ہمراہ کہیں سفر کر رہا تھا کہ سمندر کے سفر میں ان کی کشتی ڈوب گئی اور وہ مرد مر گیا لیکن اس کی عورت ایک تختے پر سوار ہو کر زندگی بچانے میں کامیاب ہو گئی پس ایک جزیرہ میں پہنچی کہ وہاں ایک مرد کو دیکھا جو سخت ڈاکو اور ناخدا ترس انسان تھا جب اس کو تنہا عورت کا علم ہوا تو بدکاری کی ٹھان لی عورت نے ہر چند دفاع کیا لیکن آخر کار وہ غالب آگیا تو عورت نے ایک سرد آہ

کھینچی اس کا جسم کانپ گیا اس مرد کے سوال کرنے پر اُس نے جواب دیا کہ آسمان کے پروردگار سے ڈرتی ہوں تو اس مرد نے پوچھا کہ تو نے ایسی کوئی غلطی کی ہے جس کی بدولت اس قدر خوف کر رہی ہے تو وہ کہنے لگی کہ اس کی عزت کی قسم میں نے اس سے پہلے اس قسم کی غلطی کبھی نہیں کی پس اس مرد کے دل میں خوف خدا پیدا ہوا اور اپنے ارادہ فاسدہ سے تائب ہو گیا پس گھر کی طرف روانہ ہوا کہ ایک راہب سے ملاقات ہو گئی جو اپنے زمانہ کا بہت بڑا عابد و زاہد تھا پس اس راہب نے کہا کہ ہم دونو شریک سفر ہیں اور سورج سخت گرم ہے خدا سے دعا کریں کہ ہمارے سروں پر سایہ کے لئے بادل کو بھیج دے اس مرد جوان نے کہا کہ میں تو بڑا گنہگار انسان ہوں لہذا اللہ سے کچھ مانگنے کی جرأت نہیں کر سکتا تو راہب نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہو چنانچہ عابد نے دعا کی اور اس نوجوان نے آمین کہی پس خداوند کریم نے ان کے سروں پر ایک بادل کا سایہ بھیج دیا اور وہ کافی دُور تک سفر میں شریک رہے جب دوراہے پر پہنچے اور ہر ایک نے الگ الگ راستہ لیا تو بادل نے راہب کو چھوڑ کر اس نوجوان کے سر پر سایہ ڈالا اور اسی طرف روانہ ہوا جس طرف وہ نوجوان جا رہا تھا پس راہب کہنے لگا کہ اے جوان تو بہت نیک ہے کیونکہ ہماری دعا بھی تیری وجہ سے مستجاب ہوئی اور بادل بھی تیری خاطر آیا ہے بتاؤ تم نے کونسی نیکی کی ہے تو اس نے اپنی توبہ کی سرگزشت سنائی پس راہب نے کہا کہ تیری سابق غلطی معاف ہو چکی ہے لہذا آئندہ سنبھل کر رہنا۔

سُورہ عَبَس

- یہ سورہ مکیہ ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر (۴۲) ہے
- حضرت رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو تلاوت کرے گا تو قبر سے ہنستا ہوا نکلے گا۔ اور جو شخص اس کو ہرن کی جھلی پہ لکھ کر لٹکائے تو جس طرف کا رُخ کرے گا خیر و خوبی پائے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اگر مسافر اس کو دورانِ سفر میں پڑھے تو اس سفر میں کامیابی سے ہمکنار ہو گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص سورہ عبس اور سورہ تکویر کی تلاوت کرے گا وہ جنت میں اس کے سایہ میں ہو گا۔ اور اس کی کرامت کے مقام پہ ہو گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ② اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ③ وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ④

اُس نے ترشروئی کی اور منہ پھیرا کیونکہ اس کے پاس نابینا آیا اور تمہیں کیا معلوم شاید یہ نابینا پاکیزگی چاہتا ہو

رکوع نمبر ۵

عَبَسَ وَتَوَلّٰی ۔ عام مفسرین نے عَبَسَ اور تَوَلّٰی کا فاعل حضرت رسالتمآبؐ کو قرار دیا ہے اور اس کا شان نزول یہ بیان کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریمؐ قریشی سرداروں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے اور وہ پانچ آدمی تھے ۔ عتبہ بن ربیعہ ، ابوجہل ، عباس ابن عبدالمطلب ، اُبیّ اور امیہ بن خلف ان لوگوں کے ساتھ آپ محو گفتگو تھے کہ آپ کا نابینا صحابی عبداللہ بن ام مکتوم آن پہنچا اور اُس نے آواز دی اور اجازت چاہی کہ کچھ مسائل دریافت کرے تو چونکہ آپ کو قریشی سرداروں کی دلجوئی مطلوب تھی کہ شاید ان میں سے کوئی اسلام کے حلقہ بگوش ہو جائے پس آپ نے نابینا صحابی کی درخواست کو نظر انداز کر کے قریشیوں سے گفتگو کو جاری رکھا اور دل میں خیال فرمایا کہ قریشی یہ نہ کہیں کہ غلام طبقہ اور اندھے لوگ ہی حضورؐ کے کلمہ گو ہیں پس یہ آیتیں نازل ہوئیں جس میں آپ کو سرزنش کی گئی ۔

علامہ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ فرماتے ہیں اس روایت میں حضورؐ رسالتمآبؐ کی تنقیص شان ہے اور قرآن کے صریح فرمان کی خلاف ورزی بھی ہے کیونکہ اس میں تُرشروئی کا ذکر ہے حالانکہ حضورؐ تو کفار سے بھی ترشروئی سے پیش نہ آتے تھے چہ جائیکہ صحابہ سے ترشروئی کریں اس روایت میں حضورؐ کی مالدار لوگوں کی طرف رغبت کا ذکر ہے حالانکہ آپ اخلاق کریمانہ کے مالک تھے اور غرباء طبقہ سے بے توجہی آپ کا شیوہ نہ تھا اور اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ کی آیت اس مضمون کی نفی کرنے کے لئے کافی ہے ۔ نیز ضمیر غائب کا مرجع حضورؐ کو قرار دینے پر کوئی خاص قرینہ بھی نہیں ہے ۔ لہذا روایت مذکورہ قابل قبول نہیں ہے پس صحیح روایت وہ ہے جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک شخص جس کا تعلق بنی امیہ سے تھا خدمت نبوی میں موجود تھا کہ عبداللہ بن امّ مکتوم آن پہنچا تو وہ اموی شخص اس نابینا صحابی کو دیکھ کر کڑھنے لگا اور اس نے اپنے کپڑے سمیٹ لئے تاکہ اس نابینا سے مس نہ ہوں پس خداوند کریم نے اس اموی کا ذکر کیا اور نابینا صحابی کی مدح سرائی کی اور تفسیر برہان میں ہے اموی سے مراد عثمان بن عفان ہے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ عبداللہ بن امّ مکتوم جب بھی خدمت نبوی میں آتا تھا آپ اس کی کافی دلجوئی و دلداری کرتے تھے

وَمَا یُدۡرِیۡکَ ۔ یہ خطاب حضورؐ کی طرف متوجہ ہے اگر دنیا دار طبقہ غرباء سے نفرت کریں اور ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھیں تو آپ اس کی پرواہ نہ کریں ظاہراً کسی کو کیا معلوم کہ وہی نابینا پاک باطن ہو یا نصیحت کو سُن کر قبول کرے اور فائدہ اٹھائے ۔ یُدۡرِیۡکَ میں خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن مراد امّت کا ہر فرد ہو سکتا ہے ۔

اَوْ يَذَّكَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّكْرٰى ۝۵ اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۝۶ فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰى ۝۷

یہ نصیحت حاصل کرے پس اس کو نصیحت فائدہ دے ۔ بہر حال جو دولتمند ہو ۔ تو آپ اس کی طرف متوجہ ہوجاتے ہیں

وَمَا عَلَيْكَ اَلَّا يَزَّكّٰى ۝۸ وَاَمَّا مَنْ جَآءَكَ يَسْعٰى ۝۹ وَهُوَ يَخْشٰى ۝۱۰ فَاَنْتَ

حالانکہ تجھ پر کوئی حرج نہیں اگر وہ پاکیزگی کو قبول نہ کرے لیکن جو تیرے پاس کوشش کرکے آئے ۔ اور اس کے دل میں ڈر بھی ہو ۔ پس آپ اس سے

عَنْهُ تَلَهّٰى ۝۱۱ كَلَّآ اِنَّهَا تَذْكِرَةٌ ۝۱۲ فَمَنْ شَآءَ ذَكَرَهٗ ۝۱۳ فِىْ صُحُفٍ

لاپرواہی برتیں (یہ مناسب نہیں) آگاہ ہو یہ نصیحت ہے ۔ پس جو چاہے اس کو یاد کرے (قرآن) ۔ مکرم ۔ صحیفوں میں

مُّكَرَّمَةٍ ۝۱۴ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ ۝۱۵ بِاَيْدِىْ سَفَرَةٍ ۝۱۶ كِرَامٍ بَرَرَةٍ ۝۱۷

ہے ۔ جو بلند مرتبہ اور پاک ہیں ۔ ایسے سفیروں کے ہاتھوں میں ہے ۔ جو باعزت و نیک ہیں

قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَكْفَرَهٗ ۝۱۸ مِنْ اَىِّ شَىْءٍ خَلَقَهٗ ۝۱۹ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ

لعنت ہو انسان پہ (جو کافر ہے) کس چیز نے اس کو کافر بنایا؟ اللہ نے اس کو کس چیز سے پیدا کیا؟ ۔ نطفہ سے اس کو پیدا کیا پس اس کی

اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰى ۔ یعنی ایسا نہ ہونا چاہیئے کہ اگر کوئی دولتمند آپ کی بارگاہ میں آجائے تو آپ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوجائیں اور اسی اثناء میں اگر کوئی غریب آجائے تو اس کو نظر انداز کردیں کیونکہ کسی کافر کا دین کو قبول نہ کرنا تیرے لئے نقصان دہ نہیں لیکن مومن کا ناراض ہونا اور اس کا استفادہ سے محروم ہونا نقصان دہ ہے اس سے معلوم ہوا کہ کسی مشرک و کافر کو ایمان کی طرف دعوت دینے سے مومن کو ایمان پر ثابت قدم رکھنے کی تلقین کرنا بہتر ہے۔

كَلَّآ اِنَّهَا ۔ قرآن مجید کی تعریف ہے اور ضمیر غائب کا مرجع آیات الٰہیہ ہیں۔

صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ ۔ یعنی قرآن مجید اللہ کی متبرک و معظم کتابوں میں محفوظ ہے اور اس سے مراد لوح محفوظ ہے یا سابقہ کتب ہیں۔

مَرْفُوْعَةٍ ۔ یا تو اس سے مراد شان کی بلندی ہے یا مکانی بلندی مراد ہے کہ آسمان ہفتم پر ہیں۔

مُطَهَّرَةٍ ۔ یعنی نجاست سے پاک ہیں یا شک و شبہ سے بلند و بالا ہیں۔

سَفَرَةٍ ۔ سفیر کی جمع ہے اور اس سے مراد ملائکہ ہیں یا مطلق حاملین قرآن ہیں جو قرآن پر عمل بھی کرتے ہیں۔

قُتِلَ الْاِنْسَانُ ۔ یہ تنبیہ اور سرزنش ہے اور مَآ اَكْفَرَهٗ فعل تعجب کا صیغہ ہے مقصد یہ ہے کہ انسان صاحب عقل و دانش ہونے کے بعد کیوں فکر نہیں کرتا اور اس پر حیف اور تف ہے کہ اپنے خالق کو بھی نہیں سمجھ سکتا اور اگر جی میں غور و فکر کرتا تو کوئی چیز

فَقَدَّرَهٗ ﴿۲۰﴾ ثُمَّ السَّبِيْلَ يَسَّرَهٗ ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ﴿۲۲﴾ ثُمَّ اِذَا شَآءَ

مقدار معین کی پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا پھر اس کو موت دی پس قبر دی پھر جب چاہے گا تو اس کو

اَنْشَرَهٗ ﴿۲۳﴾ كَلَّا لَمَّا يَقْضِ مَآ اَمَرَهٗ ﴿۲۴﴾ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖ ﴿۲۵﴾

محشور کرے گا آگاہ ہو جو کچھ اس کو اللہ نے حکم دیا وہ پورا نہ کر سکا پس انسان کو چاہیئے کہ اپنے کھانے کی طرف غور کرے

اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ﴿۲۶﴾ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ﴿۲۷﴾ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ﴿۲۸﴾

کہ ہم نے (اُوپر سے) پانی موسلا دھار برسایا پھر زمین کا پیٹ چیرا اور اس سے غلہ کو اُگایا

اسکو معرفت توحید سے نہ روک سکتی کیونکہ ایسی کوئی بات ہی نہیں جو اس کو کفر کی دعوت دے رب سے پہلے تو اس کو سوچنا چاہیئے کہ مجھے کس چیز سے بنایا گیا ہے تو ظاہر ہے کہ اس کو نطفہ سے پیدا کیا گیا ہے ایسا نطفہ جس میں زندگی نہ تھی نہ حس و حرکت نہ شعور واحساس پس ایک مدت مقررہ کے اندر اندر اس کے اعضاء کا بن جانا گوشت پوست کا پیدا ہو جانا ہڈیوں اور پسلیوں کا جگہ بہ جگہ موجود ہو جانا اور پھر سارے جسم میں خون کی نالیوں کا جال بچھ جانا اور اندرونی بیرونی تمام اعضاء کی مقررہ ساخت اور پُر از حکمت اُن کا اپنی اپنی جگہ پر مصروفِ کار ہونا یہ سب چیزیں وجود خالق اور اس کی یکتائی کی ناقابل تردید دلیلیں ہیں اگر کوئی رگ مقررہ موجودہ مقدار سے بڑھ جائے تو بیماری اور اگر گھٹ جائے تو بیماری اور مصیبت اور ظاہر ہے کہ پانی کے نطفہ میں کوئی رُوح اور حس نہ تھی لیکن شکم مادر میں ایک مقرر میعاد کے بعد وہ کہاں سے آئی اور کیونکر آئی؟ تو ماننا پڑتا ہے کہ اس کارخانہ کا نظام چلانے والا وہ اللہ ہی ہے۔ جو ان تمام اسباب ومسببات کے حقائق کو جانتا ہے اور حسب مصلحت تخلیق کا فریضہ انجام دیتا ہے پس شکم مادر میں اس نے اس کی مقدار مقرر کر دی کہ کیسا ہو گا کتنا ہو گا؟ زندگی کتنی پائے گا وغیرہ اور وہ محسن حقیقی اس لائق ہے کہ اس کا شکر ادا کیا جائے پس ایک وقت تک شکم مادر میں رہنے کے بعد اس کی پیدائش کا راستہ آسان کرنے والا بھی وہی خدا ہے پھر زندگی کے بعد موت اور اس کے بعد قبر میں رکھنے والا پھر بروزِ قیامت دوبارہ اس کو زندہ کر کے محشور کرنے والا خدا ہی ہے پس اللہ نے انسان کو جو شکر ادا کرنے کا حکم دیا ہے اگر بندہ شکر کرے تو ہزار کوشش کے باوجود بھی اس کا حق ادا نہیں کر سکتا۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ ۔ اپنی تخلیق میں غور کرنے کے بعد انسان کو اپنے خورد و نوش کی طرف متوجہ فرمایا کہ جن چیزوں سے تم اپنا پیٹ بھرتے ہو ذرا سوچو تو سہی کہ ایک طرف تو ہم نے زمین کو اس قابل بنایا کہ وہ نباتات کی خدمت کر سکے اور دوسری طرف آسمانوں سے پانی برسایا تاکہ نباتات کی نشوونما میں زمین کی طاقتوں کو اجاگر کرے پس کائنات کی تمام طاقتیں انسان کے خورد و نوش کے انتظام میں مصروف ہیں سورج کی تمازت چاند کی چاندنی ستاروں کی چمک ہوا کی تیزی و سستی یا سردی و گرمی پھر موسموں کی تبدیلی وغیرہ ان تمام چیزوں کو غلہ جات میوہ جات اور سبزیوں ترکاریوں اور باغات وغیرہ کی تربیت وحفاظت میں ایک عظیم دخل ہے بلکہ کائنات کی مشینری

وَّعِنَبًا وَّقَضْبًا ﴿۲۹﴾ وَّزَيْتُوْنًا وَّنَخْلًا ﴿۳۰﴾ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ﴿۳۱﴾ وَّفَاكِهَةً وَّاَبًّا ﴿۳۲﴾

اور انگور و گھاس (اُگائے) اور زیتون و کھجور (کو پیدا کیا) اور گھنے باغات (پیدا کئے) اور میوہ جات وچراگاہیں (پیدا کیں)

مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ﴿۳۳﴾ فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۴﴾ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ

تمہارے اور تمہارے حیوانوں کے فائدہ کے لئے جب آئے گی قیامت جس دن بھاگے گا ہر انسان اپنے

اَخِيْهِ ﴿۳۵﴾ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿۳۶﴾ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿۳۷﴾ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ

بھائی سے اور ماں سے اور باپ سے اور بیوی اور بچوں سے ہر شخص کے لئے اس دن ایسی حالت

يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿۳۸﴾ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿۳۹﴾ ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿۴۰﴾

ہوگی کہ وہ اس میں مشغول ہوگا بعض چہرے اس دن روشن ہنستے ہوئے اور خوش ہوں گے

کا ہر پُرزہ اپنے اپنے کام میں مصروف ہے اور انسان اس خاموش کارخانہ قدرت سے حسب منشاء اپنی خوراک مہیا کرتا ہے پس غور کیا جائے تو انسان کو ایک روٹی کا لقمہ تب ہی مہیا ہوتا ہے جب زمین و آسمان کی قدرتی طاقتیں اپنے فرائض کو پوری طرح ادا کریں۔ ان آیات میں اللہ نے اپنے کارخانہ قدرت کی سیر کی دعوت دی ہے اور اس کے باوجود بھی تم اس کی نعمات کا شکر ادا نہ کرو تو تم پر تف ہے وَفَاكِهَةً وَّاَبًّا۔ علامہ جلال الدین سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ کسی شخص نے حضرت ابوبکر سے اس آیت مجیدہ کی تفسیر کا سوال کردیا تو آپ فرمانے لگے مجھے کونسا آسمان سایہ دے گا اور کونسی زمین اپنی پُشت پر اُٹھائے گی اگر اللہ کے کلام میں اپنی جانب سے کوئی بات کہہ دوں جس کو میں نہ جانتا ہوں فَاكِهَةً کا معنی تو معلوم تھا سائل صرف اَبًّا کا معنی پوچھنا چاہتا تھا شیخ مفید سے ارشاد میں منقول ہے کہ یہ بات حضرت امیرالمومنین علیہ السلام تک پہنچی تو آپ نے فرمایا سبحان اللہ! اسے یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اَبّ کا معنی گھاس ہوتا ہے جبکہ قرآن میں فاکھہ و اب کے بعد مذکور ہے کہ تمہارے اور تمہارے حیوانوں کے لئے ہے اور ظاہر ہے کہ میوہ انسان کے لئے ہے تو جو چیز حیوانوں کے لئے اللہ نے پیدا کی وہ گھاس ہی ہے اور ہم نے مقدمہ تفسیر میں اس پر مزید بحث کی ہے۔

اَلصَّاخَّةُ: صَخَّ يَصِخُّ صَكَّ يَصِكُّ کے معنی میں ہے یعنی سخت آواز پیدا کرنے والی اور اس سے مراد قیامت ہے۔

يَوْمَ يَفِرُّ۔ قیامت کی سختی اور ہیبت کا بیان ہے کہ ہر انسان اسقدر حیران و پریشان ہوگا اور ہول محشر سے اسقدر خوفزدہ ہوگا کہ کسی قریبی کو قریبی کا خیال تک نہ رہے گا اور نفسی نفسی کا عالم ہوگا ایک دفعہ حضرت پیغمبر نے ہول محشر کا تذکرہ فرمایا اور ذکر کیا کہ بروز محشر لوگ برہنہ محشور ہوں گے اور پسینہ ان کے منہ تک پہنچا ہوا ہوگا آپ کے ایک حرم محترم نے عرض کی کہ حضور! پھر لوگ

وَوُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤١﴾ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤٢﴾ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ

اور بعض چہرے اس دن غمگین ہونگے کہ ان پر مایوسی کی سیاہی چھائی ہوگی وہ کافر بدکار

الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾ ع ۵

ہوں گے

ایک دوسرے کو ننگا دیکھیں گے تو آپ نے فرمایا کسی کو کسی کی طرف دیکھنے کی فرصت کہاں ہوگی ہر آدمی اپنے غرق میں غرق ہوگا۔ اور ہر شخص کو اپنی فکر لگی ہوگی چنانچہ آپ نے یہی آیات پڑھیں۔

وُجُوهٌ۔ پس مومنوں کے چہرے ہشاش بشاش ہونگے اور وہ خوش خوش جنت کی طرف جائیں گے اور کافروں مشرکوں اور منافقوں کے چہروں پر مایوسی چھائی ہوئی ہوگی۔ غبرہ کا معنی بھی تاریکی اور سیاہی ہے اور قترہ دھوئیں کی سیاہی کو کہا جاتا ہے یعنی ان کے چہرے کالے ہوں گے۔

سُورَۂ تکویر

- یہ سورہ مکیہ ہے۔
- اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر تئیس (۲۳) بنتی ہے۔
- حضرت رسالتمآبؐ سے منقول ہے کہ جو سورہ تکویر کو پڑھے گا اللہ اس کو اس دن رسوا نہ کرے گا جس دن صحیفے کھلیں گے۔
- آپ نے فرمایا کہ جو شخص چاہے کہ خدا اس پر بروز محشر نظر رحمت کرے تو اس کو سورہ تکویر کی تلاوت کرنی چاہیئے۔
- حضورؐ سے سوال کیا گیا کہ آپ کے بال بہت جلد سفید ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ مجھے سورۂ ہود، سورۂ واقعہ، سورۂ مرسلات، سورۂ عم یتساءلون، سورۂ تکویر نے بوڑھا کر دیا ہے اور بعض روایات میں ہے کہ حضورؐ رسالتمآب کے بالوں میں تاآخر سفیدی نہیں آئی تھی چنانچہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے جب آپ کو غسل دیا تو آپ کی ریش اقدس کے چند بال سفید تھے پس اس صورت میں سابقہ روایت کا معنی یہ ہوگا کہ اگر کسی آدمی کے خوف خدا سے بال سفید ہو جاتے تو مذکورہ سورتوں کے پڑھنے سے بالوں کو سفید ہو جانا چاہیئے۔
- خواص القرآن سے منقول ہے اگر کسی کی آنکھ میں درد ہو تو یہ سورہ اس پر پڑھ کر دم کیا جائے باذن اللہ تندرست ہوگا۔
- دوسری روایت میں ہے آنکھ کے درد والا اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو درد ختم ہو جائے گا۔ باذن اللہ
- فوائد القرآن میں مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ اس سورہ کی تلاوت کرنے سے آنکھوں کی بینائی کو طاقت پہنچتی ہے اور اس کی تلاوت آشوب چشم اور جالے کو دور کرتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِذَا الشَّمۡسُ کُوِّرَتۡ ۝۲ وَ اِذَا النُّجُوۡمُ انۡکَدَرَتۡ ۝۳ وَ اِذَا الۡجِبَالُ

جب سورج کی روشنی کو لپیٹ لیا جائے گا اور جب ستارے اپنی جگہ چھوڑ دیں گے اور جب پہاڑ ہٹائے

سُیِّرَتۡ ۝۴ وَ اِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ ۝۵ وَ اِذَا الۡوُحُوۡشُ حُشِرَتۡ ۝۶ وَ اِذَا

جائیں گے اور جب دس ماہ کی حاملہ اونٹنیاں معطل کر دی جائیں گی اور جب جانوروں کو جمع کیا جائے گا اور جب

الۡبِحَارُ سُجِّرَتۡ ۝۷ وَ اِذَا النُّفُوۡسُ زُوِّجَتۡ ۝۸ وَ اِذَا الۡمَوۡءٗدَۃُ سُئِلَتۡ ۝۹

سمندروں کو آگ سے بھر دیا جائے گا اور جب نفوس کو جوڑا جوڑا کر دیا جائے گا اور جب زندہ در گور کے متعلق پوچھا جائے گا

رکوع نمبر ۶

کُوِّرَتۡ ۔ تکویر کا معنی گول کر کے لپیٹنا اور اسی بناء پر عمامہ کے پیچ کو کور کہا جاتا ہے مقصد یہ ہے سورج کی پھیلی ہوئی روشنی کو لپیٹ لیا جائے گا یعنی اس کی اطراف واکناف میں پھیلی ہوئی روشنی ختم ہو جائے گی اور وہ تاریک ہو جائے گا۔

انۡکَدَرَتۡ ۔ انکدار کا معنی انقلاب ہوتا ہے اور مقصد یہ ہے کہ ستارے ٹوٹ پڑیں گے۔

الۡعِشَارُ ۔ جمع ہے عشراء کی اور دس ماہ کی حاملہ ناقہ کو وضع حمل کے بعد عشراء کہتے ہیں اور عرب لوگوں کا مالدار طبقہ ایسی اونٹنیوں کو قیمتی مال تصور کرتا تھا اور ان سے ان کو بڑی محبت تھی اور یہاں مقصد یہ ہے کہ اس دن پیاری سے پیاری چیزوں کا خیال دل سے نکل جائے گا اور ایسی ناقاؤں کو پوچھنے والا کوئی بھی نہ ہوگا۔

الۡوُحُوۡشُ ۔ یعنی ایک دوسرے سے بدلہ لینے کے لئے ان کو جمع کیا جائے گا اور بدلہ کے بعد ان کو ختم کر دیا جائے گا۔

سُجِّرَتۡ ۔ تسجیر کا معنی پُر کرنا ہوتا ہے اور اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) میٹھا اور کڑوا ملا کر ایک کر دیا جائے گا (۲) پیپ سے بھر دیا جائے گا (۳) اس کو آگ لگا دی جائے گی پس آگ سے پُر کر دیا جائے گا (۴) خشک کر دیا جائے گا۔

زُوِّجَتۡ ۔ اس کے معنی میں بھی اقوال ہیں۔ (۱) نیک لوگ جنّت میں ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا جوڑا ہوں گے اور جہنمی دوزخ میں ایک دوسرے کے ہمراہ ہوں گے (۲) نیکوں کو حوروں کے ساتھ جوڑا جوڑا کر دیا جائے گا۔ (۳) ہر انسان کو اپنے مشاکل کے ساتھ جوڑا کر دیا جائے گا۔

الۡمَوۡءٗدَۃُ ۔ وَاَدَ یَئِدُ سے ہے جس کا معنی ہے زندہ درگور کرنا اور عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے

تھے تاکہ ان کے اخراجات کا بوجھ نہ پڑے اور جوان ہونے کے بعد کسی کو داماد نہ بنانا پڑے اور یہ رسم پورے عرب قبائل میں روئی کی آگ کی طرح پھیل گئی تھی اور قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا تذکرہ موجود ہے کہ جب عربوں کو لڑکے کی پیدائش کی اطلاع ملتی تو خوش ہو جاتے تھے اور جب لڑکی کی ولادت سنتے تو ان کے چہرے سیاہ ہو جاتے تھے ایک دفعہ ایک عرب حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اُس نے عرض کی کہ زمانِ جاہلیت میں میں نے اپنی آٹھ لڑکیاں زندہ درگور کی تھیں اس کا کیا کفارہ ہے تو آپؐ نے فرمایا ہر لڑکی کی طرف سے ایک ایک غلام راہِ خدا میں آزاد کر دے تو اُس نے عرض کی میرے پاس اونٹ کافی ہیں تو آپ نے فرمایا ہر لڑکی کے بدلہ میں ایک اونٹ راہ خدا میں دے دے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب عورت کو دردِ زہ لاحق ہوتا تھا تو وہ گڑھا کھود کر اوپر بیٹھ جاتی تھیں پس جب بچی پیدا ہوتی تھی تو اس گڑھے میں ڈال کر اُوپر مٹی ڈال دیا کرتی تھیں اور اگر بچہ پیدا ہوتا تو اس کو محفوظ کر لیتی تھی

اسلام کا صنف نازک پر احسان عظیم ہے کہ اس کی تعلیمات کی بدولت ان کا یہ عذاب ختم ہوا ہندو قوم میں رسم ستی کا رواج تھا کہ شوہر کے مرنے کے بعد عورت کو بھی مرد کی میت کے ساتھ آگ میں جھونک دیا جاتا تھا اسلام نے عورت کو مرد کے برابر جینے کا حق دیا ہے البتہ اس کی وضع و ساخت کے موافق اس کے شایانِ شان اس کے فرائض و حقوق الگ مقرر فرمائے ہیں۔

حضرت نبی کریمؐ سے عزل متعلق دریافت کیا گیا یعنی مجامعت کے بعد اگر مرد اپنی منی کو عورت کے رحم سے باہر ضائع کرنا چاہے تو اس کا کیا حکم ہے ؟ آپ نے فرمایا یہ وادِ خفی ہے یعنی لڑکی کے پیدا ہونے کے بعد اس کو دفن کرنا۔ وادِ جلی تھا اور یہ وادِ خفی ہے گویا یہ بھی زندہ درگور کرنے کا ادنیٰ فرد ہے اور اسی بناء پر بعض علماء نے اس کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے اور دوسرے علماء اس نہی کو کراہت پر محمول کرتے ہیں اور دونوں کی رضامندی سے عزل کو جائز قرار دیتے ہیں لیکن بچے کو پیٹ میں ضائع کرنا تمام علماء اسلام کے نزدیک متفقہ طور پر حرام ہے۔

قیامت کے دن زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں کو طاقت گویائی دی جائے گی پس وہ میدان محشر میں اپنی مظلومیت کو پیش کریں گی اور طالبِ انصاف ہوں گی کہ ہمیں کس جرم میں قتل کیا گیا تھا اور حدیث نبوی میں ہے کہ دنیا میں جو بھی ظلم و جور سے بے گناہ قتل کئے گئے وہ بروز محشر اٹھیں گے تو ان کی رگوں سے خون جاری ہوگا اور اگرچہ رنگ خون کا ہوگا لیکن اس سے کستوری کی خوشبو برآمد ہوگی اور ہر مقتول اپنے قاتل کو پکڑے ہوئے محشور ہوگا اور فریاد کرے گا اے پروردگار اس سے دریافت کیا جائے کہ کس جرم میں اس نے مجھے زندگی سے محروم کیا تھا اور اسی بناء پر یہ روایت ذاکرین میں عام ہے کہ حضرت سید الشہداء اپنے بہتر ساتھیوں کے ہمراہ میدانِ محشر میں وارد ہوں گے تو ان کی رگہائے گردن سے خون جاری ہوگا اور ہر مقتول نے اپنے قاتل کا ہاتھ پکڑا ہوگا اور مقدمہ عدالتِ عالیہ پروردگار میں پیش ہوگا۔

ہمارے ہاں جو مذموم رسم موجود ہے کہ لڑکی کو جوان ہونے کے بعد شادی سے محروم رکھا جاتا ہے بعض خاندانوں میں تو اس لئے کہ ہمیں مقابل کا جوڑ نہیں ملتا اور بعض اس لئے کہ لڑکی صاحب جائیداد ہوتی ہے اور جائیداد کا جانا گوارا نہیں ہوتا اور بعض لڑکیوں کی ہائی تعلیم شادی سے رکاوٹ کا باعث بن جاتی ہے اور بعض ایسے گھرانے بھی ہیں کہ شوہر کے مرجانے کے بعد نوعمر عورتوں کو دوسری شادی

بٍ قُتِلَتْ ۝۱۰ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ۝۱۱ وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ ۝۱۲

کہ وہ کس گناہ پر قتل کی گئی — اور صحیفہ ہائے اعمال کھولے جائیں گے — اور جب آسمان (کا نیلگوں چمڑا) اتار لیا جائے گا

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ۝۱۳ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ ۝۱۴ عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّآ

اور جب دوزخ کو بھڑکایا جائے گا — اور جب جنّت کو سنوارا جائے گا — تو جان لے گا ہر انسان جو حاضر عمل اس

اَحْضَرَتْ ۝۱۵ فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۝۱۶ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۝۱۷ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۝۱۸

کے پاس ہوگا — پس قسم ہے (دن بھر) پوشیدہ رہنے والے — چلنے والے غروب کرنیوالے — ستاروں کی اور رات کی

سے محروم کر دیتے ہیں کیونکہ دوسری شادی اپنے لئے باعث توہین سمجھتے ہیں بہرکیف اگر شرعی خاص عذر کوئی نہ ہو تو یہ صورتیں زندہ درگور کرنے کی مثل ہیں اور میدان محشر میں ایسی مظلوم لڑکیاں بھی دربار خداوندی میں اپنا مقدمہ ضرور پیش کریں گی پس ان کے والدین یا اولاد کو جوابدہی کے لئے تیار ہونا چاہیئے

بعض روایات میں مَوْءُدَۃ کی بجائے مُوَدَّۃ پڑھا گیا ہے یعنی بروز محشر آل محمد کی محبت و مودّت کا سوال ہوگا اور جو لوگ آل محمد کی مودّت کے سلسلہ میں قتل کئے گئے ان کے متعلق دریافت کیا جائے گا کہ کیوں قتل ہوئے؟

تفسیر برہان میں جابر جعفی سے مروی ہے کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا جو شخص ہماری مودّت میں قتل کیا گیا وہ بروز محشر اپنے قاتل کو پکڑ کر پوچھے گا کہ مجھے کس جرم میں قتل کیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ یہ آیت مجیدہ حضرت امام حسین علیہ السّلام کے حق میں ہے۔

بہرکیف چونکہ قرآن کا ظاہر بھی ہے اور باطن بھی اور دونو پر ایمان رکھنا ضروری ہے لہٰذا ہر مقتول جو بے گناہ قتل کیا گیا ہو اس کا مصداق باطنی و تاویلی بن سکتا ہے اور تا قیامت قرآن کی تاویل جاری ہے۔

عَلِمَتْ۔ یہ جواب شرط ہے اس سے پہلے قیامت کے علائم کو بیان کیا گیا ہے جب یہ تمام علامتیں ظاہر ہونگی اور قیامت قائم ہوگی تو ہر انسان کو پتہ چلے گا کہ میں اپنے ہمراہ کیا کچھ لایا ہوں پس نیک لوگوں کو بھی افسوس ہوگا کہ کاش نیکی زیادہ کی ہوتی اور بروں کو افسوس ہوگا کہ کاش برائی نہ کی ہوتی۔

فَلَا اُقْسِمُ۔ یہ قسم ہے اور لا زائد ہے اور خُنَّس جمع ہے خانس کی یعنی دن کو پوشیدہ رہنے والے ستارے اور شیطان کو خنّاس اس لئے کہا جاتا ہے کہ وہ آنکھوں سے پوشیدہ رہتا ہے یا یہ کہ اللہ کے ذکر کے وقت بھاگ جاتا ہے اور چھپ جاتا ہے۔

اَلْجَوَارِ۔ یہ جاریۃ کی جمع ہے یعنی چلنے والیاں اور کُنَّس جمع ہے کانس کی اور کنّس کا معنی بھی چھپ جانا ہوتا ہے اور اس سے مراد ستاروں کا اپنے برجوں میں غروب کرنا ہے اور اس سے مراد زحل مشتری مریخ زہرہ و عطارد ہیں جن کو سیارے کہا جاتا ہے۔

وَالصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ ﴿۱۹﴾ اِنَّهٗ لَقَوۡلُ رَسُوۡلٍ كَرِيۡمٍ ﴿۲۰﴾ ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى

جب چھا جائے اور صبح کی جب روشن ہو جائے تحقیق یہ (قرآن) بھیجے ہوئے مکرم (فرشتے یعنی جبریل) کا قول ہے جو صاحب قوت ہے صاحب عرش

الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ ﴿۲۱﴾ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ ﴿۲۲﴾ وَمَا صَاحِبُكُمۡ بِمَجۡنُوۡنٍ ﴿۲۳﴾

کے پاس مکین ہے فرمانروا ہے پھر امین ہے (اور وہ اللہ کی طرف لایا ہے) اور تمہارا ساتھی (نبی کریمؐ) پاگل نہیں

وَلَقَدۡ رَاٰهُ بِالۡاُفُقِ الۡمُبِيۡنِ ﴿۲۴﴾ وَمَا هُوَ عَلَى الۡغَيۡبِ بِضَنِيۡنٍ ﴿۲۵﴾

اور تحقیق حضورؐ نے جبریل کو افق مبین پر دیکھا تھا اور وہ غیب کی خبریں دینے میں بخیل نہیں ہے

عَسْعَسَ ۔ یہ لغات اضداد میں سے ہے ۔ رات آئی تو کہتے ہیں عَسْعَسَ اللَّیْلُ ۔ اور رات گئی تب بھی کہا جاتا ہے **عسعس اللَّیْلُ** ۔ اور اس کو اُلٹ پڑھا جائے تب بھی معنی وہی ہے گویا عَسْعَسَ کی بجائے سَعْسَعَ بھی درست ہے جس طرح صَعَقَ اور صَقَعَ

رَسُوۡلٍ کَرِیۡم ۔ یعنی یہ قرآن مجید حضرت محمد مصطفےٰؐ کا ذاتی کلام نہیں بلکہ جبرئیل کا آوردہ ہے جو اسے اللہ کی جانب سے لایا ہے اور جبرئیل کی صفات میں ہیں رسولِ کریمؐ یعنی اللہ کا فرستادہ اور مکرم اور ذی قوّہ ہے چنانچہ ایک پر سے اُس نے پُوری قوم کو زمین سمیت اکھاڑ کر اُلٹا کر دیا تھا اور عرش کے مالک کے قرب میں مکین ہے یعنی مقرب بارگاہ خداوندی ہے اس کا یہ معنی نہیں کہ اللہ کے مکان کے پاس اس کا مکان ہے کیونکہ اللہ : مکان و زمان کی قیود سے بلند و بالا ہے ۔

مُطَاعٍ ۔ یعنی تمام ملائکہ خواہ دربانانِ جنّت ہوں یا خازنانِ جہنم یا دوسرے فرشتے سب کے سب جبریل کے اطاعت گذار ہیں ۔ اور جبریل ان سب کا فرماں روا ہے اور وحی خداوندی پر امین بھی ہے ایک دفعہ حضرت نبی کریمؐ نے جبریل سے پوچھا کہ خدا نے ان آیات میں تیری بڑی تعریف کی ہے رسول کریمؐ ذی قوت مطاع اور امین یہ سب تیرے صفات اللہ نے بیان کئے ہیں بھلا بتاؤ کہ تیری قوت کس قدر ہے تو اس نے عرض کی حضورؐ ! میں نے قوم لوط کی بستیوں کو اکھیڑا تھا کہ ہر بستی میں چار چار ہزار جنگی جوان موجود تھے بچّوں اور عورتوں اور بوڑھوں کی تعداد ان کے علاوہ تھی اور تحت الثریٰ سے میں نے ان کے خطّے کو اکھیڑا تھا اور اس قدر بلندی پر لے گیا کہ اہلِ زمین کے مرغوں اور کتّوں کی آوازیں اہل آسمان سُن سکتے تھے اور وہاں سے میں نے ان کو الٹا کر کے گرا دیا تھا ۔

وَمَا صَاحِبُکُمۡ ۔ یہ بھی جواب قسم ہے یعنی خدا فرماتا ہے کہ مجھے قسم ہے اشیاء مذکورہ کی کہ نہ تو قرآن حضورؐ کا اپنا کلام ہے بلکہ اس کو جبریل امین نے خدا سے حاصل کر کے ان تک پہنچایا ہے اور نہ آپ کو دیوانگی لاحق ہے اور انہوں نے جبریل کو ایک مرتبہ اپنی اصلی حالت میں بھی دیکھا تھا ۔ یعنی شب معراج افق المبین پر اس کو دیکھا تھا اور میرا رسول غیب کی خبریں بتانے میں بخل نہیں کرتا بلکہ جو کچھ اللہ کی طرف سے نازل ہوتا ہے وہ تم تک پہنچاتا ہے پس نہ اس میں خیانت ہے نہ بخل ۔

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَيْطٰنٍ رَّجِيمٍ ﴿۲۶﴾ فَأَيْنَ تَذْهَبُونَ ﴿۲۷﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِينَ ﴿۲۸﴾

اور نہ یہ قرآن شیطان رجیم کا قول ہے — تو تم کہاں جاتے ہو؟ (یعنی کیسی باتیں کرتے ہو) — یہ نہیں مگر عالمین کے لئے نصیحت

لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَّسْتَقِيمَ ﴿۲۹﴾ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِينَ ﴿۳۰﴾

جو بھی تم میں سے سیدھے راستے پر چلنا چاہے — اور تم نہیں چاہتے مگر یہ کہ اللہ چاہے — جو عالمین کا پروردگار ہے

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ ۔ مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ معاذ اللہ اُن پر شیطان القاء کرتا ہے تو خدا نے اس کی نفی فرمائی کہ یہ کلام شیطانِ رجیم کا قول نہیں بلکہ اللہ کا کلام ہے اور عالمین کے لئے نصیحت ہے ۔ اور لِمَنْ شَاءَ بدل ہے لِلْعَالَمِيْنَ سے ۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ ۔ یعنی کفار مکہ تم نہیں چاہو گے جبتک کہ اللہ نہ چاہے یعنی اللہ تم کو مجبور کرے تب تم مسلمان ہو گے ۔ حالانکہ وہ کسی کو بھی مجبور نہیں کرتا ۔ یا یہ کہ اس آخری جملہ کے مصداق محمد و آل محمد ہیں کہ وہ اللہ کی مشیت کا محل ہیں کہ وہ اپنی مشیت کو اللہ کی مشیت کے تابع رکھتے ہیں اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہ بھی اسے چاہتے ہیں اور یہ عصمت کا دوسرا مفہوم ہے ۔

سورۃ الانفطار

- یہ سورہ مکیہ ہے اور سورہ النازعات کے بعد نازل ہوا ہے ۔
- بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ساتھ ملا کر اس کی کل آیات کی تعداد بیس[۲۰] ہے
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص سورہ انفطار اور سورہ انشقاق کو نماز فریضہ و نافلہ میں باقاعدہ پڑھتا رہے تو بروز قیامت اللہ اور اس بندے کے درمیان کوئی حجاب نہ ہوگا اور بلاواسطہ اس پر اللہ کی نظر رحمت رہے گی ۔
- دوسری روایت میں ہے کہ جو اس سورہ مجیدہ کو پڑھتا رہے تو بروز محشر جب صحیفہ اعمال کھلے گا تو اللہ اس کو رسوائی سے محفوظ رکھے گا اور اس کی شرمگاہ مستور ہوگی اور اس کی حالت اچھی ہوگی اور اگر کوئی قیدی اس کو باقاعدہ پڑھے اور لکھ کر اپنے پاس رکھے تو اس کو قید سے نجات ملے گی اور آنے والے خطرات سے محفوظ رہے گا اور بہت جلد حالات اس کے سازگار ہو جائیں گے
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اگر بارش برس رہی ہو اور کوئی شخص اس سورہ کی تلاوت کرے تو بارش کے قطرات کے برابر اس کے گناہ معاف کئے جائیں گے اور اس کو پڑھ کر آنکھوں پر دم کیا جائے تو آنکھوں کی نظر قوی ہوگی اور آنکھوں کا درد یا آنکھوں کا چندھیا جانا ختم ہو جائے گا باذن اللہ ۔ (برہان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

(اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے شروع کرتا ہوں)

اِذَا السَّمَآءُ انۡفَطَرَتۡ ﴿۲﴾ وَ اِذَا الۡکَوَاکِبُ انۡتَثَرَتۡ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الۡبِحَارُ

جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے ٹوٹ کر گریں گے اور جب سمندروں کو جاری کرکے

فُجِّرَتۡ ﴿۴﴾ وَ اِذَا الۡقُبُوۡرُ بُعۡثِرَتۡ ﴿۵﴾ عَلِمَتۡ نَفۡسٌ مَّا قَدَّمَتۡ وَ اَخَّرَتۡ ﴿۶﴾

ملا دیا جائے گا اور جب قبروں سے مُردوں کو اُٹھایا جائے گا جان لے گا انسان جو اس نے آگے بھیجا اور جو پیچھے چھوڑ آیا

رکوع نمبر ۱

اِنۡفَطَرَتۡ ۔ انفطار انشقاق اور انصداع تینوں الفاظ مترادف ہیں اور ان کا معنی ہے پھٹ جانا یعنی ان کا اتصال نہ رہے گا اور ختم ہو جائیں گے ۔

اِنۡتَثَرَتۡ ۔ یہ نثر سے ہے جس کے مقابلہ میں نظم ہے مقصد یہ ہے کہ ان کی روشنی ختم ہو جائے گی اور آسمان پر ان کی بہار کا سماں نہ رہے گا یعنی جب آسمان کا شامیانہ نہ رہے گا تو یہ قمقمے کس طرح باقی رہیں گے ؟

فُجِّرَتۡ ۔ تفجیر کا معنی ہے جاری ہونا یعنی ان کی حدود اور بند ٹوٹ جائیں گے اور سب پانی شیریں و نمکین آپس میں مل جائیں گے پس سارا سمندر ایک ہو جائے گا اور بعضوں نے اس کا معنی خشک ہونا بھی کیا ہے ۔

بُعۡثِرَتۡ ۔ یعنی ان کی مٹی کو ہٹایا جائے گا تاکہ مُردے ان سے نکل کھڑے ہوں ۔

صدقہ جاریہ

عَلِمَتۡ نَفۡسٌ ۔ انسان کو اپنے گذشتہ و لاحقہ اعمال کا علم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو تمام سابقہ و لاحقہ اعمال کی جزا ملے گی سابقہ اعمال سے وہ اعمال مراد ہیں جو اس نے خود کئے اور لاحقہ یعنی بعد والے اعمال سے وہ مراد ہیں جو سنت جاریہ یا صدقہ جاریہ چھوڑ کر مرا ہو گا ۔ مثلاً اگر کوئی انسان مسجد یا مدرسہ دینیہ یا اسی قسم کا کوئی کام چھوڑ کر مرے تو جب تک مسجد رہے گی اور نمازی اس میں نماز پڑھتے رہیں گے اور جب تک وہ مدرسہ رہے گا اور لوگ اس سے دینی علوم حاصل کرتے رہیں گے تو بانی مسجد و مدرسہ کے نامہ اعمال میں ثواب کا اضافہ ہوتا رہے گا ۔ اسی طرح اگر کوئی انسان اپنی نیک اولاد چھوڑ کر مرے یا نیک شاگرد چھوڑ کر جائے تو یہ بھی اس کا صدقہ جاریہ رہے گا و علی ہذا القیاس اگر کوئی دینی کتاب لکھ کر جائے تو جب تک اس کتاب سے استفادہ ہوتا رہے گا اس کے نامۂ اعمال میں ثواب درج ہوتا رہے گا اور اس کے مقابلہ میں اگر کوئی شخص کوئی بُری بنیاد رکھ جائے تو اس کو اپنی برائی کا بدلہ بھی ملے گا اور تاقیامت جس قدر لوگ اس کی برائی کے نتیجے میں برائی کریں گے ان کا وبال بھی اس کے سر پر ہو گا ۔ اس طرح بُری کتاب لکھنے والے کو اپنی غلطی کا بدلہ بھی ملے گا اور تاقیامت جس قدر لوگ اس کی کتاب سے گمراہ ہوں گے ان کی گمراہی کا وبال بھی اس کو بھگتنا پڑے گا اور حضرت نبی کریمؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص نیکی

يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ ﴿٧﴾ الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوّٰكَ

اے انسان تجھے کس چیز نے مغرور کر دیا ہے اپنے رب کریم کے ساتھ جس نے تجھے پیدا کیا درست کیا پس

فَعَدَلَكَ ﴿٨﴾ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَّا شَاءَ رَكَّبَكَ ﴿٩﴾ كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُونَ

معتدل جسم عطا کیا جس صورت میں چاہا تجھے مرکب کیا آگاہ ہو بلکہ تم قیامت کو

کی سنت کو جاری کرے تو اس کو اپنے عمل کے علاوہ ان تمام لوگوں کے اعمال کے برابر بھی جزا دی جائے گی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کی جزا بھی کم نہ ہو گی اسی طرح اگر کوئی شخص بری عادت کو جاری کرے تو اس کو اپنی برائی کے علاوہ تمام ان لوگوں کی برائیوں کی سزا بھی بھگتنی پڑے گی جو اس پر عمل کریں گے اور ان کی اپنی سزا بھی کم نہ ہو گی پس نیک بخت ہیں وہ لوگ جو خود بھی اعمال صالحہ بجا لاتے ہیں اور بعد والوں کے لئے نیکی کرنے کی سنت قائم کر جاتے ہیں اور اپنے پیچھے صدقہ جاریہ چھوڑ کر مرتے ہیں اور بدنصیب ہیں وہ بندے تو خود بھی برائی کرتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی برائی کا راستہ ہموار کر کے ان کے لئے بدعادات کا طریقہ چھوڑ کر مرتے ہیں

يَاأَيُّهَا الْإِنْسَانُ ۔ قیامت کا منظر پیش کرنے کے بعد انسان کو اپنے اعمال کا جائزہ لینے کی دعوت دی تاکہ سوچ سمجھ کر قدم اٹھائیں اور انجام خیر یا انجام بد کو ملحوظ خاطر رکھ کر عملی دنیا میں قدم رکھیں اور اعمال کی نوعیت کا بھی جائزہ لے لیں کہ وہ کون سے اعمال ہیں جن کی اچھائی یا برائی مرنے کے بعد بھی قائم رہتی ہے پس وہ اللہ جو مرنے کے بعد ہونے والی نیکیوں کی بھی جزا دے سکتا ہے اور اس طرح مرنے کے بعد ہونے والی برائیوں کی بھی گرفت کر سکتا ہے تو یہ انسان کس قدر مغرور ہے کہ اس دانا بینا خالق کی قدرتوں، حکمتوں، اور مہربانیوں کو نظر انداز کر کے بے سوچے سمجھے زندگی کے لمحات کو ضائع کر بیٹھتا ہے پس ایسی نیکیوں میں کوتاہی کرتا ہے جو مرنے کے بعد بھی اس کے کام آسکیں اور ایسی برائیوں کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے جو مرنے کے بعد بھی اس کو نقصان پہنچائیں اس کے بعد پھر اپنے احسانات کا تذکرہ فرمایا اور انسان کو اپنی تخلیق کے حسن کے مطالعہ کی دی کہ وہ خدا جس نے تمہیں نطفہ سے پیدا کیا حالانکہ تم کچھ نہ تھے پس درست کیا کہ دیکھنے سننے بولنے والا انسان بنایا اور آنکھیں کان ناک، ہاتھ اور پاؤں وغیرہ دیکر تمہیں معتدل قد و قامت دیکر پیدا کیا اور اس کے بعد عورت یا مرد بلند یا کوتاہ سیاہ یا سفید وغیرہ کیفیات میں سے اس نے اپنی مرضی سے جس طرح چاہا بنا دیا پس ان تمام امور میں غور کرنے کے بعد تمہیں مان لینا چاہیئے کہ ہمارا خالق مدبر و حکیم ہے اور علی کل شیءٍ قدیر بھی ہے اور وہ ہمارا محسن بھی ہے کہ اگر چاہتا تو کسی اور ذلیل صورت میں پیدا کر دیتا یا کسی حیوان کے لباس میں ظاہر کر دیتا یہ اس محسن حقیقی کا احسان ہے کہ اس نے انسان بنایا لہذا اے انسان تجھے اس کے احسان فراموش نہیں کرنے چاہئیں اور اس کے درگذر سے تجھے دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔

کَلَّا بَلْ ۔ اس کے بعد فرماتا ہے کہ ہاں ہاں! تجھے ایک چیز دھوکے میں ڈال رہی ہے اور وہ یہ کہ تیرا قیامت پر ایمان نہیں

بِالدِّیۡنِ ﴿۱۰﴾ وَ اِنَّ عَلَیۡکُمۡ لَحٰفِظِیۡنَ ﴿۱۱﴾ کِرَامًا کَاتِبِیۡنَ ﴿۱۲﴾ یَعۡلَمُوۡنَ

جھٹلاتے ہو اور تحقیق تمہارے اُوپر (اعمال کی) حفاظت کرنیوالے کرم لکھنے والے (موجود ہیں) وہ جانتے ہیں جو

مَا تَفۡعَلُوۡنَ ﴿۱۳﴾ اِنَّ الۡاَبۡرَارَ لَفِیۡ نَعِیۡمٍ ﴿۱۴﴾ وَ اِنَّ الۡفُجَّارَ لَفِیۡ جَحِیۡمٍ ﴿۱۵﴾

تم کرتے ہو تحقیق نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اور تحقیق فاجر لوگ دوزخ میں ہونگے

یَّصۡلَوۡنَہَا یَوۡمَ الدِّیۡنِ ﴿۱۶﴾ وَ مَا ہُمۡ عَنۡہَا بِغَآئِبِیۡنَ ﴿۱۷﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ

تاپیں گے اس کو قیامت کے دن کہ وہ اس سے غائب نہ ہوں گے اور تجھے کیا معلوم کہ قیامت کا

الدِّیۡنِ ﴿۱۸﴾ ثُمَّ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا یَوۡمُ الدِّیۡنِ ﴿۱۹﴾ یَوۡمَ لَا تَمۡلِکُ نَفۡسٌ

دن کیا ہے؟ پھر تجھے کیا خبر کہ قیامت کا دن کیا ہے؟ وہ دن ہے جس دن کوئی کسی کے لئے

لِّنَفۡسٍ شَیۡئًا ؕ وَ الۡاَمۡرُ یَوۡمَئِذٍ لِّلّٰہِ ﴿۱۹﴾ ع

کسی چیز کا مالک نہ ہوگا اور معاملہ مکمل طور پر اللہ کے سُپرد ہوگا۔

اور تجھے اپنی بازپُرس کا یقین نہیں بلکہ تو قیامت اور بدلہ کے دن کو جھٹلاتا ہے لیکن یاد رکھ قیامت ضرور آئے گی اور تجھے نیکی کی جزا اور برائی کی سزا ضرور ملے گی اور ہماری طرف سے تمہارے اُوپر فرشتے مقرر ہیں جو تمہاری ہر نیکی یا بدی کو یاد رکھتے ہیں۔ وہ کرام ہیں یعنی اللہ کے نزدیک باعزت وکرامت ہیں اور وہ تمہارے اعمال کو لکھنے والے ہیں اور پھر نوٹ کرلو کہ اس دن نیک لوگ جنت میں اور بدلوگ جہنم میں جائیں گے اور ہمیشہ رہیں گے کہ اس سے ایک لمحہ کے لئے بھی غائب نہ ہوں گے اور یہ بھی یقین رکھو کہ اس دن کسی کو کوئی اختیار نہ ہوگا اور نہ کسی کی حکومت چلے گی بلکہ اس دن کے مکمل اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہونگے اور اسی ایک اللہ کی حکومت ہوگی۔

سورہ المطففین

- یہ سورہ مکیہ ہے جو عنکبوت کے بعد نازل ہوا اور مکہ میں نازل ہونے والی سورتوں میں سب سے آخر میں سورہ نازل ہُوا، اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر سینتیس ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو اس سورہ مجیدہ کی تلاوت کرے گا وہ بروزِ محشر رحیق مختوم سے سیراب ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَیۡلٌ لِّلۡمُطَفِّفِیۡنَ ﴿۲﴾ الَّذِیۡنَ اِذَا اکۡتَالُوۡا عَلَی النَّاسِ یَسۡتَوۡفُوۡنَ ﴿۳﴾

ویل ہے تھوڑا تھوڑا چرانے والوں کے لئے جو لوگوں سے تول یا ناپ کر چیز لیں تو پوری لیں

وَ اِذَا کَالُوۡہُمۡ اَوۡ وَّزَنُوۡہُمۡ یُخۡسِرُوۡنَ ﴿۴﴾ اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِکَ اَنَّہُمۡ مَّبۡعُوۡثُوۡنَ ﴿۵﴾

اور جب ان کو ناپ یا تول کر دیں تو کم دیں کیا ان کو یہ یقین نہیں کہ ان کو اٹھایا جائے گا

- اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص اس سورہ کو نماز فریضہ میں پڑھے گا اس کو خدا جہنم سے امان دیگا۔
- پس نہ وہ جہنم کو دیکھے گا اور نہ جہنم اس کو دیکھے گی اور نہ وہ دوزخ کی پل کو عبور کرے گا اور نہ اس کا حساب ہوگا۔
- خواص القرآن سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا اگر اس سورہ کو کسی خزانہ پر پڑھا جائے تو وہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس چیز پر اس سورہ کو پڑھا جائے وہ چیز محفوظ رہے گی اور حشرات الارض اس کے نزدیک نہ آئیں گے۔ انشاء اللہ

رکوع نمبر ۸

وَیۡلٌ - تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب حضورؐ مکہ سے ہجرت کرکے وارد مدینہ ہوئے تو مدینہ کے دکان دار اس مرض میں مبتلا تھے کہ لینے کے وقت پورا لیتے اور دیتے وقت کم دیتے تھے اور اس کا نام ہے تطفیف۔ چنانچہ ابوجہینہ نامی ایک شخص تھا اس نے لین اور دین کے لئے دو پیمانے رکھے ہوئے تھے بڑے پیمانے سے چیز لیتا تھا اور چھوٹے پیمانے سے دیتا تھا پس یہ آیتیں اتریں اور حضورؐ نے ان کو پڑھ کر سنائیں تو لوگ اس بدعادت سے رک گئے۔

تطفیف طفف سے ہے اور تھوڑی چیز پر اس کا اطلاق ہوتا ہے اور مطفف چونکہ تھوڑی چیز کی ہی چوری کرتا ہے اس لئے اس پر اس نام کا اطلاق کیا گیا ہے اور علامہ سید محمد کاظم طباطبائی اعلی اللہ مقامہ سے منقول ہے کہ ان کے نزدیک تطفیف مطلق کمی کرنا ہے خواہ کیل و وزن میں ہو یا عدد و ذرع ہو۔

اِذَا اکۡتَالُوۡا - یہاں صرف کیل کا نام لیا گیا ہے حالانکہ کیل اور وزن دونوں میں وہ ایسا کرتے تھے اس لئے کہ چونکہ لین دین کیل و وزن دونوں سے ہوتا تھا پس کیل کے ذکر میں وزن بھی سمجھا جاتا ہے چنانچہ اگلا فقرہ اس پر دلالت کرتا ہے۔

اَلَا یَظُنُّ - ہر بری عادت کو تب ہی چھوڑا جا سکتا ہے جب بازپرس کا ڈر ہو اس لئے اسلام نے عقیدہ قیامت پر زور دیا ہے اور جگہ بجگہ اس پر دلائل قائم کئے ہیں اس جگہ فرماتا ہے کیا ان لوگوں کو اپنے مبعوث ہونے کا یقین نہیں ہے اور حضرت مقداد بن اسودؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ قیامت کے دن سورج قریب آجائے گا یہاں تک کہ ایک یا

لِيَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۝۶ يَّوۡمَ يَقُوۡمُ النَّاسُ لِرَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ۝۷ كَلَّاۤ اِنَّ كِتٰبَ

ایک بڑے دن کے لئے جس دن لوگ عالمین کے پروردگار کے سامنے حاضر ہوں گے آگاہ ہو تحقیق فاجر لوگوں کی کتاب

الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ ۝۸ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا سِجِّيۡنٌ ۝۹ كِتٰبٌ مَّرۡقُوۡمٌ ۝۱۰

سجین میں ہوگی اور تمہیں کیا معلوم سجین کیا ہے؟ کتاب مرقوم ہے

دو میل کا فاصلہ رہ جائے گا راوی حدیث کہتا ہے میں نہیں سمجھ سکا اس میل سے مراد فاصلہ ناپنے والا میل ہے یا آنکھوں میں سرمہ لگانے والا سرمچو ہے جس کو عربی زبان میں میل کہا جاتا ہے اور مقصد یہ ہے کہ سورج بہت نزدیک ہوگا جیسے عام اصطلاح میں کہا جاتا ہے کہ نیزے برابر ہوگا پس لوگ اپنے عرق میں غرق ہوں گے اور اپنے اعمال کی مناسبت سے وہ عرق میں ڈوبے ہوئے ہوں گے کسی کی ایڑی تک ہوگا تو کسی کے منہ تک پہنچے گا اور راوی کہتا ہے کہ رسول اللہ نے یہ کہتے ہوئے اپنا ہاتھ دہان اقدس پر رکھا اور فرمایا بعض لوگوں کو اپنے عرق کی اس طرح لگام چڑھی ہوگی۔

كَلَّآ۔ اس کو حرف ردع کہا جاتا ہے جو کسی کو کسی بات پر جھڑکنے کے لئے اور سختی سے منع کرنے کے لئے لایا جاتا ہے۔

كِتٰبَ الۡفُجَّارِ اس کے معنی میں کئی اقوال ہیں (۱) یعنی فاجر لوگوں کی کتاب میں درج ہوگا کہ ایسے لوگ سجین میں جائیں گے اور حضرت رسالتمآب سے مروی ہے کہ سجین ساتویں زمین کے بھی نیچے ہے (۲) مروی ہے کہ ابن عباس نے کعب الاحبار سے دریافت کیا کہ اس آیت کا معنی کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ روح فاجر کو آسمان کی طرف لے جایا جائے گا تو آسمان اس سے انکار کرے گا پس اس کو زمین پر لایا جائے تو زمین بھی اس کے قبول کرنے سے انکار کرے گی پس ساتویں زمین کے نیچے اس کو پہنچایا جائے گا اور وہاں سجین ہے جہاں ابلیس کا لشکر رہتا ہے (۳) ایک قول ہے کہ سجین جہنم میں ایک کنواں ہے جس کا منہ کھلا ہے اور اس کے مقابلہ میں فلق بھی جہنم میں ایک کنواں ہے جس کا منہ بند ہے (۴) بعض نے کہا ہے کہ سجین جہنمیوں کی کتاب کا نام ہے جس طرح آیت مجیدہ سے ظاہر ہوتا ہے یعنی جس کتاب میں کفار پر عذاب جہنم فرض کیا گیا ہے اس کتاب کا نام سجین ہے۔ (۵) امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ساتویں زمین کا نام ہے۔

سِجِّيۡن۔ یہ سجن سے ہے اور فِعِّيل کے وزن پر ہے اور سجین مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی وہ قید خانہ جس میں قیدی کو ہمیشہ رہنا ہو اور سخت دشوار ہو چنانچہ شریب شارب سے سکیر مسکر سے اور شریر شر سے مبالغہ کے اوزان ہیں۔

وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ۔ یعنی تمہیں کیا پتہ کہ سجین کیا ہے اور یہ استفہام سجین کی ہیبت کو بڑھانے کے لئے لایا گیا ہے تاکہ مجرم لوگ اپنے جرم سے باز رہنے کی سعادت حاصل کر سکیں اور اس کے بعد کتاب مرقوم کے متعلق بعض نے کہا ہے کہ یہ سجین کی تفسیر ہے لیکن علامہ طبرسی فرماتے ہیں کہ سجین کی تفسیر نہیں بلکہ کتاب الفجار کی تفسیر ہے یعنی فجار کی کتاب جو سجین میں ہوگی وہ کتاب مرقوم ہے یعنی تحریر شدہ ہے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ كِتٰبَ الۡفُجَّارِ لَفِىۡ سِجِّيۡنٍ کے مصداق شیخین ہیں۔

وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ ﴿١١﴾ الَّذِينَ يُكَذِّبُونَ بِيَوْمِ الدِّينِ ﴿١٢﴾ وَمَا

ویل ہے اس دن جھٹلانے والوں کے لئے جو یوم قیامت کی تکذیب کرتے ہیں اور اس

يُكَذِّبُ بِهِ إِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ ﴿١٣﴾ إِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا قَالَ أَسَاطِيرُ

کی تکذیب نہیں کرتے مگر سب سرکش گنہگار جب ایسے شخص پر ہماری آیات کی تلاوت کی جائے تو کہتا ہے

الْأَوَّلِينَ ﴿١٤﴾ كَلَّا ۖ بَلْ ۜ رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٥﴾ كَلَّا إِنَّهُمْ

یہ تو گزشتہ لوگوں کی کہانیاں ہیں خبردار! بلکہ ان کے دلوں پر سیاہی چھائی ہے اس کی جو کسب کرتے ہیں خبردار! تحقیق

عَن رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوبُونَ ﴿١٦﴾ ثُمَّ إِنَّهُمْ لَصَالُو الْجَحِيمِ ﴿١٧﴾

وہ اپنے رب سے اس دن (اس کی رحمت سے) پوشیدہ ہونگے پھر تحقیق وہ جلیں گے دوزخ میں

ثُمَّ يُقَالُ هَٰذَا الَّذِي كُنتُم بِهِ تُكَذِّبُونَ ﴿١٨﴾ كَلَّا إِنَّ كِتَابَ الْأَبْرَارِ

پھر کہا جائے گا یہ وہ ہے جس کو تم جھٹلاتے تھے خبردار! نیک لوگوں کی کتاب

مُعْتَدٍ أَثِيمٍ - یعنی سرکش اور گنہگار لوگ قیامت کا انکار کرتے ہیں کیونکہ قیامت کی باز پرس کا خطرہ ان کی عیاشیوں میں خلل انداز ہوتا ہے پس سرے سے قیامت کو مانتے ہی نہیں۔

أَسَاطِيرُ - جمع ہے اسطورہ کی یعنی گزشتہ لوگوں کی من گھڑت کہانیاں ہیں جن کو حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔

رَانَ - یہ رَین سے ہے اور اس کا معنی ہے غلبہ یعنی ان لوگوں کے دلوں پر غلبہ ہے اس چیز کا جو وہ کماتے ہیں اور مروی ہے کہ جب انسان گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نکتہ سیاہ پیدا ہو جاتا ہے جب دوسرا گناہ کرتا ہے تو دوسرا نکتہ پیدا ہوتا ہے۔ جوں جوں گناہ بڑھتے جاتے ہیں سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتی کہ سیاہی غالب آجاتی ہے پس ایسا شخص پھر توبہ کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا۔ اور روایت میں ہے کہ ہر انسان کے دل میں سفید نکتہ ہے جب گناہ کرتا ہے تو اس میں سیاہ داغ پیدا ہو جاتا ہے پس اگر توبہ کرلے تو وہ سیاہی دُھل جاتی ہے لیکن اگر بجائے توبہ کے دوسرا گناہ کرلے تو وہ سیاہی بڑھ جاتی ہے اور گناہ بڑھتے بڑھتے ان کی سیاہی دل کی سفیدی پر چھا جاتی ہے تو وہ پھر توبہ نہیں کر پاتا اور نہ نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور آیت میں **رَانَ عَلَىٰ قُلُوبِهِم** کا یہ معنی ہے اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انسان کا دل زنگ آلود ہوتا ہے پس جب اللہ کی نعمات کا ذکر کیا جائے تو اس سے دل کا زنگ دور ہو جاتا ہے اور کفر کی عادت گناہوں کی کثرت اور فسق و فجور میں انہماک توبہ کے خیال سے غافل کرنے والے اسباب ہیں پس ایسے

لَفِي عِلِّيِّينَ ﴿١٩﴾ وَمَآ أَدْرَاكَ مَا عِلِّيُّونَ ﴿٢٠﴾ كِتَابٌ مَّرْقُومٌ ﴿٢١﴾ يَشْهَدُهُ

علّیین میں ہوگی تمہیں کیا پتہ علیون کیا ہے؟ کتاب مرقوم ہے جس کو مقرب

الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ ﴿٢٣﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٢٤﴾

دیکھتے ہیں تحقیق نیک لوگ نعمتوں میں ہوں گے اپنے تختوں پر دیکھ رہے ہوں گے

تَعْرِفُ فِي وُجُوهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيمِ ﴿٢٥﴾ يُسْقَوْنَ مِن رَّحِيقٍ مَّخْتُومٍ ﴿٢٦﴾

ان کے چہروں سے نعمات خداوندی کی تازگی تم معلوم کرو گے ان کو سیراب کیا جائے گا رحیق مختوم سے

خِتَامُهُ مِسْكٌ ۚ وَفِي ذَٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ ﴿٢٧﴾ وَمِزَاجُهُ مِن

جس پر مہر کستوری کی ہوگی اور اس میں رغبت کرنے والوں کو رغبت کرنی چاہیئے اور اس میں تسنیم کی

لوگ بروز محشر اللہ کی رحمت سے محجوب ہوں گے۔

كِتَابَ الْأَبْرَارِ۔ فجار کے مقابلہ میں ابرار کا ذکر ہے کہ ان کی کتاب علّیین میں ہوگی۔ یعنی مراتب عالیہ میں ہوگی جہاں مومنین کے ارواح کی قیام گاہ ہے اور علیون کے معنی میں بھی اقوال ہیں (۱) علیّوں کا معنی جنّت (۲) بلندی کے مراتب (۳) بعضوں نے کہا ہے کہ وہ زبر جد سبز کی تختی ہے جو عرش کے نیچے ہے اور اس میں مومنوں کے اعمال درج کئے جاتے ہیں (۴) ایک روایت میں ہے کہ علّیین ساتویں آسمان پر زیر عرش ہے۔

كِتَابٌ مَّرْقُومٌ۔ یہ کتاب کی صفت ہے جس طرح پہلے گذر چکا ہے اور مروی ہے کہ جب علّیین والے جنّت کی طرف دیکھیں گے تو جنت چمک اٹھے گی اور جنتی کہیں گے کہ آج علّیین کے بسنے والے ہمیں دیکھ رہے ہیں۔

مَخْتُومٍ۔ یعنی مہر شدہ شراب اور ایسی مہر جو مسک یعنی کستوری کی ہوگی معنی یہ ہے کہ جنّت کی شراب بدبودار نہ ہوگی بلکہ خوشبودار ہوگی اور مروی ہے اگر دنیا کا آدمی اس میں اپنی انگلی ڈال کر باہر نکالے تو تمام اہل زمین خواہ انسان ہوں یا حیوان تمام کے تمام اس کی خوشبو کو محسوس کریں گے حدیث میں ہے کہ گرمیوں کے روزہ رکھنے والوں کو رحیق مختوم سے سیراب کیا جائے گا اور حضرت پیغمبر نے فرمایا یا علیؑ جو شخص دنیا میں شراب کو ترک کرے گا خدا اس کو بروز محشر رحیق مختوم سے سیراب کرے گا۔

مِزَاجُهُ۔ یعنی جنتیوں کیلئے رحیق مختوم شراب میں تسنیم کی شراب کی آمیزش بھی کی جائے گی جس سے اس کے لطف میں مزید اضافہ ہوگا صفحہ نمبر ۱۹۲ پر عَيْنًا۔ یعنی تسنیم ایک جنتی شراب کا ایسا چشمہ ہے جس سے خاص خاص جنتی جو نہایت مقرب ہوں گے پئیں گے اور عام جنتیوں کو جو شراب دی جائیگی اس میں اس تسنیم کی آمیزش ہوگی۔ خالص تسنیم نہ ہوگی اور جنّت کی اعلیٰ ترین شراب کا نام تسنیم ہے۔

تَسْنِيمٍ ﴿٢٨﴾ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُونَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ الَّذِينَ أَجْرَمُوا كَانُوا

ملاوٹ ہوگی وہ چشمہ ہے جس سے مقرب لوگ پئیں گے تحقیق وہ لوگ جو مجرم تھے

مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا يَضْحَكُونَ ﴿٣٠﴾ وَإِذَا مَرُّوا بِهِمْ يَتَغَامَزُونَ ﴿٣١﴾

ایمان لانے والوں پر ہنستے تھے اور جب ان کے پاس سے گذرتے تو ایک دوسرے کو اشارے کرتے تھے

وَإِذَا انقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمُ انقَلَبُوا فَكِهِينَ ﴿٣٢﴾ وَإِذَا رَأَوْهُمْ قَالُوا

اور جب گھروں کو پلٹتے تھے تو مزاح کرتے ہوئے پلٹتے تھے اور جب ان کو دیکھتے تھے تو کہتے تھے

إِنَّ هَٰؤُلَاءِ لَضَالُّونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا أُرْسِلُوا عَلَيْهِمْ حَافِظِينَ ﴿٣٤﴾ فَالْيَوْمَ الَّذِينَ

کہ تحقیق یہ لوگ گمراہ ہیں حالانکہ ان کو ان مومنوں کا نگران بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا پس آج مومن لوگ

آمَنُوا مِنَ الْكُفَّارِ يَضْحَكُونَ ﴿٣٥﴾ عَلَى الْأَرَائِكِ يَنظُرُونَ ﴿٣٦﴾

اُن کفار سے ہنسی کریں گے تختوں پر بیٹھے ہوئے دیکھ رہے ہوں گے

هَلْ ثُوِّبَ الْكُفَّارُ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٧﴾ ع

(اور کہیں گے) کیا بدلہ دیا گیا ہے کفار کو اس کا جو کرتے تھے

اِنَّ الَّذِیۡنَ اَجۡرَمُوۡا - مروی ہے کہ مجرموں سے مراد منافق ہیں اور اٰمَنُوۡا کا مصداق علیؑ بن ابی طالب ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ابوجہل ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل جب اصحاب نبی کے پاس سے گذرتے تھے مثلاً عمار خبّاب اور بلال وغیرہ تو وہ ان سے مزاح کرتے تھے اور ایک دوسرے کو اشارے کرتے تھے یعنی مومنوں کی توہین کا ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے تھے اور مومنوں کو گمراہ کہتے تھے ان کے جواب میں اللہ فرماتا ہے کہ یہ لوگ کوئی مومنوں پر چوکیدار تو مقرر نہیں ہیں کہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔

فَالۡیَوۡمَ پس قیامت کے دن جب مومن جنت میں جائیں گے اور کفار دوزخ میں جلیں گے تو مومن بھی کافروں سے مسخری کریں گے اور ہنسی اڑائیں گے اور اپنے اپنے تختوں پر بیٹھ کر ان کو جہنم میں جلتا دیکھیں گے اور ایک دوسرے سے کہیں گے کہ کفار کو اپنے کرتوتوں کا بدلہ مل گیا ہے اور ممکن ہے کہ هَلۡ ثُوِّبَ فرشتوں کا قول ہو یا اللہ کا قول ہو کہ مومنوں سے خطاب کر کے استعمال کیا جائے گا تاکہ مومنوں کی دلجوئی ہو جائے۔

سورہ الانشقاق

- یہ سورہ مکیہ ہے سورہ الانفطار کے بعد نازل ہوا ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر "چھبیس" ہے۔
- جو شخص اس سورہ مجیدہ کی تلاوت کرے گا حدیث نبوی میں ہے کہ اس کو اعمال نامہ بروز محشر پس پشت سے نہیں دیا جائے گا اور اگر اس کو لکھ کر اس عورت پر باندھ دیا جائے جس کا بچہ جننا مشکل ہوگیا ہو تو فوراً بچہ پیدا ہو جائے گا اور تکلیف نہ ہوگی اور دوسری روایت میں ہے اگر یہ سورہ اس عورت پر پڑھا جائے تب بھی بچہ فوراً پیدا ہو جائے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے عسر ولادت کو دور کرنے کے لئے دردِ زہ والی عورت پر باندھی جائے اور وضع حمل کے بعد فوراً اس کو کھول لینا چاہیئے اور اگر اس کو کسی حیوان پر لٹکایا جائے تو وہ بھی ہر قسم کی مصیبت سے محفوظ رہے گا اور اگر گھر کی چار دیواری پر لکھا جائے تو حشرات الارض سے حفاظت ہوگی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ﴿۲﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۳﴾ وَ اِذَا الْاَرْضُ

جب آسمان پھٹے گا اور اپنے ربّ کے (حکم کے) سامنے کان دھرے گا اور اس کے لئے سزاوار بھی یہی ہے اور جب زمین پھیلائی

مُدَّتْ ﴿۴﴾ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ ﴿۵﴾ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ ﴿۶﴾

جائے گا اور جو کچھ اس میں ہے اس کو پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی اور اپنے رب کے (حکم کے) سامنے کان دھرے گی اور اس کیلئے سزاوار بھی یہی ہے

رکوع نمبر ۹

اِذَا السَّمَآءُ ۔ علائم قیامت کا ذکر ہے اور انشقاق کا معنی ہے پھیل کر پھٹ جانا۔

وَ اَذِنَتْ ۔ اس کا معنی ہے کان دھرنا یعنی اطاعت کرنا یعنی حکم پروردگار کی اطاعت کرتے ہوئے پھٹ جائیگا۔

وَ حُقَّتْ ۔ یعنی آسمان کے لئے حق اور سزاوار ہے کہ امر پروردگار کی اطاعت بے چوں و چرا کرے۔

مُدَّتْ ۔ زمین کو پھیلایا جائے گا یعنی اس میں کوئی نشیب و فراز باقی نہ رہے گا حتیٰ کہ پہاڑ و ٹیلے وغیرہ سب اڑا دیئے جائیں گے اور زمین کا میدان بالکل ہموار ہو جائے گا اور اس کے لئے امر پروردگار کی اطاعت کرنا حق ہے۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝٧ فَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ

اے انسان! تو کافی مشقت کر کے اپنے رب کی طرف جانے والا ہے پس اس کی (جزا کی) ملاقات کرے گا پس لیکن جس کو اعمالنامہ دائیں

كِتَابَهُ بِيَمِينِهِ ۝٨ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَسِيرًا ۝٩ وَيَنْقَلِبُ إِلَىٰ أَهْلِهِ

ہاتھ میں دیا گیا تو اس کا حساب آسان ہوگا اور اپنے اہل کی طرف خوش خوش

مَسْرُورًا ۝١٠ وَأَمَّا مَنْ أُوتِيَ كِتَابَهُ وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۝١١ فَسَوْفَ يَدْعُو

پلٹے گا اور لیکن جس کو اعمالنامہ پیٹھ کے پیچھے ملے گا تو عنقریب اپنی ہلاکت و تباہی پر شور

ثُبُورًا ۝١٢ وَيَصْلَىٰ سَعِيرًا ۝١٣ إِنَّهُ كَانَ فِي أَهْلِهِ مَسْرُورًا ۝١٤ إِنَّهُ

مچائے گا اور جہنم میں جلے گا بے شک وہ (دنیا میں) اپنے اہل میں خوشحال تھا اسے خیال

ظَنَّ أَنْ لَنْ يَحُورَ ۝١٥ بَلَىٰ إِنَّ رَبَّهُ كَانَ بِهِ بَصِيرًا ۝١٦ فَلَا أُقْسِمُ

تھا کہ ہرگز نہ پلٹایا جائے گا ہاں ہاں تحقیق اس کا رب اس کو خوب جانتا ہے پس مغربی سرخی کی قسم

بِالشَّفَقِ ۝١٧ وَاللَّيْلِ وَمَا وَسَقَ ۝١٨ وَالْقَمَرِ إِذَا اتَّسَقَ ۝١٩ لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ

اور رات کی اور رات میں پناہ لینے والی چیزوں کی قسم اور چاند کی قسم جب پورا ہو تم درجہ بدرجہ سوار ہوگے

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ ۔ تمام انسانوں کو خطاب ہے کہ تم اپنے اعمال و کردار کے ساتھ اپنے رب کے سامنے پیش ہوگے اور جن اعمال کی بجا آوری میں تم کو تکلیف محسوس ہوتی ہے ان کی جزا تم کو ضرور ملے گی اور اللہ کی ملاقات سے مراد اس کی جزا کی ملاقات ہے ۔

حِسَابًا يَسِيرًا ۔ یعنی جن لوگوں کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا یا جو لوگ توبہ کر چکے ہوں گے اور اعمالنامہ ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا تو ان کو حساب کی سختی سے بچا لیا جائے گا اور بہشتی مکانات میں اپنی حوروں کی طرف جو اس وقت اس کی اہل ہونگی خوش و خرم واپس پلٹے گا ۔

وَرَاءَ ظَهْرِهِ ۔ منقول ہے کہ جہنمیوں کے دائیں ہاتھ گردن سے بندھے ہوں گے اور ان کا بایاں ہاتھ پس پشت ہوگا لہذا اس کو اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ملے گا ۔

ثُبُورًا ۔ ثبور کا معنی ہلاکت و مصیبت ہے یعنی وہ واثبوراہ ہائے ہلاکت کی آواز بلند کرے گا ۔

مَسْرُورًا ۔ یعنی کافر لوگ دنیا میں خوش ہوتے ہیں اس لئے کہ وہ دنیا کو ہی اپنا مقام سمجھتے ہیں اور آخرت کی فکر سے بے نیاز ہوتے ہیں

طَبَقٍ ﴿٢٠﴾ فَمَا لَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢١﴾ وَإِذَا قُرِئَ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنُ

(آگے بڑھوگے) ان کو کیا ہے کہ نہیں ایمان لاتے اور جب ان پر پڑھا جائے قرآن تو

لَا يَسْجُدُونَ ﴿٢٢﴾ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُكَذِّبُونَ ﴿٢٣﴾ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

سجدہ نہیں کرتے بل جو لوگ کافر ہیں جھٹلاتے ہیں اور اللہ جانتا ہے جو دل

يُوعُونَ ﴿٢٤﴾ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿﴾ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

میں رکھتے ہیں پس ان کو خوشخبری دو دردناک عذاب کی سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل

لیکن اس کے برخلاف مومن دنیا میں غمگین رہتے ہیں کیونکہ ان کو آخرت کی فکر دامن گیر رہتی ہے اسی لئے حدیث میں کہا گیا ہے کہ الدُّنیا سِجْنٌ لِلْمُؤْمِنِ وَجَنَّةٌ لِلْكَافِرِ یعنی دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

وَمَا وَسَقَ ۔ وسق کا معنی ہے جمع کرنا اور رات کی آمد ہر شیٔ کو اپنی جگہ پر واپس لاتی ہے اس لئے ہر ذی روح کی قسم مراد ہے یا یہ کہ رات کو ستارے آجاتے ہیں جو دن کو غائب رہتے ہیں۔ لہٰذا ممکن ہے ستارگان کی قسم مراد ہو۔

اِتَّسَقَ ۔ یہ بھی وسق سے باب افتعال ہے جس کا معنی ہے جمع ہونا اور یہاں کمال مراد ہے۔

طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۔ طبق کا معنی حال ہے یعنی ایک حالت کے بعد دوسری حالت تک منتقل ہوگا یا درجہ بدرجہ تمہاری ترقی ہے بعضوں نے کہا ہے کہ شب معراج پیغمبرؐ کو یہ خطاب ہوا تھا کہ درجہ بدرجہ (۱) آگے بڑھتے جاؤ گے یا مومنوں کو عام خطاب (۲) ہے کہ درجہ بدرجہ منازل آخرت کو طے کروگے اور ممکن ہے ہر انسان کو خطاب ہو کہ تم نے (۳) دنیا میں درجہ بدرجہ بڑھنا ہے موت کے بعد حیات پھر موت پھر برزخ پھر حشر پھر حساب وغیرہ یا نرمی سختی دکھ سکھ اور صحت و بیماری کے درجات مراد ہیں اور ممکن ہے ترتیب (۴) پیدائش مراد ہو کہ نطفہ علقہ مضغہ ہڈیاں گوشت جنین ولید رضیع فطیم یافع ناشی مترعرع مراہق محتلم بالغ امرد ملتحی مستوی شاب کہل شیخ اور ھرم کے درجات طے کرکے موت سے ہم آغوش ہو جاؤ گے یعنی پیدا ہونے سے مرنے تک طبق در طبق اور درجہ بدرجہ حالات تبدیل کروگے اور ایک روایت میں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم لوگ بھی گذشتہ (۵) امتوں کی طرح سابق کردار کو دھراؤ گے جو حرکات ان سے سرزد ہوئیں وہی تم سے بھی ہوں گی اور ممکن ہے تمام معانی مراد ہوں اور تفسیر برہان میں ہے کہ شب معراج حضورؐ کو خطاب ہوا تھا اور آپ فرماتے ہیں کہ جب منزل قاب قوسین پر پہنچا تو مجھے ارشاد پروردگار ہوا یا مُحَمَّدُ اِقْرَءْ مِنِّيْ عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ السَّلَام یعنی اے محمد واپس زمین پر پہنچ کر علی کو میرے سلام کہنا اور اسے یہ بھی بتانا اِنِّيْ اُحِبُّهٗ وَاُحِبُّ مَنْ يُّحِبُّهٗ کہ میں اس کو محبوب رکھتا ہوں اور جو بھی اس سے محبت رکھے میں اس کو بھی دوست رکھتا ہوں اور چونکہ علیؑ سے مجھے محبت ہے اس لئے میں نے اس کا نام بھی اپنے نام سے تجویز کیا ہے کہ میں علی عظیم ہوں اور وہ علیؑ ہے اور میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے اور اگر کوئی شخص میری بجائے کم اکھڑ ارسال

الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ ع

. بجالائے تو ان کے لئے نہ ختم ہونے والا اجر ہوگا

عبادت کرے یعنی حضرت نوحؑ کے برابر تبلیغ و عبادت کرے اور بروز محشر میرے پیش ہو تو اس کی تمام عبادت میرے نزدیک علیؑ کی ایک نیکی کے برابر ہوگی۔

لَا يَسْجُدُوْنَ۔ کفار کو تنبیہ ہے کہ اس قدر واضح بیان کے بعد وہ ایمان کی دولت سے بہرہ اندوز کیوں نہیں ہوتے اور جب قرآن پڑھا جائے تو اللہ کے سامنے کیوں نہیں جھکتے اور منقول ہے کہ سورہ انشقاق پڑھ کر حضورؐ سجدہ میں گر جایا کرتے تھے۔

يُوْعُوْنَ یہ وعاء سے ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جو کچھ دلوں میں رکھتے ہیں خدا ان کے تمام رازوں کو جانتا ہے اور حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارے دل وعاء ہیں لہٰذا ان میں اچھی باتیں رکھا کرو۔

سورہ البروج

- یہ سورہ مکیّہ ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو ملا کر تیئیس (۲۳) بنتی ہے۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ البروج کی نماز فریضہ میں تلاوت کرے گا وہ بروز محشر انبیاء و مرسلین کے ساتھ محشور ہوگا (برہان)
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص سورہ بروج کی تلاوت کرے گا تو ہر جمعہ و عرفہ میں جمع ہونیوالے لوگوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کی لکھی جائیں گی اور اس سورہ کی تلاوت خطرناک اور سخت مقامات سے بچاتی ہے۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جس بچے کا دودھ چھڑانا ہو یہ سورہ لکھ کر اس کو باندھ دی جائے۔ تو آسانی سے دودھ چھوڑ دے گا۔ اور اگر سوتے وقت یہ سورہ پڑھ لیا جائے تو صبح تک امان خداوندی میں رات بسر ہوگی۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ② وَالۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ ③ وَشَاهِدٍ وَّمَشۡهُوۡدٍ ④

برجوں والے آسمان کی قسم وعدہ شدہ دن (روز قیامت) کی قسم شاہد و مشہود کی قسم

رکوع نمبر ۱

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ ۔ آسمان میں بارہ برج ہیں اور علمائے ہیئت و نجوم کے نزدیک ان کے نام یہ ہیں حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو، حوت۔ ہر ماہ سورج ایک برج میں رہتا ہے ان برجوں میں سے پہلے چھ برج دائرۃ الاستواء سے جنوب کی طرف ہیں اور آخری چھ دائرہ مذکورہ سے شمال کی طرف ہیں عموماً اکیس مارچ کو سورج برج حمل میں داخل ہوتا ہے اور اس وقت دن اور رات تقریباً برابر ہوتے ہیں اور اس کے بعد دن بڑھنا شروع ہوتے ہیں اور تدریجاً رات کم ہوتی جاتی ہے حتیٰ کہ اکیس جون کو جبکہ سورج برج سرطان میں داخل ہوتا ہے تو بڑے سے بڑا دن اور چھوٹی سے چھوٹی رات ہوتی ہے اس کے بعد دن میں گھٹاؤ شروع ہو جاتا ہے اور جب اکیس ستمبر سورج نقطۂ اعتدال خریفی پر پہنچ کر برج میزان میں داخل ہوتا ہے تو دوبارہ دن و رات برابر ہو جاتے ہیں اور سورج دائرۃ الاستواء سے جنوب کی طرف مائل ہوتا جاتا ہے پس دن تدریجاً گھٹتے جاتے ہیں اور راتیں تدریجاً بڑھتی جاتی ہیں حتاکہ ۲۱ دسمبر کو سورج جب برج جدی میں داخل ہوتا ہے تو چھوٹے سے چھوٹا دن اور بڑی سے بڑی رات ہوتی ہے اس کے بعد رات تدریجاً کم ہوتی جاتی ہیں اور دن بڑھتے جاتے ہیں یہاں تک کہ حسب سابق ۲۱ مارچ کو سورج نقطہ اعتدال ربیعی پر پہنچتا ہے تو دن رات برابر ہو جاتے ہیں یعنی برج حمل کے بعد سورج دائرۃ الاستواء سے شمال کی طرف مائل ہوتا ہے اور اس کے میل شمالی کی آخری حد ۲۱ جون کو تقریباً ۲۴ درجے ہوتی ہے اور برج میزان کے بعد میل جنوبی شروع ہوتی ہے جس کی آخری حد ۲۱ دسمبر کو ہوتی ہے علم ہیئت کے جاننے والوں کے لئے ان بروج کی سیر بڑے دقائق و حقائق کے سمجھنے کا پیش خیمہ ہے

تفسیر برہان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ اللہ کا ذکر عبادت ہے میرا ذکر عبادت ہے علیؑ کا ذکر عبادت ہے اور اس کے بعد اس کی اولاد میں سے آئمہ کا ذکر عبادت ہے مجھے قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھے برحق نبی مبعوث فرمایا اور مجھے تمام مخلوق سے افضل قرار دیا میرا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے اور وہ تمام بندوں پر اللہ کی حجت ہے اور اس کی مخلوق پر اس کا خلیفہ ہے اور میرے بعد آئمہ اسی کی اولاد سے ہونگے ان کی بدولت خدا زمین والوں سے عذاب کو ٹال دیتا ہے ان ہی کی بدولت آسمان زمین پر نہیں ٹوٹ پڑتا انہی کی وجہ سے پہاڑ اپنی جگہوں پہ قائم ہیں انہی کی بدولت لوگوں پر باران رحمت برستی ہے اور انہی کے صدقہ میں زمین انگوریوں کو جنم دیتی ہے وہ واقعی اللہ کے اولیاء اور اس کے خلفاء ہیں ان کی تعداد مہینوں کی تعداد کے برابر ہے اور وہ بارہ ہے جس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نقباء کی تعداد تھی اس کے بعد حضورؐ نے یہی آیت تلاوت فرمائی وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الۡبُرُوۡجِ الخ

قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ ۝۵ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ ۝۶ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ ۝۷

لعنت ہے اصحاب اخدود پر جنہوں نے بھڑکتی ہوئی آگ روشن کی جبکہ وہ (مومنوں کو جلانے کیلئے) اس کے اردگرد بیٹھنے والے تھے

اور فرمایا اے ابن عباس! کیا تو سمجھتا ہے کہ اللہ نے اس آسمان اور اس کے برجوں کی قسم کھائی ہے؟ ابن عباس کہتا ہے میں نے عرض کی حضورؐ تو پھر اللہ نے کس چیز کی قسم کھائی ہے تو آپ نے فرمایا وہ آسمان میں ہوں اور بارہ بُرج میرے بعد میں ہونے والے بارہ امام ہیں جن کا پہلا علیؑ اور آخری مہدی ہوگا۔

وَشَاهِدٍ وَّمَشۡهُوۡدٍ۔ اس میں متعدد اقوال ہیں ○ شاہد یوم جمعہ اور مشہود یوم عرفہ ○ شاہد حضرت رسالتمآبؐ اور مشہود یوم قیامت تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ ایک شخص ایک دفعہ مسجد نبوی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ ایک شخص احادیث نبویہ بیان کر رہا ہے تو اس نے اس سے شاہد ومشہود کا معنی پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ شاہد یوم جُمعہ ہے اور مشہود یوم عرفہ ہے۔ پس وہ شخص آگے بڑھا اور ایک دوسرے کو احادیث بیان کرتے دیکھا تو اس سے شاہد ومشہود کا معنی پوچھا اس نے جواب دیا کہ شاہد کا معنی ہے یوم جُمعہ اور مشہود سے مراد یوم نحر ہے پس اس سے آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت نورانی چہرے والا نوعمر شہزادہ احادیث نبویہ بیان کر رہا ہے تو اس شخص نے ان سے بھی شاہد ومشہود کا معنی دریافت کیا پس انہوں نے جواب دیا کہ شاہد سے مراد حضرت رسالتمآبؐ ہیں اور مشہود سے مراد یوم قیامت ہے اور ساتھ انہوں نے یہ آیت بھی پڑھی۔ اِنَّآ اَرۡسَلۡنٰكَ شَاهِدًا الآیہ وہ شخص کہتا ہے جب میں نے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ پہلا شخص حدیثیں بیان کرنے والا ابن عباس تھا اور دوسرا ابن عمر تھا اور تیسرا حضرت امام حسن علیہ السلام تھا۔ ○ شاہد یوم نحر اور مشہود یوم عرفہ ○ شاہد یوم عرفہ اور مشہود یوم جُمعہ اور ابوالدرداء سے مروی ہے حضورؐ نے فرمایا میرے اُوپر جمعہ کے روز درود زیادہ بھیجا کرو کیونکہ یہ ملائکہ کی حاضری کا دن ہے اور جو شخص بھی اس دن میرے اُوپر درود بھیجتا ہے مجھے اس کی اطلاع دیجاتی ہے تو راوی کہتا ہے میں نے سوال کیا کہ آیا موت کے بعد بھی آپ پہ درود بھیجا جائے تو آپ کو معلوم ہو جاتا ہے پس آپ نے فرمایا کہ زمین پر انبیاء کے جسموں کا کھانا حرام ہے اور جو نبی ہوتا ہے وہ ظاہری موت کے بعد بھی زندہ ہوتا ہے اور اللہ کا رزق کھاتا ہے ○ شاہد فرشتے اور مشہود یوم قیامت ○ شاہد سے مراد وہ جو بروز محشر لوگوں پہ گواہی دیں گے اور مشہود جن پر گواہی دی جائے گی ○ شاہد یہ امت اور مشہود گذشتہ امتیں ○ شاہد اعضاء بنی آدم اور مشہود خود بنی آدم ○ شاہد حجر اسود اور مشہود حاجی ○ شاہد شب و روز اور مشہود ابن آدم ○ شاہد انبیاء مشہود خاتم الانبیاء ○ شاہد اللہ مشہود کلمہ توحید ○ شاہد خلق اور مشہود حق۔ پس یہ ۱۲ اقوال ہیں جو مجمع البیان میں بیان کئے گئے ہیں اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ شاہد حضرت رسالتمآب و حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں۔

اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ۔ زمین میں کھودے ہوئے شگاف جس طرح آجکل فوجی لوگ زمین میں مورچے بنالیا کرتے ہیں۔ اور اصحاب الاخدود سے مراد زمانہ سابق کے وہ ظالم حکمران ہیں جنہوں نے تبلیغ اسلام کرنے والوں اور ایمان لانے والوں کو نشانہ عذاب بنایا اور زمین میں نالیاں و نہریں کھود کر ان کو آگ سے بھر دیا اور ایمان لانے والوں کو اس آگ میں زندہ پھونک دیا۔ چنانچہ تفسیر مجمع البیان و دیگر تفاسیر میں متعدد واقعات کی نشاندہی کی گئی ہے ہم عبرت و نصیحت کی خاطر ان میں سے بعض کا تذکرہ کرتے ہیں۔

تفسیر مجمع البیان میں صحیح مسلم سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا سابق زمانہ میں ایک بادشاہ تھا جس نے رعایا پر تسلّط قائم رکھنے کے لئے ایک جادوگر کی خدمات حاصل کی ہوئی تھیں جب جادوگر کا بڑھاپے کا زمانہ آیا تو اس نے بادشاہ سے خواہش کی کہ مجھے ایک لڑکا دیا جائے جس کو میں اپنا فن جادو سکھا دوں تاکہ میری موت کے بعد وہ شاہی خدمات انجام دیتا رہے چنانچہ جادو کی تربیت حاصل کرنے کے لئے بادشاہ نے ایک لڑکا نامزد کر دیا اتفاق سے بادشاہ اور جادوگر کی منزلوں کے درمیان ایک عبادت گزار راہب کا مکان تھا وہ بچہ آتے جاتے ہوئے جب اس راہب کے پاس سے گذرتا تو اس کی نصیحتوں کو سننے کے لئے کچھ دیر ٹھہر جاتا تھا جس کے نتیجے میں جادوگر کے پاس دیر سے جاتا تو جادوگر سزا دیتا تھا اور گھر دیر سے جاتا تھا تو گھر والوں سے سرزنش کا مستحق گردانا جاتا تھا پس اس لڑکے نے اپنی اس مشکل کا ذکر راہب سے کر دیا تو راہب نے کہا کہ میرا نام نہ لیا کرو بلکہ اگر گھر والے دیر کی وجہ پوچھیں تو جادوگر کے پاس ٹھہر جانے کا بہانہ کر لیا کرو اور اگر جادوگر دیر سے پہنچنے کی وجہ پوچھے تو گھر والوں کی رکاوٹ کا عذر پیش کر لیا کرو پس اس طریقہ سے اس لڑکے نے راہب سے دین سیکھ لیا ایک دفعہ لوگوں پر ایک خونخوار جانور نے حملہ کر دیا اور اسی لڑکے کا ادھر سے گزر ہوا پس اس نے ایک پتھر اٹھایا اور دعا مانگی کہ اے اللہ اگر راہب کا دین برحق ہے تو اس جانور کو موت دیدے پس اس زور سے پتھر مارا کہ وہ جانور کے لئے پیغام موت ثابت ہوا اور لوگ اس سے نجات پا کر گھروں کو چلے گئے لڑکے نے اس واقعہ کا تذکرہ راہب سے کیا تو اس نے کہا بیٹے! تم پر امتحان آئے گا لیکن یاد رکھنا کہ ہمارے متعلق کسی کو کچھ نہ بتانا۔ چنانچہ وہ لڑکا نہایت دیندار اور مستجاب الدعوات ہو گیا حتیٰ کہ کوڑھ اور برص کی بیماریوں والے اس کی دعا کی برکت سے شفایاب ہونے لگے۔ ایک دفعہ بادشاہ کے مصاحبین میں سے ایک شخص نابینا ہو گیا تو اس نے لڑکے کو کافی دولت کی پیش کش کی کہ تو مجھے شفایاب کر دے۔ تو لڑکے نے جواب دیا میں کسی کو شفا نہیں دے سکتا کیونکہ یہ اللہ کا کام ہے پس اگر تو ایمان کو قبول کرے تو میں تیرے لئے اللہ سے دعا کروں گا اور خدا تجھے آنکھوں کی بینائی عطا فرمائے گا چنانچہ وہ لڑکے کی نصیحت کو مان کر مومن ہو گیا اور لڑکے نے اس کے حق میں دعا کی پس اللہ نے اس کو قوت بینائی دیدی۔ جب وہ مصاحب دربار شاہی میں شفایابی کے بعد حاضر ہوا تو بادشاہ نے دریافت کیا تجھے کس نے شفا بخشی ہے؟ تو اس نے صاف کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے شفا بخشی ہے بادشاہ کہنے لگا میرے علاوہ کوئی اور اللہ بھی ہے؟ تو اس نے کہا اللہ وہ ہے جو تیرا بھی خدا ہے اور میرا بھی خدا ہے بادشاہ نے پوچھا تجھے یہ سبق کس نے پڑھایا ہے؟ تو اس نے لڑکے کا نام لیا پس بادشاہ نے اس لڑکے کو بھرے دربار میں منگوایا اور پوچھا کہ کیا تو لوگوں کو شفایاب کرتا ہے تو اس نے جواب دیا کہ میں نہیں بلکہ اللہ کرتا ہے تو بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ کوئی اور خدا بھی ہے تو لڑکے نے جواب دیا ہاں وہ خدا ہے جو تیرا بھی خدا ہے اور میرا بھی خدا ہے پس لڑکے پر اسقدر تشدد کیا گیا کہ اس نے راہب کی نشاندہی کر دی چنانچہ سب سے پہلے اس راہب کو آرے سے چیر دیا گیا اور لڑکے کے لئے حکم جاری کر دیا گیا کہ اگر یہ اپنے دین سے باز نہ آئے تو اس کو پہاڑ کی چوٹی سے زمین پر گرا دیا جائے تاکہ اس کی ہڈیاں پسلیاں چور چور ہو جائیں چنانچہ جب جلاد لوگ اس کو لے چلے تو اس نے اللہ سے دعا کی اے پروردگار! تو مجھے ان لوگوں کے شر سے نجات عطا فرما پس پہاڑ کو زلزلہ آیا اور وہ سب کے سب دب کر مر گئے اور لڑکا صحیح و سالم دربار شاہی میں زندہ واپس پہنچا اور بادشاہ کے سوال کے جواب میں کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے ان کی گرفت سے بچا لیا ہے تو بادشاہ نے حکم دیا کہ اس کو سمندر میں لے جا کر غرقاب کر دیا جائے چنانچہ جب لوگ اس کو کشتی میں سوار کر کے

گہرے سمندر کے پانی میں لے گئے تو لڑکے کی دُعا سے کشتی اُلٹ گئی اور وہ سارے ڈوب کر مر گئے اور لڑکا زندہ بچ کر واپس آگیا جب بادشاہ نے وجہ پوچھی تو لڑکے نے صاف کہہ دیا کہ مجھے اللہ نے محفوظ رکھ لیا ہے۔ اس کے بعد لڑکے نے کہا۔ اے بادشاہ اگر تو مجھے مروانا چاہتا ہے تو جس طرح میں بتاؤں اس طریقہ سے مجھے قتل کرو تب کامیاب ہوگے اور وہ یہ کہ تمام رعایا کو جمع کرلو اور مجھے کھجور کے تنے پر لٹکا کر میرے ترکش سے تیر نکالو اور تیر کو کمان پر رکھ کر یہ کلمہ کہو۔ اس لڑکے کے پروردگار کے نام سے تیر مار رہا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے ایسا ہی کیا اور تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں مارا جس سے وہ لڑکا درجہ شہادت پر فائز ہوگیا اور تمام حاضرین نے اُسی وقت کلمہ توحید زبان پر جاری کرلیا اور کہا کہ ہم اس لڑکے کے خدا پر ایمان لائے ہیں۔ بعض مصاحبین نے بادشاہ سے کہا کہ لڑکا اپنی قربانی دیکر لوگوں کو توحید کا درس دینے میں کامیاب ہوگیا ہے کہ وہ خود تو مرگیا لیکن ہزاروں کو مسلمان کر گیا پس بادشاہ کو طیش آیا اور اُس نے اخدود کھودنے کا حکم دیا چنانچہ شہر کی ہر گلی کے سرے پر ایک ایک اخدود کھودی گئی اور لکڑیاں ڈال کر ان میں آگ روشن کرائی گئی اور مومنوں کو اس آگ میں جلانے کا حکم دیا گیا لیکن مومن لوگ خود بخود اپنے ایمان کی حفاظت کی خاطر اس میں چھلانگیں لگانے لگ گئے سب سے آخر میں ایک عورت آئی جس کی گود میں ایک بچہ تھا تو اُس بچہ نے ماں سے کہا اماں جان صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ کیونکہ تو حق کے راستہ پر گامزن ہے۔

اور ابن مسیب سے منقول ہے کہ عمر بن خطاب کے زمانۂ خلافت میں یہ رپورٹ پہنچی کہ لوگوں نے ایک جگہ کھودی ہے اور وہاں سے اس نوجوان کی میت نکلی ہے جس نے اپنی کنپٹی پر ہاتھ رکھا ہوا ہے تو عمر نے اُن کو تحریراً حکم دیا کہ اس جگہ کو بند کردو اور اسے وہیں دفن کردو۔

دوسری روایت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک بادشاہ نے حالت نشہ میں اپنی لڑکی یا بہن سے زنا کرلیا جب نشہ ٹوٹا تو اپنی غلطی پر پردہ ڈالنے کے لئے اس نے علاج سوچا تو کسی مشیر نے اسے مشورہ دیا کہ عذر بہانہ سوچنے کے بجائے تم حکم دیدو کہ بہن بیٹی وغیرہ سے نکاح جائز ہے اور اسی کو آئین مملکت قرار دیدو اور حکم عدولی کرنے والے افراد کو سنگین سزائیں دو چنانچہ اس نے حکم نافذ کردیا اور خلاف ورزی کرنے والے اور شاہی حکم کے خلاف زبان کھولنے والے افراد کے لئے زمین میں نہریں کھدوا دیں اور ان میں آگ روشن کرا دی پس جو بادشاہ کے دین کو قبول کرتا تھا اس کو انعامات سے نوازا جاتا تھا اور حکم عدولی کرنے والوں کو آگ میں جھونک دیا جاتا تھا۔

تیسری روایت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خداوند کریم نے حبشیوں کی طرف ایک حبشی کو نبی بنا کر بھیجا تو انہوں نے اس کو جھٹلایا اور ان کے بادشاہ نے اس نبی اور اس پر ایمان لانے والوں کو گرفتار کرلیا اور اخدود کھدوا کر آگ روشن کرائی اور لوگوں کو جمع کرکے حکم دیا کہ جو ہمارے دین پر ہے وہ آگ میں کود جائے چنانچہ مومنوں نے آگ میں چھلانگ لگا دی آخر میں ایک عورت آئی جس کے پاس ایک ماہ کا بچہ تھا پس آگ میں جاتے ہوئے اُس عورت کو بچے پر رحم آیا تو بچہ نے زبان کھولی اور کہا اماں جان گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے آگ میں پھینک دے اور خود بھی آگ میں کود جا کیونکہ خدا کی قسم اللہ کی راہ میں یہ قربانی ایک معمولی بات ہے چنانچہ اس عورت نے بھی آگ میں چھلانگ لگا دی اور مہد میں بولنے والے بچوں میں سے ایک بچہ یہ بھی ہے۔

وَهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ ﴿۸﴾ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ

اور وہ جو کچھ مومنوں کے ساتھ کر رہے تھے اس پر خود گواہ تھے ۔ اور انہوں نے اُن سے انتقام نہیں لیا مگر اس

ایک روایت میں ہے کہ جن لوگوں نے اخدود کھدوا کر مومنین کو آگ میں جلایا ان کی تعداد دس ہے اور ایک روایت میں ہے کہ وہ تین ہیں ایک شام میں تھا جس کا نام انطیانوس تھا جو رومی باشندہ تھا دوسرا فارس میں تھا اور وہ بخت نصر ہے اور تیسرا عرب کی سرزمین میں بخران کے رہنے والا تھا جس کا نام یوسف بن ذوالنواس تھا اور اس کا قصہ اس طرح ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اٹھائے جانے کے بعد عرب میں دو آدمی انجیل کے قاری تھے ایک زمین تہامہ میں اور دوسرا بخران میں جو علاقہ یمن میں تھا پس یہ بخران والا قاری کسی بڑے آدمی کے ہاں ملازم تھا اور انجیل کو پڑھا کرتا تھا اُس امیر کی لڑکی نے ایک دفعہ دیکھا کہ انجیل پڑھتے ہوئے اس کے چہرہ سے نور ساطع ہے تو اُس لڑکی نے اپنے باپ کو بتایا کہ ہمارا ملازم کوئی ایسی کلام پڑھتا ہے جس کی بدولت اس کے مُنہ سے نُور ساطع ہوتا ہے چنانچہ اس امیر نے اس نور کا مشاہدہ کیا تو اپنے ملازم کو بلا کر حقیقت دریافت کی کافی اصرار کے بعد اس نے بتایا کہ میں دینِ عیسٰی پر ہوں اور اللہ کی کتاب انجیل کی تلاوت کرتا ہوں پس وہ امیر اپنے پورے خاندان سمیت مسلمان ہو گیا اور تقریباً زن و مرد ۸۰ کی تعداد میں مسلمان ہو گئے جب یوسف بن ذو لنواس بن شراحیل بن تبع حمیری کو اس معاملہ کی رپورٹ پہنچی تو اُس نے زمین میں خندقیں کھدوا کر اُن میں آگ روشن کرائی پس جو شخص دینِ عیسٰی سے مرتد ہو جاتا تھا اس کو معافی دی جاتی تھی اور جو ثابت قدم رہتا تھا اس کو آگ میں جھونک دیا جاتا تھا چنانچہ مومن آگ میں ڈال دیئے گئے اور سب سے آخر ایک عورت کو لایا گیا جس کی گود میں چھوٹا سا بچہ تھا جو بول نہ سکتا تھا جب ماں نے بچّے کو دیکھا تو ترس کھانے لگی لیکن بچہ فوراً گویا ہوا اے اماں جان! جو آگ اس کے بعد ہو گی وہ کبھی خاموش نہ ہو گی۔ لہٰذا اس آگ سے ہرگز نہ گھبراؤ ۔ چنانچہ بچّے کی بات کو سُن کر اُس نے بھی آگ میں چھلانگ لگا دی اور اللہ نے ماں بیٹے دونو کو جنت میں داخل کر دیا اور کل ۸۰ آدمی تھے جنہوں نے آگ میں چھلانگ لگائی تھی اور ابن عباس سے منقول ہے جو آگ میں جلنے سے انکار کرتے تھے ان کو تازیانوں سے پیٹا جاتا تھا حتاکہ آگ میں جانے سے پہلے ان کے رُوح جنت میں پہنچ جاتے تھے اور تفسیر برہان میں قمی سے منقول ہے کہ یہ شخص قوم حمیر کا آخری بادشاہ تھا اور مذہب یہود اس نے اختیار کیا تھا اور نصرانیوں کو یہودیت کی طرف جبراً لاتا تھا اور جن لوگوں کو اس نے مرتد کرنے کیلئے قتل کیا ان کی تعداد بیس ہزار تھی ۔

ایک روایت میں ہے بخت نصر کے بیٹے بہر قیبہ نے حضرت دانیال اور اُس کے ماننے والوں کو ایک کنوئیں میں ڈال کر اُوپر آگ روشن کر دی تھی جو ان کے لئے گلزار بن گئی تھی پھر خونخوار درندوں کے حوالے ان کو کیا تھا لیکن خدا نے ان کو محفوظ رکھا (برہان)

اِذْهُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ - یعنی وہ لوگ کناروں پر بیٹھ کر مومنوں کے جلنے کا تماشا دیکھتے تھے اور منقول ہے کہ ان کے دو گروہ تھے ایک تو وہ تھا جو مومنوں کو جلاتا تھا اور دوسرا گروہ جلانے میں شریک نہ تھا لیکن تماشائی تھا اور جلانے والوں کے فعل پر راضی تھا پس خدا نے ان دونو پر لعنت بھیجی ہے منقول ہے کہ خداوند کریم نے مومنوں کے ارواح کو آگ میں جانے سے پہلے جنت میں پہنچا دیا اور خدا کی کرنی یہ ہوئی کہ وہی آگ خندقوں سے نکل کر کافروں کے کپڑوں میں لگ گئی اور وہ خود اپنی جلائی ہوئی آگ کی لپیٹ میں آکر لقمۂ اجل ہو گئے (مجمع البیان)

شُهُوْدٌ - قعود جمع ہے قاعد کی اور شہود جمع ہے شاہد کی اس جگہ مراد وہ لوگ ہیں جو واقعہ میں حاضر تھے ۔

يُؤْمِنُوا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

کہ وہ لائق حمد اللہ غالب پر ایمان لائے جس کے پاس آسمانوں اور زمین کا ملک ہے

وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ

اور اللہ ہر شئے پر گواہ ہے تحقیق جن لوگوں نے مردوں اور عورتوں کو آزمائش میں ڈالا

ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۝ اِنَّ

پھر توبہ نہ کی (اور مرگئے) تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہوگا اور ان کے لئے جلنے کا عذاب ہوگا تحقیق

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کئے ان کے لئے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں

ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ ۝ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ۝ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ

یہ بڑی کامیابی ہے تحقیق تیرے رب کی گرفت سخت ہے تحقیق وہ پیدا کرتا ہے اور مرنے

وَيُعِيْدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ۝ فَعَّالٌ

کے بعد لوٹاتا ہے اور وہ غالب لائق محبت ہے عرش کا مالک ہے بزرگ ہے جو چاہتا ہے

لَمْ يَتُوْبُوْا ۔ یعنی مومنوں کو ستانے کے بعد اپنے کفر و شرک پر برقرار رہے اور توبہ کئے بغیر مرگئے ایسے لوگوں کے لئے جہنم میں قسم قسم کا عذاب ہوگا اور دیگر عذابوں کے علاوہ آگ میں جلنے کا عذاب بھی ہوگا۔ اسی بناء پر عذاب جہنم اور عذاب حریق کو الگ الگ ذکر کیا گیا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ عذاب جہنم سے اُخروی عذاب مراد ہو اور عذاب الحریق سے مراد دنیاوی عذاب ہو جس طرح کہ منقول ہے کہ وہ جب مومنوں کو آگ میں جھونکتے تھے تو آگ کے شعلے ان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتے تھے اور وہ خود بھی جل کر خاکستر ہو جاتے تھے اور مومنوں کے ارواح کو خدا آگ سے پہلے جنت میں پہنچا دیتا تھا۔

اَلْوَدُوْدُ ۔ ممکن ہے فعول بمعنی فاعل ہو یعنی مومنوں سے محبت کرنے والا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فعول بمعنی مفعول ہو یعنی وہ ذات جس سے مومنوں کو محبت کرنی چاہیئے یعنی لائق محبت اور اللہ دونو اعتبار سے ودود ہے۔

المجید۔ جن لوگوں نے مجید کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے تو انہوں نے اس کو اللہ کی صفت قرار دیا کہ وہ اللہ صاحب مجد و بزرگی ہے

لِّمَا يُرِيْدُ ⑯ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْجُنُوْدِ ⑰ فِرْعَوْنَ وَثَمُوْدَ ⑱ بَلِ

اسے کرنے والا ہے کیا تیرے پاس لشکروں کا قصہ پہنچا فرعون و ثمود کا (کہ کس طرح ہلاک ہوئے) بلکہ یہ

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ تَكْذِيْبٍ ⑲ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ مُّحِيْطٌ ⑳

لوگ کافر ہیں جھٹلانے میں ہیں اور اللہ ان پر احاطہ کرنے والا ہے

بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِيْدٌ ㉑ فِيْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ㉒ ع

بلکہ یہ قرآن مجید ہے لوح محفوظ میں ہے

اور عرش کا مالک ہے اور جن لوگوں نے مجید کو جر کے ساتھ پڑھا ہے انہوں نے اس کو عرش کی صفت قرار دیا ہے اور معنی یہ ہوگا اللہ عرش مجید کا مالک ہے اور اکثر قاریوں نے اس کو رفع کے ساتھ پڑھ کر اللہ کی صفت بنایا ہے۔

اَلْجُنُوْد - یعنی وہ کفار جنہوں نے اپنے لشکروں اور فوجوں کے ساتھ انبیاء اللہ کو خوفزدہ کیا جس طرح فرعون و ثمود وغیرہ تو خداوند کریم نے انبیاء کو صبر کی توفیق دی اور اپنے دشمنوں کو عبرتناک سزائیں دیں جن کو رہتی دنیا تک یاد کیا جاتا رہے گا۔

فِیْ تَکْذِیْب یعنی اگر کفار مکہ آپ کو جھٹلاتے ہیں تو آپ پرواہ نہ کریں وہ خدا کی گرفت سے ہرگز بچ نہیں سکتے۔

قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ - یعنی کفار نے جادو یا شعبدہ کہانت کہکر لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالنے کی ہر چند کوشش کی لیکن بالآخر ان کے غلط پروپیگنڈے باطل ہوئے اور ثابت ہوگیا کہ یہ قرآن مجید اللہ کا بھیجا ہوا کلام ہے جس میں اللہ کی نعمتوں کا تذکرہ ہے اور اس کے عذاب کا ذکر بھی ہے اور اس کی گرفت کے قصے بھی ہیں تاکہ ہر ممکن طریق سے لوگوں کو راہ حق کے قریب کیا جائے۔

فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ - یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محفوظ لوح کی صفت ہو یعنی لوح محفوظ میں ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ وہ ایک سفید موتی کی طرح ہے جس کی لمبائی آسمان و زمین کے مابین فاصلہ کے برابر ہے اور چوڑائی مشرق و مغرب کے فاصلہ کے برابر ہے اور بعضوں نے اسرافیل کی پیشانی کو لوح محفوظ قرار دیا ہے اور بعضوں نے عرش کے دائیں طرف اس کا مقام بتایا ہے

اور اگر محفوظ کو قرآن کی صفت قرار دیا جائے تو معنی یہ ہوگا کہ قرآن مجید تغیر و تبدل اور نقص و عیب سے محفوظ ہے اور لوح میں موجود ہے جس سے جبرائیل حسب ضرورت بحکم پروردگار احکام انبیاء کی طرف لایا کرتا ہے۔

سورہ الطارق

- یہ سورہ مکیہ ہے
- اس کی آیات بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر اٹھارہ ہیں
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص سورہ الطارق کی تلاوت کرے گا ستارگان سما سے دس گنا نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی
- اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص نماز فریضہ میں اس سورہ کو پڑھے بروز قیامت اللہ کے نزدیک اس کی منزلت بلند ہوگی اور انبیاء کا ساتھ اس کو نصیب ہوگا۔
- خواص القرآن سے مروی ہے حضرت رسالتمآب نے فرمایا اگر اس سورہ کو کسی پاک برتن میں لکھا جائے اور پانی سے دھو دیا جائے تو اس پانی سے جس زخم کو دھو دیا جائے گا وہ زخم خراب نہ ہوگا اور اگر کسی دوسری شیئ پر اس کو پڑھا جائے تو وہ محفوظ ہوگی اور اس کا مالک اس سے مامون ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کے پانی سے زخم دھویا جائے تو درست ہو جائے گا اور اس میں پیپ پیدا نہ ہوگی اور اگر کسی دوائی پر اس کو پڑھ کر پیا جائے تو اس میں شفا ہوگی (برہان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾ وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ﴿۲﴾ وَمَآ اَدۡرٰکَ

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں) آسمان اور طارق کی قسم تمہیں کیا خبر کہ طارق

مَا الطَّارِقُ ﴿۳﴾ النَّجۡمُ الثَّاقِبُ ﴿۴﴾ اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ لَّمَّا عَلَیۡہَا حَافِظٌ ﴿۵﴾

کیا ہے؟ وہ بلند و روشن ستارہ ہے تحقیق ہر نفس کے اوپر نگہبان موجود ہے

رکوع نمبر ۱۱

وَالطَّارِقِ ۔ طرق کا معنی ہے کھٹکھٹانا اور کوٹنا اس لئے لوہے کے ہتھوڑے کو مطرقہ کہا جاتا ہے اور دروازہ کھٹکھٹانے والے کو طارق کہتے ہیں اور اسی مناسبت سے ہر رات کے کھٹنے والے مہمان کو بھی طارق کہا جاتا ہے کیونکہ وہ کنڈی کھٹکھٹاتا ہے اور اسی مناسبت سے رات کے وقت طلوع کرنے والے ستارے کو بھی طارق کہا گیا ہے۔

الثَّاقِبُ ۔ اس کا معنی روشن بھی ہے اور اس کا معنی نہایت بلند بھی کیا جاتا ہے اور اس جگہ دونوں صحیح ہیں۔

اِنۡ کُلُّ نَفۡسٍ ۔ اگر لمّا کو تشدید سے پڑھا جائے تو یہ اِلّا کے معنی میں ہوگا اور اِنۡ نافیہ ہوگا اور جملہ جواب قسم ہوگا اور اگر لَمَا

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝٥ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝٦ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ

پس انسان کو غور کرنا چاہیے کہ وہ کس سے پیدا ہوا؟ وہ ٹپکنے والے پانی سے پیدا ہوا ہے جو صلب اور

الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ۝٧ اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ۝٨ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَآئِرُ ۝٩

پسلیوں سے نکلتا ہے؛ تحقیق وہ (اللہ) اس کو پلٹانے پر بھی قادر ہے جس دن مخفی راز ظاہر کیے جائیں گے

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ ۝١٠ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ۝١١ وَالْاَرْضِ ذَاتِ

پس نہ اس کے پاس کوئی طاقت ہوگی اور نہ کوئی مددگار ہوگا بارش برسانے والے آسمان کی قسم اور انگوریاں پیدا کرنے والی زمین کی

الصَّدْعِ ۝١٢ اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ۝١٣ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ۝١٤ اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ

قسم تحقیق یہ (وقوع قیامت) فیصلہ شدہ پکی بات ہے اور وہ مسخری نہیں تحقیق یہ لوگ تجویزیں

کو تشدید کے بغیر پڑھا جائے تو اِنْ اِنَّ کا مخفف ہوگا اور لَمَا کا لام اس بات کی نشانی ہے کہ اِنْ مخففہ ہے نافیہ نہیں ہے اور لام کے بعد ما اس طرح ہے جس طرح فَبِمَا رَحْمَةٍ میں باء جارہ کے بعد ما واقع ہے اور اس صورت میں معنی وہی ہے جو تحت اللفظ ذکر کیا گیا ہے اور لَمَّا کو تشدید کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ کوئی نفس نہیں مگر یہ کہ اس کے اُوپر حافظ موجود ہے یعنی ایسا فرشتہ جو اس کے اعمال اور افعال کو نوٹ کرتا ہے

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ - اس جگہ انسان سے مراد کافر ہے یعنی وہ انسان جو مرنے کے بعد زندہ ہونے کا انکار کرتا ہے اس کو چاہیے کہ اپنی پیدائش میں غور کرے کہ ٹپکنے والے پانی سے اس کو کس طرح پیدا کیا گیا ہے پس جو خدا شکم مادر میں اس کو تدریجی ارتقاء کی منازل سے گذار کر پانی سے انسان بنا سکتا ہے وہی خدا اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پلٹانے پر بھی قادر ہے۔

اَلصُّلْبُ التَّرَآئِبِ - بعض کہتے ہیں کہ مرد کی منی صلب سے عورت کی منی ترائب سے نکلتی ہے اور ترائب تریبة کی جمع ہے۔ سینے سے اُوپر ہنسلی کی ہڈیوں کو ترائب کہا جاتا ہے۔

السَّرَآئِرُ - اللہ اور بندے کے درمیان جو فرائض پوشیدہ ہیں اور راز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت پیغمبر سے منقول ہے وہ چار ہیں، نماز روزہ، زکوٰۃ اور غسل جنابت کیونکہ دوسرے آدمیوں کو پتہ نہیں چل سکتا کہ اس نے نماز پڑھی ہے یا نہیں اسی طرح روزہ رکھا ہے یا نہیں اور غسل کیا ہے یا نہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ اس نے یہ فرائض ادا کیے ہیں یا نہ؟ پس قیامت وہ دن ہے جس دن انسان کے مخفی فرائض کا اختبار کیا جائے گا اور منظر عام پر ان کو لایا جائے گا۔

فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ - یعنی اس دن بدکردار لوگوں کے پاس اللہ کے عذاب سے بچانے والی نہ کوئی طاقت ہوگی اور نہ کوئی اس کا مددگار ہوگا

كَيْدًاۙ وَّاَكِيْدُ كَيْدًاۚۖ فَمَهِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ۞ ع ۱۱

کرتے ہیں اور میں بھی تجویز کرتا ہوں پس کافروں کو (قیامت تک کیلئے) تھوڑی سی مہلت دیدیجئے

ذَاتِ الرَّجْعِ ۔ الرَّجع کا معنی رجوع سے ہے اور آب کثیر کو الرجع کہا جاتا ہے جس کو ہوا کے تھپیڑے متحرک کریں۔

ذَاتِ الصَّدْعِ ۔ صدع کا معنی شگاف ہے اور زمین کو پیدا ہونے والی انگوریاں شگاف کرکے باہر نکلتی ہیں۔

اِنَّهٗ لَقَوْلٌ ۔ یہ جواب قسم ہے کہ مجھے آسمان و زمین کی قسم قیامت کا وعدہ فیصلہ شدہ ہے اور پکی بات ہے کہ کفار کو اس دن کا عذاب بھگتنا پڑے گا اور یہ مسخری اور ہنسی کی بات نہیں ہے اس کے بعد حضورؐ کو تسلی دی گئی ہے کہ آپ ان کفار کو بے شک مہلت دیدیں میں قیامت کے روز ان کی سرکشیوں کی ان کو سزا دے دوں گا۔ آپ کو مزید غمزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے اور اس خطاب میں تمام مبلغین امت اور ہادیان دین کو تسلی دی گئی ہے کہ تبلیغ کے راستہ میں پیش آنے والے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا جائے اور کفار و منکرین کی ایذا رسانیوں سے گھبراہٹ نہیں کرنی چاہیئے قیامت کے دن جو نتیجہ نکلے گا وہ ان کے لئے رسواکن ہوگا اور مومنوں کے لئے مژدۂ جانفزا ہوگا

سُورَةُ الاعلیٰ

- یہ سورہ مکیہ ہے
- اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر اس کی آیات کی تعداد بیس ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا حضرت محمد مصطفےٰ حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ پر اترنے والی کتب کے تمام حروف سے دس گنا زیادہ نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہوں گی۔
- حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسالتمآب اس سورہ کو بہت دوست رکھتے تھے اور ابن عباس سے مروی ہے کہ آپ جب بھی سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى پڑھتے تھے تو فوراً کہتے تھے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى ۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو فریضہ یا نافلہ میں پڑھے گا قیامت کے دن اس کو حکم ہوگا کہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے داخل ہو جا اور منقول ہے کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام عموماً اس سورہ کو فریضہ نماز میں پڑھا کرتے تھے۔
- اور مروی ہے کہ جب فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ اتری تو رسالتمآب نے فرمایا یہ تسبیح نماز کے رکوع میں پڑھا کرو اور جب سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى اتری تو آپ نے اس کو سجدہ میں پڑھنے کا حکم دیدیا۔
- خواص القرآن سے منقول ہے حضورؐ نے فرمایا درد کرنے والے کان پر اس سورہ کا پڑھنا درد کو ختم کرتا ہے اور بواسیر پر اگر پڑھی جائے تو بواسیر سے آرام ہوگا اور بواسیر کے لئے اس کا تعویذ لکھ کر اپنے پاس رکھنا مفید ہے اسی طرح گردن کے درد کے لئے اس کو پڑھ کر دم کرنے سے درد کو آرام ہوگا نیز ہر متورم حصہ پر اس کو پڑھنا فائدہ مند ہے۔ (برہان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ الۡاَعۡلَی ﴿۲﴾ الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰی ﴿۳﴾ وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰی ﴿۴﴾

اپنے بلند رب کے نام کی تسبیح کر جس نے پیدا کیا اور درست بنایا اور جس نے مقدر کیا پس ہدایت کی

وَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الۡمَرۡعٰی ﴿۵﴾ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحۡوٰی ﴿۶﴾ سَنُقۡرِئُکَ

اور جس نے گھاس کو (زمین سے) نکالا پھر اس کو سیاہی مائل تنکوں میں بدل دیا ہم تجھے پڑھائیں گے کہ تمہیں

فَلَا تَنۡسٰۤی ﴿۷﴾ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ یَعۡلَمُ الۡجَهۡرَ وَ مَا یَخۡفٰی ﴿۸﴾ وَ نُیَسِّرُکَ

نسیان نہ ہوگا مگر وہ جو اللہ چاہے تحقیق وہ ظاہر و مخفی کو جانتا ہے اور ہم آسانی پیدا

رکوع نمبر ۱۲

سَبِّحِ اسۡمَ رَبِّکَ ۔ تسبیح کا معنی تنزیہ ہے یعنی اپنے پروردگار کی ان تمام چیزوں سے تنزیہ بیان کرو جو اس کی ذات کو زیبا نہیں ہیں اور اسم کی تنزیہ سے مراد مسمیٰ کی تنزیہ ہے اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا جب یہ آیت پڑھو تو بعد میں کہا کرو سُبۡحَانَ رَبِّیَ الۡاَعۡلٰی

فَسَوّٰی ۔ یعنی پیدا کیا اور درست پیدا کیا یا یہ کہ سیدھی قامت والا پیدا کیا اور حیوانوں کی طرح نہیں بنایا۔

قَدَّرَ فَهَدٰی ۔ یعنی اس نے اپنی تقدیر و مشیت کے ماتحت پیدا کیا اور اس کے بعد ہر ذی حیات کے لئے اسباب رزق مقرر کئے اور ہر ایک کو اس کی تلاش کی ہدایت بخشی۔ چنانچہ بچوں کو ماں کا پستان چوس کر غذا حاصل کرنا بتایا اور پرندوں کے بچوں کو اپنے ماں باپ کے منہ سے غذا حاصل کرنے کی ہدایت فرمائی وعلیٰ ہذا القیاس اسی طرح ہر جنس کے جوڑے کو تعلقات جنسیہ کے قائم کرنے کی ہدایت بخشی تاکہ نسلوں کی بقا سے زمین کی آبادی قائم رہے اور یہ سب اس کی حسن تدبیر کے نتائج ہیں۔

غُثَآءً اَحۡوٰی ۔ یعنی حیوانوں کی خوراک کے لئے اس نے گھاس اُگایا جو خشک ہو کر تنکوں میں تبدیل ہو جایا کرتا ہے

فَلَا تَنۡسٰۤی ۔ اللہ نے اس آیت میں حضرت پیغمبر سے وعدہ کیا ہے کہ آپ کو نسیان طاری نہ ہوگا اور ساتھ اپنی مشیت کا استثنار کر دیا یعنی آپ کو نسیان نہ ہوگا مگر اللہ کو انساء پر قدرت ہے اگر چاہے تو انساء کر سکتا ہے اور علمائے امامیہ کے نزدیک حضرت رسالتمآب کا سہو و نسیان باطل ہے کیونکہ اگر آپ کو نسیان لاحق ہو تو مسائل شرعیہ[1] اور تبلیغ احکام الٰہیہ میں بھی نسیان کا احتمال باقی ہوگا لہٰذا ان کی کسی بات پر اعتماد نہ ہو سکے گا بلکہ شک رہے گا کہ شاید آپ کو نسیان ہوا ہو اور عصمت[2] کا تقاضا بھی یہی ہے کہ آپ کو نسیان نہ ہو کیونکہ نسیان کی صورت میں خطاء اور غلطی کا امکان پیدا ہو جاتا ہے اور وہ منافی عصمت ہے۔

لِلْيُسْرٰى ۝٩ فَذَكِّرْ اِنْ نَّفَعَتِ الذِّكْرٰى ۝١٠ سَيَذَّكَّرُ مَنْ يَّخْشٰى ۝١١

کر دیں گے تیرے لیے جنّت کیلئے پس نصیحت کر اگر نصیحت فائدہ مند ہو عنقریب وہ نصیحت لے گا جس کو ڈر ہوگا

وَيَتَجَنَّبُهَا الْاَشْقَى ۝١٢ الَّذِىْ يَصْلَى النَّارَ الْكُبْرٰى ۝١٣ ثُمَّ لَا يَمُوْتُ

اور اس سے بدبخت آدمی گریز کرے گا جو بڑی آگ میں جلے گا پھر وہاں نہ مرے گا

فِيْهَا وَلَا يَحْيٰى ۝١٤ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝١٥ وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۝١٦

اور نہ زندہ ہوگا تحقیق کامیاب ہوا وہ جس نے زکوٰۃ دی اور اپنے رب کا نام یاد کیا اور نماز پڑھی

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۝١٧ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ۝١٨ اِنَّ هٰذَا لَفِى

بلکہ تم لوگ زندگی دنیا کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے تحقیق یہ پہلے

الصُّحُفِ الْاُوْلٰى ۝١٩ صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى ۝٢٠

صحیفوں میں بھی ہے ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

مَنْ تَزَكّٰى۔ اس جگہ زکوٰۃ سے مراد فطرہ ہے اور بعد میں صلوٰۃ سے مراد نماز عید ہے لیکن اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ یہ سورہ مکیہ ہے اور نماز عید اور زکوٰۃ فطرہ کا وجوب مدینہ میں نازل ہوا تو علامہ طبرسی نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ابتدائی آیات مکہ میں اتری ہوں۔ اور اس کی تکمیل مدینہ میں ہوئی ہو اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ تزکیہ سے مراد شرک و کفر سے پاک ہونا ہے۔

ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ یعنی اللہ کا ذکر کر کے صلوٰۃ میں داخل ہو پس اس ذکر سے بعض مفسرین نے تکبیرۃ الاحرام مراد لی ہے اور ممکن ہے یہ مراد ہو کہ حالتِ نماز میں خشوع و خضوع قائم رہنا چاہیے اور اللہ کی یاد دل میں ہونی چاہیے۔

فِى الصُّحُفِ الْاُوْلٰى یعنی نماز پڑھنے والے اور زکوٰۃ ادا کرنے والے کتب سابقہ میں ممدوح ہیں۔

صُحُفِ اِبْرٰهِيْمَ۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ حضرت موسیٰ سے پہلے کوئی کتاب اللہ نے نہیں بھیجی لیکن اس آیت مجیدہ میں اس خیال کی تردید کی گئی ہے حضرت ابوذرؓ سے منقول ہے کہ میں نے حضرت رسول اکرمؐ سے دریافت کیا کہ کل نبی کتنے مبعوث ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء بھیجے پھر میں نے عرض کی کہ ان میں سے رسول کتنے تھے تو آپ نے فرمایا کہ تین سو تیرہ رسولؐ تھے اور باقی صرف انبیاء تھے میں نے عرض کی کہ کیا حضرت آدمؑ بھی نبی تھے تو آپ نے فرمایا ہاں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابوذر! چار نبی عرب تھے ہود۔ صالح۔ شعیب اور میں پھر ابوذر کہتا ہے میں نے دریافت کیا اللہ نے کل کس قدر کتابیں نازل فرمائیں تو آپ نے جواب دیا کہ اللہ نے ایک سو چار

کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے حضرت آدمؑ پر دس صحیفے حضرت شیث پر پچاس صحیفے اور حضرت اخنوخ (ادریس) پر تیس صحیفے اور یہ پہلا شخص ہے جس نے لکھنا ایجاد کیا اور حضرت ابراہیم پر دس صحیفے نازل ہوئے (یہ کل ایک سو صحیفہ ہے) اور چار کتابیں ہیں ۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن اور مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے میں درج تھا عقلمند انسان کو چاہیئے کہ اپنی زبان پر کنٹرول کرنے والا ہو۔ اپنے زمانے سے باخبر ہو اور اپنے فرائض کی بجا آوری میں مگن رہے اور مروی ہے کہ خدا کی جانب سے اترنے والی کتابیں سب کی سب ماہ مبارک رمضان میں نازل ہوئیں (مجمع)

تفسیر برہان میں یہ روایت مفصل ہے کہ ابوذر نے حضورؐ سے متعدد سوال کئے اور آپ نے ان کے جوابات مرحمت فرمائے۔

ابوذر نے پوچھا تحیہ مسجد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا دو رکعت نماز

ابوذر نے دریافت کیا نماز کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا موضوع ہے کوئی تھوڑی پڑھے یا بہت پڑھے۔

〃 کونسا عمل افضل ہے؟ فرمایا اللہ پر ایمان رکھنا اور جہاد کرنا

〃 رات کا کونسا حصہ افضل ہے؟ فرمایا پچھلی رات کا حصہ

〃 صدقہ کونسا افضل ہے؟ 〃 کم از کم جس قدر دے سکے مستحق کو پوشیدہ کرکے دیدے

〃 روزہ کیا ہے؟ 〃 ایسا فرض ہے جس کا اجر اللہ کے نزدیک بہت زیادہ ہے۔

〃 کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ 〃 جس کی قیمت زیادہ ہو اور اہل خانہ کو عزیز تر ہو۔

〃 کونسا جہاد افضل ہے؟ 〃 جس میں اس کی سواری بھی کام آجائے اور اس کا خون بھی گرایا جائے۔

〃 آپ پر سب سے عظیم تر آیت کونسی اتری ہے؟ فرمایا آیۃ الکرسی اس کے بعد آپ نے فرمایا اے ابوذر تمام آسمان کرسی کے اندر اس طرح ہیں جس طرح ایک وسیع جنگل میں ہاتھ کا چھلا پڑا ہو اور عرش کی کرسی سے وہی نسبت ہے؟ جو باقی آسمانوں کو کرسی سے ہے؛

اس روایت میں ہے کہ صحف ابراہیم میں یہ بات بھی ہے کہ عقلمند انسان کو وقت تقسیم کرنا چاہیئے ایک گھنٹہ اس کا اللہ کی عبادت کے لئے ضروری ہے ایک گھنٹہ اللہ کی نعمات و مصنوعات میں غور و فکر کرے اور ایک گھنٹہ وہ اللہ کی حلال کردہ نعمات سے لذت اندوز ہو اور اس کا یہ گھنٹہ جو ہے وہ سابق پروگرام کا بھی معاون ثابت ہوگا۔

عقلمند آدمی کو تین چیزوں کی طلب چاہیئے، معاش کی اصلاح قیامت کے لئے زادِ راہ اور حلال سے لذت اندوز ہونا اور صحف موسیٰ علیہ السلام میں عبرتیں موجود ہیں، تعجب ہے انسان کے لئے جس کو موت کا یقین بھی ہو اور پھر وہ خوش رہے۔ تعجب ہے انسان پر جس کو حساب کا یقین ہو اور ہنسے تعجب ہے اس انسان پر جو دنیا کی بے وفائی اور اس کے انقلابات دیکھتا ہو اور پھر بھی اسی پر مطمئن رہے آگے چل کر منقول ہے کہ ابوذر نے عرض کی حضور مجھے نصیحت فرمائیے تو آپ نے فرمایا تقویٰ اختیار کرو یہ سب سے بہتر ہے ابوذر نے عرض کی کچھ اور تو فرمایا چپ کو لازم پکڑو کہ خاموشی شیاطین کو بھگانے کے لئے کافی ہے اور دین کے معاملہ میں بہتر معاون ہے۔ ابوذر نے عرض کی کچھ اور فرمائیے تو آپ نے فرمایا بہت ہنسنا چھوڑ دو کیونکہ اس سے دل مُردہ ہوتا ہے ابوذر نے کہا کچھ اور تو آپ نے فرمایا مساکین سے محبت کیا کرو اور ان کی صحبت اختیار کرو ابوذر نے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

هَلۡ اَتٰىكَ حَدِيۡثُ الۡغَاشِيَةِ ﴿۲﴾ وُجُوۡهٌ يَّوۡمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ﴿۳﴾ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ﴿۴﴾

کیا تیرے پاس قیامت کی خبر پہنچی ہے ؟ اس دن چہرے جھکے ہوئے ہوں گے عمل کرنیوالے اور مشقت اٹھانے والے ہوں گے

کہا کچھ اور تو آپ نے فرمایا حق بات کہو اگرچہ تلخ ہو ابوذر نے عرض کی کچھ اور تو آپ نے فرمایا حق بات کہو اور اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت سے خوف نہ کرو۔ الحدیث

سورہ الغاشیہ

- یہ سورہ مکیہ ہے جو سورہ الذاریات کے بعد نازل ہوا۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر ستائیس بنتی ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو اس کی تلاوت کرے گا اس کا حساب آسان ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے فرائض و نوافل میں سورہ الغاشیہ کو ہمیشہ پڑھتا رہے۔ خداوند کریم دنیا و آخرت میں اس کو اپنی رحمت سے ڈھانپے گا اور بروز محشر اس کو عذاب جہنم سے امان عطا فرمائے گا
- حدیث نبوی میں ہے کہ اگر یہ سورہ کسی بچے پر پڑھی جائے خواہ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا بچہ ہو اور وہ روتا یا ڈرتا ہو تو اس سورہ مجیدہ کی برکت سے اس میں سکون آجائے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ سورہ درد کرنے والی ڈاڑھ پر پڑھا جائے تو اس کا درد ساکن ہو جائے گا۔ باذن اللہ اور اگر کھانے کی چیز پر اس کو پڑھا جائے تو اس کے بُرے اثرات سے محفوظ رہے گا اور سلامتی پائے گا۔

رکوع نمبر ۱۳

اَلۡغَاشِيَة ۔ چھا جانے والی اور اس سے مراد قیامت کا دن ہے اس کے بعد قیامت کی سختی کا تذکرہ ہے کہ اس دن کی سختی اور شدت کی وجہ سے لوگوں کے چہرے جھکے ہوئے ہوں گے۔

عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ۔ اس کا ایک معنی تو یہ کیا گیا ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے دُنیا میں بُرے اعمال کئے اور وہ آخرت میں جہنم کی سختی جھیلیں گے پس وہ عامل تھے دنیا میں اور ناصب ہوں گے قیامت کے دن اور دوسرا معنی یہ ہے کہ اس سے اہل بدعت اور باطل مذاہب والے لوگ مراد ہیں جنہوں نے دنیا میں اعمال کئے لیکن حق سے نصب و عداوت رکھتے تھے چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول

تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ۝٥ تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۝٦ لَيْسَ لَهُمْ طَعَامٌ اِلَّا

سخت آگ میں جلیں گے — سخت گرم چشمے سے سیراب کئے جائیں گے — ان کے لئے کھانا نہ ہوگا مگر

مِنْ ضَرِيْعٍ ۝٧ لَّا يُسْمِنُ وَلَا يُغْنِيْ مِنْ جُوْعٍ ۝٨ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۝٩

ضریع سے — جو نہ موٹا کرے گی اور نہ بھوک کو ختم کرے گی — کئی چہرے اس دن خوش حال ہوں گے

لِّسَعْيِهَا رَاضِيَةٌ ۝١١ فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ ۝١٢ لَّا تَسْمَعُ فِيْهَا لَاغِيَةً ۝١٣ فِيْهَا

اپنے اعمال پر راضی ہوں گے — بلند جنت میں ہوں گے — کہ وہاں کوئی لغو بات نہ سُنیں گے — اس میں چشمہ

عَيْنٌ جَارِيَةٌ ۝١٤ فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ ۝١٥ وَّاَكْوَابٌ مَّوْضُوْعَةٌ ۝١٦

جاری ہوگا — اس میں تخت بلند ہوں گے — اور پیالے رکھے ہوئے ہوں گے

ہے کہ ہمارے ساتھ نصب وعداوت کرنے والا خواہ کس قدر عبادت کرے وہ اس آیت کا مصداق ہے پس آگ میں جلے گا۔

عَيْنٍ اٰنِيَةٍ ۔ آنیۃ کا معنی سخت گرم ہے۔

ضَرِيْع ۔ یہ ایک ایسی گھاس ہے جس کو سوائے اُونٹ کے کوئی جانور نہیں کھاتا اور اس میں کانٹے بھی ہوتے ہیں اور قیامت کے دن جہنمیوں کو جو ضریع کھلائی جائے گی وہ کانٹے دار، بدبودار اور سخت گرم ہو گی اور مروی ہے کہ خدا جہنمیوں پر بھوک بھیجے گا اور اس کے بعد ان کو ضریع کی غذا دی جائے گی اسی طرح ان پر پیاس کو غالب کرے گا اور ایک ہزار سال کی پیاس کے بعد ان کو آنیہ سے سیراب کرے گا کہ نہ بھوک مٹے گی اور نہ پیاس بجھے گی اور عذاب سخت سے سخت تر ہوگا۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ ۔ یعنی خوش خوش ہوں گے بعض چہرے کہ اُن پر نعماتِ پروردگار کا اثر ظاہر ہوگا اور وہ دنیا میں کئے ہوئے اعمال اور مساعی جمیلہ پر راضی ہوں گے۔ تفسیر برہان میں ابن بابویہ کی بشارات الشیعہ سے منقول ہے کہ ایک دن حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام قبر رسول اور منبر کے درمیان اپنے صحابہ میں فرما رہے تھے کہ میں تمہارے ارواح اور تمہاری اچھی شہرت کو محبوب رکھتا ہوں پس تقویٰ و اجتہاد سے ہماری مدد کرو اور یاد رکھو کہ ہماری ولایت تقویٰ و اجتہاد کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور تم میں جو بھی کسی کو اپنا امام سمجھے تو چاہیئے کہ اس کی پیروی کرے تم اللہ کا گروہ اور اللہ کے انصار ہو تم السابقون الاولون ہو کہ دنیا میں ہماری ولایت کی طرف تم نے سبقت کی اور آخرت میں جنت کی طرف سبقت کرو گے میں اللہ و رسول کی جانب سے تمہاری جنت کا ضامن ہوں تم پاکیزہ ہو اور تمہاری عورتیں بھی پاکیزہ ہیں ہر مومن عورت حُور ہے اور ہر مومن مرد صدیق ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تم کو خوشخبری ہو کہ رسول کریمؐ تمام امت میں سے صرف شیعوں پر ہی راضی ہو کر گئے ہیں یاد رکھو ہر شئے کے لئے عروہ[1] ہوتا ہے اور دین کا عروہ شیعہ میں ہر شئے کے لئے شرف ہوتا ہے

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوفَةٌ ۝۱۶ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوثَةٌ ۝۱۷ اَفَلَا يَنظُرُونَ اِلَى الْاِبِلِ

اور صف بر صف قالین بچھے ہوں گے اور غالیچے پھیلے ہوئے ہوں گے کیا (یہ منکر لوگ) اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ کس طرح

كَيْفَ خُلِقَتْ ۝۱۸ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ۝۱۹ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ

پیدا کیا گیا اور آسمانوں کو کس طرح بلند کیا گیا اور پہاڑوں کو کس طرح نصب

نُصِبَتْ ۝۲۰ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ۝۲۱ فَذَكِّرْ اِنَّمَآ اَنتَ مُذَكِّرٌ ۝۲۲

کیا گیا اور زمین کو کس طرح بچھایا گیا ؟ (اگر غور کرتے تو ایمان لاتے) پس تم نصیحت کرو تمہارا کام نصیحت کرنا ہے

لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝۲۳ اِلَّا مَن تَوَلّٰى وَكَفَرَ ۝۲۴ فَيُعَذِّبُهُ اللّٰهُ الْعَذَابَ

تم ان پر چوکیدار نہیں ہو لیکن جو شخص پیچھے ہٹے گا اور کافر ہوگا تو اس کو عذاب دے گا

الْاَكْبَرَ ۝۲۵ اِنَّ اِلَيْنَآ اِيَابَهُمْ ۝۲۶ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُم ۝۲۷ ع ۱۳

اللہ بڑا عذاب تحقیق ہماری طرف ان کی بازگشت ہے پھر ہم پر ان کا حساب ہے ؟

اور دین کا شرف شیعہ ہیں ہر شے کے لئے سردار ہوتے ہیں اور مجالس کی سردار شیعہ کی مجالس ہیں اسی طرح ہر شیٔ کا امام ہوتا ہے اور زمینوں کی امام وہ زمین ہے جس میں شیعہ آباد ہوں اور ہر شیٔ کی خواہش ہوتی ہے اور دنیا کی خواہش شیعوں کی آبادی سے پوری ہوتی ہے آخر میں فرمایا کہ جنت میں تمہارے مخالفین کا کوئی حصہ نہیں ہے خواہ کس قدر ہی اعمال کیوں نہ بجا لائیں وہ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ کے مصداق ہیں اور اہلبیت کی روایات میں ہے وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاعِمَةٌ شیعیان آل محمدؐ کے حق میں ہے اور عاملۃ ناصبۃ ناصبیوں کے حق میں ہے۔

سُرُرٌ۔ یہ سریر کی جمع ہے اور خوشی و سرور کے ساتھ بیٹھنے کی جگہ کو کہا جاتا ہے اور مراد تخت ہیں اور بلند اس لئے ہونگے تاکہ تمام لوگ دیکھیں کہ ان لوگوں کی شان اللہ کے نزدیک کس قدر بلند ہے اور وہ تخت زبرجد یاقوت اور دیگر موتیوں سے جڑے ہوئے ہوں گے۔

اَكْوَابٌ۔ یہ کوب کی جمع ہے یعنی پیالہ اور مقصد یہ ہے کہ چشمہ ہائے جنت کے کناروں پر جنتی مشروب سے پُر پیالے موجود ہونگے

اَفَلَا يَنظُرُونَ۔ دوزخیوں کے عذاب اور جنتیوں کی نعمات بیان فرمانے کے بعد پھر ایک مرتبہ کفار کو دعوت فکر دی ہے کہ حشر و نشر کے انکار کرنے والو ذرا اونٹ کی تخلیق میں غور کرو اور یہ سوچو کہ اس قدر بڑی قد و قامت والے جانور کو کس ذات نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور اس کے منافع میں غور کرو اس کے علاوہ آسمان کی تخلیق اور اس کی بغیر ستونوں کی بقا اور پھر پہاڑوں کا وجود اور اس کی سر بفلک چوٹیاں اسی طرح زمین کا پھیلاؤ اور اس کی آبادیاں پس ان تمام چیزوں میں غور و فکر کرنے کے بعد تم خود آسانی سے اس نتیجہ پر پہنچ سکتے ہو

کہ وہ خدا جو ان تمام چیزوں کا خالق اور مدبر ہے وہی لائق عبادت ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور وہ دوبارہ زندہ کرکے جزا وسزا دینے پر بھی قادر ہے

جنّت ونار کا قسیم علیؑ ہے

اِنَّ اِلَیۡنَاۤ اِیَابَهُمۡ ۔ جابر سے منقول ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جب بروز قیامت خدا اوّلین وآخرین کو جمع کرے گا تو سب سے پہلے حضرت رسالتمآبؐ کو حلۂ بہشتی پہنایا جائیگا اور اس کے بعد حضرت علیؑ کو بھی پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد ہم کو حاضر کیا جائے گا اور لوگوں کا حساب ہمارے حوالے کیا جائے گا پس خدا کی قسم ہم ہی جنتیوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ میں داخل کریں گے باقی تمام انبیاء کو دوصفوں میں عرش کے پاس ٹھہرایا جائے گا۔ یہاں تک کہ لوگوں کا حساب ختم ہوگا جب تمام لوگ اپنی منازل میں پہنچ جائیں گے تو بحکم خدا وندکریم حضرت علیؑ جنتیوں کی جنت میں شادی کریں گے اور یہ اللہ کی طرف سے حضرت علیؑ کی فضیلت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے پس علیؑ ہی دوزخیوں کو دوزخ میں بھیجے گا اور بہشتیوں کو بہشت کے دروازوں سے داخل کرے گا اور دوزخ اور بہشت کے دروازوں کی چابیاں حضرت علیؑ علیہ السلام کے پاس ہوں گی۔

تفسیر برہان میں اس معنی کی روایات بکثرت وارد ہیں کہ معصوم نے فرمایا بروز قیامت ہمارے شیعوں کا حساب ہمارے ذمہ ہوگا حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ کُلُّ اُمَّةٍ یُحَاسِبُهَا اِمَامُ زَمَانِهَا یعنی قیامت کے روز ہر امت کا حساب اس کا امام زمانہ لے گا اور زیارت جامعہ میں صاف طور پر ہے فَاِیَابُ الْخَلْقِ اِلَیْکُمْ وَحِسَابُهُمْ عَلَیْکُمْ یعنی لوگوں کی بازگشت تمہاری طرف ہوگی اور ان کے حساب بھی تمہارے ذمہ ہوگا اور حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب بروز محشر حساب ہوگا اور اپنے شیعوں کا حساب ہمارے حوالے کیا جائے گا تو ان پر جو حقوق اللہ ہوں گے تو ان کے متعلق ہم حکم جاری کریں گے اور خدا منظوری دے دیگا اور جو حقوق الناس ہوں گے وہ بھی ہم معاف کرا دیں گے اور جو حقوق ہمارے متعلق ہوں گے وہ ہم خود معاف کر دیں گے اور دوسری روایت میں ہے کہ وہ ہمارے ساتھ ہوں گے ہم جہاں بھی ہوں گے۔

سُورہ الفجر

- یہ سُورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات بسم اللہ کو ملا کر اکتیس ہیں۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس سورہ کو فرائض ونوافل میں پڑھا کرو کیونکہ یہ امام حسین علیہ السلام کی سورت ہے اور جو شخص اس کو پڑھے گا وہ بروز محشر حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ جنت میں ہوگا اور اللہ عزیز وحکیم ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا اس کے پڑھنے والوں کی تعداد سے دس گنا اس کے گناہ معاف ہوں گے اور قیامت کے دن اس کو نور عطا ہوگا اور جو شخص اس سورہ کو لکھ کر اپنی کمر کے ساتھ باندھ کر اپنی حلال عورت سے ہمبستری کرے گا خدا اس کو فرزند عطا کرے گا جو اس کی آنکھ کی ٹھنڈک ثابت ہوگا دوسری روایت میں ہے باعث برکت ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالۡفَجۡرِ ﴿۲﴾ وَلَیَالٍ عَشۡرٍ ﴿۳﴾ وَّالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ ﴿۴﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ ﴿۵﴾

فجر کی قسم — دس راتوں کی قسم — شفع اور وتر کی قسم — رات کی قسم جب گذرتی ہے

هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ قَسَمٌ لِّذِیۡ حِجۡرٍ ﴿۶﴾ اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِعَادٍ ﴿۷﴾

کیا اس میں قسم ہے صاحب عقل کے لئے؟ — کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے عاد کے ساتھ کیا کیا؟

○ ایک روایت میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو صبح کے وقت پڑھے تو دوسری صبح تک ہر شئی سے باامن رہے گا (برہان)

رکوع نمبر ۱۴

وَالۡفَجۡرِ۔ اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں ① فجر سے مراد محرم کی فجر ہے اور اس کے بعد کی دس راتیں ہیں ② فجر سے مراد قربانی کے دن کی صبح اور اس سے پہلے کی دس راتیں ③ فجر سے مراد مطلق صبح اور دس راتوں سے مراد ماہ رمضان کی آخری دس راتیں ④ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دس راتیں جو کوہ طور پہ تتمہ کے طور پہ اضافہ کی گئی تھیں

وَالشَّفۡعِ وَالۡوَتۡرِ۔ اس میں بھی چند اقوال ہیں۔ ① شفع سے مراد ہر جوڑا اور وتر سے مراد ہر فرد ہے ② شفع سے مراد تمام مخلوق اور وتر سے مراد خود ذات واجب الوجود ہے ③ اس سے مراد نماز شب کی شفع اور وتر کی رکعتیں ہیں ④ شفع سے مراد یوم نحر اور وتر سے مراد یوم عرفہ ہے ⑤ شفع سے مراد عام دن راتیں اور وتر سے مراد قیامت کا دن ہے۔ ⑥ شفع سے مراد علیؑ و فاطمہؑ اور وتر سے مراد نبی کریم ہے ⑦ شفع سے مراد صفا و مروہ ہے اور وتر سے مراد خانہ کعبہ ہے۔

تاویل آیات

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ فجر سے مراد حضرت قائم آل محمد علیہ السلام کی تشریف آوری ہے اور لیالی عشر سے مراد حضرت حسن علیہ السلام سے لے کر حضرت حسن عسکری علیہ السلام تک دس امام ہیں جو ظلم و جور کی تاریکیوں میں وقت گذار گئے اور شفع سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ہیں اور وتر سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ ہیں الحدیث اور ایک روایت میں ہے کہ شفع سے مراد حضرت رسالتمآبؐ اور امیر المومنینؑ ہیں اور وتر سے مراد ذات واجب الوجود ہے۔

وَالَّیۡلِ اِذَا یَسۡرِ۔ بالعموم ہر رات کے گذرنے کی قسم ہے کیونکہ اس میں حکمت و صنعت پروردگار کی طرف توجہ کرنے اور فکر کرنے کا درس ملتا ہے اور اس کی تاویل ظالم حکومتوں کے ختم ہونے اور عدل کا دن طلوع ہونے سے کی جا سکتی ہے۔

هَلۡ فِیۡ ذٰلِکَ۔ یہ سوالیہ فقرہ ہے کہ کیا ان امور مذکورہ کے ساتھ قسم کھانے سے صاحبان عقل کو اطمینان ہو سکتا ہے؟ یہ

اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ الَّتِیْ لَمْ یُخْلَقْ مِثْلُهَا فِی الْبِلَادِ ۝ وَثَمُوْدَ

ارم جو ذات العماد تھا جس کی طرح شہروں میں کوئی پیدا نہیں کیا گیا اور ثمود

بیان مذکور کو مزید زوردار کرنے کے لئے ارشاد فرمایا ہے اور مقصد یہ ہے کہ صاحبانِ عقل و دانش امور مبینہ میں اگر غور کریں تو ان کو ضرور توحید پروردگار کی طرف صحیح راستہ مل جائے گا۔

اَلَمْ تَرَ ۔ قسم اور جواب قسم کے درمیان پھر ایک جملہ معترضہ کو استعمال کیا گیا تاکہ سامعین کی توجہ کو زیادہ سے زیادہ جذب کیا جاسکے ۔ تاکہ وہ منکرین کی گرفتاریٔ عذاب سے عبرت حاصل کرکے دامنِ حق کے ساتھ وابستہ ہونے کی جرأت کرسکیں

بِعَادٍ ۔ عاد کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ ان لوگوں کی عمریں لمبی تھیں اور اجسام بہت موٹے تازے اور طاقتور تھے اور حضرت ہوؑد کی قوم تھی اور ارم کے متعلق بعضوں نے کہا ہے کہ ان کے قبیلہ کا نام ہے اور کہتے ہیں کہ عاد دوؔ تھے ایک عاد ارم جس کے متعلق دوسری جگہ ارشاد فرمایا اَهْلَكَ عَادَ اِۨ الْاُوْلٰی (اس نے عاد اُولیٰ کو ہلاک کیا) اور بعض کہتے ہیں کہ عاد کے دادا کا نام ارم تھا اور ان کا سلسلہ نسب اس طرح ہے عاد بن عوص بن ارم بن سام بن نوح اور بعض کا خیال ہے کہ ارم اس شہر کا نام ہے جس میں یہ قوم آباد تھی بعض نے دمشق کو ارم کہا ہے اور بعض نے اسکندریہ کا نام لیا ہے اور بعض مفسرین کا خیال ہے کہ ارم اس شہر کا نام ہے جس کو شدّاد نے تعمیر کرایا تھا اور بعض کہتے ہیں عاد کا لقب ارم ہے اور لفظ ارم عاد کا بدل ہے یا عطف ہے اور ارم غیر منصرف ہے کیونکہ معرفہ اور مونث ہے

ذَاتِ الْعِمَادِ ۔ چونکہ ان کی قد و قامت دراز تھی اس لئے ان کو ذات العماد کہا گیا ہے ان کی جسامت اور قوت کے متعلق مروی ہے کہ ان میں سے ایک آدمی پتھر کی بہت بڑی چٹان کو اٹھا لیا کرتا تھا اور ایک پورے قبیلہ پر گرا کر اس کو تباہ کردیا کرتا تھا اور بعضوں نے ذات العماد کا معنی یہ لیا ہے کہ ان کے محلات اور رہائش گاہیں پختہ اور مضبوط تھیں ۔

شدّاد کا واقعہ

تفسیر مجمع البیان میں ہے کعب الاحبار سے منقول ہے کہ وہ شہر جس کا نام ارم ذات العماد ہے اس کو شدّاد ابن عاد نے تعمیر کرایا تھا اور یہ عاد اُولیٰ کا واقعہ ہے اور حضرت ہود علیہ السّلام کی قوم عاد اس عاد اُولیٰ کی نسل سے تھی بہرکیف عاد اوّل کے دو بیٹے تھے شدّاد اور شدید باپ کے مرنے کے بعد یہ دونوں حکمران ہوگئے ۔ اور شدید کے مرنے کے بعد شدّاد ملک بھر کا بلکہ دنیا بھر کا واحد فرماں روا ہوگیا کہ باقی تمام زمین کے حکمران اس کے زیرنگیں کام کرتے تھے چنانچہ اس نے انبیاء کی تبلیغ کو فیل کرنے کے بعد لوگوں سے اپنی خدائی منوانے کی خاطر بہشت کی تعمیر کا منصوبہ بنایا اور خدا کے وعدہ کے مقابلہ میں اس سرکش و ظالم بادشاہ نے لوگوں کی گمراہی کے لئے یہ نیا جال تیار کرنے کا ڈھونگ رچایا چنانچہ شہر ارم ذات العماد کا نقشہ تیار کیا گیا اور اسی منظور شدہ نقشہ پر تعمیر کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اس نے ایک سو اعلیٰ درجہ کے ماہرین فن معماروں کی خدمات حاصل کیں اور ہر معمار کے ماتحت ایک ایک ہزار کارندے معین کئے اور گرد و نواح کے تمام چھوٹے بڑے حکمرانوں کو سونا چاندی اور زر و جواہر

فراہم کرنے کا آرڈر جاری کر دیا چنانچہ سونے اور چاندی کی اینٹوں سے منظور شدہ نقشہ کے مطابق کمرہ جات بننے شروع ہوئے اور سہ منزلہ عمارتیں نہایت عمدہ ترتیب و وضع کے ساتھ بنتی گئیں ہر ہر منزل کا دروازہ شہر کے بڑے دروازہ کی مثل تھا اور درمیان میں عالیشان سڑکیں تھیں جن پر تعمیر ہونے والے دو طرفہ مکانات کے دروازے بالکل ایک دوسرے کے بالمقابل تھے ان کے فرش زعفران و کستوری سے مخلوط کئے گئے تھے اور ان میں موتیوں کی جڑاوٹ نہایت اچھے طریقہ سے ہوئی تھی اور یہ سڑک کے کناروں پر دو طرفہ پھلدار درخت کاشت کئے گئے اور پختہ نہریں اور پانی کی نالیاں جاری کر دی گئی اور جن نالیوں سے پانی گھروں تک پہنچایا گیا وہ سب خالص چاندی کی تھیں نیز زبرجد اور یاقوت کی نہایت اچھی ترتیب و تنظیم سے جڑاوٹ مکانوں اور گلی کوچوں کی خوبصورتی میں سونے پہ سہاگہ کا کام دیتی تھی۔ پورے شہر کے اردگرد ایک مضبوط فصیل تیار کی گئی جس کی گول سڑک (سرکلر روڈ) کے بیرونی کنارے سے متصل چوگرد ایکہزار عمدہ محلات تعمیر کرائے گئے تاکہ شہر کی رونق و زینت دوبالا ہو جائے اور سالہا سال اس شہر کی تعمیر پہ خرچ ہوئے اور بے انداز دولت صرف ہوئی جب شدّاد کو شہر ارم کی تعمیر کی اطلاع پہنچی تو وہ اپنے پورے لشکر اور جاہ و جلال کے ساتھ شہر ارم کی سیر کو تیار ہوا۔ لیکن آسمان سے بجلی گری اور اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے وہ واصل جہنم ہو گیا اور ایک روایت میں میں نے دیکھا ہے کہ شہر کے بڑے دروازہ کا ایک تختہ جو یاقوت احمر کا مطلوب تھا اس کو پوری مملکت سے دستیاب نہ ہو سکا تو حضرت جبرئیل بحکم پروردگار بشکل تاجر یاقوت احمر کا تختہ لایا اور وہ پورا بہشت اس کی قیمت میں مانگا بادشاہ نے چوتھائی تہائی نصف تک دینے کی رضامندی ظاہر کی لیکن جبریل نے نہ مانا آخر پورا بہشت دینے پہ سودا ہو گیا۔ جب دروازہ نصب ہو گیا اور بادشاہ نے اندر جانے کا ارادہ کیا تو جبریل نے حقوقِ مالکانہ کی بنا پر روک دیا کہ آپ میری اجازت کے بغیر اندر نہیں جا سکتے اس لئے کہ آپ اس کو میرے ہاتھوں بیچ چکے ہیں بادشاہ نے زبردستی داخل ہونے کا ارادہ کیا تو قہر خدا کی بجلی نازل ہوئی اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

تفسیر مجمع البیان میں مروی ہے کہ معاویہ کی حکومت کے زمانہ میں عبداللہ بن قلابہ نامی ایک شخص اپنے گمشدہ اونٹوں کی تلاش میں نکلا اور عدن کے جنگلات میں پھرتے پھرتے وہ اس عجیب و غریب شہر میں آپہنچا اور یاقوت سفید و سرخ سے مرصع دروازوں کو دیکھ کر حیران رہ گیا جب اندر داخل ہوا تو اس کو یہ شہر انسانی آبادی سے بالکل خالی نظر آیا پس اس نے دل میں خیال کیا کہ شاید یہ وہی جنت ہے جس کا حضرت نبی کریم نے مومنوں سے وعدہ فرمایا ہے ان مکانات میں زبرجد و یاقوت و زر و جواہر اس مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے کہ یہ شخص کافی کوشش کے باوجود کسی چیز کو اکھاڑ نہ سکا البتہ زعفران و مسک میں سے کچھ نہ کچھ اپنے ہمراہ واپس لایا اور لوگوں کو اس شہر کی عظمت و خوبصورتی کی اطلاع دی چنانچہ رفتہ رفتہ یہ خبر معاویہ تک پہنچی تو اس نے اس کو حاضر دربار ہونے کا حکم دیا پس وہ حاضر دربار ہوا اور معاویہ نے کعب الاحبار کو بلا کر اس کے سامنے یہ تذکرہ کیا تو کعب الاحبار نے پورے واقعہ سے نقاب کشائی کی اور کہا کہ تیرے زمانہ میں ایک شخص کوتاہ قد جس کے ابرو پر داغ ہو گا اور گردن پر بھی ایک نشان ہو گا اپنے گم شدہ اونٹوں کو تلاش کرتے کرتے اس شہر میں داخل ہو گا چنانچہ جب کعب نے دیکھا تو معاویہ کے پہلو میں یہ شخص بیٹھا ہوا تھا کعب نے فوراً اس کو دیکھ کر کہہ دیا کہ بخدا یہ وہی شخص ہے جس کے متعلق میں خبر دے رہا ہوں۔

الَّذِيْنَ جَابُوا الصَّخْرَ بِالْوَادِ ﴿٩﴾ وَفِرْعَوْنَ ذِي الْأَوْتَادِ ﴿١٠﴾ الَّذِيْنَ

جنہوں نے وادی کے پتھروں کو چیرا اور فرعون جو صاحب اوتاد تھا جنہوں نے

طَغَوْا فِي الْبِلَادِ ﴿١١﴾ فَأَكْثَرُوا فِيْهَا الْفَسَادَ ﴿١٢﴾ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ

سرکشی کی شہروں میں پس شہروں میں کافی فساد پھیلایا پس تیرے رب نے ان پر عذاب کے

سَوْطَ عَذَابٍ ﴿١٣﴾ إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ﴿١٤﴾ فَأَمَّا الْإِنْسَانُ إِذَا

تازیانے برسائے تحقیق تیرا رب گھات میں ہے بہرحال جب انسان کو اپنا رب

مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَأَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَكْرَمَنِ ﴿١٥﴾ وَأَمَّا إِذَا

آزمائش میں ڈالے پس اس کو نعمت وکرامت بخشے تو وہ کہتا ہے کہ میرے رب نے کرامت بخشی اور لیکن جب اس کو

مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ أَهَانَنِ ﴿١٦﴾ كَلَّا بَلْ

آزمائش میں ڈالے اور اس کا رزق تنگ کردے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کیا ہے یہ ہرگز نہیں

وَثَمُوْدَ الَّذِيْنَ ۔ حضرت صالح علیہ السلام کی قوم ثمود تھی۔ جو پہاڑوں میں پتھروں کو تراش کر اپنے گھر بناتے تھے۔

وَفِرْعَوْنَ ۔ فرعون کو ذی الاوتاد اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ ظالم اپنے مخالفین کو زمین پر لٹا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں لوہے کے کیل ٹھونک دیا کرتا تھا تاکہ وہ تڑپ تڑپ کر مرجائے چنانچہ جب جادوگروں کے ایمان لانے کے ساتھ ساتھ حضرت آسیہ نے بھی اپنے ایمان کا اعلان کردیا تو اس دشمن خدا نے اس پاکباز خاتون کو زمین پر سُلا کر اس کے ہاتھوں اور پاؤں میں بھی لوہے کے کیل ٹھونک دیئے اور اس کی پُشت پر ایک لوہے کی چکّی ڈال دی پس اس کی رُوح پرواز گئی اور کہتے ہیں کہ اللہ نے اس کی رُوح کو پہلے اُٹھا لیا اور وہ لوگ مُردہ جسم میں کیل ٹھونکتے رہے اس کا قصہ اسی جلد میں ص پر گذر چکا ہے۔

سَوْطَ عَذَابٍ ۔ یعنی وہ تازیانہ جس کے ساتھ ان کو سزا دی گئی وہ عذاب کا تازیانہ تھا اور قصّہ سابق جلدوں میں گذر چکا ہے۔

لَبِالْمِرْصَادِ ۔ گھات اور کمین گاہ کو مرصاد کہا جاتا ہے۔ مقصد یہ ہے اللہ ان کے گرفتار کرنے پر اس طرح قادر ہے جس طرح کمین گاہ میں چھپ کر بیٹھا ہُوا انسان آنے والے غافل دشمن سے انتقام لینے پر قادر ہوا کرتا ہے اور یہ جُملہ جواب قسم ہے۔

فَأَمَّا الْإِنْسَانُ ۔ یعنی خداوند کریم اپنی مصلحت وحکمت کے ماتحت کسی کو رزق فراوانی سے دیتا ہے اور کسی کو غربت وافلاس دیتا ہے تو اس لئے نہیں کہ جس کو اس نے دولت دی وہ اس کے اکرام واعزاز کے لئے ہے اور جس کو غربت دی اسی

لَّا تُكْرِمُونَ الْيَتِيمَ ﴿۱۸﴾ وَلَا تَحَاضُّونَ عَلَىٰ طَعَامِ الْمِسْكِينِ ﴿۱۹﴾

بلکہ تم یتیم کا اکرام نہیں کرتے ہو اور نہ یتیم کو کھلانے پر ایک دوسرے کو اُکساتے ہو

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا ﴿۲۰﴾ وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ﴿۲۱﴾ كَلَّا إِذَا

اور تم میراث کو کھاتے ہو بے تحاشا کھانا اور مال کو پیار کرتے ہو سخت محبت کے ساتھ ایسا ہرگز نہیں

دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا ﴿۲۲﴾ وَجَاءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ﴿۲۳﴾

ہونا چاہیئے۔ جب کوٹ کر زمین کو ہموار کیا جائے گا پوری طرح اور (حکم) پروردگار آئے گا اور فرشتے صف بصف آئیں گے

کو وہ ذلیل کرنا چاہتا ہے بلکہ یہ دونو حالتیں انسان کا امتحان ہے پس دولتمند کو مال دیکر اس کے شکر کا امتحان لیتا ہے اور فقیر کو تنگدستی میں مبتلا کرکے اس کے صبر کا امتحان لیتا ہے۔

کَلَّا۔ یعنی یہ بات ہرگز نہیں کہ میں کسی کو دولت اکرام کی خاطر دیتا ہوں اور تنگدستی ذلّت کیلئے دیتا ہوں کیونکہ اکرام اور ذلّت کا معیار میرے نزدیک اطاعت اور معصیت ہے پس جو شخص میرا اطاعت گذار ہے وہ میرے نزدیک عزّت دار اور مکرّم ہے خواہ مفلس و نادار ہی کیوں نہ ہو اور جو شخص میرا نافرمان ہے وہ میرے نزدیک ذلیل اور بے عزّت ہے خواہ دنیا دار و دولتمند ہی کیوں نہ ہو۔

بَلْ لَّا تُكْرِمُونَ۔ یعنی میرے نزدیک کسی کی تذلیل و توہین کا معیار معصیت ہے نہ کہ غربت۔ اور تمہاری معصیت یہ ہے کہ تم یتیموں کا احترام و اکرام نہیں کرتے ہو اور یتیموں کا احترام و اکرام یہ ہے کہ ان کی سرپرستی کی جائے اور ان کے مال کی نگرانی کی جائے اور حضورؐ نے فرمایا کہ یتیم کی تربیت کرنے والے اور جنّت کے درمیان انگشت سبابہ و وسطیٰ کا فاصلہ ہے یعنی یتیم کا سرپرست بالکل جنت کے قریب ہے اور کفّار میں دستور تھا کہ یتیموں کو وراثت سے محروم کرکے ان کا مال خود کھا جاتے تھے لہٰذا ان کو سرزنش کی گئی ہے اور یتامیٰ کا حق جتلایا گیا ہے تاکہ لوگ اس بارے میں احتیاط کریں۔

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ۔ اس جگہ بھی بالخصوص یتامیٰ کی جائداد و وراثت پر غاصبانہ تسلّط کی مذمّت کی گئی ہے کہ تم لوگ یتیموں کی وراثت کو دبا جاتے ہو اور اس کو اس انداز سے کھاتے ہو کہ تمہیں حلال و حرام کے درمیان فرق کرنے کا ہوش بھی نہیں رہتا۔

کَلَّا۔ معصیت سے روکنے کے لئے تنبیہ فرماتا ہے کہ تم کو ہرگز ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور اس وقت کو مدنظر رکھو جب زمین کو ہموار کردیا جائے گا یعنی زمین کو پھیلا دیا جائے گا اور دُكَّتْ کا معنی مُدَّت کیا گیا ہے پس پہاڑوں اور میدانوں کو ایک جیسا بنایا جائے گا۔ یہ گھر محلات، مکانات ٹیلے درخت پہاڑ وغیرہ سب ختم ہونگے اور زمین چٹیل میدان کی طرح ہوگی۔

جَاءَ رَبُّكَ۔ چونکہ اللہ مکان نہیں رکھتا اور نہ وہ مکان کا محتاج ہے اور آنا جانا اس کو لازم ہے جو مکان کا پابند ہو۔ لہٰذا اس جگہ مقصد یہ ہے کہ جب پروردگار کا امر آئے گا یعنی اس کی حکومت کا دن ہوگا اور فرشتے صف بہ صف پیش ہوں گے پس ہر آسمان کے

وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ بِجَهَنَّمَ ۙ۬ یَوْمَئِذٍ یَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَ اَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ﴿۲۳﴾

اور اس دن جہنم کو لایا جائے گا اُس دن نصیحت لے گا انسان اور اس کو نصیحت کا کیا فائدہ ؟

یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ قَدَّمْتُ لِحَیَاتِیْ ﴿۲۴﴾ فَیَوْمَئِذٍ لَّا یُعَذِّبُ عَذَابَهٗۤ اَحَدٌ ﴿۲۵﴾

کہے گا ہائے کاش ! اس زندگی کے لئے میں نے کچھ عمل بھیجا ہوتا پس اس دن (اس قدر دیگا) کہ کوئی بھی اس کی سزا جیسی سزا نہیں دے سکتا

فرشتوں کی الگ الگ ایک صف ہوگی اور بعض نے کہا ہے کہ نماز جماعت کی صفوں کی طرح فرشتوں کی آگے اور پیچھے صفیں ہوگی۔
وَجِایْٓءَ یَوْمَئِذٍ ۔ اس دن جہنم کو لایا جائے گا کہ ہزار ہزار فرشتے اس کو لانے والے ہوں گے اس کے شعلے بلند ہوں گے اور بڑے بڑے انگارے اُڑ اُڑ کر اِدھر اُدھر پڑ رہے ہوں گے پس جہنم کی آواز بلند ہو گی اور خوفِ خدا سے اس کو بھی لرزہ طاری ہوگا تو ارشاد خداوندی ہوگا کہ میں نے تجھے عذاب نہیں کرنا بلکہ تیرے ذریعے سے اپنے دشمنوں کو عذاب کروں گا پس جہنم سجدہ خدا بجالائے گا اور اس کے دھوئیں سے محشر میں تاریکی پھیل جائے گی زبانیہ فرشتے اس پر مؤکل ہوں گے اور جہنم کے شعلوں اور اڑتے ہوئے چنگاروں کو دیکھ کر نبی مرسل ملک مقرب اور ولی منتجب بھی کانپ جائیں گے اور ہر ایک کی نفسی نفسی کی صدا بلند ہوگی اور حضورؐ کی زبان مبارک سے اُمّتیِ اُمّتیِ کا ورد جاری ہوگا اور تفسیر برہان کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جب تمام مخلوق کو محشور کیا جائے گا اس کی آواز کی گرج اور بھڑکتے شعلوں کو دیکھ کر تمام مخلوق دہل جائیگی اور اللہ کا فیصلہ نہ ہوتا تو ساری مخلوق اس کو دیکھتے ہی دہل کر مر جاتی اور جب اس کے شعلے باہر نکلیں گے تو تمام فرشتے اور انبیاء بھی نفسی نفسی کی صدا بلند کریں گے اور حضرت سلطان الانبیاء اُمّتیِ اُمّتیِ کا نعرہ لگائیں گے۔
پس دوزخ پر ایک پل بچھایا جائے جو بال سے باریک تر اور تلوار سے تیز تر ہوگا اور اس پر تین منزلیں ہوں گی پہلی منزل (۱) پر صلہ رحمی اور امانت کا سوال ہوگا اور دوسری (۲) پہ نماز کی باز پرس اور تیسری (۳) رحمت پروردگار کی منزل ہوگی پس اس وقت فرشتے بھی معافی معافی کی صدا بلند کریں گے اور انسان پروانوں کی طرح کٹ کٹ کر جہنم میں گر رہے ہوں گے اور مرصاد انہی منازل میں سے رحمت پروردگار والی منزل کا نام ہے اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جہنم کی پل پر سات موقف ہوں گے۔ پہلے موقف پر انسان کو روکا جائے گا اور اس سے توحید پروردگار کا سوال ہوگا اگر اس سے پاس ہوگیا تو دوسرے موقف پر نماز کا سوال ہوگا اگر اس سے گذر گیا تو تیسرے موقف پر زکوٰۃ کی باز پرس ہوگی اس کے بعد چوتھے موقف پہ ماہ رمضان کے روزوں کا سوال ہوگا اور پانچویں موقف پر حج بیت اللہ کا سوال ہوگا اور چھٹے موقف پر عمرہ واجبہ کا سوال ہوگا اور آخری ساتویں موقف پر مظالم یعنی حقوق الناس کا سوال ہوگا اگر اس موقف سے صحیح وسالم بچ نکلا اور پاس ہوگیا تو پار چلا جائے گا ورنہ حکم ہوگا کہ اس کے نیک اعمال کو بدلہ میں رکھتے جاؤ پس اگر بدلہ ہوگیا تو پھر بھی جنت میں بھیجا جائے گا ورنہ آتش جہنم میں گرا دیا جائے گا۔ بہر کیف عقیدہ کی صحت کے بعد سب سے پہلے اعمال میں سے نماز کا سوال ہوگا پس اہل ایمان کو چاہیے کہ نماز میں غفلت نہ کریں۔ ؎ روز محشر کہ جاں گداز بود اوّلین پرسش نماز بود
یَتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ ۔ یعنی عذاب پروردگار کو دیکھ کر اُس دن کفار توبہ کریں گے لیکن اللہ فرماتا ہے اُس دن کی توبہ اُن کو کچھ

وَلَا يُوثِقُ وَثَاقَهُ أَحَدٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿٢٧﴾ ارْجِعِي إِلَى

اور نہ اس کی گرفت کی طرح کوئی گرفت کر سکتا ہے اے مطمئن نفس! پلٹ جا اپنے رب کی

رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ﴿٢٨﴾ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ﴿٢٩﴾ وَادْخُلِي جَنَّتِي ﴿٣٠﴾

نعمات کی طرف راضی ہو کر اور رضا پا کر پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا

فائدہ بزرگی۔ اس لئے انسان کو چاہیئے کہ ساتھ کئے ہوئے اعمال کا جائزہ لے کر اپنی غلط کاریوں سے اپنی زندگی میں توبہ کر لے اور روایات میں ہے کہ جو شخص زندگی میں توبہ کرتا ہے اس کے ذمہ پر کوئی گناہ نہیں رہتا۔ اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَا لَا ذَنْبَ لَهُ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا اس کی مثل ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ یعنی موت کے وقت جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہو یا جن کو اعمالنامہ دائیں ہاتھ میں دیا گیا ہو ان کو خطاب ہوگا۔ اے اطمینان والا نفس تیرے اوپر خدا راضی ہے اور تو اس کے انعامات پر راضی ہو کر انعامات پروردگار کی طرف روانہ ہو اور نیک بندوں کے گروہ میں اور جنت پروردگار میں داخل ہو جا۔

تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے مومن کے پاس جب روح کو قبض کرنے والا فرشتہ پہنچتا ہے تو مومن گھبراتا ہے پس ملک الموت کہتا ہے اے اللہ کے پیارے گھبرا نہیں مجھے اس اللہ کی قسم جس نے محمدؐ کو نبی برحق بنا کر بھیجا میں تیرے باپ سے بھی زیادہ تجھ پر مہربان ثابت ہوں گا۔ ذرا آنکھیں تو کھول پس وہ اپنے سامنے پنجتن پاک اور باقی آئمہ طاہرین علیہم السلام کی مثالیں دیکھے گا اور اس کو بتایا جائے گا کہ یہ بزرگ رسولؐ اللہ ہیں اور وہ امیرالمومنینؑ ہیں اور فاطمہ زہرا اور باقی ذوات طاہرہ ہیں پس مومن خوش ہوگا اور رب العزت کی جانب سے ایک منادی ندا کرے گا يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ یعنی اے اطمینان والی نفس راضی و مرضی ہو کر اپنے پروردگار کی طرف روانہ ہو جا پس میرے بندوں یعنی محمدؐ و آل محمدؐ کے زمرے میں داخل ہو جا پس اس وقت مومن کو روح کے قبض ہونے کا جو سرور ہوگا وہ بہت زیادہ ہوگا ایک روایت میں ہے کہ آیت مجیدہ میں نفس مطمئنہ کا مصداق حضرت امیرالمومنین علیہ السلام ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ یہ سورہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ساتھ مختص ہے۔ اور نفس مطمئنہ سے مراد بھی حضرت حسین علیہ السلام ہیں اور مروی ہے کہ جو شخص اس سورہ کی ہمیشہ تلاوت کرتا رہے وہ امام حسین علیہ السلام کے ہمراہ ہوگا۔ بہرکیف اس آیت کی تاویل حضرت امیرالمومنین علیہ السلام اور آئمہ طاہرین علیہم السلام کے حق میں جاری ہے اور ان کے بعد ان کے نقش قدم پر چلنے والے محمدؐ و آل محمدؐ کے حُبدار تا قیامت اس آیت کی تاویل میں شامل ہوتے رہیں گے۔ والحمدللہ۔

سُورۃُ البَلَد

- یہ سورہ مکیہ ہے۔
- اس کی آیات بسم اللہ کو ملا کر اکیس ہیں
- حدیث نبوی میں ہے جو اس کی تلاوت کرے گا قیامت کے روز اللہ کے غضب سے مامون ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص نماز فریضہ میں اس سورہ کی تلاوت کرے گا تو دنیا میں بھی نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔ اور قیامت کے دن بھی اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی اللہ کے نزدیک بلند منزلت ہوگی اور انبیاء وشہداء وصالحین کا رفیق ہوگا۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو لکھ کر کسی بچے کی گردن میں یا کسی دوسرے پیدا ہونے والے حیوان کے بچے کی گردن میں ڈال دے تو وہ بچہ بچوں کو عارض ہونیوالی بیماریوں سے محفوظ رہے گا اور مروی ہے کہ وہ بچہ ہر آفت سے محفوظ رہے گا۔ اور رونے کی بیماری سے بھی بچ جائے گا اور اُمّ الصبیان سے بھی محفوظ ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس بچہ کو یہ سورہ لکھ کر باندھا جائے وہ نقص سے محفوظ ہوگا اور اس کو دھو کر اگر اس کا پانی بچے کے ناک میں کھینچا جائے تو ناک کی بیماریوں سے محفوظ رہے گا اور اس کی تربیت نہایت اچھی ہوگی۔

(بُرہان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

لَاۤ اُقۡسِمُ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ﴿۲﴾ وَ اَنۡتَ حِلٌّۢ بِہٰذَا الۡبَلَدِ ﴿۳﴾ وَ وَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ ﴿۴﴾

میں قسم کھاتا ہوں اس شہر کی — حالانکہ تو قیام پذیر ہے اس شہر میں — اور والد کی قسم اور اس کی اولاد کی قسم

رکوع نمبر ۱۵

لَاۤ اُقۡسِمُ ۔ تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ قسم مکہ معظمہ کی ہے اور اس کی عظمت کی وجہ یہ بتائی کہ آپ کا مسکن ہے اور آپ اس میں قیام پذیر ہیں۔ کیونکہ حِلٌّ کا معنی ساکن ہے اور اس کے علاوہ

لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي كَبَدٍ ۝٥ أَيَحْسَبُ أَنْ لَنْ يَقْدِرَ عَلَيْهِ أَحَدٌ ۝٦

تحقیق ہم نے انسان کو سختی میں پیدا کیا — کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس پر کوئی بھی قادر نہ ہوگا ؟

يَقُولُ أَهْلَكْتُ مَالًا لُبَدًا ۝٧ أَيَحْسَبُ أَنْ لَمْ يَرَهُ أَحَدٌ ۝٨ أَلَمْ

کہتا ہے کہ میں نے کافی مال خرچ کر دیا ہے — کیا وہ سمجھتا ہے کہ اس کو کسی نے نہیں دیکھا ؟ — کیا ہم نے

حِلٌّ کے دو معنی اور بھی ہیں حَلَالٌ اور مُحِلٌّ پس اسی اعتبار سے اس کی تفسیر میں بھی دو قول اور پائے جاتے ہیں (۱) آپ اس شہر میں حلال سمجھے گئے ہیں یعنی وہ عرب جو اس شہر میں کسی کو تکلیف دینا جائز نہیں سمجھتے تھے حتاکہ اپنے باپ کے قاتل سے بھی مکہ کی حدود میں انتقام نہ لیتے تھے لیکن انہوں نے حضورؐ کو اسی مکہ میں ستایا اور قسم و قسم کی اذیتیں دیں حتاکہ حضور کو شہر بدر کر دیا یعنی کسی چیز کو اس شہر میں حل نہ سمجھا گیا لیکن حضور کو حل سمجھا گیا (۲) مکہ میں آپ کو فتح مکہ کے سال مُحِلّ قرار دیا گیا کہ آپ پر کفار قریش کا قتل حلال قرار دیا گیا چنانچہ ابن اخطل کو استار کعبہ کو پکڑے ہونے کے باوجود قتل کر دیا گیا اور اسی طرح بعض دیگر افراد کو بھی قتل کیا گیا اور آپ نے فرمایا کہ یہ شہر نہ مجھ سے پہلے کبھی حلال ہوا اور نہ میرے بعد کبھی حلال ہوگا اور میرے لئے بھی آج دن کے کچھ حصہ کے علاوہ کبھی حلال نہیں ہوگا

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ ۔ اللہ نے اس میں والد اور مولود کی قسم کھائی ہے اور اس کی تعیین میں اختلاف ہے (۱) آدمؑ اور اس کی پوری ذریت مراد ہے کیونکہ باقی تمام مخلوق سے یہ ایک نرالی مخلوق ہے جس نے پوری روئے زمین کو آباد کیا (۲) آدمؑ اور اس کی وہ اولاد جو انبیاؑ و مرسلین تھے مراد لئے گئے ہیں۔ (۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کی اولاد مراد ہے کیونکہ انہوں نے ہی کعبہ کو تعمیر کیا تھا (۴) ہر باپ و بیٹے کی قسم کھائی گئی ہے (۵) تفسیر برہان میں روایات اہلبیت میں ہے کہ والد سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور اولاد سے مراد آئمہ طاہرینؑ ہیں جو ان کی عترت طاہرہ ہیں اختصاص مفید سے منقول ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اور میری اولاد سے اوصیاء آئمہ ہیں اور محدّث ہیں پھر آپ نے نام لیا حسن حسین اور علی بن الحسین (جو اس وقت شیر خوارگی کے عالم میں تھے) پھر یکے بعد دیگرے سب کے نام لئے اور فرمایا خداوند کریم نے وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ میں انہی کی قسم کھائی ہے کہ والد سے مراد رسولؐ اللہ ہے اور اولاد سے مراد اوصیاء طاہرینؑ ہیں سائل نے پوچھا کیا دو امام بیک وقت ہو سکتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت میں ایک ناطق ہوگا اور دوسرا صامت ہوگا اور ایک روایت ہے کہ حضرت علی علیہ السلام اور آئمہ طاہرینؑ اور جناب فاطمہ یہ سب کے سب محدّث تھے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا ۔ یہ جواب قسم ہے یعنی ہم نے انسان کو مشکل اور سخت امور کی انجام دہی کے لئے پیدا کیا ہے مثلاً سردیوں میں غسل جنابت اور صبح سویرے بستروں کو چھوڑ کر عبادت کے لئے حاضری وغیرہ سخت امور ہیں جن کو انسان نے انجام دینا ہے اور باقی مخلوقات اس قسم کے فرائض سے سبکدوش ہے اور بعضوں نے کبد کا معنی استقامت لیا ہے یعنی ہم نے انسان کو سیدھی قد و قامت میں پیدا کیا ہے۔

لَنْ يَقْدِرَ ۔ ابوالاشدین نامی ایک طاقتور عرب تھا جس نے حضورؐ کی مساعی جمیلہ کو مٹانے کے لئے کافی دولت خرچ کی تھی اور طاقتور اس قدر تھا کہ اگر وہ عکاظی چمڑے پر بیٹھ جاتا اور دس آدمی چمڑے کو کھینچتے تو چمڑا پھٹ جاتا تھا لیکن وہ شخص اپنی جگہ سے نہ ہلتا تھا پس اس کو تنبیہ کی گئی کہ اپنی طاقت و دولت کے بھروسہ

نَجْعَل لَّهُ عَيْنَيْنِ ﴿٩﴾ وَلِسَانًا وَشَفَتَيْنِ ﴿١٠﴾ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ﴿١١﴾ فَلَا اقْتَحَمَ

ہمیں بنائیں اس کی دو آنکھیں اور زبان اور دو ہونٹ اور اس کو دو واضح راستوں کی ہدایت کی پس اس نے

الْعَقَبَةَ ﴿١٢﴾ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ﴿١٣﴾ فَكُّ رَقَبَةٍ ﴿١٤﴾ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ

نہیں عبور کیا مشکل راستہ کو اور تجھے کیا خبر کہ مشکل راستہ کیا ہے؟ گردن آزاد کرنا یا بھوک کے دن کھانا

ذِي مَسْغَبَةٍ ﴿١٥﴾ يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ﴿١٦﴾ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ﴿١٧﴾ ثُمَّ كَانَ مِنَ

کھلانا قرابت دار یتیم کو یا مفلس مسکین کو پھر (ان صفات کے علاوہ)

پر اسے یہ گمان نہ کرنا چاہیئے کہ مجھے گرفتارِ عذاب کرنے پر کوئی قادر نہ ہوگا۔

اَهْلَكْتُ مَالًا کہتے ہیں حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف نے کوئی گناہ کیا تھا اور حضورؐ نے اس کو کفارہ ادا کرنے کا حکم دیا تھا۔ پس وہ کہتا پھرتا تھا کہ جب سے مسلمان ہوا ہوں میرا تو سارا مال کفارات وصدقات پر خرچ ہوگیا ہے اور تفسیر برہان میں ہے کہ بروز خندق جب عمرو بن عبدود کو حضرت علی علیہ السلام نے اسلام کی دعوت دی تھی تو اُس نے جواب دیا تھا کہ آج تک اسلام کے مٹنے کے لئے میں نے اپنا سارا مال خرچ کر دیا ہے۔ لہٰذا اب کس منہ سے اسلام کو قبول کرلوں اور حضرت پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن زمین سے کسی آدمی کے قدم نہ ہل سکیں گے جب تک اس سے چار چیزوں کا سوال کیا جائے گا۔ زندگی کو کہاں خرچ کیا۔ مال کو کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔ علم پر کیا عمل کیا اور چوتھا محبت آل محمدؐ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

أَيَحْسَبُ ۔ یعنی جو شخص خرچ نہ کرے اور خرچ کرنے کا دعویٰ کرے اس کو تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو دیکھا کسی نے نہیں ہے

اَلَمْ نَجْعَلْ ۔ خداوند کریم نے اپنی نعمات کا تذکرہ شروع کر دیا تاکہ ہدایت کے قبول کرنے میں آسانی ہو کہ ہم نے اس کو دیکھنے کے لئے دو آنکھیں دیں اور بولنے کے لئے زبان دی اور حضورؐ سے مروی ہے کہ حدیث قدسی میں اللہ فرماتا ہے اے اولاد آدم اگر تم کو زبان نافرمانی کی طرف لے جانا چاہے یعنی بے ہودہ الفاظ بولنا چاہے تو دو ہونٹ میں نے اس کی قید بنائے ہیں لہٰذا اس کو بند کر دو اور اگر تمہاری آنکھیں آوارگی اختیار کرنے لگیں تو دو پلکیں اس کی قید ہیں ان کو بند کر دو اسی طرح اگر شرمگاہ میں آوارگی کی شوق پیدا ہو تو اس کو کنٹرول میں رکھو۔

النَّجْدَيْنِ ۔ نجد بلند جگہ کو کہا جاتا ہے اس جگہ نیکی و بدی کے دو راستے مراد ہیں اور چونکہ یہ دونوں راستے واضح اور ظاہر ہیں۔ اور بلندی بھی چیز کو ظاہر کرنے کے لئے ہوتی ہے اسی مناسبت سے اچھی اچھائی اور برائی کے دونو راستوں کو نجدین سے تعبیر کیا گیا ہے

فَلَا اقْتَحَمَ ۔ اقتحام کا معنی ہے نہایت دشوار گذار راستہ کو محنت وکاوش سے عبور کرنا اور عقبہ سخت مشکل اور بلند پہاڑی چوٹی کو کہا جاتا ہے اس جگہ جہاد نفس کو اقتحام عقبہ سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی انسان اطاعت خداوندی میں اپنے نفس کے ساتھ جہاد کیوں نہیں کرتا۔ اور لائے نفی کے متعلق بھی تین اقوال ہیں۔ (۱) نفی کے معنی یعنی انسان نے اطاعت خداوندی میں مشکل مراحل طے نہیں کیے (۲) دعائیہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ⑰ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

وہ جو ان لوگوں میں سے جو ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر اور رحم کی وصیت کریں ایسے لوگ وہ ہوں گے جن کا اعمال نامہ

الْمَيْمَنَةِ ⑱ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا هُمْ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ⑲ عَلَيْهِمْ

دائیں ہاتھ میں ہوگا اور جو لوگ کافر ہیں ہماری آیات سے ان کا اعمالنامہ بائیں ہاتھ میں ہوگا ان کے اوپر

نَارٌ مُّؤْصَدَةٌ ⑳ ع

بھڑکتی ہوئی آگ مسلط ہوگی

فقرہ ہے کہ اس کو مشکل گھاٹیوں کا عبور کرنا نصیب نہ ہوگا ۳ تنبیہہ کے لئے ھَلَّا کے معنی میں ہے کہ انسان نے ان منازل کو طے کیوں نہیں کیا؟ اور مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا تمہارے آگے جہنم میں ایک دشوار گذار عقبہ ہے کہ اس سے گنہگار نہ گذر سکیں گے گویا اطاعت خداوندی سے اس کو سر کرنے کی کوشش کرو۔

مَا الْعَقَبَةُ - یہ سوالیہ ہے کہ وہ دشوار گذار چوٹی کونسی ہے جس کو عبور کرنے کی ہمت کرنی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ غلام آزاد کرو اور چونکہ غلام کا آزاد کرنا ہر شخص کے بس میں نہیں ہے۔ لہذا سہولت کے پیش نظر اختیار دیا گیا کہ اگر یہ نہیں تو پھر بھوکے لوگوں کو کھانا کھلاؤ

ایک دفعہ ایک اعرابی نے خدمتِ نبوی میں عرض کی کہ حضورؐ! مجھے کوئی ایسا عمل تعلیم فرمائیے جو جنت میں جانے کا موجب بن سکے تو آپ نے فرمایا تو نے بات تو تھوڑی کی ہے لیکن سوال بہت بڑا کیا ہے (لہذا جواب سنو کہ جنت میں جانے کے لئے) عتقِ نسمہ کرو اور فک رقبہ کرو۔ سائل نے دریافت کیا کہ عتق نسمہ اور فک رقبہ میں کیا فرق ہے تو آپ نے فرمایا کہ عتق نسمہ ہے غلام کا آزاد کرنا اور فک رقبہ کا معنی ہے غلام کی آزادی میں پیسہ کی مدد کرنا۔ اس کے علاوہ قرابت داروں کے ساتھ اُن کے ظلم کے باوجود صلہ رحمی کرو اور بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ پیاسوں کو پانی پلاؤ، نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو اور یہ کام نہ کر سکو تو کم از کم زبان کو اپنے کنٹرول میں رکھو۔ کہ بات کرو تو اچھی ورنہ خاموش رہو اور ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا جو شخص کسی بھوکے مسلمان کو کھانا کھلائے خداوند کریم اس کو جنت میں داخل کرے گا اور جابر سے مروی ہے حضور نے فرمایا بھوکے مسلمان کو کھلانا اسباب مغفرت میں سے ہے ایک شخص نے حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے اپنے بیٹے کی بیماری کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ اس کو کہو اپنے ہاتھ سے روٹی کا صدقہ کرے اور آیاتِ مجیدہ میں قرابت دار یتیم کو فقیر و مسکین پر سبقت دی گئی ہے اور ان تمام نیکیوں کے بعد آخر میں ایمان کی شرط بھی لگائی گئی ہے

تفسیر مجمع البیان سے ہے کہ جہنم پر ایک پُل بچھائی جائے گی جو تلوار کی دھار کی طرح تیز ہوگی اس کی ایکہزار سال کی چڑھائی ایکہزار سال کی لمبائی اور ایکہزار سال کی اترائی ہوگی اور اس کے اردگرد کانٹے ہوں گے پس بعض لوگ بجلی کی طرح گذریں گے۔ بعض تیز ہوا کی طرح عبور کریں گے بعض تیز رو گھوڑے کی طرح دوڑ کر جائیں گے بعض انسانوں کی طرح دوڑیں گے اور بعض چل کر جائیں گے بعض گھٹنوں کے

بل اور بعض گرتے پڑتے مشکل سے گذریں گے اور بعض اوندھے منہ جہنم میں گریں گے۔

تفسیر اہلبیت میں ہے کہ عقبہ سے مراد حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ تمام لوگ جہنم کی قید و غلامی میں ہیں پس جو ہماری طاعت و ولایت میں داخل ہوگا وہ آتش جہنم سے آزاد ہوگا اور عقبہ ہماری ولایت کا نام ہے اس میں شک نہیں کہ سب اعمال کی مقبولیت کا دار و مدار ایمان پر ہے اور ایمان صحیح نہیں ہو سکتا جب تک آل محمد کی ولایت حاصل نہ ہو لہذا تفسیر باطنی کے اعتبار سے عقبہ سے مراد ولاء آل محمد درست ہے خداوند کریم ہمیں محمد و آل محمد علیہم السلام کی ولایت و محبت پر ثابت قدم رکھے آمین اور روایات آل محمد میں ہے کہ اصحاب مشئمہ سے مراد دشمنان آل محمد ہیں۔

سورۃ الشمس

- یہ سورۃ مکیہ ہے سورہ القدر کے بعد نازل ہوا ہے۔
- بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر اس کی آیات کی تعداد سولہ ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے گا اس کو تمام ان چیزوں کے برابر ثواب ملے گا جن پر سورج اور چاند روشنی ڈالتے ہیں
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے جو شخص سورہ الشمس، سورہ اللیل، سورہ الضحیٰ اور سورہ الم نشرح کی دن یا رات میں تلاوت کرے گا تو اس کے سامنے کی تمام چیزیں بروز محشر اس کے حق میں گواہی دیں گی بلکہ زمین کے بسنے والی ہر مخلوق اس کے حق میں گواہی دے گی اور اللہ فرمائے گا تمہاری گواہی مقبول ہے لہذا میرے بندے کو جنت میں لے جاؤ اور یہ میرا فضل و احسان ہے
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص توفیق سے محروم ہو وہ اس سورہ کو زیادہ پڑھے خداوند کریم اس کی توفیق میں اضافہ کرے گا۔ وہ جہاں بھی جائے گا نفع مند ہوگا اس کا حافظہ زیادہ ہوگا اور لوگوں میں اس کی مقبولیت بڑھے گی اور اس کا مرتبہ بلند ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جس کا رزق کم ہو اور توفیق میسر نہ ہو اور خسارہ زیادہ پڑتا ہو تو ایسا شخص اس سورہ کو ہمیشہ پڑھتا رہے خداوند کریم اس کی برکت سے اس کی توفیق میں زیادتی کرے گا اور جو شخص اس سورہ کو لکھ کر دھو لے اور اس کا پانی پیئے تو دھڑکن سے محفوظ رہے گا۔ (برہان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالشَّمۡسِ وَضُحٰہَا ② وَالۡقَمَرِ اِذَا تَلٰہَا ③ وَالنَّہَارِ اِذَا جَلّٰہَا ④

سورج اور اس کی روشنی کی قسم اور چاند کی قسم جب اس کے پیچھے آتا ہے اور دن کی قسم جب تاریکی کو دُور کرتا ہے

وَالَّیۡلِ اِذَا یَغۡشٰہَا ⑤ وَالسَّمَآءِ وَمَا بَنٰہَا ⑥ وَالۡاَرۡضِ وَمَا طَحٰہَا ⑦

اور رات کی قسم جب اس پر چھا جاتی ہے آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم اور زمین اور اس کو بچھانے والے کی قسم

وَنَفۡسٍ وَّمَا سَوّٰہَا ⑧ فَاَلۡہَمَہَا فُجُوۡرَہَا وَتَقۡوٰىہَا ⑨ قَدۡ اَفۡلَحَ مَنۡ

اور نفس اور اس کو بنانے والے کی قسم کہ اسی کو برائی اور تقویٰ کا الہام کیا تحقیق وہ کامیاب ہوا جس نے

رکوع نمبر ۱۶

وَالشَّمۡسِ۔ تفسیر باطنی کے اعتبار سے روایات اہل بیت سے منقول ہے کہ سورج سے مراد حضرت رسالتمآبؐ اور قمر سے مراد حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہیں کہ جس طرح چاند سورج کے بعد طلوع کرتا ہے۔ اسی طرح وصی کا درجہ نبی کے بعد ہے اور لیل کی باطنی تفسیر کے لحاظ سے وہ حکام جور مراد ہیں جنہوں نے اسلامی تعلیمات کو ختم کر کے رکھ دیا اور ناجائز طور پر منبر حکومت کے غاصب ہو گئے اور نہار سے مراد یکے بعد دیگرے آئمہ طاہرینؑ ہیں اور اس کا جلی فرد حضرت قائم آل محمدؐ ہے جو ظلم و جور کی تاریکیوں کو دُور کریگا اور تفسیر ظاہر کے لحاظ سے ان تمام چیزوں کی قسم اس لئے کھائی گئی ہے کہ یہ چیزیں صنعت پروردگار کے عظیم شاہکار ہیں اور ان میں غور و فکر کرنے سے انسان دین اسلام کو سمجھنے پر موفق ہوتا ہے اور ضحیٰ صبح کے وقت کو کہتے ہیں جب سورج کی روشنی پوری طرح پھیل جائے

وَمَا بَنٰہَا۔ اس جگہ ما کو مصدریہ بھی کہا گیا ہے اور ما کو من کے معنی میں موصولہ بھی کہا گیا ہے اور دونو احتمال جائز ہیں پس اگر مصدریہ ہوگا تو آسمان اور اس کی بنا کی قسم اور اگر بمعنی من موصولہ ہو تو معنی ہوگا آسمان اور اس کے بنانے والے کی قسم یعنی خدا نے اپنی قسم کھائی ہے اور بعد والی آیتوں میں بھی ما کی یہی تفسیر ہوگی۔

تفسیر برہان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ شمس سے مراد حضرت نبی کریمؐ اور قمر سے مراد حضرت علیؑ ہیں اور نہار سے مراد حسنؑ حسینؑ علیہما السلام اور لیل سے مراد بنی اُمیہ ہیں اور ایک روایت میں وَالنَّہَارِ کی تاویل حضرت قائم آل محمدؐ سے کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا جب میں تبلیغ رسالت کے لئے مامور ہوا تو بنی اُمیہ کو میں نے اپنی رسالت کا پیغام دیا پس انہوں نے مجھے جھٹلایا اس کے بعد میں نے بنو ہاشم کو دعوت دی تو حضرت علی علیہ السلام نے میری ظاہر و خفیہ ہر دو طریق سے حمایت کی اور حضرت ابوطالب نے

زَكّٰىهَا ۝١٠ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰىهَا ۝١١ كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ بِطَغْوٰىهَآ ۝١٢ اِذِ

اس کو پاک رکھا اور ناکام ہوا جس نے اس کو ناپاک رکھا جھٹلایا قوم ثمود نے اپنی سرکشی کی بدولت جبکہ کھڑا ہوا

انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝١٣ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ نَاقَةَ اللّٰهِ وَسُقْيٰهَا ۝١٤ فَكَذَّبُوْهُ

اسکا بدبخت ترین پس ان کو رسول اللہ (صالح پیغمبر) نے کہا کہ اللہ کی ناقہ اور اس کے پینے کے بارے میں (اللہ سے ڈرو) تو انہوں

فَعَقَرُوْهَا ۙ فَدَمْدَمَ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذَنْۢبِهِمْ فَسَوّٰىهَا ۝١٥ وَلَا يَخَافُ عُقْبٰهَا ۝١٦

نے اس کو جھٹلایا پس اس کے پیر کاٹ ڈالے پس ان پر ان کے رب نے ان کے گناہ کا عذاب نازل کیا اور ان کو ختم کر دیا اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا

حمایت ظاہر بظاہر کی لیکن ایمان کو دل میں مخفی رکھا پس جبریل نے اللہ کے حکم سے اپنا جھنڈا بنی ہاشم میں گاڑ دیا۔ اور ابلیس نے اپنا جھنڈا بنی اُمیہ میں نصب کر دیا تو پس وہ اور اُن کی اولاد، ہماری اور ہماری اولاد کی قیامت تک دشمن رہے گی۔

فَاَلْهَمَهَا۔ یعنی خداوند کریم نے انسان کو عقل کی دولت دیکر نیکی اور برائی کے دونو راستوں کے سمجھنے کی توفیق دیدی ہے۔

قَدْ اَفْلَحَ۔ یہ جواب قسم ہے کہ جو بھی نفس کو پاک رکھے وہ کامیاب ہوگا اور جو بھی بداعمالیوں کے ذریعے سے اپنے نفس کو گنہگار بنائے گا، وہ ناکام ہوگا اور خداوند کریم مجبور نہیں کرتا بلکہ ہر انسان نے اپنے اختیاری اعمال کی بدولت نیک یا بد ہونا ہے۔

اَشْقٰهَا۔ قوم ثمود کا بدبخت ترین انسان قدار بن سالف تھا جس نے صالح پیغمبر کی ناقہ کو قتل کیا تھا اور تفسیر برہان میں ابن عباس سے منقول ہے کہ عبدالرحمٰن بن ملجم اسی قدار کی نسل سے تھا اور دونو کا قصہ بھی ایک جیسا ہے کہ قدار رباب نامی عورت کے عشق میں گرفتار ہو کر ناقۂ صالح کا قاتل بنا اور عبدالرحمٰن بن ملجم قطام نامی عورت کے عشق میں حضرت علیؑ کا قاتل ہوا اور مجمع البیان میں ہے حضرت عمار بن یاسر روایت کرتے ہیں کہ ایک غزوہ سے واپسی پر میں اور حضرت علیؑ ایک کھجوروں کے جھنڈ میں سوئے ہوئے تھے۔ کہ حضرت رسالتمآبؐ نے ہم دونو کو خواب سے بیدار کیا اس وقت ہمارے جسموں پر مٹی پڑی ہوئی تھی پس آپ نے فرمایا کیا میں تم کو زمانے کے بدبخت ترین دو انسانوں کا پتہ دوں تو ہم نے عرض کی ہاں یا رسولؐ اللہ! تو آپ نے فرمایا ایک قوم ثمود کا احمر جو ناقہ صالح کو قتل کرنے والا تھا اور دوسرا وہ ہے جو تیرے سر پر تلوار کا وار کرے گا پس آپ نے حضرت علیؑ کے سر پر ہاتھ رکھا اور ڈاڑھی پہ ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اس کو یعنی ڈاڑھی کو اس کے خون سے یعنی سر کے خون سے رنگین کرے گا۔

فَدَمْدَمَ۔ دمدمہ کا معنی ہلاک کرنا ہوتا ہے اور خداوند کریم جس کو ہلاک کرے اسے یہ خطرہ نہیں ہے کہ وہ لوگ مجھ سے انتقام لیں گے کیونکہ کوئی طاقت اس پر غالب نہیں ہے جو اس کا مقابلہ کر سکے یا اس سے انتقام لے سکے۔

سُورۃ واللّیل

- یہ سورہ مکیہ ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر بائیس[۲۲] بنتی ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو اس سورہ کو پڑھے گا، خداوندکریم اس کو اس قدر عطا کرے گا کہ وہ راضی ہو گا اور خدا اس کو تنگدستی سے محفوظ رکھے گا اور اس کی توفیقات میں اضافہ فرمائے گا اور اس کو اپنے فضل وکرم سے غنی کر دے گا اور جو شخص سونے سے پہلے اس سورہ کو پندرہ مرتبہ پڑھے تو اپنی نیند میں وہ اچھی باتیں دیکھے گا جن کو وہ پسند کرتا ہوگا اور برائی نہ دیکھے گا اور جو شخص نماز عشاء میں اس کو پڑھے گا تو گویا اس نے ایک چوتھائی قرآن کی تلاوت کی اور اس کی نماز مقبول ہوگی۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو پندرہ مرتبہ پڑھے تو وہ ناپسندیدہ امر نہ دیکھے گا اور نیند میں خدا اس کو امن میں رکھے گا اور اگر بے ہوش اور مرگی والے انسان پر اس سورہ کو پڑھا جائے تو وہ فوراً ہوش میں آجائے گا باذن اللہ (برہان)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اللہ کے نام سے رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَاللَّيۡلِ إِذَا يَغۡشَىٰ ۝ وَالنَّهَارِ إِذَا تَجَلَّىٰ ۝ وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالۡأُنثَىٰ ۝ إِنَّ سَعۡيَكُمۡ

رات کی قسم جب چھا جاتی ہے دن کی قسم جب تاریکی کو دُور کرتا ہے اس کی قسم جس نے نر و مادہ کو پیدا کیا تحقیق تمہاری کوششیں

رکوع نمبر ۱

وَاللَّيۡلِ۔ رات اور دن کی قسم کو پھر دہرایا تاکہ صاحبان فکر ان کے متبادل انتظام میں غور کر کے توحید کی معرفت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور خداوندکریم اپنی مخلوق میں سے جس چیز کی قسم کھائے درست ہے البتہ مخلوق کے لئے زیبا نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی قسم کھائیں اس لئے کہ وہ قسم قسم نہیں جو اللہ کے بغیر کسی بزرگ کی کھائی جائے اور اس کی باطنی تفسیر وہی ہے جو پہلی سورت میں گذر چکی ہے۔

وَمَا خَلَقَ یہ مَا مَنۡ موصولہ کے معنی میں ہے اور خدا نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے

لَشَتّٰى ۝٥ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى ۝٦ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ۝٧ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى ۝٨

مختلف ہیں — بہرحال جو سخاوت کرے اور خوف خدا کرے — اور نیکی کی تصدیق کرے — تو ہم اس کو مزید نیکیوں کی توفیق دینگے

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى ۝٩ وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى ۝١٠ فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى ۝١١ وَمَا يُغْنِيْ

اور لیکن جو بخل کرے اور لاپرواہی کرے — اور نیکی کو جھٹلائے — تو ہم اس کے لئے مشکلات کا راستہ آسان کرینگے اور اس کو

عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ۝١٢ اِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدٰى ۝١٣ وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَةَ وَالْاُوْلٰى ۝١٤

مال فائدہ نہ دے گا جب وہ گریگا (دوزخ میں) — تحقیق ہمارے اوپر ہے ہدایت کرنا — اور تحقیق ہمارے لئے ہے آخرت — اور اولیٰ

فَاَنْذَرْتُكُمْ نَارًا تَلَظّٰى ۝١٥ لَا يَصْلٰىهَاۤ اِلَّا الْاَشْقَى ۝١٦ الَّذِيْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝١٧

پس میں نے تم کو بھڑکتی ہوئی آگ سے — ڈرایا ہے جس میں نہ جلے گا — مگر بدبخت — وہ جس نے جھٹلایا اور روگردانی کی

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى ۝١٨ الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى ۝١٩ وَمَا لِاَحَدٍ عِنْدَهٗ مِنْ

اور اس سے بچے گا خدا سے ڈرنے والا — جس نے اپنا مال (راہ خدا میں) دیا تاکہ پاک وصاف ہوجائے — اور کسی کا اس پر احسان نہ تھا جس کا

اِنَّ سَعْيَكُمْ ۔ یہ جواب قسم ہے اور معنی یہ ہے کہ اعمال بجالانے والوں کے عمل مختلف ہوا کرتے ہیں بعض لوگ جنت کے لئے عمل کرتے ہیں۔ اور بعض لوگ آخرت کو نظر انداز کرکے دنیاوی فلاح وبہبود کو ہی ملحوظ رکھتے ہیں۔

ابن عباس سے منقول ہے کہ انصار میں سے ایک شخص کی کھجور تھی جو ایک ہمسایہ میں رہنے والے غریب ونادار شخص کے گھر پر جھکی ہوئی تھی پس یہ کھجور کا مالک جب پھل اتارنے کے لئے کھجور پر چڑھتا تھا تو بعض اوقات کھجور کے دانے گر کر اس غریب ونادار شخص کے صحن میں جا پڑتے تھے اور اس کے غریب چھوٹے بچے اٹھا لیتے تھے تو یہ شخص کھجور سے اتر کر ان بچوں سے کھجور کے دانے چھین لیتا تھا اور بعض اوقات ان کے منہ میں انگلی ڈال کر ان کے منہ سے بھی کھجور کا دانا نکال لیا کرتا تھا اور ان بچوں کے رونے کی پرواہ نہ کرتا تھا پس غریب نے بارگاہ نبوی میں شکایت کی تو آپ نے کھجور کے مالک کو بلا کر فرمایا مجھے کھجور کا درخت فروخت کردو کہ اس کے بدلہ میں تجھے جنت میں کھجور کا درخت دونگا تو اس نے انکار کیا۔ آپ نے فرمایا جنت میں پورا باغ دوں گا۔ تب بھی اس نے نہ مانا اور کہا، کہ میرے پاس کھجوروں کا باغ ہے لیکن اس کا خرما تمام باغ کے خرما سے بہتر ہے پس آپ خاموش ہوگئے ابوالاصداح نامی ایک صحابی نے یہ بات سنی تو وہ اس کھجور کے مالک کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اس کھجور کا سودا میرے ساتھ کرو چنانچہ وہ اس ایک کھجور کے بدلہ میں چالیس کھجوریں لینے پر رضامند ہوا اور ابوالدحداح نے گواہوں کے سامنے سودا پکا کرلیا اور اس کے بعد خدمت نبوی حاضر ہوکر عرض گذار

نِّعْمَةٍ تُجْزٰىٓ ﴿۲۰﴾ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰى ﴿۲۱﴾ وَلَسَوْفَ يَرْضٰى ﴿۲۲﴾ ع

اس نے بدلہ دیا ہو | مگر اس نے اپنے بزرگ و برتر خدا کی خوشنودی کے لئے (دیا تھا) | اور عنقریب وہ (اس کی جزا پر) راضی ہوگا

ہوا کہ حضور جنت والی کھجور کا سودا آپ میرے ساتھ کریں کیونکہ وہ کھجور کا درخت اب میری ملکیت میں ہے اور میں وہ آپ کی ملکیت میں دیتا ہوں۔ پس آپ نے قبول فرمایا اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جنت میں صرف ایک کھجور نہیں بلکہ تجھے باغات جنت عطا ہوں گے پس آپ اس غریب آدمی کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا اے بندۂ خدا یہ کھجور اب تیری ہے بے شک خود بھی اس کا پھل کھاؤ اور اپنے بچوں کو بھی کھلاؤ۔ پس قرآن مجید کی یہ آیتیں نازل ہوئیں اور یہ ہے سخاوت اور ایثار شعاری جس کی بدولت اسلام تمام ادیان عالم سے سبقت لے گیا ہے اگر دنیا کے بھر کے مسلمان پیغمبر کی ان تعلیمات کو اپنالیں تو نہ دنیا میں کوئی انسان بھوکا رہ سکتا ہے اور نہ کوئی گداگر ہو سکتا ہے بلکہ ساری دنیا میں کوئی دوسرا دین رہ ہی نہیں سکتا اگر مسلمان صحیح ہو جائیں۔

اَمَّا مَنْ اَعْطٰى۔ اس کا مصداق تنزیل کے طور پر ابوالدحداح ہے اور تاویل اس کی قیامت تک جاری ہے۔

اَمَّا مَنْۢ بَخِلَ۔ اس کا ظاہری مصداق وہ ہے جس نے بخل کیا تھا اور تاویل اس کی بھی تاقیامت جاری ہے۔

سُورۃُ الضُّحٰی

- یہ سورہ مکیہ ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملاکر بارہ بنتی ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس کی تلاوت کرے گا اس کو خدا جنت میں راضی کرے گا اور حضرت محمد مصطفٰےؐ اس کی شفاعت کریں گے اور ہر یتیم و سائل کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج کی جائیں گی۔
- اگر اس سورہ مجیدہ کو کسی گمشدہ کے نام کے ساتھ لکھا جائے گا تو صحیح و سالم واپس آئے گا اور اگر کوئی انسان کوئی چیز بھول جائے تو یاد آنے پر اس سورہ مجیدہ کی تلاوت کرے۔ پس وہ چیز خدا کی حفاظت میں ہو گی اور اس کو صحیح و سالم مل جائیگی اگر گمشدہ ساتھی کے نام پر اس سورہ کو روزانہ پڑھا جائے تو وہ ساتھی لازماً پلٹ کر واپس آئے گا۔ (نبوی)

تنبیہ: فقہی نقطہ نظر سے سورہ الضحٰی اور سورہ الم نشرح ایک شمار ہوتی ہیں لہذا اگر اس سورہ کو نماز فریضہ میں پڑھا ہو تو اس کے بعد سورہ الم نشرح کو بھی ضرور پڑھے ورنہ نماز باطل ہو گی اور دونوں سورتوں کو پڑھنے کی صورت میں اَلَمْ نَشْرَحْ کی ابتدائی بسم اللہ کو بھی پڑھنا پڑے گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان ورحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالضُّحٰی ﴿۲﴾ وَالَّیۡلِ اِذَا سَجٰی ﴿۳﴾ مَا وَدَّعَکَ رَبُّکَ وَمَا قَلٰی ﴿۴﴾ وَلَلۡاٰخِرَۃُ

ضحیٰ کی قسم رات کی قسم جب ڈھانپ لے نہیں چھوڑا تجھے تیرے رب نے اور نہ ناراض ہوا ہے اور البتہ آخرت

خَیۡرٌ لَّکَ مِنَ الۡاُوۡلٰی ﴿۵﴾ وَلَسَوۡفَ یُعۡطِیۡکَ رَبُّکَ فَتَرۡضٰی ﴿۶﴾ اَلَمۡ یَجِدۡکَ

تیرے لئے اُولیٰ سے بہتر ہے اور عنقریب تجھے تیرا رب اتنا دے گا کہ تو راضی ہوگا کیا تجھے اُس نے

یَتِیۡمًا فَاٰوٰی ﴿۷﴾ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَہَدٰی ﴿۸﴾ وَوَجَدَکَ عَآئِلًا فَاَغۡنٰی ﴿۹﴾

یتیم نہیں پایا پس تجھے پناہ دی اور تجھے (لوگوں کی نظروں میں) ضال پایا پس ہدایت کی اور تجھے تنگدست پایا تو غنی کردیا

فَاَمَّا الۡیَتِیۡمَ فَلَا تَقۡہَرۡ ﴿۱۰﴾ وَاَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنۡہَرۡ ﴿۱۱﴾ وَاَمَّا بِنِعۡمَۃِ رَبِّکَ

بہرحال یتیم پر قہر نہ کرنا اور سائل کو نہ جھڑکنا اور نعمت پروردگار کو لوگوں

فَحَدِّثۡ ﴿۱۲﴾ ع۸

میں بیان کرنا

رکوع نمبر ۱۸

اِذَا سَجٰی۔ یہ سَجُوٌ سے ہے اور اس کا معنی ہے سکون یعنی رات جب جم جائے اور بعضوں نے کہا ہے کہ مضاف محذوف ہے یعنی رب الضحٰی اور رب اللیل یعنی خدا نے اپنی ذات کی قسم کھائی ہے اور بعد میں جواب قسم ہے۔

مَا وَدَّعَکَ۔ مجمع البیان میں ہے کہ یہودیوں نے ذوالقرنین اصحاب کہف اور رُوح کے متعلق حضورؐ سے سوالات کئے تھے۔ تو آپ نے انشاء اللہ کہے بغیر ان سے وعدہ کر لیا تھا پس چند دن ۱۵ پندرہ یا ۱۲ بارہ یا زیادہ سے زیادہ چالیس ۴۰ دن تک وحی کی آمد بند ہوگئی پس کفار نے کہنا شروع کر دیا کہ اب محمدؐ کا خدا اُس سے ناراض ہو گیا ہے چنانچہ بعد میں جبریل یہ سورہ لایا۔ اس دوران میں ابولہب کی بیوی اُمّ جمیل بنت حرب جو ابوسفیان کی بہن تھی اس نے بھی ناسزا الفاظ کہے تھے۔

مَا وَدَّعَکَ۔ یہ جواب قسم ہے کہ نہ خدا نے تجھے چھوڑا ہے اور نہ وہ تجھ پر ناراض ہے۔

وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ ۔ یعنی قیامت کے دن خدا تجھے اتنا دے گا کہ تو راضی ہوگا اور اس سے مراد شفاعت ہے اور حضرت محمد حنفیہ سے مروی ہے کہ جس آیت کو لوگ اپنی بخشش کا بہت بڑا سہارا سمجھتے ہیں وہ یہ ہے اَلَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ الخ اور ہمارے یعنی اہلبیت کے نزدیک یہ آیت سب سے زیادہ بخشش کا سہارا ہے کہ خدا اپنے حبیب سے وعدہ فرما رہا ہے کہ تمہارا رب تمہیں اس قدر دے گا کہ تم راضی ہو گے اور اس سے مراد شفاعت ہے چنانچہ مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت نبی کریمؐ، حضرت بتولؑ معظمہ کے گھر میں داخل ہوئے جبکہ مخدرۂ طاہرہ کی اوڑھنی اونٹ کے کھردرے بالوں کی تھی بچہ گود میں تھا اور آپ آسیہ گردانی کے فرائض انجام دے رہی تھیں پس دیکھتے ہی آپ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا دنیا کی سخت زندگی آخرت کی شیریں زندگی کے بدلہ میں ہے پس یہ آیت اتری وَلَسَوْفَ الآیہ اور رسولؐ اللہ کی رضا یہ ہے کہ اپنے اہلبیت کو سب سے پہلے جنت میں داخل کرے اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے جد کی رضا یہ ہے کہ کوئی موحد آتش دوزخ کا ایندھن نہ بننے پائے (بشرطیکہ نبوت و امامت کے متعلق بھی عقیدہ صحیح رکھتا ہو)

اَلَمْ يَجِدْكَ ۔ خداوند کریمؐ نے حضورؐ پر اپنے احسانات کا تذکرہ فرمایا کہ آپ یتیم تھے اور بظاہر آپ کا کفیل کوئی نہ تھا کیونکہ دو برس کے سن میں باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور آٹھ برس کی عمر میں جد نامدار حضرت عبدالمطلب کا سایہ بھی اٹھ گیا تو خداوند کریمؐ نے حضرت ابوطالب کے دل میں ان کی محبت ڈال دی اور وہ اپنی اولاد سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرتے تھے اور حضرت عبداللہ اور حضرت ابوطالب کی ماں ایک تھی جبکہ دوسرے بھائی دوسری ماؤں کی اولاد تھے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا گیا کہ حضورؐ کو اللہ نے یتیمی کیوں دی؟ تو آپ نے فرمایا تاکہ کسی مخلوق کو اللہ کے حبیب سے برتری نہ رہے اور کسی کو آپؐ پر بالادستی کا حق حاصل نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں تبلیغی سرگرمیوں میں رکاوٹ کا امکان ہوتا ہے۔

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا ۔ اس کے متعدد معانی کئے گئے ہیں لیکن سب سے مناسب معنی جو آپ کی عصمت و برتری کے شایانِ شان ہے وہ یہ ہے کہ ضال کا معنی مضلول ہے یعنی آپ کے بارے میں لوگ گمراہ تھے یا یہ کہ لوگ آپ کو گمراہ سمجھتے تھے پس خدا نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ لوگوں کے نظریئے بدل گئے اور منظر باتی انقلاب نے لوگوں کو اپنی غلطیوں کا احساس دلایا پس لوگ حضورؐ کی وجہ سے ہدایت کے قریب ہوتے چلے گئے۔

وَوَجَدَكَ عَآئِلًا ۔ یعنی دولت کے اعتبار سے آپ تہی دست تھے پس خدیجہؑ کے مال سے اللہ نے ان کو لوگوں سے غنی کر دیا۔

اَمَّا الْيَتِيْمَ ۔ حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا جو شخص یتیم کے سر پر رحم کا ہاتھ رکھے تو جس قدر بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے خداوند کریم ہر بال کے بدلہ میں اس کے نامہ اعمال میں ایک نیکی کا اضافہ اور ایک گناہ کی کمی کرے گا اور قیامت کے دن اسکو نور عطا کرے گا اور مروی ہے کہ یتیم کی فریاد عرش کو ہلا دیتی ہے اور یہ کہ یتیم پرور جنت کے بالکل قریب ہوا کرتا ہے۔

اَمَّا السَّآئِلَ ۔ سائل کو جھڑکنا ممنوع ہے البتہ جو کچھ دے سکے اس کو دیدے اور مروی ہے کہ اگرچہ سائل گھوڑے پر بھی سوار ہو تب بھی کچھ نہ کچھ اس کو دے دینا چاہیئے اور بعض نے سائل سے مراد طالب علم لیا ہے۔

بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۔ حضورؐ پر اللہ کی نعمت نبوت و رسالت تھی پس اس کا لوگوں میں اعلان کرنا آپ کے فرائض میں سے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَكَ صَدۡرَكَ ۝۲ وَوَضَعۡنَا عَنۡكَ وِزۡرَكَ ۝۳ الَّذِیۡۤ اَنۡقَضَ

کیا ہم نے نہیں کھولا تیرے لئے تیرے سینے کو — اور ہم نے اتار دیا تجھ سے تیرا بوجھ — جس نے تیری پشت

تھا اور یہ تحدیث نعمت پروردگار تھی اور اس سے معلوم ہوا کہ اگر کسی انسان پہ اللہ نعمت نازل فرمائے تو اس کا بیان کرنا شکر نعمت میں داخل ہے۔

سورہ الم نشرح

- یہ سورہ مکیہ ہے
- اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر نو ۹ ہے
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے اس کو اللہ یقین اور عافیت عطا فرمائے گا۔
- اور جو شخص اس سورہ کو سینے کے درد پر پڑھے یا لکھ کر پاس رکھے تو سینے کے درد سے شفا پائے گا
- حضرت رسول کریمؐ نے فرمایا اگر کسی شخص کا پیشاب بند ہو تو کسی برتن پہ اس سورہ کو لکھ کر اس کا پانی پیئے تو پیشاب کی بندش ختم ہو جائے گی اور اللہ اس کا اخراج آسان کر دے گا۔
- اگر دل اور سینے کی تکلیف پر اس کو پڑھا جائے تو شفا ہو گی اور جس کو سردی زیادہ لگی ہو اس سورہ کو دھو کر پلانے سے اس کی سردی دُور ہو گی (باذن اللہ) (برہان)

رکوع نمبر ۱۹

اَلَمۡ نَشۡرَحۡ: علمائے امامیہ کے نزدیک یہ سورہ اور اس سے پہلی سورہ ایک سورہ کے حکم میں ہیں وہاں خداوند کریم نے اپنے حبیب پر اپنے احسانات کا تذکرہ کیا تھا کہ اَلَمۡ يَجِدۡكَ يَتِيۡمًا الخ اور اس جگہ فرماتا ہے اَلَمۡ نَشۡرَحۡ الخ کیا ہم نے تیرے سینے کو نہیں کشادہ کیا کہ علوم نبوت اور علوم قرآنیہ کا اس کو مخزن بنایا۔ جن لوگوں نے یہ روایت کی ہے کہ حضورؐ کے پاس جبرئیل آیا اور ان کے سینے کا اپریشن کر کے سیاہ نقطہ نکالا اور اس کی جگہ نور نبوت بھر کر پھر زخم کو سی دیا گیا یہ شیعہ عقیدہ کی رُو سے بالکل باطل ہے کیونکہ اپریشن کے ذریعے سے نہ جہالت کو نکالا جا سکتا ہے اور نہ نبوت کو بھرا جا سکتا ہے پس عقلاً یہ روایت مضحکہ خیز ہونے کے علاوہ اس میں شانِ نبوت کی تنقیص بھی ہے۔

ظَهْرَكَ ④ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ⑤ فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ⑥ إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

بھاری کر دی تھی اور ہم نے تیرا ذکر بلند کیا پس تحقیق مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہوتی ہے بے شک مشکل کے ساتھ

يُسْرًا ⑦ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ⑧ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ⑨ ع

آسانی ہوتی ہے پس جب فارغ ہو تو مشقت اٹھا اور اپنے پروردگار کی طرف رغبت کر

روایات اہلبیت سے ثابت ہے کہ جس طرح یتیم ہونے کی کمی حضرت ابوطالب کی کفالت سے پوری ہوئی اور تنگدستی کی کمی حضرت خدیجہ کی دولت سے پوری ہوئی اسی طرح سینہ کی کشادگی حضرت علی کی ولایت ومحبت سے ہوئی اور دشمنوں کی مخالفانہ سرگرمیوں کی وجہ سے پُشت کے بوجھ کی تکلیف حضرت علی علیہ السلام کی تائید ونصرت سے دُور ہوئی۔

وَرَفَعْنَا لَكَ۔ حضور کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ جہاں جہاں توحید کا نعرہ بلند ہوتا ہے وہاں حضور کا نام نامی بھی ساتھ ہوتا ہے چنانچہ مسلمانوں کے قریۂ قریۂ میں تاقیامت اذان میں اور تشہد نماز میں شہادت توحید کے ساتھ ساتھ حضور کی نبوت کی شہادت بھی دی جاتی ہے۔

فَانْصَبْ۔ یعنی نماز سے فارغ ہو کر دعا و دیگر تعقیبات کی مشقت اٹھایا کرو اور روایات اہلبیت میں تواتر سے منقول ہے کہ یہ حکم حضور کو حجۃ الوداع کے موقعہ پر ملا کہ جب حج کے اعمال سے فراغت حاصل کرو تو اعلانیہ اپنے بھائی علیؑ کو لوگوں کے لئے اپنا خلیفہ نامزد کر دو چنانچہ آپ نے خم غدیر کے بھرے مجمع میں فرمایا۔ مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔

سُورَۃُ وَالتِّیْنِ

- یہ سورہ مکیہ ہے جو سورہ بُروج کے بعد نازل ہُوا
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر نو بنتی ہے۔
- حضور امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص یہ سورہ فرائض یا نوافل میں پڑھتا رہیگا اس کو جنت میں اپنی مرضی کے مطابق مکان ملے گا۔
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس کی تلاوت کرے گا اس کو اجر بے حساب دیا جائے گا گویا کہ اس نے حضور سرور کائنات کی غمزدہ حالت میں زیارت کی اور خدا نے اس کی مشکل کو حل فرما دیا اور اگر اس سورہ کو حاضر کھانے پر پڑھ لیا جائے تو اس کے مضرات سے خدا اس کو محفوظ رکھے گا اگر اس میں زہر ہوگی تب بھی شفا سے بدل جائے گی۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سورہ کو لکھ لیا جائے روٹی کے کسی ٹکڑے پہ اور اس کو پڑھ بھی لیا جائے تو اس کے مُضر اثرات ختم ہو جائیں گے اور بقدرت خدا وہ باعثِ شفا ثابت ہوگی۔

(برہان)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالتِّيۡنِ وَالزَّيۡتُوۡنِ ۙ﴿۲﴾ وَطُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ ۙ﴿۳﴾ وَهٰذَا الۡبَلَدِ الۡاَمِيۡنِ ۙ﴿۴﴾

انجیر و زیتون کی قسم ۔ طور سینین کی قسم ۔ اور اس بلد امین (مکہ) کی قسم

لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ فِىۡۤ اَحۡسَنِ تَقۡوِيۡمٍ ﴿۵﴾ ثُمَّ رَدَدۡنٰهُ اَسۡفَلَ سَافِلِيۡنَ ۙ﴿۶﴾

تحقیق ہم نے انسان کو بہترین قد و قامت میں پیدا کیا ۔ پھر اس کو سافلین سے بھی اسفل حالت کی طرف پلٹا دیا

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمۡ اَجۡرٌ غَيۡرُ مَمۡنُوۡنٍ ؕ﴿۷﴾ فَمَا يُكَذِّبُكَ

مگر ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور نیک عمل بجا لائے تو ان کے لئے اجر غیر منقطع ہوگا ۔ پس تجھے (اے انسان)

بَعۡدُ بِالدِّيۡنِ ؕ﴿۸﴾ اَلَيۡسَ اللّٰهُ بِاَحۡكَمِ الۡحٰكِمِيۡنَ ﴿۹﴾ ع۲

کیا چیز پھیرتی ہے دین سے ۔ کیا اللہ احکم الحاکمین نہیں ہے؟

رکوع نمبر ۲

وَالتِّيۡنِ - یعنی انجیر اور زیتون ایک مشہور پھل ہے شام وارُدن میں ان کے درخت زیادہ ہوتے ہیں۔ تین کے متعلق حضرت پیغمبر سے منقول ہے اگر میں کہتا کہ جنّت سے کوئی میوہ اُترا ہے تو اس تین یعنی انجیر کے متعلق کہتا یہ میوہ گٹھلی کے بغیر ہے اس کو زیادہ کھایا کرو کہ یہ بواسیر کا قاطع ہے اس کی تفسیر میں چند اقوال ہیں (۱) تین دمشق کا پہاڑ اور زیتون بیت المقدس کا پہاڑ ہے چونکہ ان پہاڑوں پر یہ درخت کثرت سے پیدا ہوتے ہیں لہذا ان کا نام بھی یہی رکھا گیا (۲) دمشق کی جامع مسجد کا نام بھی یہی رکھا گیا۔ (۲) دمشق کی جامع مسجد کا نام اور بیت المقدس کا نام زیتون ہے۔ (۳) تین مسجد الحرام اور زیتون مسجد اقصیٰ ہے (۴) تین کی تاویل حسن اور زیتون کی تاویل حسین ہے

طُوۡرِ سِيۡنِيۡنَ - اس کا معنی مبارک ہے اور سینین اور سیناء مترادف ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ ہر وہ پہاڑ جو پھلدار درختوں سے لدا ہوا اس کو سینین کہا جاتا ہے اور اس کی تاویل حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام ہیں اور البلد الامین کی تاویل مصدر کائنات ہیں۔

اَسۡفَلَ سَافِلِيۡنَ - پست حالتوں میں انسان سافل ہوا کرتا ہے مثلاً بڑھاپے عقل، بیمار، کمزور، زمین گیر، بچہ وغیرہ اور یہ سب سافلین شمار ہوتے ہیں اور اسکے بعد سخت بڑھاپے کی حالت کو اسفل سافلین کہا گیا ہے اور بعضوں نے اس سے کفار مراد لئے ہیں جو جہنم میں ڈالے جائیں گے اور اسفل سافلین کی طرف پلٹایا جاتا ہے اور اسکے تاویلی مصداق دشمن آل محمد ہیں

اِلَّا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا - یعنی جو مومن ہوگا وہ انتہائی بڑھاپے کے بعد بھی اسفل سافلین کی طرف نہیں پلٹایا جائے گا چنانچہ حضرت

رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ بچہ جب تک جوانی کو نہیں پہنچتا اس وقت تک اس وقت اس کے نیک اعمال اس کے والدین کے نامۂ اعمال میں درج کئے جاتے ہیں اور اس کی بداعمالیوں کو نہیں لکھا جاتا پس جب وہ جوانی کی فضا میں قدم رکھتا ہے تو دو لکھنے والے فرشتے غلط کاریوں سے اس کی محافظت کرنے پر مامور ہوتے ہیں اور وہ اس کو سیدھے راستہ پر چلاتے ہیں ۔ یہانتک کہ جب اسلامی زندگی میں اس کو چالیس برس گذرتے ہیں تو خداوندکریم اس کو جنون جذام اور برص کی تینوں موذی مرضوں سے امان دیتا ہے پس جب پچاس برس کا ہوتا ہے تو خدا اس کا حساب خفیف کر دیتا ہے اور جب ساٹھ سال کا ہوتا ہے تو خدا اس کو انابت کی توفیق مرحمت فرماتا ہے جب ستر برس کو پہنچتا ہے تو ملائکہ سما اس کی محبت پر مامور ہوتے ہیں پس جب اسی سال کو پہنچتا ہے تو اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے خاندان میں اس کی شفاعت مقبول ہوتی ہے اور آسمان میں اس کا نام اسیر اللہ (اللہ کا قیدی) ہوتا ہے اور جب اس عمر سے بھی تجاوز کر جائے تو جسقدر اعمال اس کے نامہ اعمال میں جوانی کے دوران میں لکھے جاتے تھے اسی طرح اس کے اعمال درج ہوتے رہیں گے اور اس کے گناہ نہ لکھے جائیں گے ۔

فَمَا یُکَذِّبُکَ بِالدِّیْنِ ۔ یعنی اے انسان ان چیزوں میں غور وفکر کرنے کے بعد تجھے کیا چیز دین حق سے روکتی ہے اور روایات اہلبیت میں بکثرت وارد ہے کہ اس جگہ دین کی تاویل ولایت امیرالمومنین علیہ السلام ہے ۔

سورۂ العلق

- یہ سورہ مکیہ ہے جو سب سے پہلے نازل ہوا ۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر بیس ۲۰ بنتی ہے ۔
- حدیث نبوی میں ہے جس نے اس سورہ کی تلاوت کی گویا اس نے تمام سُور مفصلات کی تلاوت کی ۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس کو دن یا رات میں پڑھے پھر اسی دن یا رات میں مر جائے تو وہ شہید مرتا ہے اور اس کا ثواب رسول اللہؐ کے ہمراہ جہاد کرنیوالوں کے برابر ہوتا ہے (مجمع البیان)
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص بحری سفر میں اس کو پڑھے غرق سے محفوظ رہے گا اور اگر اس کو خزانہ کے دروازہ پر پڑھا جائے تو وہ خزانہ ہر آفت اور چوری سے محفوظ رہے گا ۔ یہانتک کہ مالک اُس سے ہر چیز خود نکالے (مطلق سفر میں اس کا پڑھنا حرز جان اور باعث امان ہے (الصادق)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۲﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۳﴾

پڑھ اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا — اس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا

اِقۡرَاۡ وَ رَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۵﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ

پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے — جس نے قلم سے لکھنا سکھایا — انسان کو وہ کچھ سکھایا کہ

مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۶﴾ کَلَّاۤ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَیَطۡغٰۤی ۙ﴿۷﴾ اَنۡ رَّاٰہُ اسۡتَغۡنٰی ؕ﴿۸﴾

وہ جانتا نہ تھا — آگاہ ہو تحقیق انسان سرکشی کرتا ہے — کیونکہ وہ اپنے آپ کو مستغنی جانتا ہے

اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الرُّجۡعٰی ؕ﴿۹﴾ اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یَنۡہٰی ۙ﴿۱۰﴾ عَبۡدًا اِذَا صَلّٰی ؕ﴿۱۱﴾

حالانکہ تیرے رب کی طرف بازگشت ہے — کیا دیکھتے ہو اسے جو روکتا ہے — بندے کو جب وہ نماز پڑھے

رکوع نمبر ۲۱

اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ مفسرین کے درمیان مشہور قول یہ ہے کہ یہ سورہ مبارکہ سب سے پہلے نازل ہونے والا سورہ ہے البتہ بعض نے کہا ہے کہ سب سے پہلے سورہ مدثر نازل ہوا اور بعض سورہ فاتحہ کے متعلق رائے رکھتے ہیں لیکن یہ روایت کہ جب پہلی دفعہ جبریل نازل ہوا تو حضورؐ ڈر گئے اور لحاف میں چھپ گئے یہ شانِ نبوت کے خلاف ہے اور عقیدہ شیعہ کی رُو سے اس کا باطل ہونا ظاہر ہے بلکہ پہلی دفعہ غارِ حرا میں جبرئیل آپ پر نازل ہُوا جبکہ وہ نظر نہیں آرہا تھا تو آپ عبادت سے فارغ ہو کر جب گھر تشریف لائے تو خدیجہ طاہرہ سے ذکر فرمایا اور خدیجہ نے جواب دیا کہ آپ ادائے امانت صلہ رحمی اور صدق بیانی میں اپنی نظیر آپ ہی ہیں لہذا یہ اللہ کے فضل و کرم کے آثار ہیں جن کا ظہور ہو رہا ہے چنانچہ خدیجہ کے چچازاد ورقہ بن نوفل کے سامنے جب تذکرہ ہوا تو اُس نے بھی اپنی رائے یہی ظاہر کی اس کے بعد جب دوسری دفعہ جبرئیل آیا تو اس نے بسم اللہ سے لے کر وَلَا الضَّآلِّیۡنَ تک پُورا سورہ فاتحہ پڑھ ڈالا اور حضورؐ سے کہا اِقۡرَاۡ یعنی آپ پڑھیں جب آپ وحی لے کر پلٹے اور ورقہ بن نوفل نے قرآن کی آیتیں سُنیں تو فوراً ایمان لایا اور کہنے لگا کہ آپ یقیناً حضرت عیسٰی بن مریم کی پیشین گوئی کا نتیجہ ہیں اور شریعت موسوی کی طرح مالک شریعت ہیں اگر میری زندگی باقی تو میں ہر طرح سے آپ کی نُصرت کا فریضہ ادا کروں گا چنانچہ اس کی موت کے بعد آپ نے اس کو جنت کے باغات میں دیکھا۔

أَرَءَيْتَ إِنْ كَانَ عَلَى الْهُدَىٰ ⑪ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَىٰ ⑫ أَرَءَيْتَ إِنْ كَذَّبَ

کیا دیکھتے ہو اگر وہ بندہ صحیح راستہ پہ ہو یا تقویٰ کا حکم دیتا ہو (تو پھر روکنے والے کا انجام کیا ہوگا) کیا دیکھتے ہو اگر یہ (روکنے والا)

وَتَوَلَّىٰ ⑬ أَلَمْ يَعْلَمْ بِأَنَّ اللَّهَ يَرَىٰ ⑭ كَلَّا لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا

جھٹلا اور راہ حق سے پھرا ہوا ہو کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ دیکھتا ہے آگاہ ہو اگر وہ باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی سے پکڑ کر

بِالنَّاصِيَةِ ⑮ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ⑯ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ⑰ سَنَدْعُ

(جہنم کی طرف) کھینچیں گے جھوٹی خطا کار پیشانی سے پکڑ کر پھر پکارے اپنی مجلس کو عنقریب ہم بلائیں گے

الزَّبَانِيَةَ ⑱ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ ۩ ⑲ ع

زبانیہ (جہنم کے خازن فرشتوں) کو آگاہ ہو اس کی اطاعت نہ کرو اور سجدہ کرو اور اس کا قرب حاصل کرو

دوسری روایت میں ہے کہ خدیجہ کے ساتھ شادی کرنے کے بعد جب آپ کی عمر شریف چالیس برس پوری ہوئی تو غار حرا میں عبادت کے دوران آپ نے غائبانہ آواز سنی اور خدیجہ سے اس کا تذکرہ کیا جب دوسرے دن گئے تو جبرئیل ایک حسین ترین شکل میں پیش ہوا اور اس نے سلام کا پیغام خداوندی سنایا کہ آپ جن وانس کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے لہذا ان کو دین حق کی تبلیغ فرمائیں اور عقیدہ توحید نبوت و ولایت کی ان کو دعوت دیں اس کے بعد جبرئیل نے زمین پر اپنا پہ مارا کہ پانی کا شیریں چشمہ نمودار ہوا آپ نے اس سے کچھ پیا اور وضو فرمایا اور جبرئیل نے سورہ علق کی آیات آپ پر پڑھیں اور واپس چلا گیا واپسی پہ آپ جس درخت، پتھر، کنکرے کے پاس سے گذرتے تھے السلام علیک یارسول اللہ سے وہ آپ کا استقبال کرتے تھے پس خدیجہ سے آپ نے واقعہ بیان کیا تو وہ بھی خوش ہوئیں

عَلَّمَ بِالْقَلَمِ - خداوند کریم نے قلم سے لکھنے کا علم دیکر انسان پر احسان عظیم فرمایا اور یہی قلم ہی وہ عطیہ پروردگار ہے جو علوم کی بقا کا ذریعہ ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضورؐ کے پاس علم کتابت تھا ورنہ حضور پر اس احسان جتلانے کا معنی ہی اور کوئی نہیں ہے

إِنَّ الْإِنْسَانَ - یعنی کافر انسان نعمات پروردگار کو سمجھنے کے بعد بھی اور اپنی نطفہ سے پیدائش کو جان لینے کے بعد بھی اپنے آپ کو مستغنی جانتا ہے اور سرکشی کرتے ہوئے دین خداوندی سے باغی ہو جاتا ہے -

أَرَأَيْتَ الَّذِي - کہتے ہیں کہ ابوجہل نے جب حضورؐ کو نماز پڑھتے دیکھا تو اس نے از راہ تکبر لوگوں سے کہا کہ جب یہ سجدہ میں جائے گا تو میں اس کی گردن پہ پاؤں رکھ دوں گا چنانچہ جب آپ نماز میں مشغول ہوئے اور سجدہ میں گئے تو اس نے آگے بڑھنے کی جرأت کی لیکن کانپتا ہانپتا فوراً واپس آیا اور لوگوں کے سوال کے جواب میں کہنے لگا کہ میں نے دیکھا میرے اور محمدؐ کے درمیان ایک آگ کی خندق موجود تھی اور پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز تھی - اس کے بعد حضورؐ نے فرمایا اگر وہ بدبخت آگے بڑھتا تو ملائکہ اس کے گوشت کا

ریزہ ریزہ کر دیتے اور اس کے بعد عبارت میں اختصار ہے اور جواب اس کا محذوف ہے یعنی ایسے شخص کی سزا اللہ کے نزدیک سنگین ہو گی۔

بِالنَّاصِيَةِ ۔ یعنی وہ نماز سے حضورؐ کو روکنے والا اگر اپنے رویہ سے باز نہ آیا اور اسی حالت میں مرگیا تو ہم بروز محشر اس کو پیشانی سے پکڑ کر جہنم میں ڈال دیں گے اور نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ بدل ہے النَّاصِيَة سے اور ہر وہ شخص جو کسی کو نماز پروردگار سے روکے وہ اس آیت کا تاویلی مصداق ہو گا اور خداوند کریم ہر متکبر کو سزا دیتا ہے۔

فَلْيَدْعُ نَادِيَه ۔ جب ابوجہل نے سُنا کہ میرے متعلق تہدید کی آیت اتری ہے تو اس نے کہا کہ میں ایک مجلس اور انجمن کا سربراہ ہوں مجھے کون پکڑ سکتا ہے؟ تو یہ آیت اتری کہ جب گرفتار عذاب ہو گا تو بے شک وہ اپنی انجمن کو بلائے لیکن اس کی کوئی بھی مدد نہ کر سکے گا۔

عبرت و نصیحت تفسیر برہان میں ہے کہ خداوند کریم نے جس قدر مخلوق پیدا کی ہر زبردست کے اُوپر زبردست پیدا کئے تاکہ تکبر کا علاج ہوتا رہے۔ چنانچہ بروایت حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام حضرت نبی کریمؐ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے پہلے سمندروں کو پیدا کیا تو اس نے اپنے تلاطم میں آکر فخر کیا کہ مجھ پر کون غالب ہو سکتا ہے پس اللہ نے اس کے اُوپر زمین کا فرش بچھا دیا اور اس کا تلاطم دب کر رہ گیا۔ پھر زمین نے فخر کیا تو اس کے ہیجان کو سر بفلک پہاڑوں کی میخوں سے ختم کر دیا گیا۔ پھر پہاڑوں نے فخر سے سر بلند کیا تو خدا نے اس کی سرکوبی کے لئے لوہے کو پیدا فرمایا اور جب لوہے نے اپنی سختی اور مضبوطی پر فخر کیا تو اس کو توڑنے کے لئے اللہ نے آگ کو پیدا فرمایا اور جب آگ نے اپنی حرارت پر ناز کیا تو خدا نے پانی کو اس کی حرارت پر غالب آنے کے لئے پیدا کیا اور جب پانی نے فخر کیا تو خدا نے اس پر ہوا کی حکومت دیدی جو پانی کو اڑا کر لے جائے اور جب ہوا نے فخر کیا تو اس پر حکومت کرنے کے لئے خدا نے انسان کو پیدا کیا کہ انسان کی بنی ہوئی اشیاء کے سامنے ہوا بے بس ہو گئی اور جب انسان نے فخر کیا تو اس کے تکبر کا سر نیچا کرنے کے لئے خدا نے موت کو پیدا کیا اور جب موت نے فخر کیا تو خداوند کریم نے اعلان فرمایا کہ بروز محشر جنت اور دوزخ کے درمیان تجھے ذبح کر دیا جائے گا جس کے بعد تجھے کبھی زندہ نہ کیا جائے گا۔ پس موت بھی خوفِ خدا سے ترساں و لرزاں رہتی ہے۔ آپ نے فرمایا حلم غصے پر غالب ہے اور رحمت ناراضگی پر غالب ہے اور صدقہ گناہ پر غالب ہے۔

سُوْرَةُ الْقَدْر

- یہ سورہ مکیہ ہے۔ سورہ عبس کے بعد نازل ہُوا۔
- اس کی آیات بسم اللہ کو ملا کر چھ بنتی ہیں
- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا جو سورہ قدر کو با آواز بلند پڑھے گویا اُس نے تلوار برہنہ کر کے اللہ کی راہ میں جہاد کیا۔ اور جس نے دل میں اس سورہ کو پڑھا تو وہ اس طرح ہے جیسے اللہ کی راہ میں ذبح ہو کر اپنے خون میں تڑپ رہا ہو اور جو شخص

اس کو دس مرتبہ پڑھے اس کے ایک ہزار گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نئے گھڑے میں پانی ڈال کر شب قدر میں اس پانی پر سورہ قدر تینتیس دفعہ پڑھی جائے اور اس گھڑے کو لٹکا دیا جائے پس اس سے پانی پیا جائے اور وضو بھی کیا جائے اور کم شدہ پانی کا اس میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ تو باعث برکت ہے۔
- آپ نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو نماز فریضہ میں پڑھے اسے آواز پہنچتی ہے کہ تیرے سابق گناہ معاف ہوگئے ہیں۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے تو اس کو ایک دفعہ پڑھنے کا ثواب ماہ رمضان کے روزوں کے برابر ہے۔
- اگر اس کو کسی خزانہ کے دروازہ پر پڑھا جائے تو وہ خزانہ ہر آفت و برائی سے محفوظ رہے گا۔ یہانتک کہ مالک خود نکال لے۔
- اس کی تلاوت کرنے والا خیر البریہ کا ساتھی ہوگا اور اگر اس سورہ کو نئے برتن پر لکھا جائے اور صاحب لقوہ اس میں نظر کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو شفا عطا فرمائے گا۔
- امام محمد تقی علیہ السلام سے اس سورہ کا بکثرت تلاوت کرنا، ادائے قرض اور وسعت رزق کے لئے مؤثر ہونا منقول ہے۔ (فوائد القرآن)
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ سوتے وقت سورۃ القدر کا گیارہ مرتبہ پڑھنا حفاظت کا موجب ہے۔
- بادشاہ و حاکم وقت کے سامنے سورۃ القدر کو پڑھکر جانا اس کی مغلوبیت کا باعث ہے۔
- اگر دشمن کے سامنے جاتے ہوئے اس سورہ کو پڑھا جائے تو پڑھنے والا ظفریاب ہوگا۔ اور منقول ہے کہ وسعت رزق کے لئے اس کا زیادہ پڑھنا مجربات میں سے ہے
- فقہ الرضا سے منقول ہے کہ ادائیگی قرض کے لئے استغفار کا زیادہ پڑھنا اور سورہ قدر کی تلاوت زیادہ کرنا بہت فائدہ مند ہے۔
- فوائد القرآن میں منقول ہے کہ حضرت امام علی رضا علیہ السلام شب و روز کی تمام نمازوں میں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ القدر اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھا کرتے تھے۔
- ایک روایت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ خدا اس شخص پر رحم فرمائے جو سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا کی تلاوت کرے اور آپ نے فرمایا ہر چیز کے لئے ثمرہ ہوتا ہے اور قرآن کا ثمرہ سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کے لئے خزانہ ہوتا ہے اور فقرا کا یا بروایتے قرآن کا خزانہ اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کے لئے مدد ہوتی ہے اور کمزوروں کی مدد اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کے لئے کشادگی ہوتی ہے اور تنگدستوں کی کشادگی سورہ اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کے لئے عصمت ہوتی ہے اور مومنوں کی عصمت اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کے لئے ہدایت ہوتی ہے اور نماز گذاروں کی ہدایت اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کا سردار ہوتا ہے اور قرآن یا بروایتے علم کی سردار اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے ہر چیز کی زینت ہوتی ہے اور قرآن کی زینت اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے۔ ہر چیز کا خیمہ ہوتا ہے اور عبادت گذاروں کا خیمہ اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے اور ہر چیز کے لئے حجت اور دلیل ہوا کرتی ہے اور حضرت رسالتمآبؐ کے بعد حجت اِنَّا اَنْزَلْنَا ہے الخ
- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ سورہ اہل فقر و فاقہ کے لئے خزانہ ہے اور مروی ہے کہ جو شخص اس کو

کسی خزانہ پر پڑھے تو وہ محفوظ رہے گا جو شخص اس کو دھو کر پی لے تو اس کی بصارت میں نور اور دل میں یقین پیدا ہوگا اور اللہ اس کو حکمت نصیب کرے گا اگر اس کو غمزدہ یا مسافر یا مریض یا قیدی پڑھے تو اس کی مشکل آسان ہوگی۔ اگر اس کو زراعت پر پڑھا جائے تو اس میں برکت ہوگی۔ اگر اس کو مٹی کے برتن پر لکھ کر بارش کے پانی سے دھو دیا جائے تو اس پانی میں شکر ملا کر پینا درد دل سے شفایابی کا موجب ہے اگر زوال آفتاب کے وقت اس کو ایک سو مرتبہ پڑھا جائے تو جناب رسالتمآبؐ کی خواب میں زیارت نصیب ہوگی۔

- بروایت مکارم الاخلاق امام علی زین العابدینؑ علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص سواری پر سوار ہوتے وقت سورہ انا انزلنا کی تلاوت کر لیا کرے تو صحیح و سالم اس سے اترے گا اور اس کے گناہ بھی بخشے جائیں گے اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کر سکتی تو میں کہتا انا انزلنا کے پڑھنے والا تقدیر پر سبقت کر سکتا ہے پس جو شخص ارادہ سفر کرے اور گھر سے نکلتے وقت سورہ انا انزلنا کی تلاوت کرے تو صحیح و سالم گھر واپس پلٹے گا۔

- امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے اگر کسی شخص کے ہاں اولاد نرینہ نہ ہوتی ہو تو جب اپنی عورت سے ہمبستری کا ارادہ کرے اپنا دایاں ہاتھ عورت کی ناف کی دائیں طرف رکھے اور سات مرتبہ انا انزلنا پڑھ کر مجامعت کرے تو اس کی مراد پوری ہوگی پس جب حمل ظاہر ہو تو پھر عورت کی ناف کے دائیں جانب ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ انا انزلنا پڑھے راوی کہتا ہے کہ میں نے یہی عمل کیا اور خداوند کریم نے مجھے سات فرزند عطا فرمائے اور دوسروں نے بھی یہی عمل کیا تو خدا نے ان کو بھی اولاد نرینہ عطا فرمائی (مکارم الاخلاق)

- اگر بچہ کی ولادت میں تکلیف پیدا ہو جائے تو پانی پر انا انزلنا پڑھ کر عورت کو پلایا جائے فوراً بچہ پیدا ہو جائے گا۔

- امام علی رضا علیہ السلام سے مروی ہے کہ مومن کی قبر پر سات مرتبہ انا انزلنا پڑھنا چاہیے اس سے صاحب قبر اور پڑھنے والے دونوں کے گناہ بخشے جائیں گے

- مصباح کفعمی سے نماز وحشت کا طریقہ حضرت نبی کریمؐ سے اس طرح منقول ہے کہ کسی مومن کے دفن کی پہلی رات اس کے لئے دو رکعت نماز پڑھی جائے کہ پہلی رکعت میں نماز فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ آیۃ الکرسی اور دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ انا انزلنا اور سلام کے بعد ان رکعتوں کا ثواب میت کو بخش دے تو خداوند کریم اسی وقت ایک ہزار فرشتے بھیجے گا کہ ہر فرشتہ کے ہاتھ میں حلۂ بہشتی ہوگا اور اس کی قبر کو وسعت دی جائے گی اور اس کے پڑھنے والے کو بھی اجر عظیم عطا ہوگا آپ نے فرمایا میت پر پہلی قبر کی رات نہایت اندوہناک ہوتی ہے لہذا اپنے مردوں پر اس رات صدقہ دیکر رحم کرو اور اگر صدقہ نہ دے سکو تو مذکورہ طریقہ سے نماز ہدیہ پڑھا کرو۔

- اور منقول ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ہر روز اپنے والدین کے لئے (نماز ہدیہ والدین) اس طرح پڑھا کرتے تھے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ انا انزلنا اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ کوثر پڑھتے تھے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ﴿۲﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ﴿۳﴾

ہم نے اُس کو اُتارا شب قدر میں اور تجھے کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے؟

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ اَلۡفِ شَہۡرٍ ﴿۴﴾ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَ الرُّوۡحُ فِیۡہَا

شب قدر ہزار مہینے سے بہتر ہے اس میں فرشتے اور رُوح اُترتے ہیں اپنے

بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ﴿۵﴾ سَلٰمٌ ۟ۛ ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ ﴿۶﴾ ع

پروردگار کے اذن سے۔ سلامتی ہے یہ طلوع فجر تک

○ منقول ہے کہ امام علی رضا علیہ السلام جب نیا کپڑا پہنتے تھے تو پانی پر دس مرتبہ سورہ انّا انزلنا دس مرتبہ قل ھواللہ احد اور دس مرتبہ قُل یَاَیُّھَا الکَافِرُوْنَ۔ کو پڑھ کر وہ پانی اس کپڑے پر چھڑک دیتے تھے اور فرماتے تھے جو شخص یہ عمل کرے تو جب تک کپڑے کی ایک تار بھی اس کے بدن پر رہے گی وہ امان میں رہے گا۔

رکوع نمبر ۲۲

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ۔ اس جگہ چند چیزیں غور طلب ہیں سب سے پہلے نزول قرآن کے متعلق علمائے تفسیر میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ اس جگہ شب قدر میں قرآن کے اتارنے کا کیا مطلب ہے تفسیر مجمع البیان میں ابن عباس سے مروی ہے کہ قرآن مجید پورے کا پورا لوح محفوظ سے آسمانِ دنیا تک شب قدر میں اُتارا گیا اور اس کے بعد جبریل بحکم جلیل ۲۳ برس کے عرصہ میں حسب مصلحت آیات قرآنیہ کو خدمت نبویہ میں پہنچاتا رہا۔ اور اس میں دوسرا قول یہ بھی ہے کہ قرآن مجید کے نزول کی ابتداء شب قدر میں ہوئی اور تیسرا قول یہ ہے کہ لوح محفوظ سے آسمان دنیا کے مؤکلین تک شب قدر میں قرآن مجید کا وہ حصہ اترتا تھا جو اس شب قدر سے لے کر آئندہ سال کی شب قدر تک جبریل نے وقتاً فوقتاً حضرت نبی اکرمؐ تک پہنچانا ہوتا تھا۔ بہرکیف قرآن مجید کا لوح محفوظ سے نزول شب قدر میں ہوا اور اس کی تائید قرآن مجید کی دوسری آیت بھی کرتی ہے۔ شَہۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡہِ الۡقُرۡاٰنُ یعنی ماہ رمضان وہ ہے۔ جس میں قرآن نازل کیا گیا اور یوم مبعث کا رجب میں ہونا اس سے منافات نہیں رکھتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آپ کو اظہار رسالت کا حکم ماہ رجب میں دیا گیا ہو اور قرآن کی ابتداء ماہ رمضان سے ہوئی ہو اور منقول ہے کہ ابتدا چھ ماہ تک آپ پر وحی رؤیائے صادقہ (خواب) کے ذریعہ سے ہوتی رہی جو پورے زمانہ رسالت ۲۳ سال کا ۱/۴۶ حصہ بنتا ہے اور تفسیر برہان میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ تورات ۶ رمضان کو انجیل

۱۲ ر رمضان کی رات زبور ۱۸ ر رمضان کی رات کو اور قرآن شب قدر میں نازل ہوا۔

قدر کا معنی

قَدَر اور قَدْر دو لفظیں ہیں جن کے معانی الگ الگ ہیں قَدَر کا معنی ہے اندازہ اور اسی سے تقدیر بنا ہے اور قضا و قدر کا مفہوم اسی سے ہے اور قَدْر کا معنی عزت و منزلت بعض مفسرین نے اس جگہ قَدْر کو قَدَر سے اخذ کیا ہے اور کہا ہے کہ لَیْلَةُ الْقَدْر کو اس لئے لَیْلَةُ الْقَدْر کہتے ہیں کہ یہ قضا و قدر کی رات ہے۔ اور اس رات میں سال بھر کے فیصلے کئے جاتے ہیں جو فرشتے خدا کے اذن سے زمین پر اُتر کر نبی یا قائمقام نبی تک پہنچاتے ہیں اور بعض نے قدر کا معنی شرف و عزت لیا ہے اور لَیْلَةُ الْقَدْر کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ یہ رات شان و منزلت کے اعتبار سے باقی تمام راتوں سے افضل ہے اور جو شخص پہلے صاحب عزت نہ ہو اس رات کی بیداری اور عبادت کے بعد وہ اللہ کے نزدیک صاحب عزت بن جاتا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ میں کہا ہے کہ کتاب ذی قدر، رسول ذی قدر کی طرف، امت ذی قدر کی خاطر ذی قدر فرشتے کی وساطت سے اسی رات میں اُتری لہذا یہ رات بھی لیلۃ القدر کہلانے کی مستحق ہو گئی۔

لَیْلَةُ الْقَدْر کی تعیین

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سال بھر ایک غیر معین رات لیلۃ القدر ہے اور خداوند کریم نے اس کو مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ سال بھر عبادت خداوندی میں دلچسپی محسوس کریں جس طرح نماز وسطیٰ کو نمازوں میں مخفی کر دیا تاکہ پوری پانچ نمازوں میں خشوع و خضوع بحال رہے اسی طرح خدا نے اپنے اسماء مبارکہ میں اسم اعظم کو مخفی رکھ دیا تاکہ اللہ کے تمام ناموں کو وردِ زبان اور حرزِ جان قرار دینے کی شوق قائم رہے اور ساعات جمعہ میں سے ایک ساعت کو وقتِ استجابت دعا قرار دیا اور اس کو باقی ساعات میں مخفی رکھا تاکہ جمعہ کی شب و روز میں کسی لمحہ بھی دعا و مناجات سے غفلت نہ برتی جائے اور عبادت و دعا سے تھکان محسوس نہ ہو۔

بعضوں نے اوّل رمضان کی رات کو اور بعض نے ۱۷ ر رمضان کی رات کو شب قدر کہا ہے اسی طرح ۲۱ ر رمضان اور ۲۳ ر رمضان ۲۷ ر رمضان ۱۹ ر رمضان کے اقوال بھی ہیں اور روایاتِ اہلبیتؑ میں ۲۱ ر اور ۲۳ ر رمضان کی راتوں کو شب قدر کہا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ۱۹ ر رمضان کی رات کو حاجیوں کے وفد لکھے جاتے ہیں لہذا اس رات کو جاگ کر اللہ سے دعا کرنی چاہیے اور مروی ہے کہ شب قدر میں چونکہ سال بھر کے امور کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی اموات ارزاق اور بیماریوں و تنگدستیوں کا فیصلہ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ لہذا معصوم نے فرمایا کہ ان راتوں میں جاگ کے اللہ سے دعا مانگو ایک سو رکعت نماز پڑھو اور ان راتوں میں غسل کر کے عبادت میں مشغول ہونا چاہیے زرارہ کہتا ہے میں نے سوال کیا کہ کونسی راتوں میں غسل مستحب ہے تو معصوم نے ۱۹ ر ۲۱ ر ۲۳ ر رمضان کی راتوں کے متعلق فرمایا لَیْلَةُ الْقَدْر کے اعمال کتب اعمال میں مفصّل درج ہے۔

لَیْلَةُ الْقَدْر کی فضیلت

لَیْلَةُ الْقَدْر کے حق میں ارشاد قدرت ہے خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کہ یہ ہزار مہینے سے بہتر ہے پس اس کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس کا صدقہ ہزار مہینے کے اس جیسے صدقات سے افضل ہے اور اس کا روزہ ہزار مہینوں کے روزوں سے افضل ہے ایک مرتبہ حضورؐ کے

سامنے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا نام لیا گیا کہ اس نے پورے ایک ہزار مہینے راہِ خدا میں جہاد کرنے کے لئے وقف کر دیئے تھے تو آپ پر سورہ القدر نازل ہوا اور خطاب ہوا کہ اے میرے حبیب تیری امّت کے لئے ایک شب القدر اوروں کے ایک ہزار ماہ سے افضل ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بنی اُمیّہ کی حکومت کے ایک ہزار مہینہ سے تیری ایک رات (شب قدر) افضل ہے۔

ولی امر کے پاس ملائکہ کی آمد

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے ابتدائے آفرینش سے لیلۃ القدر کو خلق فرمایا اور اس نے فیصلہ کر دیا کہ یہ رات ہر سال میں ہوگی اور اس میں آئندہ سال اس رات کے آنے تک کے فیصلے جملہ امور اور ان کا تفصیلی طریق کار لے کر فرشتے نازل ہونگے اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس کی جانب سے آنے والے تمام انبیاء و رسل و آئمہ محدثون پر اس رات کے فیصلوں کو حجت قرار دیا جائے گا اور جبرئیل جو احکام لاتا ہے وہ اس رات میں نازل ہونے والے اُمور کے علاوہ ہوتے ہیں، سائل نے سوال کیا کہ کیا جبرئیل یا دوسرے فرشتے محدثون پر بھی نازل ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا انبیاء و رسل پر تو یقیناً نازل ہوتے ہیں لیکن باقیوں پر صرف اس رات میں نازل ہوتے ہیں چنانچہ بخدا روح اور دیگر ملائکہ لیلۃ القدر میں حضرت آدمؑ پر اُترے اور خدا کی قسم آدمؑ اپنا وصی چھوڑ کر مرے اور حضرت آدمؑ کے بعد جس قدر انبیاء آئے اِس رات میں ان پر امور نازل ہوتے رہے اور ہر نبی کے بعد اس کے وصی پر نزول امر رہا اور آدم سے لیکر خاتم تک ہر نبی کو اسی رات میں یہ امر بھی پہنچتا رہا کہ اپنے بعد کے لئے وصی کو نامزد کرو اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے اوصیاء کے متعلق قرآن میں فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ الخ یعنی خداوند کریم نے ان کو نبی کے بعد اپنے علم دین اور عبادت کے لئے اپنا خلیفہ قرار دیا جس طرح حضرت آدم کے اوصیاء ان کے بعد اللہ کے خلیفہ تھے اور بعد والے دوسرے نبی کی بعثت تک وہ اوصیاء تبلیغی امور سرانجام دیتے رہے اور چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ کے بعد تو کسی نبی نے آنا نہیں ہے لہذا محمد مصطفیٰ کے بعد تا قیامت ان کے اوصیاء کو علم سپرد کر دیا گیا اور وہ ہم ہیں۔ لہذا ہم سے سوال کر لیا کرو لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا جب دین ظاہر ہوگا اور لوگوں میں اختلاف ختم ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے ایک لمبی مدت کا انتظار ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو امر ایک ہوگا اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ مومنوں میں اختلاف کو ختم کر دیا جائے گا اسی لئے تو ان کو شہداء قرار دیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ ہم پر شہید ہیں اور ہم شیعوں پر شہید ہیں اور ہمارے شیعہ لوگوں پر شہید ہیں اور یہ اللہ کو ناپسند ہے کہ اس میں اختلاف ہو یا اس کے علم میں تناقض ہو۔

آپ نے فرمایا جو شخص سورہ انا انزلنا اور اس کی تفسیر پر اجمالی ایمان رکھے اس کی فضیلت ایمان نہ رکھنے والوں پر اس طرح ہے جس طرح انسانوں کو حیوانات پر فضیلت حاصل ہے اور خداوندکریم اسی پر ایمان لانے والوں کی بدولت ایمان نہ لانے والوں سے بھی عذاب کو ٹال دیتا ہے جس طرح مجاہدین کے ذریعہ سے قاعدین کی مصیبت ٹل جاتی ہے اور اس زمانہ میں تو حج اور عُمرہ کے علاوہ دوسرا کوئی جہاد ہی نہیں ہے۔

ایک شخص نے عرض کی اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات میں عرض کروں؟ آپ نے فرمایا بے شک سوال کرو میں ناراض نہ ہونگا پس اس نے عرض کی ہمیں معلوم ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ جب دنیا سے گئے تو حضرت علیؑ کو اپنے تمام علوم کا وارث بنا کر گئے

۱۲ار رمضان کی رات زبور ۱۸ار رمضان کی رات کو اور قرآن شب قدر میں نازل ہوا۔

قدر کا معنی

قَدَر اور قَدْر دو لفظیں ہیں جن کے معانی الگ الگ ہیں قَدَر کا معنی ہے اندازہ اور اسی سے تقدیر بنتی ہے اور قضا و قدر کا مفہوم اسی سے ہے اور قَدْر کا معنی عزت و منزلت۔ بعض مفسرین نے اس جگہ قدر کو قَدَر سے اخذ کیا ہے اور کہا ہے کہ لَیلَۃُ القَدر کو اس لئے لَیلَۃُ القَدر کہتے ہیں کہ یہ قضا و قدر کی رات ہے۔ اور اس رات میں سال بھر کے فیصلے کئے جاتے ہیں جو فرشتے خُدا کے اذن سے زمین پر اُتر کر نبی یا قائم مقام نبی تک پہنچاتے ہیں اور بعض نے قدر کا معنی شرف و عزت لیا ہے اور لَیلَۃُ القَدر کی وجہ تسمیہ بیان کی ہے کہ یہ رات شان و منزلت کے اعتبار سے باقی تمام راتوں سے افضل ہے اور جو شخص پہلے صاحب عزت نہ ہو اس رات کی بیداری اور عبادت کے بعد وہ اللہ کے نزدیک صاحب عزت بن جاتا ہے اور بعض نے وجہ تسمیہ میں کہا ہے کہ کتاب ذی قدر، رسول ذی قدر کی طرف، امت ذی قدر کی خاطر ذی قدر فرشتے کی وساطت سے اسی رات میں اُتری لہذا یہ رات بھی لیلۃ القدر کہلانے کی مستحق ہو گئی۔

لَیلَۃُ القَدر کی تعیین

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ سال بھر ایک غیر معین رات لیلۃ القدر ہے اور خداوند کریم نے اس کو مخفی رکھا ہے تاکہ لوگ سال بھر عبادت خداوندی میں دلچسپی محسوس کریں جس طرح نماز وسطیٰ کو نمازوں میں مخفی کر دیا تاکہ پوری پانچ نمازوں میں خشوع و خضوع بحال رہے اسی طرح خدا نے اپنے اسماء مبارکہ میں اسم اعظم کو مخفی رکھ دیا تاکہ اللہ کے تمام ناموں کو وردِ زبان اور حرزِ جان قرار دینے کی شوق قائم رہے اور ساعات جمعہ میں سے ایک ساعت کو وقتِ استجابت دُعا قرار دیا اور اس کو باقی ساعات میں مخفی رکھا تاکہ جمعہ کی شب و روز میں کسی لمحہ بھی دُعا و مناجات سے غفلت نہ برتی جائے اور عبادت و دعا سے تھکان محسوس نہ ہو۔

بعضوں نے اول رمضان کی رات کو اور بعض نے ۱۷ار رمضان کی رات کو شب قدر کہا ہے اسی طرح ۲۱ر رمضان اور ۲۳ر رمضان ۲۷ر رمضان ۱۹ر رمضان کے اقوال بھی ہیں اور روایاتِ اہلبیتؑ میں ۲۱ر اور ۲۳ر رمضان کی راتوں کو شب قدر کہا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ۱۹ر رمضان کی رات کو حاجیوں کے وفد لکھے جاتے ہیں لہذا اس رات کو جاگ کر اللہ سے دعا کرنی چاہیے اور مروی ہے کہ شب قدر میں چونکہ سال بھر کے امور کا فیصلہ ہوتا ہے یعنی اموات ارزاق اور بیماریوں و تنگدستیوں کا فیصلہ لیلۃ القدر میں ہوتا ہے۔ لہذا معصوم نے فرمایا کہ ان راتوں میں جاگ کے اللہ سے دعا مانگو ایک سو رکعت نماز پڑھو اور ان راتوں میں غسل کر کے عبادت میں مشغول ہونا چاہیے زرارہ کہتا ہے میں نے سوال کیا کہ کونسی راتوں میں غسل مستحب ہے تو معصوم نے ۱۹ر ۲۱ر ۲۳ر رمضان کی راتوں کے متعلق فرمایا لَیلَۃُ القَدر کے اعمال کتب اعمال میں مفصل درج ہے۔

لَیلَۃُ القَدر کی فضیلت

لَیلَۃُ القَدر کے حق میں ارشاد قدرت ہے خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کہ یہ ہزار مہینے سے بہتر ہے پس اس کی عبادت ہزار مہینے کی عبادت سے افضل ہے اس کا صدقہ ہزار مہینے کے اس جیسے صدقات سے افضل ہے اور اس کا روزہ ہزار مہینوں کے روزوں سے افضل ہے ایک مرتبہ حضورؐ کے

سامنے بنی اسرائیل کے ایک مجاہد کا نام لیا گیا کہ اس نے پورے ایکہزار مہینے راہ خدا میں جہاد کرنے کے لئے وقف کر دیئے تھے تو آپ پر سورہ القدر نازل ہوا اور خطاب ہوا کہ اے میرے حبیب تیری امت کے لئے ایک شب القدر اوروں کے ایکہزار ماہ سے افضل ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے بنی امیہ کی حکومت کے ایکہزار مہینہ سے تیری ایک رات (شب قدر) افضل ہے۔

ولی امر کے پاس ملائکہ کی آمد

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ نے ابتدائے آفرینش سے لیلۃ القدر کو خلق فرمایا اور اس نے فیصلہ کر دیا کہ یہ رات ہر سال میں ہوگی اور اس میں آئندہ سال اس رات کے آنے تک کے فیصلے جملہ امور اور ان کا تفصیلی طریق کار لے کر فرشتے نازل ہونگے اور اللہ کا فیصلہ ہے کہ اس کی جانب سے آنے والے تمام انبیاء و رسل و آئمہ محدثون پر اس رات کے فیصلوں کو حجت قرار دیا جائے گا اور جبرئیل جو احکام لاتا ہے وہ اس رات میں نازل ہونے والے امور کے علاوہ ہوتے ہیں۔ سائل نے سوال کیا کہ کیا جبرئیل یا دوسرے فرشتے محدثون پر بھی نازل ہوتے ہیں تو آپ نے فرمایا انبیاء و رسل پر تو یقیناً نازل ہوتے ہیں لیکن باقیوں پر صرف اس رات میں نازل ہوتے ہیں چنانچہ بخدا روح اور دیگر ملائکہ لیلۃ القدر میں حضرت آدمؑ پر اترے اور خدا کی قسم آدمؑ اپنا وصی چھوڑ کر مرے اور حضرت آدمؑ کے بعد جس قدر انبیاء آئے اس رات میں ان پر امر نازل ہوتے رہے اور ہر نبی کے بعد اس کے وصی پر نزول امر رہا اور آدم سے لیکر خاتم تک ہر نبی کو اسی رات میں یہ امر بھی پہنچایا رہا کہ اپنے بعد کے لئے وصی کو نامزد کرو اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے اوصیاء کے متعلق قرآن میں فرمایا وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ الخ یعنی خداوند کریم نے ان کو نبی کے بعد اپنے علم دین اور عبادت کے لئے اپنا خلیفہ قرار دیا جس طرح حضرت آدم کے اوصیاء ان کے بعد اللہ کے خلیفہ تھے اور بعد والے دوسرے نبی کی بعثت تک وہ اوصیاء تبلیغی امور سرانجام دیتے رہے اور چونکہ حضرت محمد مصطفیٰ کے بعد تو کسی نبی نے آنا نہیں ہے لہذا محمد مصطفیٰ کے بعد تا قیامت ان کے اوصیاء کو علم سپرد کر دیا گیا اور وہ ہم ہیں۔ لہذا ہم سے سوال کر لیا کرو لیکن ابھی وہ وقت نہیں آیا جب دین ظاہر ہوگا اور لوگوں میں اختلاف ختم ہو جائے گا کیونکہ اس کے لئے ایک لمبی مدت کا انتظار ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو امر ایک ہوگا اور یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ مومنوں میں اختلاف کو ختم کر دیا جائے گا اسی لئے تو ان کو شہداء قرار دیا گیا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰؐ ہم پر شہید ہیں اور ہم شیعوں پر شہید ہیں اور ہمارے شیعہ لوگوں پر شہید ہیں اور یہ اللہ کو ناپسند ہے کہ اس میں اختلاف ہو یا اس کے علم میں تناقض ہو۔

آپ نے فرمایا جو شخص سورہ انا انزلنا اور اس کی تفسیر پر اجمالی ایمان رکھے اس کی فضیلت ایمان نہ رکھنے والوں پر اس طرح ہے جس طرح انسانوں کو حیوانات پر فضیلت حاصل ہے اور خداوند کریم اسی پر ایمان لانے والوں کی بدولت ایمان نہ لانے والوں سے بھی عذاب کو ٹال دیتا ہے جس طرح مجاہدین کے ذریعہ سے قاعدین کی مصیبت حل جاتی ہے اور اس زمانہ میں تو حج اور عمرہ کے علاوہ دوسرا کوئی جہاد ہی نہیں ہے۔

ایک شخص نے عرض کی اگر آپ ناراض نہ ہوں تو ایک بات میں عرض کروں؟ آپ نے فرمایا بے شک سوال کرو میں ناراض نہ ہونگا پس اس نے عرض کی ہمیں معلوم ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ جب دنیا سے گئے تو حضرت علیؑ کو اپنے تمام علوم کا وارث بنا کر گئے

اور شب قدر میں روح اور فرشتے نئے علوم بھی لے کر آتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؑ کے پاس حضرت رسالتمآب کا علم بھی تھا اور اس کے علاوہ وہ علم بھی تھا جو شب قدر فرشتے لاتے رہے پس ان کا علم تو اُن کے علم سے زیادہ ہو گیا۔ لہذا اس سوال کا حل فرمائیے؟ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سنتے ہی فرمایا تو کون انسان ہے؟ اور میرے پاس تجھے کون لایا ہے؟ اس نے عرض کی حضورؑ! میں دین کا طالب ہوں اور اپنی خوش قسمتی مجھے طلب دین کے لئے آپ کے ہاں لائی ہے۔ آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہوں اس کو سمجھنے کی کوشش کرنا حضرت نبیؐ کریم جب معراج پر تشریف لے گئے تو اللہ نے کان وما یکون کے علوم ان کو عطا فرمائے لیکن ان میں سے اکثر (قواعد وکلیہ کی حیثیت سے) مجمل و تفصیل طلب تھے جن کی تفاصیل ملائکہ اور رُوح کے ذریعے سے شب قدر میں بھیجی جاتی ہیں پس تاحین حیات پیغمبر کے پاس ان کی تفاصیل کا علم آتا رہا اور ان کے بعد اوصیار کے ساتھ یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ پس حضرت امیر المومنین علیہ السلام تمام علوم کو اجمالاً (قواعد کلیہ کی حیثیت سے) جانتے تھے لیکن ان کی تفاصیل شب قدر میں اللہ کی جانب سے ملائکہ لاتے تھے اور یکے بعد دیگرے آئمہ کی بھی یہی حالت ہے کہ فرشتے اللہ کی طرف سے تفصیلی احکام لاتے تھے کہ مثلاً یہ کرنا ہے یا وہ کرنا ہے اور اسطرح کرنا ہے ایسے امور کے متعلق جن کے کلیات کا علم اُن کو پہلے سے ہوا کرتا تھا۔ سائل نے عرض کی کہ جن علوم کے کلیات کو وہ پہلے سے جانتے تھے شب ہائے قدر میں ان کے علاوہ ان کے پاس کونسا علم آتا تھا۔ آپ نے فرمایا یہ وہ چیز ہے جس کو ظاہر کرنے کا آئمہ کو اذن نہیں دیا گیا اور اس کی تفسیر کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے پھر سائل نے عرض کی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ امام کا علم نبی کے علم سے زیادہ ہو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ وصی اتنا ہی جانتا ہے جتنا کہ اس کے نبی نے اس کو بذریعہ وصیت پہنچایا ہے سائل نے پوچھا کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوصیار میں سے بعض کو وہ علم حاصل ہے جو دوسرے اوصیار کو حاصل نہ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ نبی جب دنیا سے رحلت کرتا ہے تو اس کا تمام علم وصی کے پاس ہوتا ہے اور اس کے بعد شب قدر میں فرشتے بندوں کے درمیان نافذ کئے جانے والے احکام کی تفاصیل لایا کرتے ہیں۔ سائل نے پوچھا کیا ان نافذ ہونے والے احکام کا علم آئمہ کو پہلے نہیں ہوا کرتا؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کو علم تو ہوتا ہے لیکن اس کو نافذ نہیں کر سکتے جب تک شب قدر میں اس کا حکم نہ دیا جائے کہ اگلے سال تک کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ پس سائل نے عرض کی کہ میں اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا جو انکار کرے گا وہ ہمارا نہیں ہو گا۔ سائل نے عرض کی کیا نبی علیہ السلام کو شب ہائے قدر میں ایسے علوم بھی بتائے جاتے تھے جو پہلے ان کو معلوم نہ ہوں آپ نے فرمایا ایسا سوال کرنا تیرے لئے جائز نہیں ہے بس اتنا جان لو کہ نبی جب رحلت کرتا ہے تو اس کا تمام علم اس کے وصی کے پاس ہوتا ہے اور اسی طرح جب وصی رحلت کرتا ہے۔ تو اس کا علم اس کے بعد والے وصی کے پاس ہوا کرتا ہے۔ سائل نے عرض کی کہ ہمیں کیسے معلوم ہو کہ شب قدر ہر سال آتی ہے۔ تو آپ نے فرمایا جب ماہ مبارک رمضان آئے پس ہر رات سورہ دخان کو ایک سو بار پڑھا کرو جب ۲۳ رمضان کی رات آئے گی تو تم پر یہ راز منکشف ہو جائے گا سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ ہر شب و روز میں شیاطین آئمہ ضلالت کے پاس آتے ہیں۔ اور اتنی ہی مقدار میں فرشتے امام حق کے پاس آتے ہیں اور شب قدر میں بہت کافی تعداد ملائکہ کی آئمہ حق کے پاس اُترتی ہے اور ایسا

ہی شیاطین امام باطل کے پاس جاتے ہیں پس جب امام باطل لوگوں سے بیان کرے کہ میں نے یہ دیکھا وہ دیکھا تو امام حق ہی یہ انکشاف کرسکتا ہے کہ تو نے شیاطین کو دیکھا ہے اور جو کچھ خبریں تجھے معلوم ہیں وہ شیاطین کی بتلائی ہوئی ہیں پس حق کی خبریں فرشتے صرف امام حق کے پاس لاتے ہیں پس شب قدر ہمارے لئے ہے اور حضورؐ نے حضرت علیؑ کے متعلق بوقت وفات فرمایا تھا کہ یہ میرے بعد تمہارا ولی وحاکم ہے اگر تم اس کی اطاعت کروگے تو ہدایت پر رہوگے اور خداوند کریم کی شان سے بعید ہے کہ اپنا امر رُوح وملائکہ کے ذریعے کسی کافر کو بھیجے اور اگر لوگ کہیں کہ کسی پر نہیں اترتا تو یہ جھوٹ اور گمراہی ہے کیونکہ جب رُوح اور فرشتے امر کو لاتے ہیں تو یقیناً ایسا فرد زمین پر ہونا چاہیے جس پر وہ امر کو لائیں (ملخصاً از برہان)

ایک روایت میں ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر لیلۃ القدر اُٹھ جائے تو قرآن بھی اُٹھ جائے گا۔
آپ نے فرمایا ۱۹ ر رمضان کو امور جمع کئے جائے جاتے ہیں۔ ۲۱ ر رمضان کو فیصلہ ہوتا ہے اور ۲۳ ر رمضان کو نافذ کئے جاتے ہیں۔

اقول: شب قدر میں ملائکہ اور روح کا نازل ہونا واضح ہے اور یہ کہ وہ امر لے کر اُترتے ہیں لہذا جس کے پاس اُترتے ہیں وہ فاسق وفاجر تو ہو نہیں سکتا۔ لہذا ماننا پڑتا ہے کہ معصوم کے پاس اترتے ہیں اور وہ نبی یا نبی کا قائم مقام اس کا وصی ہی ہوسکتا ہے اور روایت سابقہ کی بناء پر تمام نافذ ہونے والے امور کی تفاصیل کو لے کر ملائکہ اترتے ہیں جن کے کلیات کا علم معصوم کو پہلے سے ہوا کرتا ہے چنانچہ غالباً اسی طرف حضرت امیر المومنین کے فرمان کا اشارہ ہے کہ عَلَّمَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اَلْفَ بَابٍ مِنَ الْعِلْمِ یَنْفَتِحُ لِیْ مِنْ کُلِّ بَابٍ اَلْفَ اَلْفَ بَابٍ یعنی مجھے حضورؐ پیغمبر نے علم کا ایکہزار دروازہ تعلیم فرمایا اور میرے سامنے ہر دروازہ سے ہزار ہزار دروازے خود کھل گئے اور پیغمبر کو رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا کا ارشاد پروردگار بھی غالباً اسی نکتہ کی وضاحت کے لئے ہے بہرکیف بعض علوم وہ ہیں جن کی اطلاع آئمہ طاہرین علیہم السلام لوگوں کو دے دیتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو ان کی ذات تک ہی محدود ہیں اور اس کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور شب قدر کے متعلق بعض ضروری بحثیں تفسیر کی جلد ۱۲ میں ص۲۵۶ تا ص۲۶۰ ملاحظہ ہوں اور شب ہائے قدر کے اعمال مفاتیح الجنان یا دیگر کتب اعمال سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

کُلِّ اَمْرٍ اس جگہ مِنْ جر باء کے معنی میں ہے یعنی خیر و برکت وموت ورزق وغیرہ جُملہ اُمور کا فیصلہ ساتھ لے کر ولی امر پر اُترتے ہیں خواہ وہ نبی ہو یا وصی نبی ہو اور اسی معنی کے لحاظ سے امر پر وقف تام ہوگا اس کے بعد سَلٰمٌ خبر مقدم اور ھی کی ضمیر غائب جس کا مرجع لیلۃ القدر ہے یہ مبتدا مؤخر ہے یعنی یہ رات شرور ومصائب اور وساوس شیطانیہ سے سلامتی کی باعث ہے چنانچہ سورہ دخان میں اسی رات کو لیلۃ مبارکہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور بعضوں نے معنی یہ کیا ہے کہ اولیاء اللہ پر ملائکہ اس رات سلام کرتے ہیں اور بعضوں نے بِاِذْنِ رَبِّھِمْ پر وقف کیا ہے اور معنی یہ کیا ہے کہ شب قدر میں فرشتے اور رُوح نازل ہوتے ہیں پروردگار کے اذن سے ہر اس امر کو ساتھ لے کر جس میں سلامتی اور خیر و برکت ہو اور یہ سلامتی اور خیر و برکت طلوع فجر تک رہتی ہے لیکن پہلا قول زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے کہ امر پر وقف ہو اور معنی وہی ہو جو تحت اللفظ موجود ہے۔

سُورہ البیّنۃ

- بعض نے اس سورہ کو مکیہ کہا ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک مدینہ ہے اور سورہ طلاق کے بعد نازل ہوا ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت نو ہے۔
- حضرت نبی اکرمؐ نے فرمایا اگر لوگوں کو اس سورہ مجیدہ کے فوائد کا پتہ ہو تو اس کو سیکھنے کے لئے گھر بار کو چھوڑ دیں اور بنی قضاعہ کے ایک شخص نے سوال کیا کہ حضور فرمائیے اس کا کیا ثواب ہے تو آپ نے فرمایا کہ اس سورہ کو منافق نہیں پڑھا کرتا اور نہ وہ شخص اس کو پڑھتا ہے جس کے دل میں اللہ کے متعلق شک ہو اور جب سے خداوندکریم نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا ہے اسی وقت سے ملائکہ مقربین اسی سورہ کو ورد سمجھ کر پڑھتے ہیں اور کبھی اس کی قرأت سے غفلت نہیں کرتے
- اگر کوئی شخص اس کو رات کے وقت پڑھے تو خدا ملائکہ کو بھیجتا ہے جو اس کی دین و دنیا کے امور میں حفاظت کرتے ہیں اور اس کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کرتے ہیں اور اگر کوئی شخص ان کو پڑھے تو تمام ان چیزوں کے برابر اس کو ثواب ملے گا جن پر سورج نے روشنی پھیلائی الخ
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سورہ کو نئے برتن پر لکھا جائے اور صاحب لقوہ اسمیں نظر کرے۔ تو وہ شفایاب ہوگا۔
- اگر اس کو روٹی پر لکھا جائے اور چور کو کھلائی جائے تو لقمہ اس کے منہ میں پھنس جائے گا (فوائد القرآن)
- اگر چور کا نام لے کر کسی انگوٹھی پر اس سورہ کو پڑھا جائے تو انگوٹھی حرکت میں آجائے گی (فوائد)
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر اس کو لکھ کر یرقان کا مریض لٹکائے تو شفایاب ہوگا۔ (فوائد)
- سفیدی چشم اور برص کے لئے اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا اور اس کا پانی پینا موجب شفا ہے (فوائد)
- اگر حاملہ عورت اس کا پانی پیئے حمل محفوظ ہوگا اور وضع حمل آسان ہوگا (فوائد)
- اگر طعام پر لکھا جائے تو اس کے ضرر سے محفوظ ہوگا اور اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھنا تمام دردوں کے لئے مفید ہے (فوائد) اگر چوراہے کی مٹی لے کر اس پر یہ سورہ پڑھا جائے پس یہ مٹی ان لوگوں پر چھڑکی جائے جو ضلالت اور گمراہی کے لئے جمع ہوں تو ان میں تفرقہ پڑجائے گا۔ (فوائد القرآن)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

(اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

لَمۡ یَکُنِ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ مُنۡفَکِّیۡنَ

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اور مشرک لوگ (اپنے کفر سے) الگ ہونے والے نہ تھے یہاں تک

حَتّٰی تَاۡتِیَہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ﴿۲﴾ رَسُوۡلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتۡلُوۡا صُحُفًا مُّطَہَّرَۃً ﴿۳﴾

کہ آیا ان کے پاس بیّنہ اللہ کی جانب سے رسول جو ان پر پاکیزہ صحیفوں کی تلاوت کرتا ہے

فِیۡہَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ﴿۴﴾ وَ مَا تَفَرَّقَ الَّذِیۡنَ اُوۡتُوا الۡکِتٰبَ اِلَّا مِنۡۢ بَعۡدِ

جن میں مضبوط و پائیدار تحریریں ہیں اور نہ اختلاف کیا ان لوگوں نے جن کو کتاب دی گئی مگر بیّنہ

مَا جَآءَتۡہُمُ الۡبَیِّنَۃُ ﴿۵﴾ وَ مَاۤ اُمِرُوۡۤا اِلَّا لِیَعۡبُدُوا اللّٰہَ مُخۡلِصِیۡنَ

کے آجانے کے بعد حالانکہ ان کو نہیں حکم دیا گیا مگر یہ کہ اللہ کی عبادت کریں

لَہُ الدِّیۡنَ ۬ۙ حُنَفَآءَ وَ یُقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَ یُؤۡتُوا الزَّکٰوۃَ وَ ذٰلِکَ دِیۡنُ

اپنے دین کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے باطل سے روگردان ہوکر اور نماز کو قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں اور یہی مضبوط اور پائیدار

الۡقَیِّمَۃِ ﴿۶﴾ اِنَّ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ وَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ فِیۡ نَارِ

دین ہے تحقیق جنہوں نے کفر کیا یعنی اہل کتاب اور مشرکین تو وہ لوگ دوزخ میں جائیں گے

رکوع نمبر ۲۳

اَلۡبَیِّنَۃُ ۔ اس جگہ بیّنہ سے مراد حضرت رسول اکرمؐ کی ذات ہے

کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ۔ قرآن مجید کے ہر مضمون کو ایک الگ الگ کتاب قرار دیا گیا ہے جو اپنے ناقابل تردید بیانات کی وجہ سے مضبوط اور پائیدار ہے اور صحف جمع صحیفہ ہے گویا قرآن کے ہر ہر سورہ یا آیہ کو الگ صحیفہ کہا گیا ہے ۔

دِیۡنُ الۡقَیِّمَۃِ ۔ یہاں مضاف محذوف ہے یعنی دِیۡنُ الۡمِلَّۃِ الۡقَیِّمَۃِ ۔

خَیۡرُ الۡبَرِیَّۃِ شیعہ ہیں

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۔ حضرت امیرالمؤمنین علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسول کریمؐ

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ

اس میں ہمیشہ رہیں گے کہ وہ لوگ بدترین مخلوق ہیں تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۷ۭ جَزَاۗؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ

عمل نیک بجا لائے وہ لوگ بہترین مخلوق ہیں ان کی جزا ان کے رب کے نزدیک جنات

عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

عدن ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے خدا ان سے راضی ہوگا

وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝۸ ع ۲۳

اور وہ خدا (کی نعمات) پر راضی ہوں گے یہ انعام اس کے لئے ہے جو اپنے رب سے ڈرے

نے یہ آیت پڑھ کر میری طرف دیکھا اور فرمایا یا علیؑ اس سے مراد تمہارے شیعہ ہیں۔

تفسیر برہان میں ہے کہ رسولؐ اکرم نے مرض الموت میں اپنی شہزادی سے فرمایا کہ علیؑ کو بلاؤ پس خاتون جنت کے فرمان کے ماتحت حضرت امام حسن علیہ السلام بلانے کے لئے گئے جب حضرت علی علیہ السلام تشریف لائے تو جناب بتول معظمہ غمزدہ تھیں۔ اور حضورؐ اپنی دختر نیک اختر کو تلقین صبر کر رہے تھے اور گریبان چاک اور واویلا کرنے سے باز رہنے کی وصیت فرما رہے تھے اس کے بعد حضرت علیؑ سے فرمایا کہ اپنے کان میرے منہ کے قریب کرو چنانچہ حضرت علیؑ نے اپنے کان دہان رسالت کے قریب کئے تو حضورؐ نے یہی آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا یا علیؑ اس سے مراد تم اور تمہارے شیعہ ہیں جو روشن چہروں کے ساتھ سیراب شدہ محشور ہوں گے اور فرمایا شَرُّ الْبَرِيَّةِ سے مراد تیرے دشمن اور تیرے دشمنوں کے دوست ہیں جن کے بروز محشر چہرے سیاہ ہوں گے۔ اور پیاسے محشور ہوں گے پس یہ آیت تمہارے لئے ہے اور اس سے پہلی آیت تیرے دشمنوں کے لئے ہے۔

ابو رافع سے منقول ہے کہ مجلس شوریٰ میں حضرت علی علیہ السلام نے اہل شوریٰ سے حلفیہ دریافت فرمایا کہ کیا تم اس دن موجود نہ تھے جب میں رسولؐ اللہ کی خدمت میں پہنچا اور آپؐ نے کعبہ کی طرف نگاہ اٹھا کر فرمایا تھا کہ مجھے کعبہ کے پروردگار کی قسم یہ اور اس کے شیعہ قیامت کے روز کامیاب ہوں گے پھر آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ علیؑ تم میں سے اول مومن ہے۔ اللہ کے احکام کو مضبوطی سے حاصل کرنے والا ہے۔ اللہ کے عہد کی وفا کرنے والا ہے احکام الٰہیہ میں صحیح فیصلے کرنے والا ہے رعیت میں عدل کرنے والا ہے تقسیم برابر کرنے والا ہے اور درجہ و منزلت کے لحاظ سے اللہ کے نزدیک عظیم تر ہے اور اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی تو حضورؐ اور تم لوگوں نے بھی تکبیر کہی تھی اور تم سب نے مجھے مبارکباد بھی کہی تھی؟ تو اہل شوریٰ میں سے کسی نے اس روایت کی تکذیب کی جرأت نہ کی اور سب

نے کہا یا علیؑ بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔

روایاتِ اہلبیت میں تواتر سے منقول ہے کہ خیرالبریہ سے مراد حضرت علیؑ اور آپ کے شیعہ ہیں چنانچہ یہ بروز محشر تاج بہشتی پہنا کر وارد محشر کئے جائیں گے ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور سب حوض کوثر پر اکٹھے ہوں گے۔

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ اور اہلبیت کے حق میں ہے۔

سُورہ اِذا زُلزِلَت

- یہ سورہ مدنیہ ہے سورہ نساء کے بعد نازل ہوا۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر نو بنتی ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جس نے اس سورہ کو پڑھا گویا اس نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی اور اس کو ایک چوتھائی قرآن کے ختم کا ثواب ملے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ اِذا زُلزِلَت کو نوافل میں پڑھے وہ کبھی زلزلے کی موت نہ مرے گا نہ اس پر بجلی گرے گی اور نہ آفاتِ دنیاویہ میں سے کسی آفت میں مبتلا ہوگا اور جب مرے گا تو خدا کا حکم ہوگا کہ اے میرے بندے جنت تیرے لئے مباح ہے۔ جہاں چاہو رہو تجھے روکنے والا کوئی نہیں ہے۔
- تفسیر برہان میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جب اس سورہ کی تلاوت کرنے والا مرتا ہے تو ایک فرشتہ خدا کی جانب سے ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ اللہ کے ولی کے ساتھ نرمی کرنا کیونکہ یہ مجھے بہت یاد کرتا تھا اور اس سورہ کی تلاوت کرتا تھا اور خود یہ سورہ بھی ملک الموت سے سفارش کرے گی تو ملک الموت جواب دے گا کہ مجھے خود خدا نے حکم دیا ہے کہ میں اس مرنے والے کا حکم مانوں اگر وہ اجازت دے گا تو اس کی رُوح کو قبض کروں گا چنانچہ جب مرنے والے کے سامنے جنت سے پردہ اٹھایا جاتا ہے تو وہ خود موت کی خواہش کرتا ہے اور نہایت آسانی سے اس کی رُوح کھینچ لی جاتی ہے اور پھر ستر ہزار فرشتے اس کو جنت تک لے جاتے ہیں ایک دوسرے سے سبقت کرتے ہیں۔
- خواص القرآن سے منقول ہے کہ باریک روٹی پر اس سورہ کو لکھ کر چور کو کھلایا جائے تو اس کے حلق میں لقمہ پھنس جائے گا۔ اسی طرح اگر چور کا نام لے کر انگوٹھی پر اس کو پڑھا جائے تو انگوٹھی حرکت کرنے لگے گی اور اگر اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے اور داخلہ سلطان کے وقت اس کو پڑھے تو بادشاہ کی گرفت سے محفوظ ہوگا۔ اگر اس کو نئے برتن میں لکھا جائے اور صاحب لقوہ دیکھے تو وہ باذن اللہ شفایاب ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِذَا زُلۡزِلَتِ الۡاَرۡضُ زِلۡزَالَهَا ﴿۲﴾ وَاَخۡرَجَتِ الۡاَرۡضُ اَثۡقَالَهَا ﴿۳﴾

جب زلزلہ ہوگا زمین کو سخت زلزلہ اور زمین اپنے دفینے باہر نکالے گی

وَقَالَ الۡاِنۡسَانُ مَا لَهَا ﴿۴﴾ يَوۡمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا ﴿۵﴾ بِاَنَّ رَبَّكَ اَوۡحٰی

اور انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے؟ اس دن وہ اپنی خبریں بتائے گی کہ تیرے رب نے مجھے وحی

رکوع نمبر ۲۴

قَالَ الۡاِنۡسَانُ یعنی جب قیامت خیز زلزلہ ہوگا اور زمین کے نشیب و فراز سب برابر ہوکر زمین کے خزینے و دفینے و مُردے سب کچھ باہر آجائیں گے تو انسان کہے گا کہ اس کو کیا ہوگیا ہے۔ تفسیر برہان میں ہے ایک دفعہ ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں زمین مدینہ میں سخت زلزلہ آیا لوگ گھبرا کر ابوبکر و عمر کے پاس جمع ہوئے یہ دونو تمام رعایا کو لے کر حضرت علی علیہ السلام کے در دولت پر حاضر ہوئے جبکہ آپ کی طبیعت پر کوئی اضطراب نہ تھا پس آپ ان کے ساتھ شہر سے نکل کر ایک ٹیلے پر آکر بیٹھے اور لوگ ان کے اردگرد بیٹھ گئے۔ اس وقت مدینے کے مکانات کی دیواریں سخت طور پر ہل رہی تھیں آپ نے لوگوں کو تسلی دیتے ہوئے ہونٹوں کو حرکت دی کچھ پڑھا اور زمین پر ہاتھ مار کر فرمایا ٹھہر جا۔ چنانچہ زلزلہ موقوف ہوگیا اور زمین میں سکون آگیا سب لوگ حیران ہوئے تو آپ نے فرمایا یہ گھبرانے کی بات نہیں ہے میں وہ انسان ہوں جس کے بارے میں خدا نے فرمایا قَالَ الۡاِنۡسَانُ الخ پس زلزلۂ قیامت کے وقت میں زمین سے کہوں گا کہ تجھے کیا ہوگیا ہے؟ اور وہ مجھے ہی حالات بتائے گی۔

دوسری روایت میں ہے کہ یہ زلزلہ خلافت ثانیہ کے زمانہ میں آیا اور اس قدر سخت تھا کہ لوگ گھروں سے نکل کھڑے ہوئے تھے اور مدینہ سے بھاگ جانے کی فکر میں تھے کہ خلیفہ کی درخواست پر آپ نے بدری صحابہ کی ایک جماعت کو اپنے پیچھے آنے کا حکم دیا اور مقداد ابوذر سلمان و عمار کو لے کر بقیع میں آئے پس زمین پر پاؤں کی ٹھوکر لگائی اور فرمایا مَا لَكِ؟ تین مرتبہ تجھے کیا ہوگیا ہے؟ پس زمین ساکن ہوگئی اور آپ نے فرمایا مجھے رسول اللہ نے اس دن کی اور اس ساعت کی اور اس واقعہ کی خبر دی تھی اور یقیناً آپ کا فرمان سچا تھا اس کے بعد آپ نے یہ سورہ مجیدہ پڑھی اور فرمایا جب وہ زلزلہ ہوگا اس وقت بھی میں اسی طرح کہوں گا۔ الخبر بہر کیف روایات اہل بیت میں بکثرت وارد ہے کہ زلزلۂ قیامت کے وقت زمین سے کلام کرنے والے حضرت علیؑ ہوں گے۔

تُحَدِّثُ اَخۡبَارَهَا۔ اس کا ایک معنی یہ بھی کیا گیا ہے کہ زمین بروز محشر لوگوں کے اعمال کی گواہی دے گی اور انسانوں کی طرح فصیح زبان میں کلام کرے گی۔ حضرت رسالتمآبؐ سے مروی ہے کہ وضو صحیح کیا کرو۔ کیونکہ نماز جو اعمال میں بہترین عمل ہے اس کا

لَهَا ۝٦ يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا ۙ لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۝٧ فَمَنْ يَّعْمَلْ

کی ہے ؟ اس دن نکلیں گے لوگ گروہ گروہ ہوکر تاکہ اپنے اعمال کو دیکھیں تو جس نے رائی برابر

مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝٨ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝٩ ع ۲۴

نیکی کی ہوگی اس کو دیکھے گا اور جس نے رائی برابر برائی کی ہوگی اس کو دیکھے گا

دارو مدار وضو کی صحت پر ہے اور زمین سے بچو اور ڈرو یہ تمہاری ماں ہے اور یہ ہر انسان کے نیک یا بد اعمال کی قیامت کے دن گواہی دے گی ۔ ابوسعید خدری کہتا ہے کہ جب تم جنگل میں ہو تو باواز بلند اذان کہا کرو کیونکہ میں نے پیغمبر سے سنا تھا کہ زمین کے ہر نشیب و فراز بروز محشر اس کی گواہی دیں گے ۔

لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ ۔ یعنی لوگوں کو اپنے اپنے اعمال کی جزا دکھائی جائے گی یا یہ کہ لوگوں کو صحائفِ اعمال دکھائے جائیں گے جن میں اُن کی ہر نیکی یا برائی درج ہوگی ۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ چونکہ ہر شخص کو نیکی یا بدی کا بدلہ ملے گا تو کافر کو اس کی نیکی کا بدلہ دنیا میں ہی ملے گا ۔ پس جب دنیا سے رخصت ہوگا تو اس کی کوئی نیکی ایسی نہ ہوگی جس کی جزا نہ پاچکا ہو اور مومن کو ہر برائی کی سزا دنیا میں دی جائے گی پس اس کی جان و مال و اولاد و احباب کی تکالیف اس کے گناہوں کا بدلہ ہوں گی یہاں تک کہ جب دنیا سے رخصت ہوگا تو اس کا کوئی گناہ ایسا نہ ہوگا جس کی وہ سزا نہ پاچکا ہو پس کافر کے پاس قیامت کے دن نیکی کوئی نہ ہوگی جس پر وہ جنت کا مطالبہ کرے اور مومن کے پاس کوئی گناہ نہ ہوگا جس کے بدلہ میں اسے دوزخ میں جھونکا جائے ۔ البتہ ایسے گناہ جن کا دنیا میں بدلہ نہیں ہوسکتا جس طرح قتل مومن اور زنائے محصنہ وغیرہ تو ان سے اجتناب ضروری ہے اور بعض مفسرین نے کہا ہے ۔ کہ بعض اوقات انسان بعض نیکیوں کو معمولی سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور گناہانِ صغیرہ کو معمولی سمجھ کر نہیں چھوڑتے ۔ اس آیت مجیدہ میں تنبیہہ کی گئی ہے کہ کسی بھی نیکی کو معمولی سمجھ کر چھوڑ نہ دو اور کسی بھی گناہ کو صغیرہ سمجھ کر ارتکاب نہ کرو کیونکہ بروز قیامت رائی برابر نیکی کی جزا کو دیکھ کر بھی انسان کو مزید خوشی حاصل ہوگی اور رائی کے برابر برائی کی سزا بھی ناقابلِ برداشت ہوگی ۔ مروی ہے کہ ایک دن فرزدق شاعر کے دادے نے حضورؐ پاک سے درخواست کی تھی کہ آپ مجھے نصیحت فرمائیں تو آپ نے فرمایا تھا ماں باپ اور قریبیوں سے نیکی کیا کرو ۔ اور زبان و شرمگاہ کو اپنے قابو میں رکھو الخبر

سُورۂ والعادیات

○ یہ سورہ مکیہ ہے اور بعضوں نے اس کو مدنیہ کہا ہے اور اس کے شانِ نزول کا واقعہ اس کا مدنی ہونا ظاہر کرتا ہے ۔ واللہ اعلم

○ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت ۱۲ ہے ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۰

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالْعٰدِيٰتِ ضَبْحًا ۝۱ فَالْمُوْرِيٰتِ قَدْحًا ۝۲ فَالْمُغِيْرٰتِ صُبْحًا ۝۳

تیز سانس لے کر دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم پس رگڑ سے آگ پیدا کرنے والوں کی قسم پس صبح کو دشمن پر لوٹ برپا کرنے والوں کی قسم

فَاَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا ۝۴ فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا ۝۵ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ

کہ انہوں نے اپنی تیز دوڑ سے غبار اڑایا پس دشمن کے ہجوم میں گھس گئے بے شک تحقیق انسان اپنے رب کا

لَكَنُوْدٌ ۝۶ وَاِنَّهٗ عَلٰى ذٰلِكَ لَشَهِيْدٌ ۝۷ وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ ۝۸

انکاری ہے اور تحقیق وہ اس چیز پر گواہ ہے اور تحقیق وہ مال کی محبت میں سخت ہے

- حدیث نبوی میں ہے جو شخص سورہ والعادیات کی تلاوت کرے عرفات و مزدلفہ میں رہنے والے حاجیوں کی تعداد سے دس گنا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں درج ہو گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص سورہ والعادیات کی روزمرہ باقاعدہ تلاوت کرتا رہے وہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھیوں میں محشور ہو گا۔
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس سورہ کی باقاعدہ روزمرہ تلاوت کرے اس کو پورے قرآن کے ختم کا ثواب ہو گا اور اگر اس کو مقروض پڑھے گا تو اس کا قرضہ ادا ہو جائے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس کو پڑھنے والا خائف ہو تو باامن ہو گا بھوکا ہو تو سیر ہو گا پیاسا ہو تو اس کی پیاس ختم ہو جائے گی اور اگر اس کو مقروض پڑھے تو بہت جلد بار قرض سے سبکدوش ہو گا۔ باذن اللہ
- فوائد القرآن میں ہے اگر اس سورہ کو نئے برتن پر لکھا جائے اور آب باران سے دھویا جائے اور درد والا آدمی اس پانی کو معمولی شکر ملا کر پیتا رہے تو اس کا درد ختم ہو جائے گا۔

رکوع نمبر ۲۵

وَالْعَادِيَاتِ ۔ اس کا موصوف فرسان محذوف ہے اور اس آیت میں خداوند کریم میدان جنگ میں دوڑنے والے گھوڑوں کی قسم کھا رہا ہے جو کہ جب تیز دوڑتے ہیں تو ان کے سانس بھی تیز ہوتے ہیں اور ان کے سموں سے آگ کی چنگاریاں اٹھتی ہیں۔

غزوۂ ذات السلاسل

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ جب غزوہ ذات السلاسل میں حضورؐ نے یکے بعد دیگرے صحابہ کی ناکامی

أَفَلَا يَعْلَمُ إِذَا بُعْثِرَ مَا فِي الْقُبُورِ ۝١٠ وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ۝١١ إِنَّ رَبَّهُمْ

کیا وہ نہیں جانتا کہ جب قبروں والوں کو اٹھایا جائے گا اور جو باتیں سینوں میں ہیں ان کو ظاہر کیا جائے گا تحقیق ان کا پروردگار

بِهِمْ يَوْمَئِذٍ لَخَبِيرٌ ۝١٢

اس دن ان کے (اعمال کی اُن کو جزا دے گا کیونکہ وہ ان کے) اعمال سے خبردار ہے

کے بعد حضرت علیؑ کو بھیجا اور وہ فاتح ہو کر پلٹے تو یہ سورہ نازل ہوا اس کی تفصیل تفسیر سورہ برہان میں اس طرح ہے کہ وادیٔ یابس کے باشندوں نے اسلام کے خلاف آپس میں عہد کیا اور شمع اسلام کے گُل کرنے کا ایک جامع منصوبہ تیار کیا ادھر جبرئیل نے خدمت نبوی میں پہنچ کر وادی یابس کے کافر باشندوں کے ارادہ فاسدہ کی اطلاع دے دی جن کے جنگی جوانوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ آپ نے چار ہزار صحابہ کا لشکر جرار دیکر ابوبکر کو ان کی سرکوبی کے لئے روانہ فرمایا جب فوج اسلام وادیٔ یابس کے قریب پہنچی تو وہاں کا سردار اپنے دوسو فوجی آفیسروں کے ہمراہ فوج اسلام کے سربراہ سے گفتگو کرنے کے لئے نکلا ابوبکر نے اپنے بیان میں کہا کہ میں اللہ کے رسول کا فرستادہ ہوں اور دعوتِ اسلام لے کر آیا ہوں اگر آپ لوگ اسلام کی دعوت قبول کرلیں گے تو ہم آپس میں بھائی بھائی ہوں گے اور بصورت دیگر ہمارے اُوپر واجب ہوگا کہ تم سے جنگ کریں انہوں نے ابوبکر کی بات سُنتے ہی نہایت تند و تلخ لہجہ سے دعوتِ اسلام کو ٹھکراتے ہوئے اپنی تلواروں کے قبضوں پر ہاتھ رکھا اور دھمکی دیکر کہا خبردار ہمارے بارہ ہزار جنگی جوان تمہاری بوٹی بوٹی کر دیں گے پس مناسب یہ ہے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ ورنہ تمہارا انجام بُرا ہوگا پس ان کی کثرت سے مرعوب ہو کر فوج اسلام نے باعزت پسپا ہونے میں بہتری سمجھی چنانچہ واپس باعافیت مدینہ میں پہنچے آپ نے دوبارہ حضرت عمر کو اسی فوج کا سالار مقرر کرکے روانہ فرمایا تو نتیجہ پھر بھی وہی نکلا کہ کفّار کی دھمکی کو نہ برداشت کرتے ہوئے جان بچاکر بخیریت واپس آنے میں بھلائی سمجھی اور فوج اسلام دوبارہ واپس آئی اب تیسری مرتبہ شیر بیشۂ شجاعت شہنشاہِ ولایت حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کو انہی مجاہدین کی فوجی کمان حوالے کرکے حضورؐ نے روانہ فرمایا جب وادیٔ یابس کے قریب پہنچے تو دستور سابق کے ماتحت کفّار کا سالار اپنے دوسو خصوصی ارکانِ دولت کے ہمراہ ابتدائی گفتگو کے لئے حاضر ہوا تو حضرت علیؑ نے دعوتِ اسلام کو پیش کیا اور بصورت دیگر جنگ کا اعلان فرمایا انہوں نے حسب سابق بڑبڑا کر فوج اسلام کو مرعوب کرنے کی کوشش کی لیکن اسدِ کردگار نے ان کی دھمکیوں کی پرواہ کئے بغیر اعلانِ جنگ کو دھرایا اور اپنے عزم صمیم کا دوبارہ برملا اظہار فرمایا آپ نے اس گفتگو کے بعد اپنی فوج کو جنگ کے لئے تیار رہنے کا حکم دے دیا اور پوری مستعدی کے ساتھ دشمن کے سامنے ڈٹ جانے کا ہر مجاہد سے پیمان لے لیا چنانچہ مجاہدین نے شوقِ جہاد میں گن گن کر رات کی گھڑیاں گذاریں اور صبح کی نماز اول وقت میں ادا کرکے جہاد کے لئے کمربستہ ہوگئے اور علی الصباح کفّار پر دھاوا بول دیا جس کے نتیجہ میں کفّار کے جنگی جوان تاب مقابلہ نہ لاتے ہوئے لقمۂ اجل ہوتے چلے گئے اور مجاہدینِ اسلام نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے آگے بڑھتے گئے۔ یہاں تک کہ کچھ دیر کے بعد وادیٔ یابس میں اسلام کا جھنڈا لہراتا ہوا نظر آیا اس جنگ میں بہت کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا پس کامیاب و کامران ہو کر ادھر فوج اسلام مراجعت

فرمائے مدینہ ہوئی تو جبرئیل نے پہنچ کر علی کی فتح کی خوشخبری سُنادی اور یہ سورہ نازل ہُوا پس حضرت پیغمبر اہل مدینہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے تین میل باہر تک علیؑ کے استقبال کے لئے تشریف لائے ۔ جب حضرت علیؑ قریب آئے تو احتراماً گھوڑے سے اُترے اور پیغمبر نے علیؑ کو گلے لگا لیا اور تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضور نے صبح کی نماز میں بھی سورہ والعادیات پڑھی تھی اور چونکہ صحابہ نے اس سے پہلے یہ سورہ نہیں سنا تھا وہ حیران ہو کر ایک دوسرے سے پوچھنے لگے تب آپ نے فرمایا کہ جبرئیل نے مجھے حضرت علیؑ کی فتح کی بشارت دی ہے اور یہ سورہ بھی ہمراہ لایا ہے ۔

لَکَنُوْد ۔ اس کا معنی ہے منکر اور حدیث نبوی میں ہے کہ الکنود الّذی یاکلُ وحدَہٗ و یمنعُ رِفدَہٗ و یضرِبُ عبدَہٗ یعنی کنود وہ ہے جو تنہا کھائے اور مہمان کو کچھ نہ دے اور اپنے غلام پر ظلم کرے ۔

سورہ القارعہ

- یہ سورہ مکیہ ہے
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کو ملا کر بارہ بنتی ہے ۔
- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے جو شخص سورہ القارعہ کو ہر روز پڑھے اور زیادہ پڑھے تو خدا اس کو فتنۂ دجال سے محفوظ رکھے گا اور روز قیامت جہنم کی گرمی سے بھی اس کو بچائے گا ۔
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص سورہ القارعہ کو پڑھے گا بروز محشر اس کا میزان وزنی ہوگا ۔
- اگر کاروباری تنگدست آدمی اس کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو خداوند کریم اس پر رزق کے دروازے کھول دے گا ۔
- اور وسعت رزق کے لئے اس کا زیادہ پڑھنا نہایت مفید ہے اور اگر اس سورہ کو نوافل یا فرائض میں پڑھا جائے تو خداوند کریم اس کے رزق میں زیادتی فرمائے گا اور اس کی بدحالی خوشحالی سے بدل جائے گی ۔
- مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ اس سورہ کو طشت پر لکھا جائے اور عرق گلاب سے دھو کر اس کے پانی کو اس کے مکان میں چھڑکا جائے جہاں حشرات الارض زیادہ ہوں تو باذن پروردگار حشرات الارض وہاں سے نکل جائیں ۔ (فوائد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَلۡقَارِعَۃُ ﴿۲﴾ مَا الۡقَارِعَۃُ ﴿۳﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡقَارِعَۃُ ﴿۴﴾ یَوۡمَ یَکُوۡنُ النَّاسُ

قارعہ (قیامت) قارعہ کیا ہے؟ تمہیں کیا معلوم قارعہ کیا ہے؟ جس دن لوگ پھیلے ہوئے

کَالۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ﴿۵﴾ وَ تَکُوۡنُ الۡجِبَالُ کَالۡعِہۡنِ الۡمَنۡفُوۡشِ ﴿۶﴾ فَاَمَّا مَنۡ

پتنگوں کی طرح معلوم ہوں گے اور پہاڑ دھنی ہوئی کپاس کی طرح طرح ریزہ ریزہ نظر آئیں گے پس جس کا

ثَقُلَتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ﴿۷﴾ فَہُوَ فِیۡ عِیۡشَۃٍ رَّاضِیَۃٍ ﴿۸﴾ وَ اَمَّا مَنۡ خَفَّتۡ مَوَازِیۡنُہٗ ﴿۹﴾

میزان عمل بھاری ہوگا تو وہ خوش حال زندگی میں ہوگا اور لیکن جس کا میزان عمل ہلکا ہوگا

فَاُمُّہٗ ہَاوِیَۃٌ ﴿۱۰﴾ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا ہِیَہۡ ﴿۱۱﴾ نَارٌ حَامِیَۃٌ ﴿۱۲﴾ ع۲۶

تو اس کی ماں (ٹھکانا) جہنم میں ہوگا تجھے کیا خبر کہ وہ کیا ہے؟ بھڑکتی ہوئی آگ ہے

رکوع نمبر ۲۶

اَلۡفَرَاشِ الۡمَبۡثُوۡثِ ۔ دوسری جگہ الجراد المنتشر سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی اس دن کے ہول سے انسان پھیلی ہوئی ٹڈی یا مکڑی یا پتنگوں کی طرح نظر آئے گا کہ عالم مدہوشی و بدحواسی میں اسے یہ نہ معلوم ہو سکے گا کہ میری منزل کس طرف ہے۔

فَاُمُّہٗ ہَاوِیَہ ۔ یعنی اس کا مسکن و ماوی جہنم ہوگا جس طرح بچے کیلئے ماں جائے سکون ہوا کرتی ہے تفسیر برہان میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوران سفر میں ایک اجڑی ہوئی بستی سے گذرے اور ادھر ادھر پھیلے ہوئے مردوں کو دیکھ کر فرمایا یہ لوگ گرفتار عذاب ہو کر مرے ہیں ورنہ ایک دوسرے کو دفن کرتے چنانچہ حواریین کی درخواست پر آپ نے ان کو صدا دی تو ایک نے جواب دیا لبیک یا روح اللہ! آپ نے دریافت کیا کہ تمہارا یہ انجام کس لئے ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ ہم صبح کو تندرست تھے اور شام کو گرفتار عذاب ہو کر اس جہنم میں ڈال دیئے گئے جس کا نام ہاویہ ہے جہاں آگ کے سمندر بھی ہیں اور آگ کے پہاڑ بھی ہیں آپ نے فرمایا اس کی وجہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا دنیا کی محبت اور طواغیت کی اطاعت نے ہمارا یہ انجام کر دیا ہم دنیا کے اس طرح سے محب تھے جس طرح بچہ ماں سے محبت کرتا ہے کہ آجائے تو خوش ہوتا ہے اور چلی جائے تو روتا ہے اور خدا کے بجائے اپنے بڑے بڑوں (طواغیت) کی عبادت و اطاعت ہمارا دین تھا۔ میری باقی قوم کو جہنم کی لگامیں لگی ہیں کہ وہ بول نہیں سکتے اور میرا عذاب اُن سے

کم ہے کیونکہ میں اُن کے ساتھ شریک نہیں تھا لیکن اُن کو روکتا بھی نہیں تھا پس ایک بال سے جہنم میں لٹکا ہوا ہوں۔ اور اس ڈر میں ہوں کہ کب اس میں گرایا جاؤں گا پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کی خشک روٹی کھا کر مزبلہ پر سو جانا۔ جبکہ دین میں سلامتی ہو اس شکم پُری سے بہتر ہے جس میں دین نہ ہو۔

سورہ التکاثر

- یہ سورہ مکیہ ہے سورہ الکوثر کے بعد نازل ہوا۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر نو بنتی ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص سوتے وقت اس سورہ کو پڑھے عذاب قبر سے محفوظ ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اس سورہ کو نماز فریضہ میں پڑھے اس کو ایک سو شہید کا ثواب ملے گا اور اس کی اقتدا میں چالیس صفیں فرشتوں کی نماز پڑھیں گی۔ اور اگر نافلہ میں پڑھا جائے تو پچاس شہیدوں کا اس کو ثواب ملیگا
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کی تلاوت کرے اس سے دنیاوی نعمات کا حساب نہ لیا جائے گا اور نماز عصر کے وقت پڑھے تو دوسرے دن کے غروب شمس تک وہ اللہ کی امان میں رہے گا نیز مروی ہے کہ اس کی تلاوت کرنے والے کو آسمانی مخلوق اللہ کا شکر ادا کرنے والا کہتی ہے۔
- مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ درد سر پر اس کا پڑھنا درد کو ختم کرتا ہے۔
- میت کے لئے دفن کی رات جو نماز ہدیہ میت پڑھی جاتی ہے اس کا ایک طریقہ تو وہ ہے جو سورہ اِنَّآ اَنْزَلْنَا کے بیان میں گذر چکا ہے
- اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دو مرتبہ سورہ قل ھو اللہ احد پڑھا جائے اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد دس مرتبہ سورہ التکاثر پڑھا جائے اور سلام کے بعد درود شریف پڑھ کر یہ فقرہ پڑھا جائے اَللّٰھُمَّ ابْعَثْ ثَوَابَهَا اِلٰی قَبْرِ فلاں اور فلاں کی جگہ میت کا نام لے اور البلد الامین سے تیسرا طریقہ یہ بھی منقول ہے۔ کہ پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آیۃ الکرسی اور توحید دو مرتبہ اور دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورۂ التکاثر دس مرتبہ پڑھی جائے۔
- لوگوں کی محبت حاصل کرنے کے لئے ہر روز اکیس ۲۱ مرتبہ اس سورہ کا پڑھنا مفید ہے۔ (اوراد)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَلۡہٰکُمُ التَّکَاثُرُ ﴿۲﴾ حَتّٰی زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ ﴿۳﴾ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴﴾

تمہیں کثرت پر فخر کرنے نے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبرستان پہنچ گئے آگاہ ہو عنقریب جان لوگے

ثُمَّ کَلَّا سَوۡفَ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۵﴾ کَلَّا لَوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عِلۡمَ الۡیَقِیۡنِ ﴿۶﴾ لَتَرَوُنَّ

پھر آگاہ ہو عنقریب جان لوگے آگاہ ہو کاش کہ تم حقیقت کو علم الیقین سے جانتے ہوتے (تو فخر نہ کرتے) ضرور

الۡجَحِیۡمَ ﴿۷﴾ ثُمَّ لَتَرَوُنَّہَا عَیۡنَ الۡیَقِیۡنِ ﴿۸﴾ ثُمَّ لَتُسۡـَٔلُنَّ یَوۡمَئِذٍ عَنِ النَّعِیۡمِ ﴿۹﴾ ع ۲۷

دیکھو گے جہنم کو پھر ضرور دیکھو گے اس کو عین الیقین سے پھر تم سے اس دن نعمتوں کا سوال کیا جائے گا۔

رکوع نمبر ۲۷

اَلۡہٰکُمُ ۔ عرب لوگ زمانہ جاہلیت میں اپنی مال و اولاد کی کثرت پر اور قوم و قبیلہ کی کثرت پر ناز کرتے تھے اور بھری محفلوں میں ایک دوسرے پر سبقت و برتری کا معیار اسی کثرت کو قرار دیتے تھے حتاکہ بعض اوقات مرجانے والوں کی قبروں کو شمار کرنے لگ جاتے تھے تو خداوند کریم ان کی سرزنش میں فرماتا ہے کہ کثرت مال و افراد معیار برتری نہیں بلکہ نیک اعمال معیار فوقیت ہیں اور اگر تم حقیقت کو سمجھتے ہوتے تو یہ فخر نہ کرتے جب موت کے ساتھ ہم آغوش ہوکر قبر میں دفن ہو جاتا ہے تو اس تفاخر کا کیا فائدہ اور علم الیقین اس علم کو کہتے ہیں جو شک و شبہ کے بعد حاصل ہو۔ اس لئے اللہ کے علم کو یقین نہیں کہا جاتا اور عارف لوگوں کے نزدیک علم الیقین دلیل کے بعد پیدا ہونے والے یقین کا نام ہے اور عین الیقین کا درجہ بلند ہے کہ وہ دیکھ لینے کے بعد حاصل ہونے والے یقین کو کہا جاتا ہے اور حق الیقین آخری منزل ہے کہ چکھ لینے کے بعد جو یقین حاصل ہو اس کو حق الیقین کہا جاتا ہے۔

لَتُسۡـَٔلُنَّ ۔ یعنی قیامت کے روز ہر نعمت کا سوال ہوگا لیکن امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا تین چیزوں کے متعلق سوال نہ ہوگا (۱) جسم ڈھانپنے کا کپڑا (۲) پیٹ بھرنے کے لئے روٹی کا ٹکڑا (۳) اور سر چھپانے کے لئے حسب ضرورت مکان روایات اہلبیت میں تواتر سے منقول ہے کہ جس نعمت کا بروز محشر سوال ہوگا وہ ولائے علیؑ بن ابیطالب ہے اور بعض روایات میں ہے کہ توحید و نبوت و امامت کا سوال ہوگا ایک روایت میں معصوم نے فرمایا کہ مہمان کو کھانا کھلانے کے بعد مہمان نواز کا مہمان سے نوالوں کا حساب لینا۔ اس کی شان سے بعید ہے تو خداوند کریم کس طرح روٹی کے نوالوں کا حساب لے گا؟ البتہ ولائے آل محمدؐ کا ہی سوال ہوگا۔ اور امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابوحنیفہ سے نعیم کا معنی پوچھا تو اس نے عام نعمتیں شمار کیں آپ نے فرمایا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَالۡعَصۡرِ ② اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ③ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

عصر کی قسم تحقیق انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور عمل صالح بجا لائے

وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۙ۬ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ④ ع

اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی

کہ اس طرح تو وقوف بہت لمبا ہو جائے گا بس وہاں تو صرف ہماری ولاء کا ہی سوال ہوگا۔

سورہ العصر

- یہ سورہ مکیہ ہے اور بسم اللہ کے علاوہ اس کی آیات تین ہیں۔
- حدیث میں ہے جو شخص اس کو پڑھے گا اس کا خاتمہ صبر پر ہوگا اور بروز محشر اصحاب حق میں شمار ہوگا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص نوافل میں سورہ والعصر کو پڑھے قیامت کے روز اس کا چہرہ نورانی ہوگا اور وہ ہنستا ہوا ٹھنڈی چشم کے ساتھ داخل جنت ہوگا۔
- حدیث نبوی میں ہے جو اس کو پڑھے گا اس کے نامہ اعمال میں دس نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کا خاتمہ خیریت سے ہوگا
- اگر کسی زمین میں دفن ہونیوالی چیز پہ پڑھی جائے یا خزانہ پہ پڑھی جائے تو وہ محفوظ ہوگا۔
- مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ صاحب بخار پہ پڑھی جائے تو اس کو آرام ہوگا۔
- اگر اس کو نماز عشاء کے بعد لکھ کر اپنے پاس رکھے اور حاکم کے پاس جائے تو امان میں ہوگا۔

رکوع نمبر ۲۸

وَالۡعَصۡرِ۔ ان آیاتِ مجیدہ میں پروردگار عالم نے اسلام کے منشور کو نہایت مختصر اور جامع انداز سے چار نکات میں بند کر کے رکھ دیا جن کی تفاصیل کے لئے ضخیم کتابیں درکار ہوتی ہیں۔ گویا خداوند کریم نے حلفیہ بیان جاری کر کے فرمایا کہ ہر انسان اگر اپنے جذبات کو اپنا پیشرو بنا کر زندگی کے کٹھن منازل کو عبور کرنا چاہے تو یقیناً وہ خسارے سے بچ نہیں سکتا سوائے ان لوگوں کے جو منشور اسلامی کے بیان کردہ چار نکات کو اپنی زندگی کا دستور العمل قرار دیدیں

① عقائد کے لحاظ سے مومن ہونا یعنی توحید و عدل و نبوّت و امامت و قیامت پر عقیدہ کا مضبوط کر لینا جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب "اسلامی سیاست" میں مبرہن اور مدلل طریق سے بیان کی ہے ② اعمال صالحہ کا بجالانا اور ان کے تین شعبے ہیں وہ اعمال جو حق اللہ شمار ہوتے ہیں، دوسرے وہ اعمال جن کا تعلق انسان کے اپنے نفس سے ہے اور تیسرے وہ اعمال جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حقوق العباد کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ حق والدین حق زوجہ حق اولاد حق ہمسایہ حق سلطان حق رعایا حق غلام حق حیوانات وغیرہ پس ان تمام حقوق میں خدا کی جانب سے متعینہ حدود کی پاسداری کرنا انسانیت کا بہت بلند مقام ہے ③ ایک دوسرے کو حق کی وصیّت کرنا اگرچہ اعمال صالحہ کے ضمن میں یہ آجاتا ہے لیکن تمام حقوق واجبہ میں اس کو اہمیت حاصل ہے اس لئے اس کو الگ ذکر کیا گیا ہے ④ ایک دوسرے کو مصائب و آلام کے مقامات پر تلقین صبر کرنا یہ بھی اعمال صالحہ کے ضمن میں آسکتا ہے لیکن اہمیّت کے پیشِ نظر اس کو بھی الگ ذکر کیا گیا ہے اور تیسرے اور چوتھے نکتے کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے اور اس میں شک نہیں کہ منشور اسلامی کے ان چار نکات پر جس طرح کربلا والوں نے عمل کیا وہ اپنی مثال آپ ہے اس لئے اگر کہا جائے کہ اس سورہ کے مضمون کے تاویلی مصداق مجاہدین کربلا ہیں تو بالکل بجا ہے قیامت تک کے انسانوں کیلئے اُن کا اسوہ حسنہ اوجِ انسانیت تک پہنچنے کا بہترین ذریعہ ہے اسی لئے ان کی یاد کو تازہ کرنا اور ان کی یاد منانا انسانیت کا اہم فریضہ ہے۔

سورۂ الھمزہ

- یہ سورہ مکیہ ہے اور اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ سمیت دس ہے
- حدیث میں ہے جو شخص سورہ ہمزہ کی تلاوت کرے گا کفار مکہ جو حضورؐ سے مسخری کرتے تھے کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں درج ہونگی۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام سے منقول ہے جو شخص اس سورہ کو فرائض میں پڑھے گا اس سے فقر دُور ہوگا اور اس کا رزق کھچ کر اس کی طرف آئے گا اور بُری موت اس کو نہ آئے گی۔
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس کو پڑھے یا لکھے درد کرنے والی آنکھ کے لئے تو باذن اللہ اس کا درد ختم ہوجائیگا۔
- اور اگر کوئی نظر بد کا شکار ہو تو اس پر یہ سورہ پڑھنے سے نظر بد کا اثر دُور ہو جائے گا (بقدرۃ اللہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

وَیۡلٌ لِّکُلِّ ہُمَزَۃٍ لُّمَزَۃِۣ ﴿۲﴾ الَّذِیۡ جَمَعَ مَالًا وَّ عَدَّدَہٗ ﴿۳﴾

ویل ہے ہر غیبت کنندہ زبان دراز کے لئے جس نے مال کو جمع کیا اور گن

یَحۡسَبُ اَنَّ مَالَہٗۤ اَخۡلَدَہٗ ﴿۴﴾ کَلَّا لَیُنۡۢبَذَنَّ فِی الۡحُطَمَۃِ ﴿۵﴾ وَ مَاۤ

وہ سمجھتا ہے کہ تحقیق اس کا مال اس کو زندہ رکھے گا ہرگز نہیں وہ ضرور پھینکا جائے گا جہنم حطمہ میں اور تجھے

اَدۡرٰىکَ مَا الۡحُطَمَۃُ ﴿۶﴾ نَارُ اللّٰہِ الۡمُوۡقَدَۃُ ﴿۷﴾ الَّتِیۡ تَطَّلِعُ عَلَی

کیا پتہ کہ حطمہ کیا ہے؟ وہ اللہ کی بھڑکنے والی آگ ہے جو دلوں پر چھا جاتی

الۡاَفۡـِٕدَۃِ ﴿۸﴾ اِنَّہَا عَلَیۡہِمۡ مُّؤۡصَدَۃٌ ﴿۹﴾ فِیۡ عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ ﴿۱۰﴾ ع

ہے۔ تحقیق وہ ان پر محیط کی جائے گی لمبے ستونوں کے اندر

رکوع نمبر ۲۹

ہُمَزَۃٍ ۔ کا معنی غیبت کرنے والا اور لمزہ کا معنی آنکھ ہاتھ اور زبان سے طعنہ زنی کرنے والا اور کہتے ہیں۔ اس سے مراد مغیرہ ہے جو حضورؐ کی غیبت بھی کرتا تھا اور سامنے آکر طعنہ زنی بھی کرتا تھا۔

عَمَدٍ مُّمَدَّدَۃٍ :۔ اس سے مراد یا تو جہنم کے ستون ہیں یا وہ میخیں ہیں جو جہنم کے دروازوں کو بند کرنے کے لئے استعمال کی جائیں گی۔

سُورۃُ الفیل

- یہ سورہ مکیہ ہے سورہ الکافرون کے بعد نازل ہوا۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ملا کر چھ ہے۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ جو شخص اس سورہ کو نماز فریضہ میں پڑھے تو بروز محشر ہر سہل و جبل اس

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝۱

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَلَمۡ تَرَ کَیۡفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصۡحٰبِ الۡفِیۡلِ ۝۲ اَلَمۡ یَجۡعَلۡ کَیۡدَہُمۡ

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب الفیل سے کیا کیا؟ کیا اُن کی باطل تجویز کو اُس نے بے کار

فِیۡ تَضۡلِیۡلٍ ۝۳ وَّ اَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ ۝۴ تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ

نہیں کر دیا تھا؟ اور اس نے ابابیل بھیج دیئے جو ان کو سخت سنگریزے

مِّنۡ سِجِّیۡلٍ ۝۵ فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ ۝۶ ع۳۰

مارتے تھے پس کر دیا ان کو بھوسے کی طرح جسکو حیوان کھاتے ہیں

کی نماز کی گواہی دیں گے اور خداوند کریم کی طرف سے ندا آئے گی کہ تمہاری گواہی مقبول ہے۔ بے شک میرے بندے کو جنت میں داخل کر دو۔ یہ ان لوگوں میں سے ہے جو اللہ کے دوست ہیں اور اللہ کو ان کا عمل محبوب ہے۔

- **مسئلہ:**۔ فقہائے امامیہ کے نزدیک سورہ الفیل اور سورہ لایلاف قریش ایک سورہ کے حکم میں ہیں لہٰذا اگر یہ سورہ نماز میں پڑھا جائے گا تو اس کے بعد سورہ لایلاف کا بھی پڑھنا ضروری ہو گا۔
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا خدا اس کو عذاب سے امان دے گا اور دنیا میں مسخ ہونے سے محفوظ رہے گا اگر حملہ آور کے نیزہ پہ پڑھی جائے تو اس کے نیزے کا پھل ٹوٹ جائے گا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کسی مصیبت زدہ پر یہ سورہ پڑھی جائے تو اس کا دشمن فوراً بھاگ جائے گا۔ اور اس کا پڑھنا قوت قلب کا باعث ہے۔
- **عمل برائے حفاظت:** کتاب اوراد میں ہے کہ اگر ظالم حاکم کے پاس جانا ہو تو کٓھٰیٰعٓصٓ کو پڑھے اور ہر حرف پر دائیں ہاتھ کی ایک انگلی انگوٹھے سے شروع کر کے بند کرتا جائے اور آخر میں مٹھی بند کرے پھر حٰمٓ عٓسٓقٓ کو پڑھے اور ہر حرف پر بائیں ہاتھ کی ایک انگلی بند کرتا جائے کہ انگوٹھے پر ختم کرے اور مٹھی بند کرے پس کمرے میں داخل ہو اور حاکم کے روبرو سورہ الفیل کو پڑھے اور لفظ تَرۡمِیۡہِمۡ کو دس دفعہ پڑھے کہ ہر دفعہ ایک انگلی کو شروع سے کھولتا جائے جب سب انگلیاں کھل جائیں تو سورہ کو پورا کرے پس حاکم کے شر سے محفوظ رہے گا۔

رکوع نمبر ۳۰ اَبَابِیۡلَ ۔ اس کی واحد اَبُّوۡل یا اِبَّالہ ہے ایک پرندے کا نام ہے جو چڑیا سے بھی چھوٹا ہوتا ہے۔

سِجِّيْلٍ :۔ ایک سخت قسم کے پتھر کو کہا جاتا ہے جو عام پتھروں کی بہ نسبت زیادہ سخت ہوتا ہے۔
كَعَصْفٍ :۔ بھوسے کو اور گھاس کے خشک تنکوں کو عصف کہا جاتا ہے یعنی جس طرح بھوسہ بیکار زمین پر پھیلا رہتا ہے اور اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی اسی طرح ان کی لاشیں بھی زمین پر بکھری پڑی تھیں کہ ان کا پُرسانِ حال کوئی نہ تھا۔

اصحاب الفیل کا واقعہ

تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ تبع کو جب یمنیوں نے قتل کر دیا تو اس کا بیٹا قیصر روم کے پاس فریاد لے کے گیا پس قیصر روم نے سوڈان کے بادشاہ نجاشی کو اس کی سفارش لکھی یہ نجاشی پیغمبر کے زمانہ کے نجاشی کا دادا تھا پس نجاشی نے ساٹھ ہزار افراد پر مشتمل ایک لشکر جرار اہل یمن کی سرکوبی کے لئے روزبہ نامی شخص کے زیر کمان روانہ کیا چنانچہ یمن فتح ہوا اور وہاں پر قابض قوم حمیر کا اقتدار ختم ہو گیا پس روزبہ وہاں کا حکمران ٹھیرا جو نجاشی کے زیر اثر تھا روزبہ کی فوج کا ایک افسر جس کا نام ابرہہ اور کنیت ابویکسوم تھی نہایت چُست و چالاک تھا اس نے پوری فوج میں اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر روزبہ کی مخالفت شروع کر دی اور آخر کار اس کی حکومت کا تختہ اُلٹ کر خود اس کی جگہ حکمران بن بیٹھا اور نجاشی کو اپنی اطاعت کا یقین دلا کر اس کو راضی کر لیا جب اس کا اقتدار مضبوط ہو گیا تو اس نے کعبہ کے مقابلہ میں یمن میں کعبہ تعمیر کرایا تاکہ لوگ بیت اللہ کو چھوڑ کر یمنی کعبہ کی حج کریں اور اس کو عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے دیدہ زیب اور جاذب نظر بناتے ہوئے اس کو سُنہری محرابوں سے خوب سجایا چنانچہ یمنی لوگ اس کا طواف کرنے لگ گئے۔

ایک دفعہ عرب کا ایک بڑا قبیلہ بنی کنانہ وارد یمن ہوا تو بنی کنانہ کے آدمی نے یمنی کعبہ کو دیکھنے کے بہانہ سے اندر جا کر پاخانہ کر دیا جب ابرہہ خود اپنے کعبہ کی زیارت کے لئے آگے بڑھا تو اس نے کعبہ کے اندر غلاظت دیکھ کر اپنی نصرانیت کی قسم کھائی کہ میں عربوں کے کعبہ کو مسمار کر کے رہوں گا چنانچہ اس نے اپنی فوج کو جس میں ہاتھی سواروں کا ایک دستہ بھی تھا حجاز کی طرف پیش قدمی کا آرڈر دے دیا اشعرون و خثعم کے قبائل نے اس کی دعوت کو قبول کر کے فوج میں شمولیت اختیار کر لی اور تاریخ مقررہ پر ابرہہ کی فوج یمن سے روانہ ہوئی۔ راستہ میں بھی ابرہہ کے حکم سے اس کے ایک فوجی نے عرب قبائل کو یمنی کعبہ کے طواف کا مشورہ دیا لیکن پھر بنی کنانہ کے ایک شخص نے اس فوجی کا سر تن سے جُدا کر دیا جس کی خبر سُنتے ہی ابرہہ کو بہت غصہ آیا اور اس انتقام کا جذبہ اس کے دل میں زیادہ تیز ہو گیا جب یہ لشکر طائف کے پاس سے گذرا تو وہاں کے رہنے والے قبیلہ ھذیل کے ایک آدمی نفیل نامی کو راستہ معلوم کرنے کے لئے ساتھ لے لیا حتیٰ کہ مکہ سے چھ میل دُور مقام مغمس پر انہوں نے فوجی مورچے بنا کر قیام کر لیا اور ایک دستہ مکہ کی وادیوں میں گھومنے اور حالات کا جائزہ لینے کے لئے روانہ کر دیا مکہ میں بسنے والے عرب قبائل نے جونہی ابرہہ کی فوج دیکھی وہ گھروں کو چھوڑ کر ادھر اُدھر روپوش ہو گئے صرف حضرت عبدالمطلب بچ گئے جن کے قبضہ میں چاہ زمزم کا چارج تھا اور دوسرے شیبہ بن عثمان عبدری جو بیت اللہ کا دربان تھا مکہ میں موجود تھا ابرہہ کے گشتی فوجی دستے نے قریشیوں کے اونٹ قبضہ میں کر لئے جن میں دو سو اونٹ صرف عبدالمطلب کے تھے جب ان کو معلوم ہوا تو وہ اپنے اونٹوں کی واپسی کے لئے ابرہہ کی فوجی چھاؤنی میں داخل ہوئے اور ابرہہ کی قیامگاہ کے دروازہ پہ پہنچے اس وقت دروازہ کا سنتری اشعرون قبیلہ کا ایک سپاہی تھا جو عبدالمطلب کی شخصیت

سے خوب واقف تھا اس نے اندر جاکر اجازت لی اور اچھے انداز سے عبدالمطلب کا تعارف کرایا جب آپ اندر تشریف لے گئے تو ان کی ظاہری شکل وشباہت اور باوقار نورانی چہرہ کی عظمت سے متاثر ہوکر تخت سے نیچے اترا اور آپ کے ہمراہ فرش پر بیٹھ کر احوال پرسی کے بعد آپ سے تشریف آوری کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا تمہاری گشتی فوج نے ہمارے اونٹ چرالئے ہیں اور ان کی بازیابی کے لئے آیا ہوں ابرہہ ایک مرتبہ دریائے حیرت میں ڈوب گیا اور کچھ سنبھل کر کہنے لگا میں تو آپ کو بہت بڑا دانا سمجھتا تھا لیکن آپ کے اس سوال سے میں کچھ شش و پنج میں پڑگیا ہوں آپ نے فرمایا وہ کیسے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میں یمن سے اس قدر لشکر جرار لے کر تمہارے کعبے کو ڈھانے کے لئے آیا ہوں جس پر تمہارے وقار اور شرف کا دارومدار ہے دانشمندی کا تقاضا تو یہ تھا کہ آپ اپنے دوسو اونٹ نظر انداز کرکے اپنے بیت الشرف کعبۃ اللہ کی سفارش فرماتے اور اس اہم حاجت کا ذکر کرتے اور میں یقیناً آپ کے احترام کی خاطر مان لیتا۔ آپ نے نہایت اطمینان و متانت سے ابرہہ کی بات سن کر جواب دیا کہ میں تو اپنے مال کی واپسی کے لئے حاضر ہوا ہوں جس گھر کو گرانے کے لئے تم لوگ آئے ہو اس کا بھی ایک مالک ہے وہ اس کی حفاظت کا خود ذمہ دار ہے اس بات کو سن کر ابرہہ گھبرا گیا اور اونٹوں کی واپسی کا حکم دے دیا آپ اپنے اونٹ لے کر واپس پلٹ کر آگئے۔ اس رات ابرہہ اور اس کی فوج یوں محسوس کر رہی تھی کہ گویا عذاب خداوندی ان کے سروں پر منڈلا رہا ہے پس بے حس وحرکت موت کے سایہ میں انہوں نے رات گذاری۔ ان کے ہمراہ قبیلہ ھذیل کا جو آدمی رہنمائی کے لئے آیا تھا وہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اور اشعرون وخثعم نے بھی بیت اللہ پر چڑھائی سے انکار کر دیا حضرت عبدالمطلب جب واپس آنے لگے تھے تو ابرہہ کی فوج کے بڑے ہاتھی محمود نامی کے پاس سے گذرے اور ہاتھی کے کان میں کہا کہ تمہیں پتہ ہے ابرہہ تم کو کیوں لایا ہے؟ اس نے سر ہلا کر نفی میں جواب دیا پھر آپ نے فرمایا یہ تو بیت اللہ کو مسمار کرنے کے لئے آئے ہیں کیا تم ان کا ساتھ دوگے تو پھر ہاتھی نے سر ہلا کر نفی میں جواب دیا پس آپ چلے گئے۔

جب صبح سویرے ابرہہ کی فوج نے ہاتھیوں کو مکہ کی طرف بڑھانا چاہا تو بڑے ہاتھی کے قدم رک گئے ہر چند اس پر تشدد کیا گیا لیکن وہ نہ ہلا جب اس کو پیچھے کی طرف چلاتے تھے تو چلتا تھا لیکن جب آگے بڑھانا چاہتے تھے تو وہ رک جاتا تھا اور دوسرے ہاتھی محمود نامی ہاتھی کی اقتدار میں رک جاتے تھے۔

ادھر حضرت عبدالمطلب نے اپنے کسی غلام کو حکم دیا کہ پہاڑ پر چڑھ کر دیکھو کوئی چیز نظر آتی ہے اور بعض روایات میں ہے کہ اپنے فرزند ارجمند حضرت عبداللہ کو حکم دیا کہ کوہ ابوقبیس پر چڑھ کر دیکھو اگر کوئی چیز ہو مجھے خبر دینا چنانچہ جناب عبداللہ کوہ ابوقبیس پر چڑھے تو سمندر کی جانب سے ابابیل کے غولوں کو سیلاب کی طرح آتے دیکھا کہ ان کی سیاہی شب تاریک کی طرح تھی پس وہ پرندے کوہ ابوقبیس پر اترے پھر کعبہ کے سات چکر انہوں نے لگائے اور سات طواف صفا و مروہ کے کئے۔ یہ ماجرا دیکھ کر حضرت عبداللہ نے اپنے والد ماجد کو اطلاع دی اور دوسری روایت کے ماتحت جب غلام نے خبر دی اور بتایا کہ ہر ہر پرندے کی چونچ میں ایک سنگریزہ ہے اور دو پاؤں میں دو سنگریزے ہیں تو عبدالمطلب نے فرمایا عبدالمطلب کے رب کی قسم یہ اس قوم کے لئے ہی آئے ہیں۔ مجمع البیان کی روایت کے مطابق طلوع شمس کے وقت پرندے پہنچ گئے ہر ایک پرندہ کے پاس تین سنگریزے تھے اور وہ جہاں پڑتے تھے جسم سے

پار ہو جاتے تھے گویا خدائی فوج کا ہر سپاہی دشمن فوج کے تین تین سپاہیوں کے لئے کافی تھا۔ پس جب ایک پرندہ تین فائر کرچکا اور تین دشمنوں کو واصل جہنم کر لیتا تو وہ غائب ہو جاتا تھا اور دوسرا نمودار ہو جاتا تھا یہاں تک کہ ابرہہ کا لشکر مارا گیا اور ابرہہ کو ایک سنگریزہ لگا جس سے وہ بھاگ کھڑا ہوا اور وہ زخم بڑھتا رہا حتیٰ کہ یمن کی زمین میں پہنچ کر وہ فی النار ہو گیا اور قبیلۂ اشعرون اور خثعم نے چونکہ کعبہ پر چڑھائی کا انکار کر دیا تھا۔ لہٰذا ان کا کوئی آدمی قتل نہ ہوا اور مروی ہے کہ وہ پرندے بادل کی طرح ابرہہ کی فوج کے سروں پر منڈلا رہے تھے اور ان میں سے ہر ہر پرندہ تین تین دشمنوں کے مارنے کے لئے قدرت کی جانب سے مامور تھا پس وہ کافر کے سر کے اُوپر سنگریزے کو چھوڑتا تھا اور وہ سنگریزہ اس کی دبر سے پار ہو جاتا تھا اور منقول ہے کہ صرف ایک آدمی ان میں سے بھاگنے میں کامیاب ہو گیا اور اس کے حصہ کا ایک پرندہ بھی سنگریزہ چونچ میں پکڑ کر اس کے تعاقب میں رہا جب اس شخص نے فوج ابرہہ کی تباہی کا ذکر سُنایا اور کہا کہ پرندوں نے فوج کو مارا ہے تو لوگوں نے دریافت کیا کہ وہ پرندہ کس قدر تھا پس اُس نے اُوپر کو دیکھا تو وہی پرندہ اُوپر پھر رہا تھا اس نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ پرندے اسی قسم کے تھے چنانچہ اس کے یہ الفاظ ختم ہوئے تو اس پرندے نے سنگریزہ چھوڑ دیا اور وہ اس کے سر پر لگ کر دبر سے نیچے پار ہو گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا اور یہ پرندے نہ اس سے پہلے کسی نے دیکھے تھے اور نہ بعد میں دیکھے گئے۔

تنبیہ:- جو لوگ معجزات کا انکار کرتے ہیں ان کے لئے اصحاب الفیل کی تباہی کا قصہ مہمیز عبرت و نصیحت ہے کیونکہ ملحد و بے دین لوگ طوفانِ نوح یا فرعون کی غرقابی یا تیز آندھی وغیرہ کا عذاب کے عادی و طبعی اسباب کہکر معجزہ کا انکار کر دیتے ہیں لیکن اصحاب الفیل کی تباہی ایک غیر عادی طور پر ہونے کے باوجود ناقابل انکار حقیقت ہے اور جو لوگ حضرت پیغمبرؐ کی تکذیب پر ہر وقت کمربستہ رہتے تھے اصحاب الفیل کا قصہ سُن کر ان کو آپ کے جھٹلانے کی جرأت نہ ہو سکی کیونکہ اس وقت یہ قصہ پرانا نہ تھا اور عرب لوگ اخبار متواترہ سے اس کو جانتے تھے نیز بعض سن رسیدہ لوگوں کا تو چشم دید واقعہ تھا اور یہ قصہ رسولؐ اللہ کی صداقت اور اسلام کی حقانیت کا کھلا ہوا ثبوت ہے جس کا انکار صرف کور باطن ہی کر سکتا ہے

سورہ لایلاف

- یہ سورہ مکیہ ہے اور والتّین کے بعد نازل ہوا ہے۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کے علاوہ چار ہے۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو سورہ لایلاف کی زیادہ تلاوت کرے۔ خداوند کریم اس کو جنت کی سواری پر سوار کر کے محشور کرے گا اور نور کے دستر خوان پر اس کو جگہ ملے گا۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے کعبہ کے طواف و اعتکاف کرنیوالوں کی تعداد سے دس گنا نیکیاں اس کے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ ② اٖلٰفِهِمۡ رِحۡلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیۡفِ ③ فَلۡیَعۡبُدُوۡا

قریش کی محبت کے لئے کہ ان کی محبت سردیوں اور گرمیوں کے سفر پر موقوف ہے پس انہیں چاہیے

رَبَّ هٰذَا الۡبَیۡتِ ④ الَّذِیۡۤ اَطۡعَمَهُمۡ مِّنۡ جُوۡعٍ ۬ۙ وَّ اٰمَنَهُمۡ مِّنۡ خَوۡفٍ ⑤

کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک کے بعد کھانا دیا اور خوف سے امن میں رکھا

نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔

- سورہ فیل اور سورہ قریش دونو ایک سورہ ہیں اور نماز میں جہاں ایک پڑھی جائے وہاں دوسری کا پڑھنا بھی واجب ہے
- حدیث نبوی میں ہے کہ اگر اس سورہ کو کھانے پر پڑھا جائے تو اس کے ضرر رساں اثرات ختم ہونگے اور وہ باعث شفا ہوگی
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا اگر اس سورہ کو پانی پر پڑھ کر دل کے مریض پر وہ پانی چھڑکا جائے تو وہ تندرست ہو جائے گا۔
- مصباح کفعمی سے منقول ہے کہ اگر بھوکا آدمی اس کو طلوع آفتاب سے پہلے پڑھے تو خداوند کریم اس کے لئے روزی کا پہنچنا آسان کر دے گا۔

رکوع نمبر ۲۱

لِاِیۡلٰفِ قُرَیۡشٍ۔ ایلاف الفت سے ہے اور جار کا متعلق فعل محذوف ہے جس کا ربط پہلی سورت سے ہے یعنی ہم نے ابرہہ کی فوج کو تباہ کر ڈالا قریش کی محبّت کے لئے اور ان کی بیت اللہ کے ساتھ مانوسیت کو برقرار رکھنے کے لئے کیونکہ اگر ہم ان کی مدد نہ کرتے اور ابرہہ کی فوج چھا جاتی تو قریش کو مکہ چھوڑنا پڑتا پس ہم نے ان کے دشمن کو شکست دیدی تاکہ یہ لوگ با امن ہو کر کعبہ کی مجاورت میں زندگی گذاریں اور اس لئے کہ یہ مقام خاتم الانبیاء کی ولادت کا مقام ہے پس قریش کے لئے مکہ کی رہائش کو دشمن کی پسپائی سے زیادہ قابل قبول بنا دیا۔

قریش کا معنی ہے کمانا چونکہ یہ لوگ تجارت پیشہ تھے نہ ان کے پاس زراعت تھی اور نہ مالداری بلکہ غیر ملکی تجارت کر کے بسر اوقات کرتے تھے اور یہ نضر بن کنانہ کی اولاد تھے اور نضر کی اولاد کو ہی قریش کہا جاتا ہے اور حرم کعبہ کی زیارت اور حرم کعبہ کی مجاورت کی وجہ سے پوری عرب آبادی ان کا احترام کرتی تھی حتاکہ اگر کہیں قافلہ چوروں اور ڈاکوؤں کی زد میں آجاتا تھا اور کوئی شخص کہتا تھا کہ میں حرم کعبہ کا مجاور ہوں تو چور و ڈاکو اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے اور یہی وجہ ہے کہ بڑے سے بڑا دشمن بھی ان پر چڑھائی نہ کر سکتا تھا۔ پس خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ابرہہ کی فوج کو پرندوں سے مروایا تاکہ ان کی عقیدت میں اضافہ ہو اور ان کی کعبہ سے محبت برقرار رہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اَرَءَیۡتَ الَّذِیۡ یُکَذِّبُ بِالدِّیۡنِ ﴿۲﴾ فَذٰلِکَ الَّذِیۡ یَدُعُّ الۡیَتِیۡمَ ﴿۳﴾

کیا تونے دیکھا وہ شخص جو دین کو جھٹلاتا ہے   پس وہ وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے

پس ان کو بھی چاہیئے کہ اس گھر کے مالک کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔

اِیۡلٰفِہِمۡ - یہ پہلے ایلاف سے بدل ہے سال بھر میں قریشی دو سفر کرتے تھے سردیوں میں یمن کی طرف جاتے تھے کیونکہ یہ علاقہ ساحل بحر پر ہونے کی وجہ سے گرم تھا اور گرمیوں میں شام جاتے تھے کیونکہ یہ علاقہ سرد تھا اور بعض نے کہا ہے کہ دونو سفر شام کی طرف تھے۔ البتہ سردیوں میں سمندر کے کنارے کنارے جاتے تھے اور گرمیوں میں بصری واذرعات کے رستے سے جاتے تھے پس یہ اپنے ہاں سے چمڑے کا سامان لے جاتے تھے اور وہاں سے کپڑا غلہ اور دیگر ضروریات زندگی خرید لاتے تھے۔

سورہ الماعون

- اس سورہ کے مکی و مدنی ہونے میں اختلاف ہے اور تفسیر برہان میں ہے کہ پہلی تین آیتیں مدنی ہیں اور بعد والی چار آیتیں مکی ہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے علاوہ اس کی آیات کی کل تعداد سات ہے۔
- حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو شخص اس سورہ کو فرائض و نوافل میں پڑھے اس کی نمازیں اور روزے مقبول ہوں گے اور قیامت کے دن اس کا حساب نہ ہوگا۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا اس کے گناہ بخشے جائیں گے بشرطیکہ زکوٰۃ ادا کر چکا ہو اور جو شخص نماز صبح کے بعد ایک سو مرتبہ اس کو پڑھے آئندہ صبح تک وہ خدا کی حفاظت میں ہوگا۔
- فوائد القرآن میں منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سورہ ماعون کو اکتالیس (۴۱) مرتبہ پڑھے وہ اور اس کی اولاد محتاج نہ ہوں گے اور سورہ کی تلاوت شروع کرنے سے پہلے دس مرتبہ درود شریف پڑھ لینا چاہیئے۔

(اقول) اس سے ظاہر ہے کہ یہ عمل صرف ایک دن کا نہیں بلکہ وقت مقررہ پر ہر روز اس عمل کو جاری رکھا جائے۔

رکوع نمبر ۳۲

اَرَءَیۡتَ - چونکہ پہلی تین آیتیں مکی ہیں لہذا ان کے شان نزول میں اختلاف ہے کہ اس سے مراد عاص بن وائل یا ولید بن مغیرہ یا ابوسفیان ہے کہتے ہیں کہ وہ ایک ہفتہ میں دو اونٹ نحر کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے دستر خوان پر ایک یتیم آیا تو اس نے اس کو لاٹھی کی نوک سے دھکیل کر باہر کر دیا۔ بہرکیف جو بھی یہ صفات رکھتا ہو وہ

وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝۳ فَوَیْلٌ لِّلْمُصَلِّیْنَ ۝۴ الَّذِیْنَ هُمْ

اور مسکین کو کھلانے پر (نہ رغبت کرتا ہے اور) نہ رغبت دلاتا ہے پس ویل ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نماز سے

عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۝۵ الَّذِیْنَ هُمْ یُرَآءُوْنَ ۝۶ وَیَمْنَعُوْنَ

غفلت کرتے ہیں ایسے لوگ جو ریا کرتے ہیں اور معمولی ضروریات زندگی سے

الْمَاعُوْنَ ۝۷ ع ۳۲

لوگوں کو محروم رکھتے ہیں

ان آیات کا قیامت تک مصداق بن سکتا ہے اور تاویل باطنی کے اعتبار سے دین سے مراد ولایت علیؑ ہے۔

وَیْلٌ۔ نماز سے سہو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کو معمولی سمجھتے ہیں اور اس کے ترک ہوجانے کی پرواہ نہیں کرتے اور اس سے تارک نماز مراد ہیں اور وہ وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جب پڑھتے ہیں تو لوگوں کے دکھلاوے کے لئے پڑھتے ہیں۔

اَلْمَاعُوْن اس سے مراد وہ عام ضروریات زندگی کی چیزیں ہیں۔ جو لوگ ایک دوسرے کو عاریتہً دے دیا کرتے ہیں مثلاً ڈول، گلاس، بالٹی، ہتھوڑا، چاقو چھری وغیرہ یا وہ چیزیں جن سے روکا نہیں جاتا جس طرح پانی اور بعض روایات میں قرضہ اور زکوٰۃ بھی مراد لی گئی ہے اور بعضوں نے ہر معروف اس سے مراد لی ہے پس ضروریات زندگی کی ان چیزوں کی لین دین سے دوسروں کو محروم کرنا ناجائز ہے البتہ اگر وہ شخص ضائع کرنے والا یا خیانت کرنے والا ہو تو ایسی صورت میں اس کو نہ دینا گناہ نہیں ہے

چنانچہ تفسیر برہان میں ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک شخص نے ماعون کی تفسیر پوچھی جب آپ نے وضاحت کی تو سائل نے عرض کی کہ حضور ہمارا ایک ہمسایہ ہے جو مانگنے پر چیز لے جاتا ہے لیکن اسے توڑ دیتا ہے یا ضائع کر دیتا ہے تو پھر ہم کیا کریں آپ نے فرمایا ایسے شخص کو نہ دینا گناہ نہیں ہے۔

سورہ الکوثر

- یہ سورہ مکیہ ہے اور بسم اللہ کے علاوہ اس کی آیات تین ہیں۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص فرائض اور نوافل میں یہ سورہ پڑھے اُسے کوثر نصیب ہوگا۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص سورہ کوثر کی تلاوت کرے اس کو نہر جنت سے سیراب کیا جائے گا اور قیامت تک عید کے موقعہ پر قربان ہونے والے جانوروں کی تعداد سے دس گنا اس کو اجر نصیب ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ﴿۲﴾ فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَ انۡحَرۡ ﴿۳﴾ اِنَّ شَانِئَکَ ہُوَ الۡاَبۡتَرُ ﴿۴﴾ ع

ہم نے تجھے کوثر عطا کیا — پس اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر — تحقیق تیرا دشمن دم بریدہ ہے

○ جو شخص شب جمعہ ہونے سے پہلے ایک سو مرتبہ سورہ کوثر کو پڑھے وہ خواب میں حضرت رسالتمآب کی زیارت کرے گا۔

○ مصباح کفعمی سے منقول ہے اگر جانور کے پیٹ میں درد ہو تو اس سورہ کو اس کے داہنے کان میں تین مرتبہ پڑھے اور بائیں کان میں بھی تین مرتبہ پڑھے پس اس جانور کے پہلو پر لات مارے تو وہ اٹھ کھڑا ہوگا۔ (باذن اللہ)

رکوع نمبر ۳۳ — کوثر کا معنی

اِنَّاۤ اَعۡطَیۡنٰکَ الۡکَوۡثَرَ ۔ کوثر کے معنی میں اس جگہ اختلاف ہے اس کا وزن ہے فوعل اور کثرت سے مشتق ہے اور اس کا معنی خیر کثیر ہے لیکن اس جگہ وہ کونسی خیر کثیر ہے جو مراد لی گئی ہے۔ (۱) بعض نے کہا ہے کہ جنت کی نہر کا نام کوثر ہے۔ چنانچہ اس سورہ کے نزول کے بعد لوگوں نے دریافت کیا اور حضورؐ نے بتایا کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے جس کا پانی دودھ سے سفید تر ہے اور اس کے کناروں پر یاقوت اور موتیوں کے گھرے ہیں اور اس کے شانِ نزول میں مروی ہے کہ حضورؐ کا فرزند عبداللہ نامی جو جناب خدیجہ کے بطن اطہر سے تھا فوت ہوگیا۔ تو لوگ آپ کو ابتر کے نام سے پکارتے تھے کیونکہ بے اولاد کو وہ ابتر کہا کرتے تھے پس جب یہ سورہ نازل ہوا تو آپ نے فرمایا کہ خداوند کریم نے مجھے بیٹے کے بدلے میں نہر جنت کوثر عطا فرمائی

انس سے مروی ہے کہ ایک دن حضورؐ تشریف فرما تھے اور صحابہ آپ کے اردگرد جمع تھے کہ آپ کو اونگھ سی آئی جب آنکھ کھلی تو مسکرا دیئے اور فرمایا ابھی میرے اوپر ایک سورہ نازل ہوا ہے پس آپ نے سورۂ کوثر کی تلاوت فرمائی اور فرمایا کہ تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ تو سب نے عرض کی کہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا جنت میں ایک نہر ہے جس کے کنارے پر آسمانی ستاروں کی تعداد میں پیالے رکھے ہوئے ہیں اور میری امت کے لوگ وہاں میرے پاس وارد ہوں گے۔ جب ان لوگوں میں سے بعض لوگوں کو دھکیل کر دور کیا جائے گا تو میں کہوں گا اے پروردگار یہ لوگ میرے امتی ہیں۔ تو جواب ملے گا تجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں کی ہیں۔ رواہ مسلم فی الصحیح

تفسیر برہان میں ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے حضورؐ سے کوثر کا مطلب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ کوثر ایک جنت کی نہر ہے جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ حضرت علیؑ نے اس کی مزید تشریح طلب کی تو آپ نے فرمایا کہ یہ نہر زیر عرش جاری ہے اس کا پانی دودھ سے سفید تر شہد سے شیریں تر اور مکھن سے ملائم تر ہوگا۔ اس میں زبرجد یاقوت اور مرجان کے سنگریزے ہوں گے اس کے کناروں کا گھاس زعفران ہوگا اور اس کی مٹی کستوری ہوگی اس کے بعد آپ نے حضرت امیر علیہ السلام کے

شانوں پہ ہاتھ مار کر فرمایا کہ یہ نہر میرے اور تیرے اور تیرے دوستوں کے لئے ہوگی ایک روایت میں ہے کہ اس کی گہرائی ستر ہزار فرسخ کے برابر ہوگی ایک روایت میں ہے حضورؐ نے فرمایا میری اور میرے اہلبیت کی منازل کوثر کے کنارے پر ہوں گی جو یاقوت و جواہر سے تعمیر شدہ ہوں گے۔

عبداللہ ابن عباس سے مروی ہے نبی کریمؐ نے فرمایا خداوند کریم نے مجھے پانچ چیزیں عطا فرمائی ہیں اور علیؑ کو بھی پانچ چیزیں عطا کی ہیں (۱) مجھے اللہ نے جوامع الکلم عطا فرمائے اور علی کو جوامع العلم عطا کیا (۲) مجھے اللہ نے نبوت دی علی کو وصی بنایا۔ (۳) مجھے اللہ نے کوثر دیا علی کو سلسبیل عطا کیا (۴) مجھے وحی عطا کی علی کو الہام دیا (۵) مجھے آسمانوں کی سیر کرائی اور علیؑ کے لئے آسمانوں اور حجابوں کے دروازے کھول دیئے یہانتک کہ وہ مجھے دیکھتے رہے اور میں اُسے دیکھتا رہا اس کے بعد حضورؐ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے میں نے وجہ پوچھی تو فرمانے لگے اے ابن عباس سب سے پہلے جو اللہ نے مجھ سے کلام کیا تو فرمایا اے محمدؐ نیچے نگاہ کرو جب میں نے نیچے دیکھا تو حجاب پھٹ چکے تھے اور آسمانوں کے دروازے کُھل چکے تھے اور علیؑ کو میں نے دیکھا تو وہ سر اُٹھا کر میری طرف دیکھ رہے تھے پس میں نے علیؑ سے بھی باتیں کیں۔

ابن عباس نے دریافت کیا کہ اللہ نے کیا کلام فرمایا تو حضورؐ نے جواب دیا۔ اللہ نے فرمایا اے محمدؐ میں نے علیؑ کو تیرا وصی وزیر اور خلیفہ مقرر کیا ہے اس کو بتا دینا حالانکہ وہ اب بھی سن رہا ہے پس میں نے علی سے اسی وقت کہہ دیا جبکہ میں بارگاہ ربوبیت میں تھا اور علیؑ نے اسی وقت جواب دیا کہ میں نے یہ عہدہ قبول کر لیا اور اطاعت کر لی ہے پس اسی وقت اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ علی پر سلام کرو چنانچہ تمام ملائکہ نے علیؑ کو سلام کیا اور علیؑ نے سب کے سلام کا جواب دیا اور میں نے دیکھا کہ ملائکہ ایک دوسرے کو بھی یہ خوشخبری سُنا رہے تھے اس کے بعد جو میں ملائکہ کے پاس سے گذرا تو تمام نے مجھے علیؑ کے ولی عہد کی مبارک باد دی اور کہنے لگے کہ ہمیں اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنایا تمام ملائکہ علیؑ کی خلافت سے خوشنود ہوئے ہیں اور میں نے دیکھا کہ حاملین عرش کی گردنیں زمین کی طرف جھک گئی تھیں تو جبرئیل نے کہا اس سے پہلے باقی تمام ملائکہ نے خوشی خوشی علیؑ کے چہرہ کی زیارت کر لی تھی۔ حاملین عرش کو اب اجازت ملی ہے پس وہ اب علیؑ کے چہرہ کی زیارت کرنے کے لئے گردنیں جھکائے ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں جب میں زمین پر آترا تو میں علیؑ کو قصہ سُنا رہا تھا اور وہ مجھے معراج کی ساری سرگذشت سُنا رہے تھے پس میں جان گیا کہ میں نے جہاں جہاں قدم رکھا ہے علیؑ وہاں وہاں دیکھتے رہے کیونکہ ان کے لئے حجابات اٹھا لئے گئے تھے۔

ابن عباس نے عرض کی کہ آپ مجھے کوئی وصیت فرمائیں تو آپ نے فرمایا میں تجھے علی کی محبت کی وصیت کرتا ہوں اور مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے خدا کسی عبد کی نیکی قبول نہیں کرے گا جبتک اس کے دامن میں علیؑ کی ولا نہ ہوگی پس اگر کسی کے پاس علیؑ کی ولا ہوگی تو عمل قبول ہوگا ورنہ کوئی عمل قابل قبول نہ ہوگا اور داخل جہنم ہوگا اور مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنایا ہے جن لوگوں نے خدا کے لئے اولاد تجویز کی ہے دوزخ کی آگ ان سے بھی زیادہ علیؑ کے دشمنوں کو مقام غضب قرار دے گی۔ اے ابن عباس یہ ہو نہیں سکتا لیکن اگر بفرض محال ملائکہ اور انبیاء کے دلوں میں بھی علیؑ کے حق میں بغض

پیدا ہو جائے تو وہ بھی دوزخ میں جائیں گے۔ ابن عباس کہتا ہے میں نے عرض کی کیا کوئی شخص علیؑ سے بغض بھی رکھتا ہے آپ نے فرمایا ہاں وہ میری اُمت کے بعض لوگ جن کا درحقیقت اسلام سے کوئی واسطہ بھی نہیں ہوگا۔ وہ علیؑ سے بغض رکھیں گے اور ان کے بغض کی نشانی یہ ہے کہ گھٹیا قسم کے لوگوں کو علیؑ پر فضیلت دیں گے اور مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے کہ اللہ نے مجھ سے بہتر کوئی نبی نہیں پیدا کیا اور علیؑ سے بہتر کوئی وصی نہیں بنایا پس ابن عباس کہتا ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کے فرمان پر پورا عمل کیا۔

جب بوقت وفات میں حضورؐ کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا اے ابن عباس علی کے مخالف کا مخالف بن کر رہنا اور اس کا مددگار نہ بننا میں نے عرض کی حضورؐ! آپ لوگوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے تو آپ رو دیئے اور بہت دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا اگر تو اللہ کی رضا چاہتا ہے تو علی کے طریقہ کو نہ چھوڑنا پس ادھر کا رُخ کر جدھر کا رُخ علیؑ کرے اور اسی کو اپنا امام مانو پس اس کے دشمن کو دشمن سمجھو اور اس کے دوست کو دوست سمجھو ایک شخص نے امام محمد باقر علیہ السلام سے جوامع الکلم کا معنی دریافت کیا تو آپ نے فرمایا اس سے قرآن مجید مراد ہے۔

تفسیر صافی میں خصال سے مروی ہے حضرت امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نبی کریم کے ہمراہ اپنی عترت سمیت حوض کوثر پر ہوں گا پس جس کو ہماری ضرورت ہو وہ ہماری ہدایت پر عمل کرے ہمیں شفاعت کا حق حاصل ہے پس تم لوگ حوض کوثر پر ہماری ملاقات کی کوشش کرو کیونکہ ہم اپنے دشمنوں کو وہاں سے دُور بھگائیں گے اور اپنے دوستوں کو سیراب کریں گے تو جس نے وہاں سے ایک گھونٹ پی لیا کبھی پیاسا نہ ہوگا (الخبر)

نہر جنت کے علاوہ کوثر کے اور معانی بھی کئے گئے ہیں (۲) خیر کثیر، شفاعت، علم، عمل، کتاب، شرف دارین، ذریت طیبہ کثرت اتباع۔ بہر کیف ہر معنی کے اعتبار سے آپ کوثر کے مالک ہیں۔ کثرت ذریت کا یہ عالم ہے کہ مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک جس قدر انسانی آبادی موجود ہے ذریت پیغمبر کم و بیش ہر جگہ آباد ہے۔

فَصَلِّ لِرَبِّكَ ۔ اس نماز سے مراد نماز عید (۱) ہے جس کے بعد نحر کیا جاتا ہے اور بعضوں نے کہا ہے کہ اس نماز سے مراد نماز صبح ہے جس کے بعد قربانی کی جاسکتی ہے اور روایات اہلبیت میں ہے کہ نحر سے مراد نماز کے وقت تکبیر کے لئے سینہ تک ہاتھوں کا بلند کرنا ہے یعنی رفع (۲) یدین کا حکم دیا گیا ہے۔

هُوَ الْأَبْتَرُ ۔ یعنی تیرا دشمن خیر سے محروم ہے اور بعض نے کہا ہے اس سے مراد عاص بن وائل ہے جو رسولؐ اللہ کو ابتر کہتا تھا وہ حضورؐ کو اس لئے ابتر کہتا تھا کہ یہ اکیلا ہے جب یہ مر جائے گا تو بعد میں اس کے دین کو چلانے والا کوئی نہ ہوگا پس اس کا دین ختم ہو جائے گا خداوند کریم نے اس کے اس حیلہ کی تردید فرمائی ہے کہ اے رسول تجھے خدا نے اولاد کثیر امت کثیرہ عطا کی ہے پس تیرا دین اور تیری نسل قیامت تک باقی رہے گی اور تیرا دشمن ابتر رہے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ وہ اولاد سے محروم رہا اور جو اولاد اس کی طرف منسوب کی گئی۔ وہ درحقیقت کسی اور کا نطفہ تھی۔

قرآن مجید کا یہ چھوٹا سا سورہ تصدیق نبوت اور صداقت اسلام کا بہت بڑا شہکار ہے (۱) اس میں وہ خبر ہے جو دشمنوں کے دلوں میں پنہاں تھی لیں ان کو سمجھنے کا موقع مل گیا کہ اگر اللہ کا کلام نہ ہوتا تو اس کو ہماری یہ مخفی باتیں کیسے معلوم ہوتیں (۲) اس میں پیشین گوئی ہے۔ کثرتِ اولاد اور کثرت اشیاع کی چنانچہ دین اسلام کا چہار دانگ عالم میں پھیلاؤ حضورؐ کی تصدیق ہے اور قرآن کی صداقت کی اٹل دلیل ہے۔ (۳) تمام فصحاء عرب اور بلغاء زمانہ پورے قرآن کا بجائے خود اسی ایک سورہ کا مقابلہ نہ کر سکے چنانچہ عکاظ کے میلے کے موقع پر کسی مسلمان نے یہ سورہ ایک نمایاں مقام پر چسپاں کر دیا تو فصیح ترین خطیب وقت کو اس کے نیچے لکھنا پڑا۔ مَا هٰذَا كَلَامُ الْبَشَرِ یعنی یہ انسان کا کلام نہیں ہے اور یہ اسلام کی حقانیت کی ناقابل تردید برہان ہے (۴) اس سورہ کی آخری آیت میں دشمنوں کے انقطاع کی پیشین گوئی ہے جو حرف بحرف سچی ثابت ہوئی (۵) اس سورہ مجیدہ کے حرف تھوڑے لفظ نپے تُلے اور مطالب وسیعہ کے ساتھ ساتھ فواصل کی رعایت حسنِ تالیف اور صنعتِ تقابل نے عربوں کو محمد مصطفٰےؐ کے قدموں میں جھکنے پر مجبور کر دیا اور ان کو یہ کہنا پڑا کہ قرآن کلام اللہ ہے اور محمد رسول اللہ ہے

سورہ الکافرون

- یہ سورہ مکیہ ہے سورہ الماعون کے بعد نازل ہوا اس کو سورہ جحد بھی کہتے ہیں۔
- اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ چھ ہے۔
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے گا گویا اس نے ایک چوتھائی قرآن پڑھ لیا اس سے سرکش شیطان دور ہوں گے اور وہ شرک سے بری ہوگا اور بروز محشر بڑی گھبراہٹ سے محفوظ رہے گا۔
- آپ نے فرمایا سفر میں کامیابی اور خیر و خوبی دیکھنے کے لئے بوقت روانگی پانچ سوروں کو پڑھ لینا چاہیے۔ سورہ کافرون، سورہ النصر، سورہ توحید، سورہ فلق اور سورہ ناس۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ اس سورہ کو ختم کرنے کے بعد تین مرتبہ کہے دِیْنِی الْاِسْلَام
- ایک حدیث میں ہے جو شخص فریضہ نماز میں سورہ کافرون اور سورہ اخلاص کو پڑھے تو اس کے اور اس کے والدین کے اور اس کی اولاد کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور اگر وہ شقی ہو تو اس کا نام دیوان اشقیاء سے کاٹ کر دیوان سعداء میں درج کیا جاتا ہے اس کے بعد اس کی زندگی سعید ہوگی اور مرے گا تو شہید مرے گا اور بروز محشر شہید اُٹھے گا۔
- وسائل الشیعہ سے منقول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے ابن سنان سے فرمایا کہ صبح کی نماز میں جو سورہ چاہو پڑھو لیکن میں یہ پسند کرتا ہوں کہ سورہ جحد اور سورہ اخلاص کو پڑھوں اور اس مضمون کی روایات بکثرت وارد ہیں اور آپ سے منقول ہے سات نمازوں میں ان دو سورتوں کو ترک نہ کیا جائے (۱) دو رکعت قبل فجر (۲) دو رکعت زوال کے وقت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (۱)

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ (۲) لَاۤ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ (۳) وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ

کہہ دیجئے اے کافرو! میں نہیں پوجتا اس کو جس کو تم پوجتے ہو اور نہ تم پوجنے والے ہو جس کو میں

مَاۤ اَعْبُدُ (۴) وَلَاۤ اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ (۵) وَلَاۤ اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَاۤ

پوجتا ہوں اور نہ میں پوجنے والا ہوں اس کو جس کی تم پوجا کرتے ہو اور نہ تم پوجنے والے ہو جس کی میں پوجا

اَعْبُدُ (۶) لَكُمْ دِیْنُكُمْ وَلِیَ دِیْنِ (۷) ع

کرتا ہوں پس تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین

(۳) دو رکعت بعد مغرب (۴) دو رکعت اول نماز شب (۵) دو رکعت احرام (۶) دو رکعت نماز فجر (۷) اور دو رکعت نماز طواف

خواص القرآن سے منقول ہے کہ سونے سے پہلے اس سورہ کا پڑھنا حفاظت کا موجب ہے نیز وارد ہے کہ طلوع شمس کے وقت اس سورہ کو دس مرتبہ پڑھ کر جو دعا مانگی جائے مستجاب ہوگی۔

رکوع نمبر ۲۴

یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۔ ایک دفعہ اکابر قریش عاص بن وائل ولید بن مغیرہ اور امیہ بن خلف وغیرہ حضورؐ کی خدمت میں آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپ سے مصالحت کرنا چاہتے ہیں اور وہ اس طرح کہ ایک سال آپ ہمارے خداؤں کی عبادت کریں اور ایک سال ہم تیرے خدا کی عبادت کریں پس اگر تیرا دین درست ہو تو ہم بھی اس میں شریک ہوں گے اور اگر ہمارا دین درست ہو تو آپ بھی ہمارے ساتھ برابر کے شریک ہوں گے پس اس طریقہ سے ہماری باہمی دشمنی بھی ختم ہو جائے گی اور نت نئے فسادات سے بھی جان بچ جائے گی پس یہ آیات نازل ہوئیں تو آپ نے کفار کی بھری مجلس میں پہنچ کر ان کو سنا دیں جس کو سنتے ہی کفار غصہ سے تملا اٹھے اور حضور و صحابہ کے لئے پہلے کی بہ نسبت زیادہ درپے ایذاء ہو گئے۔

آیتوں کے تکرار کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ کافروں نے اپنا نظریہ تکرار سے پیش کیا تھا لہذا جواب میں بھی تکرار نازل ہوا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کفار کے انکار شدید کے جواب میں تاکید مزید کے لئے کیا گیا ہے تاکہ ان کو اپنی غلط فہمی کا پورا احساس ہو جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پہلی آیتوں میں ماضی و حال کی نفی ہے یعنی نہ میں فی الحال تمہارے معبودوں کی عبادت کو قبول کرتا ہوں اور نہ تم فی الحال میرے معبود برحق کی عبادت کو قبول کرتے ہو اور آخری آیتوں میں مستقبل کی نفی ہے کہ نہ میں کبھی تمہارے معبودوں کے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَ الۡفَتۡحُ ﴿۲﴾ وَ رَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ

جب آچکی اللہ کی مدد اور فتح اور تم نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین

سامنے جھکوں گا اور نہ تم میرے خدائے واحد کی جانب جھکو گے گویا اس میں ایک طرح کی پیشین گوئی بھی ہے جو حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی۔

لَکُمۡ دِیۡنُکُمۡ :یعنی تمہارے دین کی جزا تمہارے لئے اور میرے دین کی جزا میرے لئے ہے گویا مضاف محذوف ہے جَزَآءُ دِیۡنِکُمۡ اور جَزَاءُ دِیۡنِیۡ ۔اور ممکن ہے کہ دین کا معنی جزا ہو اور معنی یہ ہو کر تمہارے لئے تمہارا بدلہ اور میرے لئے میرا بدلہ ہوگا۔

سورۃ النّصر

- یہ سورۂ مدنیہ ہے اور اس کی آیات بسم اللہ کے علاوہ تین ہیں ۔تفسیر برہان میں ہے کہ یہ حجۃ الوداع کے موقعہ پر نازل ہوئی جبکہ آپ منٰی میں تھے پس اس کا شمار مدنی سورتوں میں ہے اور یہ سب سے آخری سورہ ہے جو سورہ توبہ کے بعد نازل ہوا
- حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو پڑھے یوں سمجھے گویا فتح مکہ کے وقت وہ حضورؐ کے ہمراہ تھا۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص نماز فریضہ یا نافلہ میں اس سورہ کو پڑھے خداوند کریم اس کی تمام اعداء کے مقابلہ میں مدد فرمائے گا اور جب محشور ہوگا تو اس کے پاس کتاب ہوگی جو بولے گی کہ اس شخص کے لئے عذاب جہنم سے امان ہے۔ اور یہ شخص خود اپنے کانوں سے سُنے گا پس جس چیز کے پاس سے گذرے گا اس کو خوشخبری سنائے گی اور داخل جنت ہوگا اور دنیا میں اس کے لئے امور خیر کے دروازے اس قدر کھلیں گے کہ نہ اس نے کبھی ان کی تمنا کی ہوگی اور نہ اس کے دل پہ ہوں گے
- حدیث نبوی میں ہے کہ جو شخص اس سورہ کو نماز میں پڑھے تو اس کی نماز مقبول ہوگی۔

رکوع نمبر ۳۵

اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ ۔جب مکہ فتح ہو چکا تو عربوں نے فیصلہ کر لیا کہ محمد نے اہل حرم کو فتح کر لیا ہے۔ حالانکہ اس کو اصحاب الفیل فتح نہ کر سکے تھے پس جس اللہ نے محمدؐ کو فتح مکہ عطا فرمائی ہے اس کا دین حق ہے لہذا اس میں شامل ہونا چاہیئے۔ فتح مکہ سے پہلے اکا دکا مسلمان ہوتے تھے لیکن اب فوج در فوج اور قبیلوں کے قبیلے اسلام

اللّٰهِ اَفْوَاجًا ﴿۲﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۚ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ﴿۳﴾

میں شامل ہو رہے ہیں پس اپنے پروردگار کے حمد کی تسبیح کرو اور اس سے بخشش طلب کرو بے شک وہ رجوع رحمت کرنیوالا ہے

کے حلقہ بگوش ہونے لگ گئے۔

فتح مکہ

جب صلح حدیبیہ کی تحریر مکمل ہو چکی جس کا بیان تفسیر کی جلد ۱۳ صفحہ ۶۱ پر گذر چکا ہے اور اس کی شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ عربوں کا جو قبیلہ جس فریق سے ملنا چاہے اس پر کوئی پابندی نہ ہوگی اور صلحنامہ کی رُو سے فریقین میں شامل شدہ قبائل کو کسی فریق کی طرف سے چھیڑا نہ جائے گا چنانچہ قبیلہ خزاعہ نے حضرت رسالتمآبؐ کے ساتھ ملنے کا اعلان کر دیا اور بنو بکر نے قریشیوں کے ساتھ تعاون کا اعلان کر دیا اور ان دونو قبیلوں کی مدتوں سے دشمنی چلی آرہی تھی اس صلح کے بعد بھی اچانک بنو بکر اور بنو خزاعہ میں فساد اٹھ کھڑا ہوا اور قریشیوں نے کھل کر بنو بکر کی اسلحہ جنگ سے مدد کی اور خفیہ طور پر فوجی امداد بھی دیتے رہے اور عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو بنو بکر کی امداد میں پیش پیش تھے اس صورت حال کے بعد بنی خزاعہ کا ایک شخص عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ کا رُخ کیا تاکہ آنحضورؐ کو کفار مکہ کی عہد شکنی کی اطلاع دے اور یہی شخص درحقیقت فتح مکہ کا موجب بنا چنانچہ اس نے مسجد نبوی میں پہنچکر اپنی درد بھری داستان سنائی اس کے بعد بدیل بن ورقاء خزاعی بھی آپہنچا اور اس نے بھی قریش مکہ کی طرف سے ہونے والی عہد شکنی کا ماجرا دھرایا اور اپنے حالیہ نقصانات کی فہرست پیش کی پس یہ دونو شخص حضورؐ کو اطلاع دیکر واپس مکہ کی طرف پلٹے اور حضورؐ نے مکہ پر فوج کشی کا عزم مصمم کر لیا اور آپ نے پیشین گوئی کے طور پر فرما دیا کہ عنقریب ابوسفیان تجدید عہد کے لئے ضرور آئے گا اور رستہ میں اس کی ملاقات بدیل بن ورقاء سے بھی ہوگی۔

قریش مکہ کو چونکہ اپنی عہد شکنی کا احساس تھا لہذا اپنی عہد شکنی پر پردہ ڈالنے اور انتقام سے بچنے کے لئے انہوں نے ابوسفیان کو مدینہ کی طرف روانہ کیا تاکہ صلح کے معاہدہ کی تجدید کرائی جاسکے اور آنے والے خطرات سے اپنے آپ کو محفوظ کر لیا جائے چنانچہ بدیل بن ورقاء خزاعی جب مدینہ سے واپس ہو کر مقام عسفان پر پہنچا تو اُدھر سے آتے ہوئے ابوسفیان سے اس کی ملاقات ہوگئی۔ ابوسفیان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو تو بدیل نے جواب دیا ساحل بحر پر گھومنے کے لئے گیا تھا اور اب واپس جا رہا ہوں۔ اس نے پوچھا کہ حضرت محمد کے پاس تو نہیں گئے تھے؟ بدیل نے جواب دیا کہ نہیں۔ جب بدیل چلا گیا تو ابوسفیان نے کہا اگر وہ مدینہ گیا ہوگا تو میں ابھی معلوم کر لوں گا کیونکہ اس نے اپنے اونٹ کو کھجور کی گٹھلیاں کھلائی ہوں گی پس بدیل کی ناقہ کی مینگنیوں کو مسلا تو کھجور کی گٹھلی نکلی۔ کہنے لگا یقیناً بدیل مدینہ گیا تھا۔

اس کے بعد ابوسفیان مدینہ میں پہنچا اور بارگاہ نبوت میں پہنچکر عرض گذار ہُوا کہ اپنی قوم پر رحم کیجئے اور عہد نامہ صلح کی تجدید فرمائیے آپ نے فرمایا کیا تم نے عہد شکنی کی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں آپ نے فرمایا ہم تو سابق کئے گئے عہد نامہ کے پابند ہیں اس کے بعد بعض صحابہ سے ملا تاکہ عہد صلح کی تجدید ہو سکے تو انہوں نے معذرت ظاہر کی کہ ہم رسول اللہ کے تابع فرمان ہیں جو وہ حکم دیں گے ہم اطاعت کریں گے۔ یہ تجدید عہد ان کا کام ہے ہمارا اس سے کوئی واسطہ نہیں ہے پھر اپنی بیٹی حرم

پیغمبر ام حبیبہ کے پاس گیا اور جاتے ہی حضرت پیغمبر کے بستر پر بیٹھنے کے ارادہ سے آگے بڑھا تو ام حبیبہ نے فوراً بستر لپیٹ کر الگ کر لیا۔ وہ کہنے لگا۔ بیٹی کیا میں بستر پہ بیٹھنے کے لائق نہیں ہوں ؟ تو وہ کہنے لگی ابا جان ! یہ بستر حضرت پیغمبر کا ہے اور تم اس پہ بیٹھنے کے قابل نہیں ہو کیونکہ تم مشرک اور نجس ہو اس کے بعد جناب بتول معظمہ کے در دولت پر حاضر ہوا تاکہ تجدید عہد کی سفارش کرائے لیکن بی بی پاک نے بھی انکار کر دیا کہنے لگا کہ حسنین شریفین کو سفارش کے لئے لے جاتا ہوں مخدورہ طاہرہ نے فرمایا کہ میں ان کو تمہارے ساتھ نہیں بھیجتی یہ کام میرے ابا جان کا ہے وہ جو حکم دیں ہم اطاعت کریں گے۔

اس کے بعد وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی درخواست کو دہرایا تو آپ نے فرمایا تم قوم قریش کے بزرگ ہو مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو جاؤ اور خود کہو کہ میں نے قریش کو امان دیدی ہے اور اس کلمہ کے کہنے کے بعد واپس چلے جاؤ اس نے عرض کی اس کا کیا فائدہ ہو گا ؟ تو آپ نے فرمایا فائدہ ہو یا نہ ہو اس کے علاوہ کوئی طریقہ کارگر ہو نہیں سکتا کیونکہ کسی مسلمان میں یہ جرأت نہیں کہ رسول اللہ کے فرمان پر سبقت کر سکیں۔ چنانچہ ابوسفیان نے مسجد نبوی کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا میں نے قریش کو امان دیدی ہے اور اس کے بعد وہ واپس مکہ چلا گیا جب مکہ والوں نے احوال پرسی کی اور اس نے اپنا ماجرا سنایا تو انہوں نے کہا تیرے کہنے سے ہمیں کیا فائدہ ہو گا تو ابوسفیان نے جواب دیا اس کے علاوہ اور کوئی صورت ہو نہیں سکتی تھی۔ بہرکیف اس کے بعد حضرت نبی کریمؐ نے مکہ پر چڑھائی کا اعلان کر دیا اور خبر رسانوں اور جاسوسوں پر کڑی نگرانی کا حکم دیدیا چنانچہ حاطب بن ابی بلتعہ نے جو خط لکھ کر ایک عورت کے حوالہ کیا تھا اور بذریعہ وحی آپ کو اطلاع ہوئی تو حضرت علیؑ کو چند آدمیوں سمیت بھیج دیا گیا آخرکار تفتیش کے بعد عورت سے خط برآمد ہوا اور حاطب کو سرزنش ہوئی اور اس کا قصہ سورہ ممتحنہ کی تفسیر میں مرقوم ہو چکا ہے جلد ۱۳ صفحہ ۲۶۴

حضرت رسالتمآبؐ نے یکم رمضان یا ۸ رمضان ۸ھ کو دس ہزار مجاہدین کی فوج ظفر موج کے ساتھ مکہ کی طرف پیش قدمی فرمائی جن میں چار سو گھوڑے سوار تھے جب آپ مکہ کے قریب پہنچے تو اُدھر سے آپ کے چچا زاد بھائی ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب اور پھوپھی زاد عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ آپ سے راستہ میں آملے تو اپنے ہاں نزول اجلال فرمانے کی پیش کش کی آپ نے ان کی دعوت کو پائے استحقار سے ٹھکرا دیا کیونکہ یہ دونوں شخص مکہ میں کھل کر حضورؐ کے خلاف زبان درازی کرتے تھے جب آپ کے چچا زاد کو حضورؐ کی ناراضگی کی اطلاع پہنچی تو اس کے ہمراہ اس کا لڑکا بھی تھا کہنے لگا اگر حضورؐ مجھے مہربانی کا شرف نہ بخشیں گے تو میں اپنے بچے کو ساتھ لے کر جنگلوں کی طرف رُخ کر لوں گا اور بھوکا و پیاسا مر جاؤں گا جب حضور کو اطلاع پہنچی تو رحم و کرم کا مظاہرہ فرماتے ہوئے آپ نے باپ بیٹے دونوں کو اجازت دیدی چنانچہ دونوں بارگاہ نبوی میں پہنچ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔

آپ مقام مرالظہران پر پہنچے تو اس وقت تک قریش مکہ کو صحیح حالات کا کوئی علم نہ تھا اور نہ یہ معلوم تھا کہ اسلامی فوج کہاں تک پہنچ چکی ہے چنانچہ اسی رات کو ابوسفیان بن حرب۔ حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء حالات حاضرہ کا جائزہ لینے کے لئے مکہ سے باہر نکلے اور عباس بن عبدالمطلب نے رسول اللہ کے خچر پر سوار ہو کر اس طرف کا رُخ کیا جہاں پیلو کے درختوں کا جھنڈ تھا۔ شاید کوئی دودھ

فروش یا ایندھن طلب کرنیوالا یا کوئی دوسرا شخص مکہ کی طرف آتا ہوا مل گیا تو پوچھ لیا جائے کہ اسلامی فوج کا کیمپ کہاں نصب ہے تاکہ وہاں پہنچکر امان نامہ حاصل کرلیا جائے چنانچہ ان جھاڑیوں میں سرگرداں پھر رہا تھا کہ اچانک ابوسفیان ۔حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء کی آوازیں کان میں پڑیں تاریکی شب میں اگرچہ نظر کچھ نہ آتا تھا تاہم ابوسفیان کی آواز کو پہچان کر عباس نے کہا ابوحنظلہ ہو تو اُس نے کہا تم ابوالفضل ہو پس ایک دوسرے سے ملے تو ابوسفیان نے کہا کوئی نئی خبر ہو تو بتائیے عباس نے کہا دس ہزار کا اسلامی لشکر لیکر حضرت محمدؐ مکہ کے قریب پہنچ چکے ہیں اور تم میں طاقت نہیں کہ اس کا مقابلہ کرسکو تو ابوسفیان نے کہا اب کیا کرنا چاہیئے ۔عباس نے کہا میرے پیچھے سوار ہو جاؤ تاکہ وہاں جاکر حضورؐ سے امان نامہ حاصل کیا جائے ورنہ تجھے تو دیکھتے ہی موت کے گھاٹ اُتار دیں گے پس ابوسفیان عباس کے پیچھے سوار ہوگیا اور نبوی خیام کا رُخ کیا سب سے پہلے عمر بن خطاب کے خیمہ کے پاس سے گذرے تو اُس نے دیکھ کر کہا ۔ اے ابوسفیان ! اللہ کا شکر ہے کہ امان وعہد سے پہلے پہلے ہمیں تیری گردن زدنی کا موقعہ ملا ہے جب اُس نے یہ آواز سُنی تو خچر کو تیز دوڑایا تاکہ مبادا امان حاصل کرنے سے پہلے مارا جاؤں چنانچہ عمر کے پہنچنے سے پہلے خیمہ نبوی میں داخل ہوگیا۔

پس عمر بن خطاب نے پہنچتے ہی عرض کی یا رسولؐ اللہ ! یہ ابوسفیان دشمن خدا حاضر ہے اور عہد وعقد کے بغیر خدا نے ہمیں اس پر تسلط عطا کیا ہے لہٰذا اذن دیجئے تاکہ اس کا سر قلم کرلوں ۔عباس کہتا ہے میں نے کہا یا رسولؐ اللہ میں نے اس کو امان دی ہے لہٰذا اس کے قتل کا حکم نہ دیجئے ۔جب عمر نے ابوسفیان کے قتل کا اصرار کیا تو میں نے کہا اے عمر : یہ ضد چھوڑ دو وہ بنی عبد مناف میں سے ہے اس لئے اس کے قتل کے درپے ہو ورنہ اگر وہ بنی عدی سے ہوتا تو تم ضرور معاف کر دیتے ۔عمر نے کہا اے عباس یہ باتیں نہیں کرنی چاہئیں تم بخدا جس دن اسلام لائے تھے مجھے تیرا اسلام لانا اپنے باپ خطاب کے اسلام لانے سے بھی محبوب تر تھا اس کے بعد حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا ۔جاؤ ہم نے اس کو امان دے دی ہے لہٰذا اس کو میرے پاس دوبارہ لے آنا۔

عباس کہتا ہے کہ میں صبح سویرے ابوسفیان کو ساتھ لے کر خدمت نبوی میں پہنچا آپ نے فرمایا ۔ اے ابوسفیان ! ابھی تک تم کو خدا کے ایک ہونے کا یقین نہیں ہوا تو ابوسفیان نے جواب دیا کہ تیرا حلم رحم کرم اور صلہ رحمی کا ملاحظہ کرتے ہوئے یوم بدر اور یوم اُحد میں سمجھ لیا تھا اگر خدا کے علاوہ کوئی دوسرا اللہ ہوتا تو ضرور ہماری امداد کرتا ۔آپ نے فرمایا پھر ابھی تک مجھے اللہ کا رسول ماننے میں تمہیں کیوں تامل ہے کہنے لگا کہ میرے دل کو ابتک کوئی تسلی نہیں ہوئی ۔یہ سنتے ہی عباس نے بھڑک کر کہا تیرے اُوپر وائے ہو کلمۂ حق فوراً زبان پر جاری کرو ورنہ تمہاری گردن اڑا دی جائے گی ۔پس اُس نے فوراً کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا ۔

حضورؐ نے عباس سے فرمایا کہ وادی کے تنگ مقام پر جاکر اس کو کھڑا کردو تاکہ خدائی مجاہد فوج کی تعداد اپنی آنکھوں سے دیکھ لے ۔چنانچہ عباس نے اس کو ایک تنگ موڑ پر روکدیا اور فوجیں گذرنا شروع ہوئیں پس عباس بتاتا رہا کہ یہ فلاں قبیلہ ہے وہ فلاں قبیلہ تھا یہانتک کہ حضرت رسالتمآبؐ مہاجرین و انصار کے ایک عظیم دستے کے ہمراہ گذرے تو میں نے کہا کہ یہ رسولؐ اللہ کا خصوصی پاسبان دستہ ہے جن میں کوئی بزدل نہیں ہے اور ان سب کا لباس (وردی) سبز رنگ تھی ۔پس ابوسفیان کہنے لگا ۔ اے عباس : تیرے بھتیجے کی حکومت بہت مضبوط اور وسیع ہے تو عباس نے کہا یہ نبوت کا کرشمہ ہے ملک گیری کی ہوس نہیں ہے ۔اس کے بعد حکیم بن حزام

اور بدیل بن ورقا نے اسلام کا کلمہ پڑھا تو آپ نے ان دونوں کو آگے آگے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا تم اہل مکّہ کو اسلام کی دعوت دیتے چلو اور یہ بھی اعلان کر دو کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کو بھی امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے وہ بھی مامون ہوگا اور ابوسفیان کا گھر پہاڑی کے اُوپر تھا اور حکیم کا گھر نیچے تھا اور اعلان کر دیا کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کرے یا ہاتھ باندھ کر ان کو بلند کرے اس کے لئے بھی امان ہوگی۔ ان کے عقب میں آپ نے زبیر کو بھیجا اور مہاجرین کا اس کو امیر قرار دے دیا تاکہ مکّہ کے بالائی حصّہ میں مقام حجون پر علم اسلام کو نصب کرے اور فرمایا تم خود وہاں رہنا جب تک کہ میں پہنچ نہ جاؤں پس آپ مکہ میں داخل ہوئے اور ایک خیمہ نصب کیا گیا جس میں آپ نے آرام فرمایا پس سعد بن عبادہ کو انصار کا علم سُپرد فرمایا اور خالد بن ولید کو بنی قضاعہ و بنی سلیم کی سرکردگی عطا کی اور حکم دیا کہ مکہ کے زیریں حصّہ سے داخل شہر ہوں اور گھروں سے دُور علم اسلام کو نصب کرلیں اور سب مجاہدین کو حکم دیا کہ قتل و غارت و خونریزی سے گریز کریں صرف اس آدمی سے لڑیں جو ان سے لڑنے کا ارادہ کرے۔ البتہ چار مردوں اور دو عورتوں کے قتل کا حکم دیا جہاں بھی ہوں حتاکہ استار کعبہ سے اگر چمٹے ہوئے ہوں تب بھی ان کو قتل کر دیا جائے (۱) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۲) حویرث بن نفیل (۳) ابن اخطل (۴) مقیس بن صبابہ اور دو گانے والی عورتیں وہ جو حضرت رسول کریمؐ کی ہجو کے شعر پڑھا کرتی تھیں۔ حضرت علی نے حویرث اور ایک گانے والی کو قتل کیا جبکہ دوسری بھاگ گئی۔ مقیس بن صبابہ بازار میں مارا گیا اور ابن اخطل کو سعید بن حریث نے قتل کیا جبکہ وہ استار کعبہ سے لپٹا ہوا تھا۔

ابوسفیان نے بھاگ کر حضرت رسول کریم کی رکاب کا بوسہ دیا اور عرض کی کہ سعد ایسے رجزیہ اشعار پڑھ رہا ہے جن سے قتل و غارت کی بُو آتی ہے آپ نے فوراً علیؑ کو بھیجا تاکہ سعد سے علم لے لیا جائے اور حکم دیا کہ تم خود علم لے کر داخل مکہ ہو جاؤ اور نرمی و آشتی کے ساتھ داخل ہو پس حضرت علیؑ نے تعمیل حکم نبوی میں سر تسلیم خم کر لیا اور حکم پیغمبر کو بجا لانے کی سعادت حاصل کی۔

جب حضورؐ مکہ میں داخل ہوئے تو تمام صنادید یعنی اکابر قریش کعبہ کے اندر گھس گئے اور انہیں یقین تھا کہ آج ہم اسلام کی تلوار سے جانبر نہ ہو سکیں گے پس حضورؐ مسجد الحرام میں داخل ہوئے اور کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ ایک مختصر سا خطبہ پڑھا۔ جس میں اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا کہ کعبہ کی دربانی اور حاجیوں کو پانی پلانا۔ یہ دونو عہدے حسب سابق برقرار رہیں گے اور اسی خاندان میں رہیں گے جن میں پہلے سے چلے آرہے ہیں اور یاد رکھو۔ مکہ اللہ کا حرم ہے نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ میرے لئے سوائے اس ایک گھنٹہ کے اور نہ میرے بعد تا قیامت کسی کے لئے حلال ہوگا نہ یہاں گھاس کاٹا جائے گا نہ درخت کٹے گا نہ کسی پرندہ کو شکار کیا جائے گا نہ ڈرایا جائے گا اور نہ یہاں کا کم و بیش لقطہ کسی کے لئے حلال ہوگا البتہ مالک تک پہنچانے کے لئے اس کا اُٹھانا جائز ہوگا اس کے بعد فرمایا۔ اے مکّہ والو! تم بدترین ہمسائے تھے تم نے ہمیں جھٹلایا۔ جلا وطن کیا اور اس قدر ستایا کہ مجھے یہاں سے نکل جانے کے بعد آرام سے نہ بیٹھنے دیا ان تمام باتوں کے باوجود میں نے تم کو معاف کیا ہے پس تم طلقاء ہو۔ پس یہ کہنا تھا کہ قریش مکہ کی جان میں جان آئی۔ یوں لگتا تھا کہ ابھی قبروں سے نکلے ہیں پس سب کے سب داخل اسلام ہوئے اسی وجہ سے ان کو طلقاء کہا جاتا ہے ابن الزبعری بھی اسی دن مسلمان ہوا۔ اس وقت کعبہ کے اردگرد تین سو ساٹھ بت تھے پس آپ جاء الحق الآیۃ بھی پڑھتے تھے اور لاٹھی سے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

تَبَّتۡ یَدَاۤ اَبِیۡ لَہَبٍ وَّ تَبَّ ﴿۲﴾ مَاۤ اَغۡنٰی عَنۡہُ مَالُہٗ وَ مَا کَسَبَ ﴿۳﴾ سَیَصۡلٰی

ہلاک ہوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ بھی ہلاک ہو نہیں فائدہ دیا اس کو اس کے مال نے اور جو اس نے کمایا عنقریب جلے گا

نَارًا ذَاتَ لَہَبٍ ﴿۴﴾ وَّ امۡرَاَتُہٗ ؕ حَمَّالَۃَ الۡحَطَبِ ﴿۵﴾ فِیۡ جِیۡدِہَا حَبۡلٌ

جہنم میں جو بھڑکنے والی ہے اور اس کی عورت بھی جو لکڑیاں اُٹھانے والی ہے اس کی گردن میں کھجور

مِّنۡ مَّسَدٍ ﴿۶﴾ ع ۳۵

کا رسّہ ہوگا

سب کو گرانے جاتے تھے اور کعبہ کے اندر داخل نہ ہوئے جب تک بتوں سے اس کو پاک نہ کر لیا گیا اور حضرت ابراہیم و اسماعیل کے مجسموں کو بھی کعبہ سے باہر نکال دیا گیا۔ فتح مکہ کا مختصر سا ذکر تفسیر کی جلد ۱۳ صفحہ ۴۲ پر بھی مذکور ہے۔

سُورہ تبّت

- یہ سورہ مکیہ ہے اس کو سورہ لہب اور سورہ مسد بھی کہا جاتا ہے۔
- بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے علاوہ اس کی آیات پانچ ہیں۔
- حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جب تم سورہ لہب کو پڑھو تو ابولہب پر بددعا کیا کرو کہ رسول اللہؐ اور قرآن مجید کو جھٹلانے والا تھا۔
- خواص القرآن سے منقول ہے کہ پیٹ کی تکلیف پر پڑھنے سے پیٹ کو آرام ہوتا ہے اور اگر سوتے وقت اس سورہ کو پڑھا جائے تو امن کا باعث ہے۔

رکوع نمبر ۳۶

تَبَّتۡ یَدَاۤ ۔ تب اور تباب کا معنی ہے خسران ہے جو ہلاکت تک پہنچا دے اور یہاں اس سے مراد ہلاکت لی گئی ہے یا تو بر انشاء اور بددعا کے معنی میں ہے اور یا یہ خبر ہے یعنی اس کے ہاتھ بھی تباہ اور خود بھی تباہ ہوا اور جہنم کا ایندھن بنا اور ہاتھوں کی تخصیص اس لئے ہے کہ عمل ہاتھوں سے کیا جاتا ہے۔ ابولہب کا نام عبدالعزّٰی

تھا چونکہ گورا اور خوبصورت تھا اور اس کے رخسارے آگ کے شعلوں کی طرح سُرخ تھے اس لئے اس کی کنیت ابولہب ہوگئی حضورؐ کا چچا تھا۔ حضرت عبدالمطلب کا بیٹا تھا لیکن پیغمبر کا سخت ترین دشمن تھا جب حضورؐ نے اس کو کفر پہ دوزخ کی سزا سنائی۔ تو اس نے کہا کہ میں اپنا مال و اولاد فدیہ دے دوں گا۔ تو اس کی اللہ نے رد فرمائی کہ اس کو مال اور اولاد کچھ بھی فائدہ نہ دیں گے اور مَاكَسَبَ سے مراد اولاد ہے۔

وَامْرَاَتُهٗ ۔ ابولہب کی عورت کا نام امّ جمیل تھا حرب کی بیٹی اور ابوسفیان کی بہن تھی اس کا دستور تھا کہ حضورؐ کے راستہ میں خاردار لکڑیاں ڈال دیتی تھی تاکہ آپ کو اذیت پہنچے اور ممکن ہے حمّالۃ الحطب چغلخوری سے کنایہ کیا گیا ہو۔ چنانچہ عرب کنایہ میں کہتے تھے کہ فلاں شخص فلاں کے لئے آگ بھڑکانے کے لئے لکڑیاں اٹھائے پھرتا ہے یعنی چغلخوری کرتا ہے۔ سَيَصْلٰى کے فاعل پر اس کا عطف ہے یعنی ابولہب اور اس کی بیوی دونو! دوزخ میں جلیں گے اور حَمَّالَةَ الْحَطَبِ مخصوص بالذم ہے۔ اور اعنی یا اَذُمُّ اس کا فعل محذوف ہے اور اسی لئے حمالۃ منصوب ہے کیونکہ اس کا یہ مفعول ہے۔

مَسَدٍ ۔ لیف خرما کے رسے کو کہتے ہیں اور یہ لفظ صرف اس کی توہین و تذلیل کے لئے استعمال کیا گیا ہے یعنی قیامت کے دن سونے اور چاندی کے ہاروں کے بجائے اس کی گردن میں رسے ہوں گے اور مروی ہے کہ جہنم کے خاردار آتشی زنجیر اس کی گردن میں ہوں گے اور مروی ہے کہ یہ امّ جمیل بد زبان عورت تھی۔ جب یہ سورۃ نازل ہوئی تو بڑبڑاتی ہوئی مسجد حرام میں آئی اس وقت حضرت ابوبکر بھی آپ کے پاس بیٹھے تھے ابوبکر نے عرض کی کہ حضور! وہ امّ جمیل ادھر آرہی ہے ہوسکتا ہے کہ آپ کی شان میں گستاخانہ لب ولہجہ استعمال کرے آپ نے فرمایا یہ مجھے نہ دیکھے گی چنانچہ آپ نے قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھیں اور اس کی آنکھوں سے محفوظ ہوگئے جس طرح دوسرے مقام پر ارشاد قدرت ہے کہ جب آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور کافروں کے درمیان حجاب پیدا کردیتے ہیں پس وہ آکر ابوبکر کو کہنے لگی کہ تمہارے رسولؐ نے میری ہجو کی ہے ابوبکر نے جواب دیا کہ ایسا نہیں ہے پس وہ چلی گئی اور یہ لفظ کہہ گئی کہ تمام لوگ جانتے ہیں کہ میں قریش کے ایک بڑے سردار کی بیٹی ہوں (میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے)

سُورہ اخلاص

- یہ سورہ مکیہ ہے سورہ ناس کے بعد نازل ہوا اس کو سورہ توحید اور سورہ قل بھی کہا جاتا ہے۔
- بسم اللہ کے علاوہ اس کی آیات چار ہیں۔
- حدیث نبوی میں ہے جس نے اس سورہ کو پڑھا گویا اس نے ایک تہائی قرآن کا ختم کیا اور ایمان لانے والوں کی تعداد سے دس دس گنا نیکیاں اس شخص کے نامۂ اعمال میں درج کی جائیں گی۔
- آپ نے فرمایا کیا تم لوگ سونے سے پہلے ایک تہائی قرآن نہیں پڑھ سکتے تو لوگوں نے عرض کی یہ تو مشکل ہے آپؐ نے

فرمایا سورۂ قل پڑھ لیا کرو۔

○ بروایت انس آپ نے فرمایا جو شخص ایک بار یہ سورہ پڑھے اس پر برکت نازل ہوگی اور جو دو مرتبہ پڑھے اس پر اور اس کے اہل پر برکت نازل ہوگی اور تین دفعہ پڑھنے سے ان پر اور ان کے ہمسایوں پر برکت نازل ہوگی اگر بارہ دفعہ پڑھے تو جنت میں اس کے لئے بارہ محل تعمیر ہونگے اور کراماً کاتبین ایک دوسرے کو کہتے ہیں کہ چلو اپنے بھائی کے جنتی محلوں کو دیکھیں اگر ایک سو بار پڑھے تو ۲۵ برس کے گناہ معاف ہونگے بشرطیکہ حقوق مالیہ و قتل ان میں شامل نہ ہوں اور اگر چار سو دفعہ پڑھے تو چار سو برس کے گناہ معاف ہوں گے اور اگر ہزار مرتبہ پڑھے تو اس کو اس وقت تک موت نہ آئے گی جبتک جنت میں اپنا مکان دیکھ نہ لے۔

● ایک شخص نے فقر و تنگدستی کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا جب گھر میں داخل ہو تو سلام دیا کرو خواہ کوئی آدمی موجود نہ ہو اور پھر سورۂ قل ایک دفعہ پڑھا کرو چنانچہ ایسا کرنے سے خدا نے اس پر رزق کے دروازے کھول دیئے۔

● جب سعد بن معاذ کے جنازہ پر جبرئیل سمیت ستر ہزار فرشتے شامل نماز ہوئے تو حضورؐ نے ان سے وجہ شمولیت دریافت کی تو جبرئیل نے کہا یہ شخص اٹھتے بیٹھتے آتے جاتے چلتے پھرتے سورہ قل کی تلاوت کیا کرتا تھا۔

○ ایک روایت میں ہے جس شخص نے نماز پومیہ میں سارے دن کسی بھی نماز میں سورہ قل نہ پڑھی تو گویا اس نے نماز نہیں پڑھی۔

○ ایک روایت میں ہے جس شخص نے سات دن متواتر کسی نماز میں بھی سورہ توحید نہیں پڑھی اگر مر گیا تو ابو لہب کے دین پر مرے گا

● ایک روایت میں ہے اگر مرض یا سختی میں کسی نے سورہ قل کو ترک کر دیا تو موت آنے کی صورت میں وہ جہنمی مرے گا۔

○ حدیث نبوی میں ہے جو شخص نماز فریضہ کے بعد سورہ قل کو پڑھے اس نے گویا دین و دنیا کی بھلائی کو جمع کر لیا پس اس کے والدین کے اور اس کی اولاد کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔

● حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جس نے صبح کی نماز کے بعد گیارہ مرتبہ سورہ توحید کو پڑھا گویا اس نے شیطان کا ناک رگڑ دیا

○ جو شخص کسی جبار کے پاس جاتے ہوئے سورۂ قل کو پڑھ لے تو خدا اس کو اس سے نجات دے گا پس سورۂ توحید کو اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں پڑھ دے تو اس کی خیر سے بہرہ ور ہوگا اور اس کے شر سے محفوظ ہوگا

○ دوسری روایت میں ہے کہ سلطان جابر کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو دیکھتے ہوئے تین دفعہ سورہ توحید پڑھے اور اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیاں بند کر لے پس صحیح و سالم و بعافیت واپس آئے گا۔

● روایات میں ہے کہ نماز ہائے فریضہ میں پہلی رکعت میں سورہ انا انزلنا اور دوسری میں سورہ قل کو پڑھنا بہتر ہے۔

○ روایات میں ہے کہ نماز میں ہر سورہ سے عدول جائز ہے لیکن سورہ جحد اور سورہ توحید سے عدول جائز نہیں ہے۔

● سفر کو جاتے ہوئے گھر سے نکلتے وقت دس مرتبہ سورہ توحید کا پڑھنا سلامتی کا موجب ہے (صادقؑ)

● ایک سانس سے سورہ توحید کو پڑھنا مکروہ ہے (صادقؑ)

○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ سورہ توحید کا پڑھنا ہر چہار آسمانی کتب کی ایک تہائی کی قرأت کا ثواب رکھتا ہے

○ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص نماز تہجد کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ کے بعد ہر رکعت میں تیس تیس مرتبہ سورہ توحید کو پڑھے تو اس کے تمام گناہ بخشے جائیں گے۔

○ روایات اہلبیت میں ہے کہ سورہ توحید ختم کرنے کے بعد کہے كَذَالِكَ اللّٰهُ رَبِّيْ تین مرتبہ

● ایک روایت میں ہے جو شخص سورہ توحید کو ایک مرتبہ پڑھے تو ایک تہائی قرآن کا ثواب دو مرتبہ پڑھے تو دو تہائی قرآن کا ثواب اور اگر تین مرتبہ پڑھے تو پورے ختم قرآن کا ثواب اس کو ملے گا۔

● ایک دن صحابہ کے بھرے مجمع میں حضورؐ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی ہے جو ہمیشہ کا روزہ دار ہو تو سلمان نے عرض کی۔ جی ہاں! وہ میں ہوں پھر آپ نے پوچھا کوئی تم میں سے ہمیشہ کا شب بیدار بھی ہے تو سلمان نے عرض کی جی ہاں! میں ہوں پھر آپ نے پوچھا تم میں سے کوئی ہر روز ختم قرآن کرنے والا بھی ہے تو سلمان نے عرض کی جی ہاں! وہ بھی میں ہوں سلمان کے اس دعوی سے بعض صحابہ کو طیش آیا کہنے لگا۔ یا رسول اللہ! یہ عجمی شخص خواہ مخواہ اپنی برتری قائم کرنا چاہتا ہے ورنہ ہم نے اس کو کئی دفعہ دن میں کھاتے دیکھا ہے رات کو سوتے دیکھا ہے اور قرآن بھی بہت کم پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے لقمان حکیم جیسا دانا کہاں ہے؟ خود اس سے دریافت کرو تو وہ جواب دے گا پس اس صحابی نے کہا اے سلمان میں نے کئی دفعہ تم کو دن میں کھاتے دیکھا ہے پھر روزہ دار کیسے ہو تو سلمان نے جواب دیا میں ہر ماہ میں تین روزے رکھتا ہوں اور خدا کے نزدیک ایک نیکی دس کا ثواب رکھتی ہے نیز میں ماہ شعبان کے روزے رکھتا ہوں جو صوم الدھر کا ثواب رکھتے ہیں پھر اس نے سوال کیا کہ تم رات بھر سوتے ہو پھر شب بیداری کا دعوی کیوں کیا؟ سلمان نے جواب دیا میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ جو شخص رات کو وضو کر کے سو جائے اس کو شب بیداری کا ثواب ملتا ہے پھر اس نے سوال کیا کہ ختم قرآن کیسے کرتے ہو تو سلمان نے جواب دیا کہ میں نے پیغمبر کی زبان سے سنا ہے جبکہ علی سے فرما رہے تھے یا علی تیری مثال میری امت سے اس طرح ہے جس طرح سورہ توحید کی مثال پورے قرآن سے ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ سورہ قل کو پڑھے تو ایک تہائی قرآن کا ثواب، دو دفعہ پڑھے تو دو تہائی قرآن کا ثواب اور اگر تین دفعہ پڑھے تو پورے قرآن کے ختم کا ثواب اس کو ملے گا اسی طرح جو شخص صرف زبان سے تیرے ساتھ محبت کرے اس کا ایمان ایک تہائی کامل ہوگا اور دل اور زبان سے ایمان لائے تو اس کا دو تہائی ایمان کامل اور جو دل و زبان سے ایمان لائے اور ہاتھ سے تیری نصرت کرے تو اس کا ایمان بالکل کامل ہوگا اور فرمایا اے علیؑ مجھے اللہ کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے اگر زمین والے تجھ سے اس طرح محبت کرتے جس طرح آسمان والے کرتے ہیں تو خدا کسی کو آتش جہنم میں نہ ڈالتا جب سلمان نے یہ جوابات دیئے تو تمام صحابہ خاموش ہو گئے۔

○ فوائد القرآن میں مروی ہے کہ یہودیوں نے سوال کیا تھا کہ تم اپنے رب کی نسبت بیان کرو۔ آپ تین دن خاموش رہے پھر یہ سورہ نازل ہوا اسی لئے تو اس سورہ کا نام نسبۃ الرب بھی ہے اور اس کا پڑھنا مومن مخلص ہونے کی نشانی ہے)

● نماز فاطمہؑ کا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد پچاس مرتبہ سورۂ قل پڑھے (فوائد)

○ مکارم الاخلاق سے منقول ہے امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا اگر تم میں سے کسی کے سر میں درد ہو یا کوئی اور تکلیف ہو تو منہ کے سامنے ہاتھوں کو کھول کر سورہ فاتحہ، سورہ قل، سورہ فلق و سورہ ناس کو پڑھ کر ہاتھوں کو منہ پر پھیرے تو انشاء اللہ شفا ہوگی

حدیث نبوی میں ہے قبرستان سے گذرتے ہوئے اگر گیارہ مرتبہ قل شریف کو پڑھے اور دفن ہونیوالوں کو بخش دے تو ان کی تعداد کے برابر اس کو ثواب ملے گا۔

● بہر کیف سورہ اخلاص کے زیادہ پڑھنے کی احادیث میں محمدؐ و آل محمدؐ کی طرف سے فرمائشات بہت زیادہ ہیں اور کتب اعمال کے مطالعہ سے اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے جب اس سورہ کا پڑھنا ثلث قرآن کا ثواب رکھتا ہے اور تین دفعہ پڑھنے سے ختم قرآن کا ثواب ملتا ہے تو اس سے زیادہ اور کیا فضیلت باقی رہ جاتی ہے۔

○ عبداللہ بن سلام مکہ میں آیا اور خدمت پیغمبر میں وارد ہوا، جناب نبی کریمؐ نے فرمایا تجھے اللہ کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ کیا تورات میں مجھے اللہ کا رسول کہا گیا ہے تو عبداللہ بن سلام نے عرض کی اپنے پروردگار کی صفت بیان فرمائیے۔ پس آنحضورؐ نے سورہ توحید کی تلاوت کی اور وہ مسلمان ہوگیا لیکن پہلے تقیہ میں رہا اور جب ہجرت کرکے آپ وارد مدینہ ہوئے تو وہ اعلانیہ مسلمان ہوگیا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ② اَللّٰہُ الصَّمَدُ ③ لَمۡ یَلِدۡ ۙ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ ④

کہہ دو اللہ ایک ہے — اللہ صمد ہے — نہ اُس نے جنا اور نہ جنا گیا

وَ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ⑤ ع

اور نہ اس کا کوئی کفو ہے

رکوع نمبر ۲۷

ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ۔ ھو ضمیر فصل ہے اور یہ کنایہ ہے ذات واجب الوجود سے یعنی وہ جس کی تم نسبت دریافت کرتے ہو اللہ ہے اور وہ ایک اکیلا ہے جس کا کوئی شریک و نظیر نہیں ہے اور اپنے تمام صفات و افعال میں تنہا ہے اس کا کوئی مثیل و شبیہ نہیں ہے ہم نے توحید پروردگار کی ہر چہار اقسام یعنی توحید در ذات توحید در صفات، توحید در عبادت اور توحید در افعال اپنی کتاب لمعۃ الانوار میں مفصل و مدلل بیان کی ہیں۔ نیز کتاب "اسلامی سیاست" میں بھی توحید پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ تفسیر مجمع البیان میں ہے کہ حضرت خضر نے عالم خواب میں حضرت علی علیہ السلام سے کہا تھا

کہ دشمن پر فتحیابی کے لئے یَاھُوَ یَا مَنْ لَاھُوَ اِلَّاھُوَ کا ورد کرنا چاہیے جب حضرت علیؑ نے حضرت پیغمبر سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے فرمایا یہ اسم اعظم ہے۔

اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ اس لفظ یعنی صمد کے کئی معانی منقول ہیں۔ (۱) جس کی حکومت کے اوپر کسی کی حکومت نہ ہو (۲) وہ دائم جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا (۳) صمد وہ ہے جو کھوکھلا نہ ہو بلکہ ٹھوس ہو (۴) صمد وہ ہے جو کھانے پینے اور سونے کا حاجتمند نہ ہو (۵) صمد وہ سردار جس کے اُوپر کوئی سردار نہ ہو (۶) صمد وہ ہے جو خود قائم ہو اور اپنے وجود و قیام میں کسی کا محتاج نہ ہو (۷) صمد وہ ہے جو کون و فساد سے بالاتر ہو (۸) صمد وہ ہے جو نظائر سے نہ پہچانا جائے (۹) صمد وہ ہے جس کا شریک کوئی نہ ہو اس کو کسی شیے کی حفاظت سے تھکان نہ ہو اور نہ کوئی شے اس سے اوجھل ہو (۱۰) صمد وہ ہے جب کسی شی کا ارادہ کرے تو وہ ہو جائے (۱۱) صمد وہ ہے جو تمام اشیاء کو بغیر مادہ کے ایجاد کرے (۱۲) حضرت امام حسین علیہ السّلام نے فرمایا آیات خود صمد کی تفسیر ہیں کہ صمد وہ ہے جو نہ جنے نہ جنا جائے اور جس کی کوئی کفو نہ ہو (۱۳) وہ جو قلیل و کثیر میں مقصود حاجات ہو (۱۴) حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا کہ الصمد کے پانچ حروف ہیں۔ الف اس کی اِنّیت کی دلیل ہے کہ وہ ازلی و ابدی موجود ہے اور لام اس کی الوہیت کی دلیل ہے اور الف لام کا نہ پڑھا جانا اس کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ ہونے کے باوجود اس قدر لطیف ہے کہ نہ اس کو حواس ظاہریہ پا سکتے ہیں اور نہ حواس باطنہ کے ادراک میں آسکتا ہے پس جس طرح الف لام کتابت میں ظاہر ہوتے ہیں اسی طرح اللہ بھی اپنے افعال سے پہچانا جاتا ہے اور صاد اس کے صادق ہونے کی دلیل ہے۔ اور دال اس کے دائم ہونے کی دلیل ہے۔

لَمْ يَلِدْ ۔ یہ یہود و نصاریٰ کے نظریوں کی تردید ہے کہ نہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے اور نہ عزیز اللہ کا فرزند ہے کیونکہ خدا کسی کا باپ نہیں ہے پس مشرکین مکہ کی بھی تردید ہو گئی جو یہ کہتے تھے کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں۔

وَلَمْ يُولَدْ ۔ یعنی خدا سرمدی ہے ایسا نہیں کہ اس سے پہلے کوئی اور ہو جس نے اس خدا کو جنم دیا ہو پس یہی ایک خدا ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۔ یعنی اللہ کا کوئی کفو و ہمسر نہیں ہے اور قاریوں کے نزدیک کفوا کو چار طرح پڑھا جا سکتا ہے۔ كُفُؤًا ۔ كُفْؤًا ۔ كُفُوًا ۔ كُفْوًا ۔

سورہ الفلق

○ یہ سورہ مکیہ ہے جو سورہ فیل کے بعد نازل ہوا ○ بسم اللہ کے علاوہ اس کی آیات پانچ ہیں۔ ○ تہذیب شیخ سے منقول ہے کہ وتر کی پہلی دو رکعت میں جن کو شفع سے تعبیر کیا جاتا ہے معوذتین کو پڑھا جائے اور تیسری رکعت جو وتر کہلاتی ہے اس میں سورہ توحید کو پڑھا جائے ○ حضرت امام محمد باقر علیہ السّلام نے فرمایا جس نے نماز وتر میں معوذتین اور قل کو پڑھا اس کو کہا جاتا ہے اے عبد خدا تجھے خوشخبری ہو کہ تیری نماز مقبول ہے ○ حدیث نبوی میں ہے آپ نے فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہیں کہ ان جیسی اور کوئی نہیں اور وہ معوذتان ہیں ○ ایک

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ①

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ② مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ③ وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ④

کہدو میں پناہ لیتا ہوں رب فلق کی اس کی ہر پیدا کردہ چیز کے شر سے اور رات کے شر سے جب وہ داخل ہو

وَ مِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ⑤ وَ مِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ⑥ ع

اور گرہوں میں پھونکنے والیوں کے شر سے اور حاسد کے شر سے جب وہ حسد کرے

روایت میں آپ نے فرمایا قرآن کی باقی سورتوں سے یہ دو نرالی افضل ہیں ۔ ○ عامہ کی روایات میں ہے کہ کسی یہودی نے آپ پر جادو کیا تھا اور دونو سورتوں کی تلاوت سے جادو کا اثر زائل کیا گیا ○ علامہ طبرسیؒ فرماتے ہیں یہ چیز ہمارے عقیدہ کی رُو سے باطل ہے کیونکہ اللہ نے قرآن میں متعدد مقامات پر آپ کے مسحور ہونے کی نفی فرمائی ہے یعنی یہ وہ رسول ہے جس پر جادو نہیں کیا گیا کیونکہ اگر رسول پر جادو کا اثر ہوسکتا ہوتا تو وہ لوگ آپ کو قتل کرنے پر بھی قادر ہو جاتے حالانکہ ایسا نہیں ہوسکا ○ نظر بد سے حفاظت کے لئے ان دونوں سورتوں کا تعویذ باندھنا خوب ہے اور حضورؐ سے مروی ہے کہ اگر کسی کو کوئی شئے پسند ہو تو فوراً یہ کلمات کہے اللّٰہ اللّٰہ مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پس اس کی نظر سے کوئی شے متاثر نہ ہوگی حضورؐ نے فرمایا جو شخص سوتے وقت اس سورہ کو پڑھے اس کو حج عمرہ اور روزے کا ثواب ملے گا اور یہ ہر نظر بد کا تعویذ ہے اور ویسے بھی اس کا تعویذ نفع مند ہے اور جو شخص ماہ رمضان کی راتوں میں اس سورہ کو پڑھے نافلہ یا فریضہ نماز میں تو اس کو مکہ میں روزے رکھنے اور حج و عمرہ کرنے کا ثواب ملے گا ۔

رکوع نمبر ۳۸

بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۔ فلق کا معنی شگاف واضح یا جُدا ہونا اور صبح کو اسی مناسبت سے فلق کہا جاتا ہے کیونکہ اس کی سفیدی رات کی سیاہی سے بالکل علیحدہ اور جُدا ہوا کرتی ہے عامہ کی روایت میں ہے کہ رسولؐ اللہ پر ایک یہودی عورت نے جادو کیا تو آپ پر یہ سورتیں اتریں پس آپ پڑھتے گئے اور جادو کا اثر زائل ہوتا گیا اور ساتھ ساتھ جبرئیل یہ کلمات پڑھتا تھا ۔ بِاسۡمِ اللّٰہِ اَرۡقِیۡکَ مِنۡ شَرِّ کُلِّ شَیۡءٍ یُّؤۡذِیۡکَ مِنۡ حَاسِدٍ وَّ عَیۡنٍ وَّ اللّٰہُ یَشۡفِیۡکَ اور شیعہ امامیہ کی رُو سے یہ روایت موضوعہ ہے کیونکہ اس کو ماننے سے تو حضورؐ کی ساری نبوت مشکوک ہو جاتی ہے حالانکہ خدا نے قرآن مجید میں متعدد مرتبہ آپ کے مسحور ہونے کی نفی فرمائی ہے ۔

مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۔ یعنی اللہ کی پیدا کردہ تمام مخلوق کے شر سے خواہ وہ ذی رُوح ہو یا غیر ذی رُوح اور انسان ہو یا جن ہو ۔

وَ مِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ ۔ یہ تخصیص بعد تعمیم ہے اس لئے کہ ان چیزوں کا شر باقی ہر صاحب شر کے شر سے زیادہ اہم ہے ۔ عموماً رات کے وقت چور ڈاکو درندے حشرات الارض میں سے موذی جانور زیادہ اذیت دیتے ہیں اس لئے رات کے شر سے پناہ مانگنے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے اور ضرر کرنے والی ہر شئے کو غاسق کہا جاتا ہے لیکن یہاں رات مراد ہے کیونکہ اسمیں بھی ضرر رساں طبقہ کو ضرر کا کھل کر موقعہ مل جاتا ہے اور وقوب کا معنی دخول ہوتا ہے ۔

اَلنَّفّٰثٰتِ ۔ اس سے مراد وہ جادوگر عورتیں ہیں جو کپڑے یا تاگے کی گرہوں یا پھونک مار کر جادو کر کے نقصان دیتی ہیں۔

حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔ یعنی حاسد کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جب وہ حسد کرے ویسے دل میں حسد کا پیدا ہو جانا غیر اختیاری امر ہے البتہ اس کا استعمال کرنا فاعل کے اپنے اختیار میں ہوتا ہے اسی لئے حاسد کے شر سے پناہ طلب کی گئی جبکہ وہ حسد کو استعمال کرے۔

حسد کی مذمت

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا حسد ایمان کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح لکڑی کو آگ کھاتی ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے ایک دفعہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے ان کا ایک کوتاہ قد حواری ان کے ہمراہ تھا جب ایک ندی سے گزرنے لگے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا نام لیا اور پانی کی سطح سے پار ہو گئے جب اس حواری نے دیکھا تو اس نے بھی اللہ کا نام لیا اور پانی کی سطح پر چلنے لگا پس فوراً اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ میرے اور عیسیٰ کے درمیان تو کوئی فرق ہی نہیں جس طرح وہ اللہ کا نام لیکر پانی پر چل سکتے ہیں میں بھی پانی میں چل رہا ہوں پس یہ خیال دل میں آیا تو فوراً پانی میں ڈوب گیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کو نکال کر باہر کیا اور فرمایا بتاؤ تیرے دل میں کیا خیال گذرا تھا تو اس نے اپنا جرم بیان کیا پس آپ نے اس کو توبہ کی تلقین فرمائی چنانچہ اس نے توبہ کی اور دوبارہ اس کو اپنا کھویا ہوا مرتبہ مل گیا۔ بلند مرتبہ والوں کے مرتبہ کی خواہش کرنا یا ان پر حسد کرنا نہایت بُرا ہے آپ نے فرمایا خبردار ایک دوسرے پر حسد نہ کیا کرو

ایک روایت میں ہے کہ فلق جہنم کی ایک غار کا نام ہے جس میں ستر ہزار گھر اور ہر گھر میں ستر ہزار مکان اور ہر مکان میں ستر ہزار ناگ اور ہر ناگ کے ستر ہزار زہریلے دانت ہیں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن سخت ترین عذاب سات آدمیوں کا ہو گا ایک قابیل دوسرا نمرود تیسرا فرعون اور دو آدمی بنی اسرائیل کے جنہوں نے یہود و نصاریٰ کو گمراہ کیا اور دو آدمی اس امت کے ہوں گے اور ان ساتوں آدمیوں کو جہنم کے سمندر کے نیچے فلق کے اندر داخل کیا جائے گا۔

ایک روایت میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ جہنم کے نیچے والے تابوت میں اولین میں سے چھ آدمی ہونگے قابیل، نمرود، فرعون، سامری، قارون اور ہامان اور آخرین میں سے بھی چھ ہوں گے نعثل، معاویہ، عمرو عاص، ابوموسیٰ اشعری اور دو آدمیوں کے نام محدث کو بھول گئے (برہان) ایک روایت میں عمرو عاص اور ابوموسیٰ کی جگہ ابن ملجم و رئیس نہروان کا نام ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا حسد دین کے لئے آفت ہے اسی طرح خود پسندی اور عجب بھی۔

آپ نے فرمایا مومن رشک کرتا ہے حسد نہیں کرتا اور منافق حسد کرتا ہے رشک نہیں کرتا۔

سورہ النّاس

○ یہ سورہ مکیہ ہے جو فلق کے بعد نازل ہوا ○ اس کی آیات کی تعداد بسم اللہ کے علاوہ چھ ہے۔ ○ سورہ فلق اور سورہ ناس کو معوذتین بھی کہا جاتا ہے کیونکہ ان دونوں کو نظر بد کے تعویذ کے طور پر لکھا اور باندھا جاتا ہے ○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ کیا معوذتین قرآن میں داخل ہیں اور جنہوں نے ان کو قرآن میں شامل نہیں کیا انہوں نے غلطی کی ہے اور ان کو نماز فریضہ میں پڑھا جا سکتا ہے الخبر ○ حدیث نبوی میں ہے جو شخص اس سورہ کو کسی درد پر پڑھے تو اس کو آرام ہو گا۔ باذن اللہ ○ آپ نے فرمایا جو شخص سوتے وقت اس سورہ کو پڑھے تو یہ سوتے وقت اس کا تعویذ ہو گا اور ہر درد و تکلیف و آفت کیلئے یہ سورہ تعویذ ہے اور باعث شفا ہے ○ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے گھر میں ہر رات اس سورہ کی تلاوت کرے گا وہ توہم جن اور وسواس سے نجات پائیگا اور جو شخص اس سورہ کو لکھ کر چھوٹے بچے کے گلے میں لٹکائے تو وہ بچہ جنات کی اذیت سے محفوظ ہو گا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ﴿۱﴾

اللہ کے نام سے جو رحمان و رحیم ہے (شروع کرتا ہوں)

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ﴿۲﴾ مَلِکِ النَّاسِ ﴿۳﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ﴿۴﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ

کہہ دو میں لوگوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں جو لوگوں کا مالک ہے لوگوں کا معبود ہے وسواس الخناس کے شر

الۡخَنَّاسِ ﴿۵﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ﴿۶﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۷﴾

سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے جنوں میں سے اور انسانوں میں سے

رکوع نمبر ۲۹

مَلِکِ النَّاس - مالک مشتق ہے ملک سے - سورہ فاتحہ میں مالک اور ملک دونو کا پڑھنا جائز ہوتا ہے لیکن یہاں صرف ملک ہی پڑھا جائے گا کیونکہ ملک کے معنی میں تدبیر ملک کا مفہوم ہے جو مالک میں نہیں پایا جاتا اور خداوند کریم اگرچہ تمام کائنات کا رب ہے لیکن صرف رب الناس ، اس لئے کہا گیا ہے کہ لوگوں میں سے بعض عظیم و متکبر مزاج بھی ہوتے ہیں ، جن کے شر سے ڈرا جاتا ہے پس ربوبیت کو ناس کی طرف مضاف کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ اللہ ہر متکبر و عظیم کا بھی پروردگار ہے اور وہ ہی کمزوروں کے لئے جائے پناہ ہے اسی طرح لوگوں میں بادشاہ بھی ہوتے ہیں جن کے شر سے رعایا کو خطرہ رہتا ہے پس ملک الناس کہا گیا ہے تاکہ یہ ظاہر ہو سکے کہ وہ بادشاہوں کا بھی بادشاہ ہے جو کمزور رعایا کیلئے جائے پناہ ہے اور چونکہ لوگ بعض اوقات غیر اللہ کے پجاری بھی ہوتے ہیں تو الٰہ الناس کہا گیا ہے کہ درحقیقت لوگوں کیلئے عبادت اسی ایک اللہ کی کرنی چاہیئے جو تمام کا معبود حقیقی ہے اور بعض مفسرین نے ناس کے لفظ میں تکرار کا یہ جواب دیا ہے کہ پہلی جگہ ناس سے مراد جنین ہیں جو محتاج تربیت ہوتے ہیں اس لئے رب الناس کہا اور دوسری جگہ ناس سے مراد اطفال ہیں جو اپنی تدبیر کے آپ مالک نہیں ہوتے اس لئے ملک الناس کہا اور تیسری جگہ ناس سے مراد بالغ لوگ ہیں جن پر عبادت فرض ہے پس الٰہ الناس کہا کہ لوگوں کا معبود حقیقی اللہ ہے اور چوتھی جگہ ناس سے مراد علماء ہیں کیونکہ شیطان انہی کو وسوسے ڈال کر اپنا ایجنٹ بنانے کی کوشش کرتا ہے اور جاہل کے وسوسے سے شیطان کو اتنا فائدہ نہیں کیونکہ وہ اگر گمراہ ہوگا تو تنہا ہوگا لیکن اگر گمراہ ہو جائے تو ہزاروں کو وہ گمراہ کر سکتا ہے اور آخر میں ناس سے مراد خود شیاطین ہیں جو دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں ۔

مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ - اس کی تقدیر اس طرح ہے مِنۡ شَرِّ ذِی الۡوَسۡوَاسِ الۡخَنَّاس یعنی ایسے شیطان کے شر سے جو صاحب وسواس ہے یا اس طرح ہوگا مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ الۡوَاقِع مِنَ الۡخَنَّاسِ یعنی ایسے وسواس کے شر سے جو خناس کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اور خناس خنوس سے مشتق ہے جس کا معنی ہے ظاہر ہونے کے بعد چھپ جانا جس طرح ستاروں کو خُنَّس کہا گیا ہے کیونکہ ظاہر ہونے کے بعد چھپ جایا کرتے ہیں اور اسی طرح شیطان کو خناس کہا جاتا ہے کہ وہ نظروں سے چھپا رہتا ہے ۔

مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ - یہاں مِن بیانیہ ہے یعنی وہ خناس شیطان جو وسوسے ڈالتا ہے جنوں سے بھی ہوتا ہے اور انسانوں سے بھی ہوتا ہے اور حضرت رسالتمآب نے فرمایا کہ مومن کے دل میں دو کان ہوتے ہیں ایک کان میں فرشتہ خدا کی جانب سے نمائندگی کے طور پر نیکی کا القاء کرتا ہے اور دوسرے کان میں خناس شیطانی وسوسے ڈالتا ہے پس مومن شیطانی وساوس سے بچ کر فرشتے کی رہنمائی میں نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسی کے متعلق ارشاد ہے

وَ اَيَدَ هُمۡ بِرُوۡحٍ مِّنۡهُ اور اسی بنا پر اَعُوۡذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ الرَّجِيۡمِ کا پڑھنا قرآن سے پہلے مستحب قرار دیا گیا ہے تاکہ شیطانی وساوس سے دل پاک و صاف رہے۔ والحمد للہ رب العالمین اَوَّلًا وَ آخِرًا وَ بَاطِنًا وَ ظَاهِرًا۔

اس اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے نامساعد حالات کے باوجود مجھے اپنے کلام کی حسب استطاعت تفسیر و توضیح کے لئے موفق بنایا اگر اس کی توفیق شامل حال نہ ہوتی تو اس ذرّہ بے مقدار کی کیا مجال کہ اسقدر اہم و مشکل کام کو سر انجام دے سکتا اور محمد و آل محمد علیہم السلام کی تائید غیبی نے ہی کمر ہمت بندھائی جس کی بدولت میں اپنے پروردگار کی بارگاہ عزت و جلال میں اس کے کلام مقدس کی تفسیر میں توفیق پاکر سرخروئی کا شرف حاصل کر رہا ہوں۔

اے اللہ اس ذرّہ بے مقدار سے تیری حمد و ثنا کا حقہ ادا نہیں ہو سکتی نہ اس زبان میں اسقدر وسعت ہے اور نہ قلم میں اتنی ہمت ہے اور نہ وہم و گمان و عقل و ادراک میں اسقدر حوصلہ ہے کہ تیرا کما حقہ حمد و شکر ادا کر سکوں پس میری اس کوشش کو بارگاہ قبولیت میں جگہ دے اور روز قیامت کے لئے اس کو میرے لئے میرے والدین و اولاد و اقربا و اساتذہ و تلامذہ و جملہ احباب و اکابر کے لئے ذخیرہ قرار دے اور ہماری لغزشوں سے درگذر فرما اور مومنین کرام کو اس سے استفادہ کی توفیق عطا فرما۔

آج بروز جمعرات ۲۲ اپریل ۱۹۷۶ء مطابق ۲۱ ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ یعنی ۱۰ ربیاکھ ۲۰۳۳ بکرمی بوقت ۳ بجے بعد نماز ظہر تفسیر قرآن مجید انوار النجف فی اسرار المصحف سے بحمد للہ عہدہ برآ ہو سکا ہوں پس اس کو ذخیرہ یوم معاد قرار دیتے ہوئے حضرت قائم آل محمد عج کی بارگاہ عصمت میں بطور ہدیہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرنا اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھتا ہوں۔

اس تفسیر کی ابتدا نجف اشرف میں رہائش کے دوران ۱۹۵۷ء میں ہو گئی تھی اور اسی مناسبت سے اس کا نام بھی انوار النجف تجویز ہوا تھا لیکن وطن مالوف جاڑا ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں پہنچنے کے بعد اس کی باقاعدہ تحقیق و تدقیق کے ساتھ تصنیف و تالیف کا کام شب سوموار ۲۲ دسمبر ۱۹۵۸ء مطابق ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۷۸ھ ۸ پوہ ۲۰۱۵ بکرمی سے ہوا۔

گویا شمسی لحاظ سے کل عرصہ ۱۷ سال اور ۴ ماہ صرف ہوا۔ اور قمری اعتبار سے ۱۷ سال ۱۰ ماہ اور گیارہ دن میں یہ اہم کام پایۂ تکمیل کو پہنچا لیکن اس عرصہ میں تفسیر کے علاوہ دوسری کتابیں بھی زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں چنانچہ المجالس الفاخرہ، المجالس المرضیہ، لمعۃ الانوار فی عقائد الابرار، اصحاب الیمین، امامت و ملوکیت در جواب خلافت و ملوکیت، اسلامی سیاست، نماز امامیہ اور ترجمہ الدین والاسلام بندہ حقیر کی مسلسل محنت و کاوش سے بفضل خداوندی و بتائید معصومین علیہم السلام منصہ شہود پر آچکی ہیں اور پورے پاکستان کے مومنین ان سے استفادہ کر رہے ہیں۔ والمنۃ للہ ثُمَّ الْحَمۡدُ

للہ اَوَّلًا وَ آخِرًا کما ہو اہلہ وصلی اللہ علی مُحَمَّدٍ خیر بریتہ والعترۃ الطاھرہ علیہم افضل التحیۃ والسلام واللعنۃ الدَّائمۃ عَلٰی اعدائہم الٰی یوم الدین۔ اَللّٰهُمَّ اجۡعَلۡنَا مِمَّنۡ يَذَّكَّرُ فَتَنۡفَعُهُ الذِّكۡرٰی

اَنَا العبد الحقیر الراجی رحمۃ ربہ القدیر حسین بخش ولد اللہ بخش جاڑا عفی اللہ عنہما وشکر سعیہما بجاہ

محمد و آلہ